

پرکاشکا-۱

# دیوان زادہ

شیخ ظہور الدین حاتم

مرتبہ  
عبدالحق

# دیوان زادہ

شیخ ظہور الدین حاتم

مرتبہ

عبدالحق

سابق صدر شعبہ اردو

دہلی یونیورسٹی، دہلی



نیشنل مشن فار مینسکرپٹس

دلی کتاب گھر

ناشر نیشنل مشن فارمینسٹر پش

۱۱-مان سنگھ روڈ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۱

فون : +91 11 23073387

ای میل : director.namami@nic.in

ویب سائٹ : www.namami.org

بہ اشتراک

دلی کتاب گھر

۳۹۶-گلی خانخانان، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶

فون : +91 11 23252696

ای میل : dillikitabghar@gmail.com

قیمت : ₹ 250

**Prakashika Series**

ISBN 978-93-80829-02-9

ISBN 978-93-80829-04-3

اشاعتِ اوّل ۲۰۱۱ء

© نیشنل مشن فارمینسٹر پش 2011

والد

تصور حسین مرحوم

والدہ

بشیر النساء مرحومہ

کے نام

مثلِ ایوانِ سحر مرقدِ فروزاں ہو ترا  
نور سے معمور یہ خاکِ شہبستاں ہو ترا



## ترتیب

۹	حرف آغاز
۱۱	مقدمہ
۱۰۵	کلام
۴۳۳	فرہنگ
۴۴۵	مصادر
۴۴۸	اشاریہ

## حرفِ آغاز

یہ میرے رب کا بے پایاں احسان ہے کہ اس نے اس مسودے کی اشاعت کے لیے سہولت فراہم کی۔ راقم نے جنوری ۱۹۷۷ء میں شاہ حاتم کے دیوانِ قدیم کا ایک انتخاب شائع کیا تھا۔ بعد ازاں دہلی اردو اکاڈمی نے کلامِ حاتم کے ایک دوسرے انتخاب کے کئی ایڈیشن شائع کیے۔ کچھ برس پہلے حاتم پر ایک مونیوگراف بھی اکاڈمی نے شائع کیا۔ ناچیز ان کاموں کو قدر کی نظر سے دیکھتا ہے اور حاتم شناسی کے لیے فالِ نیک تصور کرتا ہے۔ ۱۹۷۲ء میں بیاض کی دستیابی سے اب تک کوشش کرتا رہا کہ دیوانِ زادہ کی تدوین کی تکمیل ہو۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ۱۹۷۵ء میں دیوانِ زادہ کو بڑی محنت اور خلوص سے تیار کر کے شائع کیا تھا۔ یہ لاہور، لندن، کراچی اور رام پور کے خطی نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا تھا۔ ان کی تحقیقی نظر نے اسے معیار اور اعتبار سے ہم کنار کیا۔ نئے خطوط کے تقابلی مطالعے سے محسوس ہوا کہ مرتب کردہ کلام میں اضافے کی گنجائش باقی ہے۔ اسی دورانِ دہلی، علی گڑھ اور لکھنؤ کے خطی نسخوں کی بازیافت نے مزید ہمت افزائی کی۔ اب معلوم شدہ سات نسخے سامنے ہیں، جن میں غیر مطبوعہ کلام کا ایک حصہ نظر آیا۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا ممنون کرم ہوں کہ ان کے کام نے حوصلہ زیادہ پیدا کیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ وہ پاکستان سے شائع ہوا اور اب دستیاب نہیں ہے لہذا ایک ہندوستانی اشاعت مناسب ہے۔ ان کے مرتب کردہ دیوانِ زادہ سے براہِ راست مستفیض ہوتا رہا۔ دوسرے خطی نسخوں کے تقابلی اور تجزیے نے تدوین کے لیے تشویق پیدا کی۔

انتخاب کی اشاعت سے اب تک حاتم کے بارے میں معلومات کم و بیش وہی ہیں۔ ان میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان چاروں تالیفات کے مقدمات اور مباحث میں تکرار نظر آئے گا۔ عبارت و اقتباسات میں بھی یکسانیت ملے گی۔ مواد و موضوع میں بھی بہت کچھ مشابہت موجود ہے۔ اندازِ پیش کش بھی بہت مختلف نہیں ہے۔ انھیں نظر انداز کیا جائے اور ایک قدیم متن کی باز آفرینی اور اشاعت کو قابلِ ذکر سمجھا جائے۔ خاکسار نے کچھ نئی معلومات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ قدیم زبان اور املا کو کہیں کہیں محفوظ رکھنے کی سعی بھی شامل ہے۔ اور تبدیلی بھی

موجود ہے تاکہ متن کو آج کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔ یہ تبدیلی مخطوطات کے مندرجات کے مطابق ہے۔ علی گڑھ کا متن اس اعتبار سے راہ نما ہے۔ جدید و قدیم کی یہ کشمکش متون کی تدوین میں ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔

ان مخطوطات میں نسخہ لاہور سب سے اہم ہے۔ اس میں سب سے زیادہ کلام شامل ہے۔ کیونکہ یہ حاتم کے آخری زمانے میں مرتب ہوا۔ اور ان کے شاگرد کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ لہذا یہ اعتبار کے لائق بھی ہے۔ دوسرے نسخوں میں کہیں کہیں اضافہ ملتا ہے، انھیں شامل متن کیا گیا ہے۔ پیش نظر ترتیب میں سبھی نسخوں کے متون سے مدد لی گئی ہے۔ کسی ایک نسخے کو اساسی نہیں قرار دیا گیا ہے۔ راقم نے بہتر سے بہتر متن کو پیش کرنے کی جرات کی ہے۔ ایک نا تمام فرہنگ بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مرحوم نے دیوان کی ترتیب سنن کے اعتبار سے کی ہے۔ یہ تاریخی شعور کے ساتھ مفید کوشش ہے۔ ناچیز نے مخطوطات اور دو اویں کے روایاتی اصول کو باقی رکھا ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب کو ترجیح دی جاتی رہی ہے۔ قدما کے اصولوں کی پابندی کو ضروری سمجھ کر یہ پیروی کی گئی ہے۔ ماہ و سال کے تعیین میں بعض ناگزیر دشواریاں حائل ہوتی ہیں اور منشاء مصنف سے انحراف کا امکان رہتا ہے۔

اس تدوین میں ایک ذہنی کشمکش سے دوچار رہا ہوں۔ علامہ اقبال سے زندگی بھر کی جذباتی وابستگی سے ترک تعلق اور شاہ حاتم سے مراجعت، مرحلہ رشوق کے لیے دامن فریب تمنائے کم نہ تھی۔ بیچ و تاب اور سوز و ساز میں الجھا رہا۔ جب متن اور مخطوطہ ذہن پر بار بنتا ہے تو کلام اقبال کے سایہ دیوار میں سکون و ثبات کی خاطر پناہ نشین ہوتا ہوں۔ اس طرح دونوں موضوعات سے لطف اندوزی میرے مطالعہ کا خوش گوار پہلو ہے۔ ادبی مطالعہ میں جدید و قدیم میں فرق یا فاصلہ درحقیقت دلیل کم نظری ہے۔ دیروز و دیابیش و کم کے تصورات تخلیقی تسلسل کی تفہیم میں سنگ راہ بن کر حائل ہوتے ہیں۔ فکر و خیال کی ان نظرفروزا داؤں سے پرہیز لازم ہے۔ سلسلہ فن کو اعصار و آفات میں محدود کر دینا کم نگہی اور بے بصیری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تخلیق مربوط و مسلسل عمل سے حیات نو حاصل کرتی رہتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ بعض پہلو حاتم اور اقبال کے درمیان اقدار کے اشتراک کی حیثیت رکھتے ہیں، جس سے سلسلہ فکر انسانی کا ادراک ہوتا ہے۔

اس تالیف کی تیاری میں میرے مخلص مہربانوں نے ہر طرح سے میری مدد کی ہے، ان کا شکر گزار ہوں۔ پروفیسر دپتی ایس، تریپٹھی اور ڈاکٹر ایس ایم۔ باسو کا خاص طور پر ممنون کرم ہوں۔ شریک حیات اور بیٹیوں نے اپنے بھرپور تعاون سے نوازا۔ ان کی صحت و سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

عبدالحمق

## مقدمہ

شاہ حاتم دہلوی ایوانِ سخن کے اذلیلین معماروں میں سب سے منفرد اور محترم شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی شاعری طلوعِ صبحِ فردا کی بشارت سے بھرپور بانگِ ازاں کی طرح سرودِ سحر آفریں ہے۔ وہ زنجیرِ ایام کے اندیشوں سے آزاد، بود و نبود سے بے نیاز اور عظیمِ اقدار کے ترجمان ہیں۔ ان کا کلام معاصر محسوسات کا آئینہ خانہ ہی نہیں عالمِ ناپید کو بھی شفاف و بے حجاب دیکھنے کے لیے ایک جامِ جہاں نما ہے جس میں روز و شب کے نشیب و فراز کی داستان پوری جلوہ گری کے ساتھ محفوظ ہے۔ اس میں لطف و لذت کی پرکیف زندگی کے ساتھ نالہ بول دوز کی حکایتِ خوں چکاں بھی موجود ہے۔ وہ قیامت خیز انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئے جب دنیا کی سب سے مستحکم حکومت کے در و دیوار پر لرزہ اور قصرِ شاہی میں کہرام برپا تھا۔ خاص و عام پناہ گاہوں کی تلاش میں در بدری سے دوچار تھے۔ میر جیسے قانع و قنوطی اور خلوت نشیں بھی ترکِ وطن کے لیے مجبور ہوئے۔ خرابہ دہلی کو لکھنؤ سے دہ چند بہتر کہنے والے پورب کے اجنبی دیار میں پناہ گزیں ہی نہیں وہیں پیوندِ خاک بھی ہوئے۔ شاہ حاتم کا استقلال دیکھئے کہ خاکِ دہلی سے دوری گوار نہ ہو سکی۔ جائے پیدائش کی محبت سے محرومی انھیں قبول نہ تھی وہ جس خاک کے خمیر سے اٹھے تھے جسم و جاں کو اس کے سپرد کیا۔ عالم میں انتخابِ دہلی سے ایسی والہانہ محبت کرنے والا بھی نہیں دیکھا گیا۔ وہ اجڑے ہوئے دیارِ دہلی کو کابل و کشمیر پر قربان کرنے کے لیے کبھی تیار نہ ہوئے۔ دہلی سے باہر قدم نہیں رکھا۔ فصیلِ شہر کے اندر رہ کر رندِ باصفا کی طرح رازِ گنبدِ عالم کا عرفان حاصل کرتے رہے۔ وہ بڑے خوش نصیب تھے۔ شاہی میں فقیری اور دورِ نیش میں دُرفشانی کرتے رہے۔ وہ امیر کے دار و دروغِ مطبخ تھے۔ گزر بسر شاہِ بادل کے تکیے میں کیا۔ نعتوں کی فراوانی کے باوجود نانِ جویں کے سہارے زندگی گزاردی۔ ان متضاد مشاہدات سے معمور مثالیں نایاب نہ سہی کم یاب ضرور ہیں۔ یہی ان کی متاعِ سخن ہے جس میں ہر رنگ کی آمیزش ہے۔

اسے جلوہ صدرنگ یا ہشت پہلو جام آتشیں بھی کہہ سکتے ہیں۔ سیاسی وثقافتی زوال میں نفسیاتی اور عملی پڑمردگی اجتماعی زندگی کی نوشتہ تقدیر بن جاتی ہے۔ قوت و شوکت کے حوصلے پست ہو کر جمود و قفل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے مہلک ماحول میں زندگی کو جواں اور جولاں رکھنے کا درس شاہ حاتم کے کلام کا انقلاب آفریں پیغام ہے جو حرارت و حرکت کی بازیافت اور بیداری کے لیے مثل شعاع آفتاب ہے۔ وہ معلم اخلاق نہ تھے۔ مگر کردار و گفتار میں ایک مثالی پیکر کے حامل تھے۔ زوال پذیر معاشرہ میں ہجو و ہزل گوئی سے حاتم کے بیشتر معاصرین کا موئے قلم محفوظ نہ رہ سکا۔ خدائے سخن کہے جانے والے میر بھی اس آلودگی میں ملوث ہوئے۔ بلکہ اس کثافت کو پھیلانے میں پیش پیش تھے۔ جب کہ شاہ حاتم نے کسی کی نہ توہین کی اور نہ تضحیک وہ اسے قبیح سمجھنے کے ساتھ باز رہنے کی تلقین بھی کرتے رہے۔ یہ ان کے فکر و سخن کی سرفرازی اور کردار کی سربلندی تھی۔ وہ ایک شاعر تھے، صوفی اور سپہ گری کے آداب و اقدار سے پوری طرح آشنا تھے۔ ان عناصر نے ان کی شفاف شخصیت کو نور فشانہ بخشی تھی۔ شعر و سخن کے مسجد و محراب ایسے ہی مردِ کار آفریں و کار کشا کو خوش آمدید کہنے کے لیے منتظر رہا کرتے ہیں۔

وہ فلسفی یا مفکر نہ تھے۔ انھوں نے رازِ درونِ عالم کے انکشاف کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ وہ ایک باشعور اور حساس سوچ کے نگہدار تھے جس کے لیے شرر سے شعلہ تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ زمان و مکان کے احوال پر ان کی نظر تھی۔ شاید اسی لیے انھوں نے تقریباً ہر غزل پر تاریخِ تخلیق لکھنے کا اہتمام کیا۔ بحر و اوزان قلم بند کیے۔ دیوان پر ایک فکر انگیز مقدمہ لکھا۔ ان امور نے انھیں انفرادی سبقت و سیادت بخشی جس میں کوئی ان کا حریف نہ بن سکا۔ اس سربراہی میں شہر آشوب کی تخلیق بھی گوہر شاہوار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سعادت کے لیے خامہ حق نے حاتم کی لوحِ جبین کو خالی رکھی تھی جسے انھوں نے خود اپنے قلم سے رقم کی ہے۔ وہ شریز شجر سایہ دار تھے۔ ایک طرف عوام معتقد تھے تو دوسری طرف مختلف منصوبوں پر فائز مقتدر و مختار احباب بھی انھیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مصحفی کا بیان ہے:

”از بسکہ این خراب از قدر دانان معمور بود۔ امیر زاد ہائے والا تبار و رسائے ذوالاقدار اور اپیش

بتوضع و تعظیم پیش آمدہ۔ بر منہ خود برابر جامید اند و مناسب حال خود ہا ہر یکے زوافر میگذرانید۔“

تلاذہ کی ایک بڑی تعداد حلقہ نشین تھی۔ سوادِ اعظم کا سب سے بڑا شاعر مرزا محمد رفیع سودا اصلاحِ سخن کے لیے شاہ حاتم سے کسب فیض کرتا ہے۔ تو دوسری طرف اردو کا نابغہ روزگار فن کار تیس کتابوں کے مصنف اور سترہ زبانوں پر قدرت رکھنے والے یکتائے روزگار سعادت یار خاں رنگین شاہ حاتم جیسے سخن شناس کی شاگردی پر



فخر کرتے ہیں۔ سلسلہ سخن کے حسب نسب میں بھی کسی اور کو یہ امتیاز حاصل نہ ہو سکا۔ زمین شعر میں حاتم کے ہوئے ہوئے بیج کے برگ و ثمر سے ہم فردائے قیامت تک سبک سار نہیں ہو سکتے۔

وہ اس لحاظ سے بھی خوش نصیب تھے کہ کاتب تقدیر نے انھیں ایک طویل عمر بخشی تھی۔ نوے سال کی عمر پائی۔ اس مدت میں کتنے انقلاب آئے اور کئی نسلیں جوان ہوئیں۔ لسانی اور شعری معیار و میزان بھی بنتے اور بگڑتے رہے۔ اردو زبان و ادب کی ابتدائی تاریخ و تبدیلی کے وہ شاہد اول ہیں۔ انھوں نے ستر سال تک تخلیقی شعر کے چراغ کو فروزاں رکھا۔ تقریباً بیس سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کیا۔ انتقال سے دو سال قبل کا کلام ’دیوان زادہ‘ میں موجود ہے جس سے ان کے تخلیقی قوت اور صحت و سلامتی کا یقین ہوتا ہے۔ ساتھ ہی شعر و ادب سے ان کے بے پایاں اخلاص و انہماک کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حاتم کی ۱۱۹۷ھ کی تینوں غزلیں قلندرانہ نغمہ سرائی اور خوش ادائی کے اظہار سے معمور ہیں:

آسرا غیر خدا ڈھونڈھے ہے کس کا حاتم

کیجیے چھوڑ اسے اور کدھر کا تکیہ

دوسری غزل کا جاں آفریں کا سناتی پیغام ملاحظہ ہو:

کیا بیٹھا ہے راہ میں مسافر

چلنا ہی یہاں سے پیش پا ہے

امروز جو ہو سکے سو کر لے

فردا کہ خبر نہیں کہ کیا ہے

تیسری غزل کے ابتدائی تین اشعار وہ رسم عاشقی کی غمازی کرتے ہیں تو آخری تین اشعار ان کی

درویش مزاجی پر دال ہیں:

ڈھونڈتے کیوں ہو تم حاتم کے تئیں

اپنے گھر میں وہ کسی کام میں ہے

ہے سفر دور کا اس کو درپیش

اپنے چلنے کے سر انجام میں ہے

عاشقی و درویشی کا یہی حسن ارتباط و امتزاج ان کے فکر و شعر کی روح رواں ہے۔ اس راہ میں انصاف و

اعتدال سے گزرنا آسان نہ تھا۔ مگر شاہ حاتم نے دونوں سے شادمانی اور کامرانی کے ساتھ نباہ کرنے کی مثال قائم کی۔

شیخ ظہور الدین عرف شاہ حاتم ان گونا گوں امتیاز و اکتساب کے باوجود تنقیدی توجہ سے محروم رہے۔ وجوہات جو بھی ہوں حقیقت یہی ہے کہ ان کے کلام سے خاطر خواہ التفات نہیں برتا گیا۔ جس کے وہ بجا طور پر حقدار تھے۔ اسلاف کے اقوال پر اعتماد نے گمراہی کے دروا کیے ہیں۔ وقت کے بڑے نباض جعفر کو زنگی کہہ کر یاد کیا گیا۔ اپنے عہد کے مہر عالم اور بے مثل ادراک کے حامل رنگین کورینختی گو کہہ کر نظر انداز کیا گیا مقبولیت کے مینار پر صدر نشین نظیر کو بزاری شاعر کی نظر سے دیکھا گیا۔ جب کہ ان فن کاروں کی خدمات کے اعتراف کے بغیر تاریخ ادب کی کوئی کوشش بار آور نہیں ہو سکتی۔ شاہ حاتم کو بھی کسی حد تک ستون دار سے سابقہ پڑا۔ میر نے اپنی تنک مزاجی کے طفیل تنقید کی۔ بہت دنوں تک حاتم کو اسی نظر سے دیکھا گیا۔ جب کہ بیشتر تذکرہ نگاروں نے صدق و یقین کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ آخری تذکرہ نگار مولانا محمد حسین آزاد نے شاہ حاتم کے 'مقدمہ دیوان' پر ۱۸۶۷ء میں عالمانہ لکچر دیا اور اسے شائع کر کے اس کے محاسن سے عوام کو متعارف کرایا۔ 'آب حیات' میں تحسین کے ساتھ تذکرہ کیا۔

شاہ حاتم شمالی ہند کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ وہ کئی ادبی رجحانات اور رویوں کے مبتدی ہیں اور محافظ بھی۔ شاعری کے صحیح مزاج کی ساخت و پرورش میں انھوں نے بڑے ناز برداشت کیے ہیں۔ انھوں نے ادب کو آگہی بخشی ہے۔ ان کے کلام میں سماجی نشیب و فراز کی کہانی بھی ملتی ہے۔ افراد و عوام کی فکری و تہذیبی تاریخ کا جو شعور انھیں حاصل تھا وہ دور دور تک دوسروں کو میسر نہ آ سکا۔ ان کی دل نواز شخصیت بہت سادہ، پر خلوص اور پہلدار ہے۔ فکر و عمل کی ہم آہنگی نے اسلوب زندگی میں بڑی دل کشی پیدا کی ہے۔ وہ مکرو فن سے معمور اس خرابے سے دامن کشاں گزرے۔ اس بے نیازی نے ان کی شخصیت میں درویشی و قلندری کے جوہر پیدا کیے۔ شمالی ہند میں صوفیانہ شاعری کی روایت انھیں سے شروع ہوتی ہے۔ وہ اپنے دور کے سب سے زیادہ قادر الکلام شاعر ہیں۔ یہ بات کہ دیوان ولی کی آمد سے شمالی ہندوستان میں شاعری کا آغاز ہوا، اتنی بار دہرائی جاتی رہی ہے کہ یہ مفروضہ ایک بڑی حقیقت بن گیا ہے۔ شاہ حاتم کا کلام اس مفروضہ کو غلط ثابت کرتا ہے۔ شاہ حاتم پہلے شخص ہیں جن کو فن کی تخلیق اور اس کے ارتقائی عمل کا احساس ہے انھوں نے تقریباً اپنی ہر غزل کی تخلیق کے سن و سال قلم بند کیے ہیں جس سے ستر سال کی ادبی تاریخ کے مختلف موڑ اور رجحان کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ نیز معاصرین کی تقریباً ستاسی غزلوں کی زمین میں طرحی غزلیں کہی ہیں اور انتہائی دیانت داری سے ان کا ذکر ہر غزل کے سر عنوان کیا ہے جن سے ان شعرا کی تخلیقات کے زمانے کا تعین اور گمشدہ فن پاروں کی بازیافت کی جاسکتی ہے اور ادبی تاریخ کو نئی جہات اور امکانات سے روشن کیا جاسکتا ہے۔

ناگزیر اہمیت کے باوجود نظر انداز کیے جانے کے دو سبب دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے کلام کی عدم اشاعت نے انھیں عرصہ تک گوشہ گمنامی میں رکھا جس سے ان کی ادبی قدر و قیمت کا صحیح معیار قائم نہ کیا جاسکا۔ دوسرے انھوں نے اپنے انفرادی اسلوب و آہنگ پر توجہ نہ دی اور معاصرین کی زمینوں میں غزل کہتے رہے۔ اس بے جا پیروی سے انھیں نقصان پہنچا۔ وہ اپنی انفرادیت کی اثر آفرینی قائم نہ رکھ سکے۔ حاتم نے بر بنائے خلوص یہ خطرہ مول لیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان طرحی زمینوں میں حاتم کا انفرادی رنگ و آہنگ دوسرے فن کاروں کی سایہ نشینی سے معدوم ہو گیا ہو۔ حاتم ایک سادہ لوح انسان تھے، وہ خلوص نیت کے ساتھ طرحی زمینوں میں غزلیں کہتے رہے۔ رنگ اڑانے کی خاطر نہیں بلکہ خراج عقیدہ پیش کرنے اور اظہار کے سانچوں کو وسیع تر بنانے کے لیے۔ انھوں نے ادب کو سنجیدگی سے برتا۔ وہ اسے طبیعت کی موزونی اور جذبہ و احساس کے اظہار کا ایک ذریعہ سمجھتے رہے۔ گویا دل گداختہ کی ترجمانی اور عمر عزیز کے اوقات کو خوش گوار بنانے کے لیے انھوں نے شاعری کی۔ ان طرحی غزلوں کی کثرت سے اس دور کی ادبی فضا اور شعری ماحول کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس زمانے میں کس فن کار کی زمین زیادہ پسند کی گئی۔ مختصراً حاتم کا کلام اپنے عہد کا وہ شفاف آئینہ ہے جس میں ادب و معاشرہ کے افسانہ و انفسوں کی بھرپور تصویر نظر آتی ہے۔

شاہ حاتم کی آپ بیتی کے بارے میں ہماری معلومات کے ذرائع بہت ہی محدود اور مختصر ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ حاتم فن اور سماج کا اتنا گہرا شعور رکھنے کے باوجود اپنی زندگی کے کوائف اور ان کے ذکر سے بے نیاز رہے۔ تخلیق کے ماہ و سال کا التزام رکھا۔ لیکن زندگی کے نشیب و فراز کی سبق آموز کہانی قلم بند نہ کر سکے۔ وہ اپنے احباب و عصر کی حکایت بیان کرتے رہے مگر اپنی خود نوشت لکھنے سے گریز کیا۔ میر کی آپ بیتی موجود ہے لیکن یہ آپ بیتی کم حسب نسب کی عظمت کی خود بیانی ہے۔ معاصر تذکرہ نگاروں نے بھی عام رجحان کے مطابق زیادہ التفات نہیں کیا۔ حد یہ ہے کہ شاہ حاتم کے شاگرد سعادت یار خاں نے بھی مجالس رنگین میں حیات حاتم کے نمایاں خدو خال کا ذکر نہیں کیا جس سے ان کی تصویر کے نقوش ابھرتے۔ اس میں مختلف مجلسوں کے پر لطف واقعات کا ذکر ضرور ہے۔ قائم، مصحفی اور قاسم ہی ایسے تذکرہ نگار ہیں جنھوں نے قدرے تفصیل سے حاتم کے بارے میں لکھا ہے۔ قائم اور مصحفی تو تقریباً معاصر تھے۔ قائم کے استاد ہدایت اللہ خاں ہدایت شاہ حاتم کے شاگرد تھے۔ ہو سکتا ہے قاسم نے ہدایت سے بہت سی باتیں حاصل کی ہوں۔ رنگین شاگرد ہونے کے باوجود معلومات فراہم نہیں کرتے۔ قائم سے رسم و راہ بھی تھی جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں ”بافقیہ آشنا است۔“

بیشتر تذکرہ نگاروں نے نام بھی غلط لکھے ہیں۔ بغیر کسی تحقیق و تلاش کے ظہور الدین حاتم کی جگہ محمد حاتم

لکھتے رہے۔ جس سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہوئی کہ محمد حاتم اور ظہور الدین حاتم دو الگ الگ شاعر ہیں۔ اگرچہ اس تذکرے (یادگار شعرا) کے مؤلف نے حاتم کے شاگرد لالہ مکند سنگھ فارغ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ شیخ ظہور الدین کے شاگرد ہیں۔ اسی تذکرہ میں مصحفی کے حوالہ سے یہ عبارت بھی ملتی ہے کہ مصحفی ان سے واقف تھے اور وہ ان کا نام ظہور الدین عرف شاہ حاتم بتاتے ہیں۔ معاصر و مستند حوالوں کے باوجود محمد حاتم لکھا جانا حیرت انگیز ہے۔ میر تقی میر نے نکات الشعراء میں شیخ محمد حاتم لکھا ہے۔ جب کہ وہ ایک طرح سے معاصر ہیں اور بخوبی متعارف بھی۔ میر حسنؒ اور کچھی زائن شفیقؒ نے میر کی پیروی کی ہے۔ گلشنِ گفتار، تذکرہ رینتہ گویاں اور مخزنِ نکات میں محمد حاتم درج ہے۔ اس ضمن میں مصحفی کا سب سے زیادہ معتبر بیان ہے۔ انھوں نے اپنے دونوں تذکروں، عقدِ ثریا اور تذکرہ ہندی میں شیخ ظہور الدین عرف شاہ حاتم نقل کیا ہے۔ عیار الشعراء کے مصنف نے شیخ ظہور الدین لکھا ہے حکیم قدرت اللہ قاسمؒ، مصطفیٰ خاں شیفتہؒ، عبدالغفور نساجؒ وغیرہ نے ظہور الدین لکھا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیوں کہ مصحفی نے شاہ حاتم کے حوالے سے نقل کیا۔

حاتم کے شاگرد لالہ مکند سنگھ فارغ کے لکھے ہوئے نسخہ لاہور کے ترقیہ کی عبارت سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے:

”حاتم شیخ ظہور الدین عرف شاہ حاتم ولد شیخ فتح الدین، بقولش تاریخ تولدش حرفِ ظہور

باشد از خاک پاک شاہ جہاں آباد است۔“ ۱۳

اور تذکرہ ہندی میں بھی کم و بیش یہی الفاظ ملتے ہیں:

”حاتم، شیخ ظہور الدین حاتم کہ شاہ حاتم گفتہ می شد، مولدش شاہ جہاں آباد است، تاریخ

تولدش بقول از حرفِ ظہور بری آید۔“ ۱۵

۱	یادگار شعراء، ۶۸	۲	نکات الشعراء، ۹
۳	تذکرہ شعرائے اردو، ۴۶	۴	چمنستانِ شعراء، ۱۳۴
۵	گلشنِ گفتار، ۲۵	۶	تذکرہ رینتہ گویاں، ۴۹
۷	مخزنِ نکات، ۲۵	۸	عقدِ ثریا، ۲۳
۹	تذکرہ ہندی، ۸۰	۱۰	عیار الشعراء، مخطوطہ
۱۱	مجموعہ نغز، ۱۸۰	۱۲	گلشنِ بے خار، ۵۴
۱۳	سخن شعراء، ۱۲۰	۱۴	عقدِ ثریا، ۲۳
۱۵	تذکرہ ہندی، ۸۰		

ہے۔ ڈاکٹر اشپرنگ نے اپنی فہرست میں محمد حاتم اور ظہور الدین حاتم کو الگ الگ شخص بتایا ہے۔

بقول حاتم ان کا تاریخی نام ظہور ہے۔ وہ ۱۱۱۱ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۷ھ میں سرزمین شاہ جہان آباد میں سپرد خاک بھی ہوئے۔ مصحفی نے تذکرے ’عقد ثریا‘ میں تاریخ وفات اور اپنا قطعہ تاریخ درج کیا ہے:

”یک ہزار و یک صد و نو ہفت در ماہ رمضان رحلت کردہ۔“

فقیر تاریخِ رحلتش چنیں یافتہ

حاتم آں پیشوائِ اہلِ سخن      کہ قدم در مقام فقر نشرد  
حرفِ عمرش قضا بکر لک حک      چوں کہ از صفحہ زمانہ سترد  
سالِ تاریخ از خرد جستم      ناگہ ایں مصرعہ بگو شمع خورد

کہ بگو مصحفی      چہ پر سیدت

آہ صد حیف شاہ حاتم مرد

۱۱۹۷ھ

وفات سے متعلق ڈاکٹر زور کے سارے قیاسات (۱۲۰۷ھ) مسترد ہو جاتے ہیں۔ ان کے والد کا نام شیخ فتح الدین ہے۔ حاتم نے اپنی حیات و سرگذشت سے متعلق کلام میں جا بجا اظہارِ خیال کیا ہے جس سے ان کی زندگی کا ایک نقشِ نا تمام ابھرتا ہے۔ حاتم سپاہی پیشہ تھے۔ عین ممکن ہے کہ ان کے والد بھی اسی معزز پیشہ سے متعلق رہے ہوں۔ کیوں کہ اس زمانے میں اس پیشے کو ذریعہ عزت سمجھا جاتا رہا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا قیاس ہے:

”ان کے والد معلوم نہیں کب تک زندہ رہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد کا سایہ عاطفت

کچھ زیادہ دیر تک ان پر قائم نہیں رہا ہوگا۔ یہ قیاس ہے کہ شاہ حاتم شفقتِ پدری سے اوائل

عمر ہی میں محروم ہو گئے ہوں گے اور جوانی کی حدوں میں قدم رکھتے ہی انھیں اس آزمائش

سے سابقہ بڑا ہوگا جو اس طبقے کے افراد کا عام مقدر رہا ہے۔“ ۱

سپرگری کے آبائی پیشے کو حاتم نے بھی کمالِ زندگی کا حاصل قرار دیا ہے:

اے قدر داں کمالِ حاتم دیکھ      عاشق و شاعر و سپاہی ہے



یہ وہ دور تھا جب سیف و قلم کی مہارت کو عزت و وقار کا معیار و منہاج تصور کیا جاتا تھا۔ حاتم کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت کے بارے میں بھی کچھ سراغ نہیں ملتا۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ ایام جوانی میں سپاہی پیشہ تھے۔ ریختہ میں شاعری اور رمزی تخلص کرتے تھے۔

”دراں وقت چندے بر مزی تخلص می کرد۔“<sup>۱</sup>

لیکن ابھی تک اس تخلص کی کوئی اردو غزل دستیاب نہیں ہو سکی ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ انھوں نے کب یہ تخلص ترک کر کے حاتم اختیار کیا۔ پروفیسر محی الدین قادری زور نے رمز لکھا ہے۔<sup>۲</sup> حاتم کے بیان کے مطابق انھوں نے ۱۱۲۸ھ میں شاعری شروع کی جب ان کی عمر تیرہ سال کے لگ بھگ تھی۔ حاتم نے دیوان زادہ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

”از سنہ یک ہزار و یک صد و بیست و ہشت تا یک ہزار و یک صد و شست و نہ کہ چہل سال

باشد، نقد عمر درین فن صرف نمودہ۔“

دیوان زادہ کی ترتیب و انتخاب نو کا کام ۱۱۶۹ھ میں مکمل ہوا۔ حاتم کے چند اشعار سے غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے:

اُٹھتیس برس ہوئے کہ حاتم

مشاقی قدیم و کہنہ گو ہے

لندن و کراچی کے خطی نسخوں میں اُٹھتیس ہے۔ جب کہ نسخہ کلاہور میں چالیس درج ہے۔ گویا کراچی و لندن کے خطی نسخوں کے متون کے مطابق ان کی شاعری ۱۱۲۶ھ میں شروع ہوئی۔ اور نسخہ کلاہور کی روایت کے مطابق شاعری کی ابتدا ۱۱۲۴ھ میں ہوئی۔ ان دونوں بیانات میں دو سال کا فرق زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ ۱۱۶۱ھ کی ایک غزل کا مقطع ہے:

حاتم کا شور تیس برس سے ہے ہند میں

صاحب قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

دوسرے لفظوں میں حاتم ۱۱۳۱ھ سے قبل شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ۱۱۸۹ھ میں ایک تیسرا مقطع نظر سے گزرتا ہے:

دو قرن گزرے اس کے فکر سخن میں روز و شب

ریختہ کے فن میں حاتم آج ذوالقرنین ہے

۱۔ عقد ثریا، ۲۳۔

۲۔ سرگذشت حاتم، ۲۱۔

اگر قرن تیس سال کا مانا جائے تو ۱۱۲۹ھ میں ان کے فکرِ سخن کا آغاز ہوا۔ ان مذکورہ اشعار کے اختلافِ بیان کو سند تسلیم کرنے میں تاہل ہو سکتا ہے۔ دیوانِ زادہ کی نثری عبارت دو ٹوک اور صراحت سے بھرپور ہے اور اسے صحیح تسلیم کرنا چاہیے۔

حاتم کا بیان ہے کہ وہ فارسی میں مرزا صاحب کا تتبع کرتے رہے: ”در شعرِ فارسی پیر و مرزا صاحب است“ اور ریختہ میں ولی کو اپنا معنوی استاد سمجھتے رہے۔ ”در ریختہ ولی را استاد می داند“ حاتم نے دہلی میں دیوانِ ولی کی آمد سے چار سال قبل شاعری شروع کی تھی۔ دہلی میں ولی کا دیوان ۱۱۳۲ھ میں آیا، جس سے بساطِ شعر پر ایک نئی تخلیقی تحریک پیدا ہوئی اور دہلی کے درو دیوار شعر و سخن کی آوازِ بازگشت سے گونج اٹھے۔ مصحفی نے حاتم کے حوالہ سے تذکرہ ہندی میں لکھا ہے:

”روزے پیش فقیرِ نقل می کرد کہ در سند دویم فردوس آرام گاہ دیوان ولی در شاہ جہان آباد آمد

واشعارش بر زبان خورد و بزرگ جاری گشت۔“

اس میں شک نہیں کہ حاتم نے ولی سے استفادہ کیا ہے لیکن اتنا بھی نہیں جیسا کہ ”سرگذشتِ حاتم“ کے مصنف نے بتایا ہے۔ پروفیسر محی الدین قادری زور نے ”ولی کا اثر“ کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ ان سے تاریخی و تحقیقی فروگزاشتیں بھی ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں ان کے بیانات محلِ نظر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ولی کے گہرے اثر کا ہی نتیجہ ہے کہ سب سے زیادہ ولی کی زمین میں غزلیں ملتی ہیں۔ انھوں نے ان غزلوں کی تعداد تیرہ بتائی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ دیوانِ زادہ کے معلومِ نسخوں کی روشنی میں ان کی تعداد گیارہ ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سودا کی زمین میں زیادہ غزلیں ہیں جن کی تعداد بارہ ہے۔ اس استدلال کی رو سے گویا حاتم نے اپنے شاگرد سودا سے سب سے زیادہ استفادے کا ثبوت دیا ہے۔ ولی سے استفادے کے جواز میں تاریخی تسامحات بھی دیکھنے میں آتی ہیں:

”حاتم دہلی کے ان شاعروں میں سے ہیں جنھوں نے ولی اور ان کے کلام سے خاص طور پر

فیض حاصل کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ محمد شاہ کے عہد میں دہلی آئے تو حاتم نے ان

سے ملاقات کی۔“ ۲

بعض ناقدین کی طرح پروفیسر زور کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ولی ۱۱۱۹ھ میں

۱ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی مرتب ’کلیات ولی‘ کے مطابق ولی کے کلام کا سب سے معتبر نسخہ ۱۱۳۱ھ کا ہے۔

رحلت کر چکے تھے اور ۱۱۱۲ھ میں ان کا ایک بار دہلی آنا ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ ولی کی آمد کے وقت حاتم ایک شیرخوار بچے سے زیادہ نہ تھے۔ ولی سے ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ۱۱۱۹ھ کے بعد ولی کا زندہ رہنے کا کوئی خارجی اور داخلی ثبوت نہیں ملتا۔ ان کا دوسرا استدلال بھی غلط ہے:

”وہ ولی کو بزرگ سمجھتے تھے اور ان کی موجودگی میں ان کی غزلوں پر غزل لکھنے کو بے ادبی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ۱۱۱۴ھ کی ایک غزل کا مقطع یہ ہے:

اے ولی مجھ سے اب آزرده نہ ہونا کہ مجھے  
یہ غزل کہنے کو نواب نے فرمائی ہے

شاہ حاتم کے اس مقطع سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ولی غالباً ۱۱۴۱ھ میں دہلی میں موجود تھے۔ ولی کے عہد محمد شاہ میں دہلی جانے کی تاریخ بھی اب تک تحقیق طلب ہے۔ مگر حاتم کا یہ مقطع اور ان کی دوسری بارہ غزلیں جو ولی کی زبان و طرز میں لکھی گئی ہیں، اس مسئلہ کو بھی ایک حد تک حل کر دیتی ہیں۔“<sup>۱</sup>

ولی کا عہد محمد شاہ میں دہلی جانا ثابت نہیں ہے۔ لہذا تحقیق طلب ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ولی کی زمین میں غزلوں کی تعداد کی موجودگی سے مسئلہ حل ہوتا ہے۔ پروفیسر زور کا خیال ہے:

”۱۱۳۶ھ سے ۱۱۴۱ھ تک کا زمانہ ایسا ہے جس میں حاتم ولی کے زیادہ زیر اثر رہے۔ اس زمانہ میں ولی شاہ جہان آباد میں قیام پذیر تھے۔“<sup>۲</sup>

زیادہ زیر اثر ہونے کا ثبوت ولی کی گیارہ طرحی زمینوں میں موجود غزلوں سے فراہم کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس طریقہ استدلال سے پروفیسر موصوف کے بیان میں تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ وہ لکھ چکے ہیں کہ حاتم ولی کی موجودگی میں ان کی غزلوں پر غزلیں کہنے کو بے ادبی سمجھتے تھے۔

ان تاریخی حقائق سے قطع نظر اتنا تو مسلم ہے کہ دہلی کے شعرا ولی کے رنگ و آہنگ کی پیروی کو سعادت سمجھتے رہے۔ صرف حاتم پر ہی موقوف نہیں۔ ولی کے اثر و نفوذ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انسانی فکر و فن کے تخلیقی اسلوب و ارتقا کا یہ کائناتی کلیہ ہے کہ ماضی کا سہارا لے کر چراغ سے چراغ روشن ہوتے رہتے ہیں۔ صرف طرحی زمینوں میں غزلوں کی موجودگی سے نتائج پر اکتفا کر لینا زیادہ موزوں طریقہ کار نہ ہوگا۔ کم سے کم مطالعہ حاتم کے سلسلے میں یہ گہری کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ حاتم کے کلام میں پیش روؤں، معاصرین، شاگردوں اور عزیزوں کی

زمین میں غزلوں کی ایک معقول تعداد دکھائی دیتی ہے حاتم نے فراخی قلب و نظر کے ساتھ ان کا اعتراف کیا ہے۔ کلام کی ترتیب نو میں خاص اہتمام سے ان کے ناموں کا ذکر ملتا ہے۔ یوں بھی دیوان زادہ میں چند غزلوں کے علاوہ تقریباً تمام غزلیں زمین طرح میں ہیں۔ پچیس شعرا کی زمینیں موجود ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۲	کلیم	۱۲	سودا
۲	اسلم	۱۱	ولی
۱	آرزو	۸	نفاں
۱	راخ	۷	یقین
۱	حشمت	۵	آبرو
۱	صادق	۵	ضمیر
۱	میرسوز	۴	صائب
۱	عماد الملک	۴	مظہر
۱	عالم گیر ثانی	۴	تاباں
۱	شوق	۴	میر
۱	نثار	۴	درد
۱	رند	۳	ناجی
		۳	مضمون

پروفیسر زور نے نسخہ لندن کی مدد سے بیس شعرا کی طرحی زمینوں کی فہرست دی ہے لیکن دیوان زادہ کے دوسرے خطی نسخوں کی روشنی میں یہ تعداد پچیس ہو جاتی ہے اور غزلوں کی تعداد میں بھی کمی بیشی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً انھوں نے سودا کی سات طرحی غزلوں کی نشان دہی کی ہے جب کہ ان کی مجموعی تعداد بارہ ہوتی ہے۔ انھوں نے صائب، میر، درد کی دو دو غزلوں کا ذکر کیا ہے مگر ان کی تعداد چار چار ہے۔ انھوں نے سعدی اور حزیں کی زمینوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جب کہ ان کی طرحی زمینیں کلام میں سرے سے موجود نہیں ہیں۔ سعدی کی پیروی میں ایک توشیح ضرور ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے شعرا مثلاً آرزو، راخ، نثار، رند، میرسوز، شوق وغیرہ کی زمین میں غزلیں موجود ہیں جن سے ان زمینوں کی شہرت اور مقبولیت کے ساتھ ساتھ ان طرحی مشاعروں کے انعقاد کی تائید ہوتی ہے، جو شہر میں ماہانہ اور پندرہ روزہ وقفے کے ساتھ بالاہتمام منعقد کیے جاتے تھے،

جن میں اساتذہ فن اپنے حلقہ ستلاذہ کے ساتھ شریک ہوتے۔ کمال فن کی داد دیتے اور خراج تحسین بھی حاصل کرتے۔ حاتم نے ۷۰ھ کی غزل کے مقطع میں اپنے ان پیش روؤں کا ذکر کیا ہے جن کے وہ معتقد رہے اور ان کتاب فیض کرتے رہے:

رتخنے میں ہند کے طوطی کا حاتم ہے غلام

فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

ہند کے طوطی سے مراد ولی ہیں جن کے بارے میں حاتم نے مقدمہ میں صراحت کی ہے۔ مکند سنگھ فارغ نے دیوان زادہ کے نسخہ کا ہور کے اس شعر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ طوطی ہند سے مراد امیر خسرو ہیں جو صریحاً غلط ہے۔ کیوں کہ حاتم نے لکھا ہے ”درر بیتہ ولی را استاد میدان“ شاگرد کے بیان پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ خود حاتم کے کلام میں خسرو کا کہیں ذکر نہیں ملتا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خسرو کے اردو کلام کی خبر نہیں تھی اور آج بھی مشکوک ہے۔

شاہ حاتم کا کلام اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی اور اس کے پیچ و خم کے بارے میں کہیں کہیں اشارے کیے ہیں اور یہ اظہار ان کے تجربہ و مشاہدات پر مبنی ہے۔ قیاس یہ ہے کہ انھوں نے شادی نہیں کی بلکہ تجرؤ کی زندگی گزار دی جیسا کہ رباعی سے اندازہ ہوتا ہے:

تجرید سے چاہو کہ جدائی نہ کرو: تو قبحہ زنوں سے آشنائی نہ کرو

رہنا ہے اگر جہاں میں آزاد کی طرح تو دل میں خیال کتھرائی نہ کرو

جوانی کے دن سپاہی پیشہ میں گزرے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ اس پیشے نے آزادی و طرح داری پیدا کی تھی جس کی وجہ سے بانگین بھی پیدا ہوا۔ وہ علاقے دنیا اور متعلقین کی کفالت سے بے فکر تھے۔ مزاج میں ایک جولانی دکھائی دیتی ہے۔ ان کی خوش نوائی اور خوش بیانی نے انھیں مجلسی زندگی کا جز بنادیا تھا۔ شاعری اور نغمہ سنجی نے امراء وقت کے حلقہ مصاحبین میں قدر و منزلت سے سرفراز کیا جس سے زندگی خوش گوار ہو گئی تھی۔ فکرِ معاش سے آزادی اور آسودگی حاصل تھی۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی خوش حالی کے بارے میں لکھا ہے:

”مرد بزرگ و جہاں دیدہ و فرسودہ روزگار راست۔ عمر باعیش و طرب بودہ و سالہا بن باز و نعمت

پرورش یافتہ۔“ ۱

مصحفی نے تذکرہ ہندی میں بھی لکھا ہے:

”ہمیشہ عمدہ معاش و اوقات بخوبی گزارانیدہ۔“ ۲



زندگی کا یہ دور فراغت اور فارغ البالی کا تھا۔ وہ خوش پوش اور خوش حال نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ وہ محمد شاہ بادشاہ متوفی ۱۱۶۱ھ کے عہد میں عہدۃ الملک نواب امیر خاں انجام کے مزاج آشنا اور ندیم خاص تھے۔ ان کے باورچی خانہ کے داروغہ جیسے اہم منصب پر فائز تھے۔ قائم چاند پوری نے لکھا ہے:

”در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب ندیمی و خدمت بکاوی نواب عہدۃ الملک مغفور پابہ

امتیاز داشت۔“ ۱

تذکروں میں نواب انجام کی نکتہ سنجی، لطیفہ گوئی، فراست و ظرافت، موسیقی سے شغف اور فارسی و اردو میں فکرِ سخن کا ذکر ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے ہنرمند اور با ذوق سرپرست کی دل جوئی نے حاتم کو خوش فکر بنادیا ہوگا۔ خوب چند ذکا نے اس ماحول سے ایک غلط نتیجہ اخذ کیا ہے:

”در ایام نوکری نواب عہدۃ الملک امیر خاں بہادر شراب و بنگ وغیرہ بکثرت می نوشید۔“ ۲

تقریباً یہی بات حکیم قدرت اللہ قاسم نے بھی لکھی ہے:

”در ایامی کہ بسر کار دولت مدار نواب معالی القاب عہدۃ الملک امیر خاں بہادر عفی اللہ عنہ

ملازم بود و در کتاب منہیات بدرجہ اعلیٰ نمود۔“ ۳

کہا جاتا ہے کہ قاسم نے یہ باتیں اپنے استاد ہدایت اللہ خاں ہدایت سے سنیں۔ کریم الدین نے بھی اپنے تذکرے میں طبقات شعرائے ہند میں اسی بات کو دہرایا ہے۔ حاتم کی زندگی میں ارتکاب منہیات اور وہ بھی بدرجہ اعلیٰ کا پتہ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ان باتوں پر یقین کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دوسرے تذکرہ نگاروں کے بیان سے اس کی توثیق نہیں ہوتی۔ انھیں نواب امیر خاں کی قدر دانی حاصل تھی۔ حاتم نے اس سرپرستی کا اعتراف فخر کے ساتھ کیا ہے۔ ۱۱۴۸ھ کی غزل کا مقطع ہے:

ممتاز کیوں نہ ہووے وہ اپنے ہمسروں میں

حاتم کا قدر داں اب نواب امیر خاں ہے

کچھ ہی دنوں بعد نواب امیر خاں کو دہلی چھوڑنا پڑا۔ وہ ۱۱۵۳ھ کے لگ بھگ الہ آباد کی صوبہ داری پر مامور کیے گئے۔ وہاں تین سال رہ کر ۱۱۵۶ھ میں دہلی واپس آئے۔ حاتم کے کلام سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس عرصہ میں نورالدولہ فاخر خاں کی ملازمت سے وابستہ ہو گئے تھے اور خاناماں کے عہدے پر فائز تھے۔ ۱۱۵۴ھ کی

غزل کے مقطع میں اشارہ ملتا ہے:

کچھ اب سامان اپنے عاقبت خانے کا کر حاتم

نہ بھول اس پر کہ نور الدولہ کا میں خانساں ہوں

حاتم کے کلام سے اس کی نشان دہی ہوتی ہے کہ فاخر خاں سے ان کے گہرے مراسم تھے بلکہ وہ ان کی سرپرستی و قدر دانی کر رہے تھے جیسا کہ ۱۱۴۸ھ کی غزل کے مقطع سے ظاہر ہوتا ہے:

ہوں تو حاتم لیک ہر دم لطف سوں

مول لیتا ہے گا فاخر خاں مجھے

جب تین سال بعد ۱۱۵۶ھ میں نواب امیر خاں دہلی واپس آ گئے تو شاہ حاتم دوبارہ داروغہ مطبخ کے فرائض انجام دینے لگے۔ دیرینہ رفاقتیں اور نواب کی سرپرستی نے حاتم کو دوبارہ اس خدمت کے لیے مجبور کیا۔ جسے وہ خوش اسلوبی سے نبھاتے رہے مگر اب وہ دلچسپی نہیں رہی۔ لگتا ہے کہ وہ اسے ایک بار سمجھنے لگے تھے طبیعت اب اچاٹ ہونے لگی۔ عاقبت کے لیے زاوراہ کی فکر دامن گیر تھی۔ حاتم کے مزاج کی افتادگی، آزادی اور قلندرانہ درویشی اس ذمہ داری کی مزید تحمل نہ ہو سکی۔ ایک غزل سے اندازہ ہوتا ہے کہ باورچی خانہ کی رات دن کی محنت انھیں راس نہیں آرہی تھی۔ طبیعت کے علاوہ عمر اور صحت کا بھی کچھ تقاضا تھا۔ مطبخ کے کانِ نعمت کو زندانِ نعمت سمجھنے لگے۔ عرض داشت کے طور پر ایک غزل گویا منظوم استعفیٰ نامہ پیش کر کے اس صبر آزمایہ ذمہ داری سے ہمیشہ کے لیے سبک دوش ہو گئے:

ہوا ہوں جب سے داروغہ ترے باورچی خانہ کا

اگر شکوہ کروں اس کو تو یہ کفرانِ نعمت ہے

ولے قیدی کیا ہے بسکہ رات اور دن کی محنت نے

ہے مطبخ کانِ نعمت پر مجھے زندانِ نعمت ہے

بہی ہے عرض خدمت میں تری حاتم بکاول کی

کہ یہ خدمت اسے دے جو کوئی خواہانِ نعمت ہے

حاتم اب دنیا سے ہی گریز کرنے لگے تھے۔ دنیاوی عزت و دولت کو ٹھکرا دینا ان کی قلندرانہ بے نیازی سے بعید نہ تھا۔ وہ فقر و فاقہ کو مزاج میں شامل کر چکے تھے مذکورہ بالا غزل دیوانِ زادہ کے نسخہ لندن کے مطابق ۱۱۴۵ھ کی ہے۔ نسخہ راج پور میں ۱۱۵۶ھ درج ہے۔ نسخہ لکھنؤ میں ۱۱۴۵ھ ہے۔ لاہور کے خطی نسخہ میں ۱۱۵۸ھ لکھا

ہے۔ ان مختلف تاریخوں کی موجودگی سے باورچی خانے کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کی قطعی تاریخ معلوم نہیں ہوتی۔ نسخہ لندن کی تاریخ کے مطابق حاتم ۱۱۴۵ھ میں نواب امیر خاں کی ملازمت سے علاحدہ ہو گئے جیسا کہ بعض محققین نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد نواب فاخر خاں کی ملازمت قبول کرنے کی تاویل مشکل ہوگی۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ نواب امیر خاں کی مصاحبت میں رہے اور ان کے الہ آباد چلے جانے کے بعد نواب فاخر خاں کے در دولت سے وابستہ ہوئے۔ نواب امیر خاں کی واپسی پر ان کی ملازمت میں دوبارہ شامل ہوئے۔ اور ۱۱۵۸ھ میں یہ منظوم عرضداشت پیش کی۔ اس اعتبار سے نسخہ لاہور کی تاریخ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ نسخہ لندن کی تاریخ درست نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اس زمانے کی تخلیقات کا ایک واقع حصہ نواب امیر خاں سے ہی متعلق ہے۔ حاتم کی چند یادگار زمانہ نظمیں اسی زمانے میں لکھی گئیں۔ ۱۱۴۷ھ میں بہار یہ مثنوی موسوم بہ ”بزم عشرت“ تخلیق کی گئی۔ اور اس نظم میں محمد شاہ بادشاہ کی تعریف موجود ہے۔ نظم ”وصف قہوہ“ نواب صاحب کی فرمائش پر لکھی گئی۔ دوسری نظم ”وصف تمباکو و حقہ“ محمد شاہ بادشاہ کے حسب ارشاد تخلیق کی گئی۔ یہ دونوں نظمیں ۱۱۴۹ھ میں قلمبند کی گئیں۔ ان وجوہات سے ۱۱۴۵ھ میں ملازمت سے علاحدگی قرین قیاس نہیں۔ قائم چاند پوری نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے:

”بعد فوت اور توکل روزگار نمود با کمال آزادی می گزارند۔“ ۱

لیکن اس عرضداشت کی روشنی میں یہ بات غلط ہو جاتی ہے۔ حاتم نواب موصوف کے حین حیات میں علاحدہ ہو گئے تھے۔ نواب امیر خاں نے بھی ایک سال بعد انتقال کیا۔ ۲۳ رزی الحجہ ۱۱۵۹ھ کو دیوان خاص کے پاس ان کے ایک ملازم نے انھیں کنار سے شہید کیا تھا۔

حاتم کی شخصیت میں صبر و رضا، فقر و قناعت کا پہلو بدرجہ غایت ملتا ہے۔ وہ شروع سے ہی اعلیٰ روحانی قدروں کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۱۴۳ھ سے پہلے میر بادل علی شاہ سے بیعت کر چکے تھے۔

خودی کو چھوڑ آ حاتم خدا دیکھ

کہ تیرا رہ نما ہے شاہ بادل

یہ شعر ۱۱۴۳ھ کا ہے۔ حاتم ان کے پاس جاتے اور رشد و ہدایت سے معمور ہوتے۔ حاتم کی تربیت میں شاہ صاحب کا فیضان نظر شامل ہے۔ یہ تعلق احترام و عقیدت کی بے پایانی میں تبدیل ہو کر ایک عرصے تک باقی رہتا ہے۔ ۱۱۶۴ھ کی غزل کا مقطع ہے:

جناب حضرت حق سے نہ ہو کیوں فیض حاتم کو  
ہوا ہے تربیت وہ بادلِ عادل کی صحبت میں

ترکِ ملازمت کے بعد وہ شاہ صاحب کے قدموں میں پڑے رہتے۔ مرشد کی نگاہ فیض نے حاتم کے قلب و نظر میں انقلاب پیدا کیا۔ مجموعہٴ نغز میں ہے کہ پانچ چھ ماہ کی محنت و ریاضت کے بعد انھیں مرشد کی طرف سے مصلیٰ، تسبیح، کلام اللہ، خرقة وغیرہ عطا ہوا۔ مرشد کی رحلت کے بعد حاتم شاہ تسلیم کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ جہینِ نیاز ان کے آستانے پر جھک گئی اور وہیں کے ہو رہے۔ شاہ تسلیم خدارسیدہ بزرگ، مرد فقیر اور شاعر بھی تھے۔ ان کا تکیہ شاہ راہ راج گھاٹ پر قلعہ معلیٰ کے زیرِ دیوار ایک پر فضا مقام پر واقع تھا۔ وہاں شعر ادب سے ذوق رکھنے والے اہلِ سخن بھی جمع ہوتے۔ حکیم قدرت اللہ قاسمؒ کے مطابق حاتم روزانہ تشریف فرما ہوتے۔ ان کے شاگرد سعادت یار خاں رنکین نے مجالس رنکین میں لکھا ہے کہ پچاس سال سے ان کا معمول تھا کہ چار گھڑی دن سے شام تک وہ تکیہ شاہ تسلیم میں احباب و تلامذہ کے ساتھ تشریف رکھتے۔ اور ہر خاص و عام کو اپنی پاکیزہ صفات سے بہریاب کرتے۔ گرمی، جاڑا، برسات ہو وہاں کی نشست قضا نہ ہوتی۔ شاہ تسلیم ۱۱۶۷ھ کی ایک غزل میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

اب ہندوستان کے درویشوں میں حاتم  
ہے تسلیم و رضا میں شاہ تسلیم

انھیں بزرگوں کی ہم نشینی اور لطفِ صحبت نے حاتم کی شخصیت کو اس دور کے اہم ترین مرکزی نقطے کی حیثیت دی تھی جس کے گرد شعر و فن اور علم و عرفان کے متلاشی جمع ہوتے۔ اور ان کے فکر و نظر کی سیرابی ہوتی۔ یہ فیضان اور تربیت دوسرے معاصرین کے یہاں نہیں نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنے اکتسابات سے اس عہد کو متاثر ہی نہیں کیا بلکہ رہ نمائی اور تربیت بھی کی ہے۔

حاتم بارہویں صدی ہجری کی ادبی و تہذیبی بساطِ زندگی پر ایک باوقار شخصیت رکھتے ہیں۔ اس شخصیت میں یہ داری و تنوع کے ساتھ بڑی دلکشی ہے۔ یہ دل کشی اسلوبِ زندگی کے خوش گوار پہلوؤں کی وجہ سے زیادہ پرکشش دکھائی دیتی ہے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی شخصیت کے ان دل کش پہلوؤں پر رشک کیا ہے۔ انھیں نہایت مہذب و شریف، متین، جہاں دیدہ، مردِ بزرگ، عالی فطرت، عالی طبیعت، بلند ہمت، صاحبِ ہمت، سنجیدہ ذی فہم، صاحبِ کمال و فن، مردِ خلق، متوکل، پاکیزہ خیال و افعال، فرسودہ روزگار، صیرفی طبع، مردِ درویش، خوش پوش،

خوش مزاج بتایا گیا ہے۔ یہ خوبیاں ان کے خمیر میں شامل ہو کر انھیں اچھے انسان کے پر شکوہ مقام پر فائز کرتی ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے حاتم کی شخصیت کی تعریف و تحسین میں جس اعتراف کا ثبوت دیا ہے وہ شاید کسی دوسرے فن کار کے ترجمہ میں نظر نہیں آتا۔ حکیم قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے:

”برخلاف وضع آزاداں ہمہ پوشید و بسیار بالطافت و طہارت می زیست و گرد مسکرات نمی گشت و بصوم و صلوة و سائر شریعات سخت مقید بود... بسیار آزاد نہ زندگی می نمود و خیلے خوش مزاج و خلیق بود... نیک دین و صاحب یقین و شاعرے بود با تمکین۔“ ۱

خوب چند ذکا نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس دور میں ان جیسا اچھا انسان ملنا مشکل ہے:

”عجیب خلیق و اہل محبت و صاحب دل سراپا شفقت بود کہ دریں ایام نہچو امردی بزرگ و زیرک متصف باقسام کرم و خوبی بہم رسیدن اشکال است۔“ ۲

میر تقی میر خفا میں انھوں نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے:

”مردیست جاہل و متمکن و مقطع وضع، دیر آشنا، غنانہ دارد، و در یافتہ نمی شود کہ ایں سگ کہن کہ بسب شاعری است کہ ہم چومن دیگرے نیست یا وضع او ہمیں است خوب است۔ مارا با نہا چہ کار۔“ ۳

میر کو حاتم کے وضع قطع پر اعتراض ہے۔ ان کی دیر آشنائی بھی ان کو کھلتی ہے۔ دوسرے نازیبا الفاظ سے میر کی بدسلوکی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ خفگی ان کی بددماغی پر محمول کی جاسکتی ہے۔ گل رعنا اور سرگذشت حاتم میں اس ناپسندیدگی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا سودا حاتم کے شاگرد اور میر کے حریف تھے۔ اس معاصرانہ چشمک کی وجہ سے بات استاد تک پہنچتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ نکات الشعرا کی تالیف (۱۱۶۵ھ) کے بعد جب حاتم کو میر کے رویہ کا علم ہوا تو انھوں نے ۱۱۶۶ھ کی غزل کے اس شعر میں میر کو اس طرح مخاطب کیا:

تھا ابھی ہم پاس ابھی جاتا رہا اوروں کے پاس

آشنائی میں وہ لڑکا گنجفہ کا میر ہے

ہو سکتا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی کارفرما ہوں۔ میر نے تو کئی لوگوں کو نشانہ تنقید بنایا ہے،

۲ عیار الشعرا، مخطوطہ

۳ گل رعنا، ۱۱۵

۱ مجموعہ نغز، ۱۸۰

۲ نکات الشعرا، ۷۹

۵ سرگذشت حاتم، ۸۱



جوان کی تنگدلی کی وجہ سے ہے۔ حاتم کی اعلیٰ ظرفی دیکھئے کہ میری زمینوں میں چار غز لیں کہی ہیں اور اعتراف کے ساتھ۔ اختلاف کے باوجود میر نے حاتم کی شاعری کی تحسین بھی کی ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے ”آب حیات“ میں دوسرے دور کے آغاز میں حاتم کے تذکرے میں لکھا ہے:

”دستور دنیا کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کے نام سے اور شاگرد اپنے نامی استاد کے نشان سے

روشناس ہوتا ہے۔ مگر اس حاتم کو نصیب کا بھی حاتم کہنا چاہیے جو اس نام سے نشان دیا جائے

کہ وہ استاد سودا کا تھا... شاہ موصوف باوجود یکہ نہایت مہذب اور متین تھے اور عمر میں بھی سن

رسیدہ ہو گئے تھے مگر بہت خوش مزاج اور نہایت خلیق اور ظریف تھے۔“ ۱

آگے رقمطراز ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ یہ نیک نیتی اور دریا دلی شاہ حاتم کی قابل رشک ہے کیونکہ شعرا میں

اپنے لیے خود پسندی اور دوسرے کے لیے ناتواں بینی ایک ایسی عادت ہے کہ اگر اسے

قدرتی عیب کہیں تو کچھ مبالغہ نہیں۔ بلکہ شاگردوں کو استادوں سے دست و گریباں ہوتے

دیکھا تو اکثر اسی فن میں دیکھا۔ یہ وصف اس فرشتہ صفت سیرت میں پایا۔“ ۲

اس سے اہم بات یہ ہے کہ آب حیات کی تصنیف سے بہت پہلے مولانا آزاد نے ۱۸۶۷ء میں انجمن

پنجاب کی ایک نشست میں حاتم کے مقدمہ پر ایک بھرپور مقالہ پیش کیا تھا، جس میں دیوان زادہ کے مقدمے کا مکمل متن شامل تھا۔ یہ مقالہ ان کے مجموعہ مقالات میں شامل ہے۔

حاتم کی شرافت نفس کسی کی بدگوئی و جھوکی طرف کبھی مائل نہ ہو سکی۔ جب کہ معاصرین کا یہ شعار بن چکا

تھا، تہذیبی و سیاسی انحطاط کی وجہ سے امر ابھی دلچسپی لے رہے تھے۔ اس کے برعکس حاتم نے جھوٹکاری سے باز

رہنے کی تلقین کی ہے۔ ناجی کی جھوٹکاری مشہور تھی۔ یہ راہ چلتے جھوٹکا کرتے تھے۔ لوگ ناجی کی جگہ حاجی تخلص سے

یاد کرنے لگے تھے۔ شاہ حاتم نے ۱۱۳۷ھ میں ناجی کو جھوٹکے سے باز آنے کی ہمدردانہ گزارش کی تھی:

نہ تھا ناجی کوں لازم طعن کرنا ہر سخن گو پر

جواب اس شعر کا حاتم نہیں کچھ کام تو کہلا

۱۔ آب حیات، ۱۰۸

۲۔ مولانا آزاد نے ”آب حیات“ میں حاتم کے بیان میں ۹ صفحے صرف کیے ہیں۔ مقدمہ کے اختصار کے ساتھ ۸ غزلوں کا انتخاب

بھی کیا ہے۔ تیسری غزل دیوان زادہ کے کسی نسخے میں نہیں ملتی۔ صرف انتخاب حاتم قدیم دیوان، مرتبہ عبدالحق میں ہی پوری

غزل موجود ہے۔

صرف ناجی کو ہی نہیں بلکہ اپنے دور کی ہر غلط روش کے خلاف حاتم کے کلام میں تنقید و تنبیہ کا سبق آموز اظہار ملتا ہے۔ زمانے کی ستم نظری، اقدار کی پامالی، تہذیب کے ٹوٹنے بکھرنے کا دل دوز ذکر حاتم کے یہاں پوری شدت احساس کے ساتھ موجود ہے جس سے ان کی طبیعت کے سوز و گداز کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ خاموش اور تماشا میں نہیں رہنا چاہتے۔ بلکہ ترغیب و ترہیب کا فریضہ انجام دینے میں بڑے سے بڑا ایشار کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ معاصرین و شاگردوں کے ساتھ جس حسن خلق کے ساتھ پیش آتے وہ قابل ذکر ہے۔ متعدد تذکرہ نگاروں نے ان کی خوش خلقی کا ذکر کیا ہے۔ ان کا کلام ان کی وسیع النظری اور عالی ظرفی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ مجموعہ نغز میں لکھا ہے کہ ان کے تلامذہ کی بڑی تعداد ہے اور دیوان کے مقدمہ میں پینتالیس شاگردوں کا نام لکھا ہے۔ ان میں سے چند زیادہ معروف ہوئے جیسے سودا، رنگین، تاباں، بقاء، نثار، مرزا سلیمان شکوہ، مکند سنگھ فارغ، میر محمدی بیدار، نعیم اللہ خاں نعیم، مرزا اعظم بیگ وغیرہ۔ اس اعتبار سے حاتم کا اردو ادب کی تاریخ میں بڑا اہم مقام ہے۔ تعداد سے قطع نظر ذرا ان شاگردوں کی شہرت اور ناموری دیکھئے اور ان کے گراں مایہ تخلیقی خدمات پر نظر ڈالیے تو حیرت ہوتی ہے۔ اردو ادب کو ان پر ہمیشہ ناز رہے گا۔ ایک ممتاز ترین نام مرزا محمد رفیع سودا کا ہے۔ جو براہ راست حاتم سے مستفید ہوئے۔ سودا ایک دبستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اردو شاعری کا مزاج ایک منفرد امتیاز رکھتا ہے۔ سودا کا آہنگ و اسلوب آج تک اردو میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ قائم ہے۔ سودا کے معنوی شاگردوں یا پیروی کرنے والوں نے اردو شاعری کو بلند آہنگ، شوکت الفاظ اور خوش احساس سے مالا مال کیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حاتم کا سلسلہ ہی ایک تسلسل ہے جو کسی دوسرے فن کار کو نصیب نہ ہو سکا۔ دوسرے شاگرد سعادت یار خاں رنگین ہیں۔ جو ایک نابغہ یا عبقری کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے متعدد زبانوں میں شاعری کی۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں کئی زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ بد قسمتی سے انھیں ریختی کا شاعر کہہ کر ان کی دوسری خدمات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ وہ اردو کے پہلے جیا لے شاعر ہیں جنہوں نے سلطان ٹیپو شہید کا قصیدہ لکھا اور انگریزوں کی مخالفت کی۔ اسی مخالفت کے باعث 'آب حیات' کے مصنف نے ان کی قدر افزائی نہ کی۔ یہ بھی ہوا کہ رنگین کا بھرپور کلام منظر عام پر نہ آ سکا اور نہ ہی اس کا اعتراف کیا جاسکا۔ اردو کی شعری جہات کو مختلف امکانات سے روشناس کرانے میں رنگین کی بیش بہا خدمات ہیں۔ سودا اور رنگین کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔

حاتم کے کلام اور مزاج کی افتاد سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا بیشتر وقت شاہ تسلیم کے تکیہ میں گزرتا یا کبھی کبھی شعری محفلوں میں شریک ہوتے۔ مصحفی نے لکھا ہے:

”درایامیکہ فقیر درشاہ جہان آباد طرح مشاعرہ انداختہ اکثر بعد مغرب در مشاعرہ قدم رنجہ

فرمود در مجلس نشینہ زمانہ سابق خود راہ می ستود۔“ ۱۔

وہ آخری ایام تک تخلیقِ شعر کی خدمت انجام دیتے رہے۔ دیوانِ زادہ کے نسخوں میں ۱۱۹۷ھ کی تین غزلیں موجود ہیں۔ اس آخری دور کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حاتم کی بے نیازی کے باوجود امر او نوائین ان کی قدردانی میں پیش پیش تھے۔ نواب سید ہدایت علی خاں ضمیر، نواب مجاہد جنگ، نواب ضابطہ خاں، میر محمد اسلم کا تذکرہ اور ان کی زمین طرح میں غزلیں دیوانِ زادہ میں موجود ہیں۔ ۱۱۶۶ھ میں بموجب حکم بادشاہ عالم گیر ثانی کے مصرع کی تضمین بھی ملتی ہے۔ اس غزل کا مطلع ہے:

حق کے ہوتے غیر سے کیا آشنائی کیجیے

چھوڑ وہ در کس کے در پر جبہ سائی کیجیے

مقطع میں بادشاہ عالم گیر ثانی کا مصرع موجود ہے:

شاہ عالم گیر کا مصرع ہے حاتم رمز عشق

”دل میں آتا ہے کہ شاہی میں گدائی کیجیے“

میر محمد اسلم سے ان کے گہرے دوستانہ اور دیرینہ تعلقات تھے۔ ۱۱۵۴ھ کی غزل کے مقطع میں حاتم نے میر اسلم سے اپنی گہری اور سچی محبت کا ذکر کیا ہے:

یار مشفق بہت ہیں جگ میں ولے حاتم کا دل

چھوڑ کر سب کوں رجوع ہے میر اسلم کی طرف

نواب سید ہدایت اللہ خاں ضمیر کی زمین اور فرمائش پر بھی غزلیں لکھتے رہے۔ میر محمد اسلم اور کوکہ خاں کی زمینوں میں بھی متعدد غزلیں موجود ہیں۔ اس طرح پوری زندگی شعر و سخن کی تزئین و تربیت کے لیے وقف کر دی۔ اور اسی کے سہارے انھوں نے ذاتی اور خارجی تلخیوں کو خوش گوار بنا کر زندگی کو سلیقے میں ڈھال لیا تھا۔

بعض تذکرہ نگاروں نے ان کی عمر سو سال بتائی ہے، جو غلط ہے۔ بیشتر تذکرہ نگاروں نے ان کے انتقال کی تاریخ ۱۲۰۷ھ لکھی، یہ بھی غلط ہے۔ مصحفی کے بیان سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ پروفیسر محی الدین قادری زور نے بھی اس غلط فہمی کی وجہ سے تاریخِ وفات ۱۲۰۷ھ تسلیم کر لیا۔ ۲۔ تذکرہ ہندی کی اس عبارت سے:

”سہ سال است کہ در شاہ جہان آباد ودیعت حیات سپردہ۔“ ۳۔

یہ غلط فہمی ہوئی۔ لوگوں نے آغازِ تذکرہ کی تاریخ ۱۲۰۰ھ کو اختتامِ تذکرہ کی تاریخ ۱۲۰۹ھ پر محمول کر لیا۔ اس کے علاوہ مصحفی کے دوسرے تذکرہ عقدِ ثریا میں نہایت واضح عبارت موجود ہے:

”یک ہزار و یک صد و نو وقت در ماہ رمضان رحلت کردہ۔“ ۱

اردو کے مایہ ناز محقق قاضی عبدالودودؒ نے بھی ۱۱۹۷ھ کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے خیراتی لعل بے جگر کے تذکرہ کے قلمی نسخے میں موجود شاہ حاتم کے شاگرد مکند سنگھ فارغ کا قطعہ تاریخ نقل کیا ہے جس سے ۱۱۹۷ھ ہی نکلتا ہے۔ اس قطعی تاریخ کے بعد کسی طرح کا اشکال نہیں رہنا چاہیے۔

حاتم کے سن شعور کے وقت اردو کو کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا۔ بلکہ اسے منہ لگانا معیوب سمجھتے تھے۔ یہ زبان علم و عرفان یا فکر و فن کے اظہار کے لیے درجہِ استناد کو نہیں پہنچتی تھی۔ فارسی کو بالادستی حاصل تھی۔ علم و فضل کے ساتھ شرافت و سنجیدگی کا معیار بھی اسے ہی سمجھا جاتا تھا۔ ہاں طبقہٴ دوم و سوم اور کوچہ و بازار میں اردو کا حلقہٴ روز افزوں اور وسیع تر ہو رہا تھا۔ اسی مقبولیت کی وجہ سے شاعری کو بھی تحریک مل رہی تھی۔ ہر قبیلہ اور طبقہ کے لوگ اس کی سرپرستی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ کوچہ و بازار کی پسندیدگی سے ایوانِ شاہی میں بھی اس کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی۔ سماج میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ بھی مائل ہونے لگے تھے۔ دہلی میں ولی کے کلام کی آمد سے فکر و تخلیق میں انقلاب آفریں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ فارسی کی جگہ اردو کو ترجیح دی گئی۔ اس گری پڑی زبان کو اوج و عروج کا سب سے اچھا موقع ملا۔ حاتم اور ان کے معاصرین نے اظہار کے سانچوں اور پیرایہٴ بیان کو ایک جہانِ ممکنات سے ہمکنار کیا اور اظہار و ابلاغ کو ایسی توسیع دی کہ چند سالوں میں دامنِ اردو جہانِ معنی سے گراں بار ہو گیا۔

حاتم نے ۱۱۲۸ھ میں شاعری شروع کی۔ یہی فرخ سیر کا دور تھا۔ جس میں سیاسی ابتری، زبان و بیان کی ناہمواری کے ساتھ ہزل اور زٹل کی صورت میں پیش کی جا رہی تھی۔ جعفر زٹلی کی شاعری صرف سماج کی مضحکہ خیز تصویر پیش نہیں کرتی بلکہ زبان کی بھی بھونڈی اور کریمہ صورت کو آئینہ دکھاتی ہے۔ زبان و بیان کی یہی بھونڈی اور بھدی تصویریں حاتم اور ان کے معاصرین کے مرصع ساز قلم کی تراش خراش سے نکھر کر نگارخانہٴ اردو کی زینت بن جاتی ہیں۔ ولی کا دیوان ۱۱۳۲ھ میں دہلی آیا۔ ۱۱۳۲ھ سے پہلے کی غزلیں دیوانِ زادہ میں موجود ہیں۔ حاتم نے اپنا قدیم دیوان ۱۱۳۱ھ میں مرتب کیا جس میں بقول قائم چاند پوری تقریباً چار ہزار اشعار موجود تھے۔ میر، میر حسن،

شوق، شفیق نے بھی اپنے تذکرے میں ان کے قدیم دیوان کی زیارت کا ذکر کیا ہے۔ اس چودہ سال کی مختصر مدت میں چار ہزار اشعار کی موجودگی شاعر کی تخلیقی صلاحیتوں کو تسلیم کرنے کے لیے مجبور کرتی ہے۔ وہیں وافر و قبیح کلام کی موجودگی زبان کے تنوع و توسیع پر بھی بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔ اس مختصر وقفے میں پراسرار تخلیقی عمل اور اس کے مکمل اظہار پر قادر ہونا ایک لسانی معجزہ سے کم نہیں۔

ہمارے محترم بزرگوں کی جدوجہد سے اس دور کا بہت کچھ ادبی سرمایہ گم نام ذخیروں سے نکل کر ہماری رسائی میں آ گیا ہے۔ اس دولت بیدار کی بازیافت سے ادبی تاریخ کی غیر مربوط کڑیوں اور خلاؤں کو پر کرنے میں بڑی پیش رفت ہوئی ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے دیوانِ فائز کی تحقیق و اشاعت سے ایک نئے ادبی سفر کا آغاز کیا۔ جو مبارک و مستحسن ہونے کے ساتھ ایک فال نیک بھی تھا۔ ان کے بعد پروفیسر محمد حسن نے دیوانِ آبرو کی بازیافت سے ادبی تاریخ کو نئی جہت سے روشناس کرایا۔ اسی طرح دیوانِ شاکر ناجی و دیوانِ میکرو و یقین وغیرہ کی اشاعت سے قدیم متون تک رسائی آسان ہو گئی۔ پروفیسر محمد حسن نے دیوانِ آبرو کو شمالی ہند کا سب سے قدیم اردو دیوان بتایا۔ راقم السطور کی یہ ادنیٰ کوشش بھی اس سلسلہ تحقیق کی ایک کڑی ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی مرحوم نے دیوانِ فائز کو کمال احتیاط سے مرتب کیا اور تحقیق کا حق ادا کیا۔ اور اسے شمالی ہند کا پہلا اردو دیوان تسلیم کیا:

”فائز اپنا کلیات، جس میں اردو دیوان بھی شامل ہے۔ ۱۱۲۷ھ میں مرتب کر چکے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فائز کا کلیات مرتب ہو چکنے کے ایک سال بعد حاتم نے فارسی میں اور پانچ سال بعد اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ اس طرح حاتم اور ان کے ساتھ اردو شاعری کرنے والے تمام شاعروں پر فائز کا تقدم ثابت ہے۔“ ۱

قاضی عبدالودود نے دیوانِ فائز پر جو تحقیقی گفتگو کی ہے، اس کی روشنی میں فائز کی اولیت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کیوں کہ فائز نے ۱۱۲۷ھ میں فارسی کلیات مرتب کیا تھا۔ اردو کا حصہ کلام اس میں شامل نہیں تھا۔ قاضی عبدالودود نے اس ضمن میں حسب ذیل تجزیہ و تبصرہ پیش کیا ہے:

”کلیات جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے ۱۱۲۷ھ سے ۱۵ سال قبل مرتب ہوا تھا۔ اور فاضل مرتب کی قطعی رائے ہے کہ ترتیب کے وقت دیوانِ اردو اس میں شامل تھا، مگر یہ ہرگز متعین نہیں۔ فائز نے ایک مثنوی میں جس کے چند شعر مقدمہ (۳۹) میں درج ہیں۔ ”بادشاہوں کے

عبرت ناک انجام کا ذکر کیا ہے۔“ اس میں عالم گیر کی وفات کے ۱۴ سال بعد تک (وفات عالم گیر ۱۱۱۸ھ) جتنے بادشاہ ہوئے تھے، سب کے نام آئے ہیں۔ ایک مصرع جس میں محمد شاہ کا نام ہے (سال جلوس ۱۱۳۱ھ) یہ ہے:

”پس ازوئے محمد شاہ آمد پدید“

ظاہر ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۲۷ھ میں شامل کلیات نہ ہوگی۔ فہرست آکسفورڈ میں ایک مثنوی کا ذکر ہے جو ۱۱۳۴ھ کی ہے۔ سال تصنیف ”دولت خانہ والا“ سے معلوم ہوتا ہے یہ مثنوی ۱۱۲۷ھ کے مرتبہ کلیات سے غیر حاضر ہوگی۔ ان دو مثنویوں کا حال یہ ہے تو یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ دیوان اردو اس میں موجود تھا۔ یہ نتیجہ نکالنا درکنار کلیات کے نسخہ ۱۱۴۳ھ میں دیوان اردو کے شمول کی بنا پر یہ کہنا بھی ممکن نہیں کہ ۱۱۲۷ھ میں فائز کی ریختہ گوئی کا آغاز ہو چکا تھا۔ ۱۱۴۲ھ سے کتنے برس قبل اس کی ابتدا ہوئی، اس کا فیصلہ موجودہ مواد کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔“

ان حقائق کی روشنی میں ۱۱۲۷ھ میں فائز کے فارسی کلیات کا مرتب ہونا معلوم ہوتا ہے، اردو دیوان کا نہیں کیوں کہ اس میں ۱۱۲۷ھ کے بہت بعد کا کلام شامل ہے۔ اس طرح پورا اردو کلام مشکوک ہو جاتا ہے۔ جو کلیات دستیاب ہے وہ ۱۱۴۲ھ کا ہے۔ قاضی عبدالودود کا یہ خیال حتمی طور پر صحیح ہے کہ اس کلیات کی روشنی میں فائز کا ۱۱۲۷ھ میں اردو شعر کہنا بہت مشتبہ ہے۔ ہاں کلیات کی موجودگی سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ۱۱۴۲ھ سے پہلے شاعری شروع کی تھی۔ زیادہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ کتنے سال پہلے۔ جب کہ حاتم کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی اردو شاعری کا آغاز ۱۱۲۸ھ میں ہو چکا تھا۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے دیوان زادہ کے مقدمہ اور مصحفی کے بیان مین ایک مطابقت پیدا کر کے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حاتم نے ۱۱۲۸ھ سے فارسی اور ۱۱۳۲ھ سے اردو میں شاعری شروع کی۔ یہ خیال تحقیقی طور پر غلط ہے۔ کیوں کہ دیوان زادہ میں دو غزلیں ۱۱۳۱ھ کی موجود ہیں۔ اور اگر دیوان زادہ کے نسخہ رام پور کی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ۱۱۳۰ھ کی ایک غزل مرزا مظہر کی زمین میں ہے:

کیا جو فاختہ نے سرو اوپر آشیاں اپنا

نسخہ لندن اور نسخہ لاہور میں ۱۱۴۰ھ درج ہے۔ اس لیے نسخہ رام پور کی روایت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لیکن اتنا تو درست ہے کہ حاتم کی اردو شاعری ۱۱۲۸ھ میں شروع ہو چکی تھی۔ جب کہ فائز کی اردو شاعری کی ابتدا کے

بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان حقائق کی رو سے پروفیسر مسعود حسن رضوی کا یہ خیال:

”فانز کا کلیات مرتب ہو چکنے کے ایک سال بعد حاتم نے فارسی میں اور پانچ سال بعد اردو

میں شعر کہنا شروع کیا۔“<sup>۱</sup>

سراسر غلط ہے۔ فانز کا شرف تقدم بھی محض قیاسی ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی کا یہ خیال بھی درست نہیں ہے کہ فانز کا اردو کلام اگر کل نہیں تو اس کا بیشتر حصہ ۱۱۲۷ھ سے پہلے وجود میں آچکا تھا۔ لگتا ہے کہ فانز نے اپنا کلام نظر ثانی کر کے ۱۱۴۴ھ میں مرتب کیا اور اس میں اردو کلام شامل کر لیا۔ اس لیے ۱۱۲۷ھ میں اردو کلام کو شامل کرنے کی روایت درست نہیں ہے۔ ایک اور استدلال بھی محل نظر ہے۔

”فانز کی ولادت گیارہویں صدی ہجری کے اواخر اور وفات ۱۱۶۱ھ میں ہوئی۔ حاتم ان

سے چند سال بعد ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ان کے انتقال کے چھیالیس برس بعد ۱۱۹۷ھ

میں وفات ہوئی۔ اس لیے فانز سے مقدم ہونے کا کیا ذکر وہ دن کے ہم عصر بھی نہ تھے۔“<sup>۲</sup>

قاضی عبدالودود کی تحقیق کے مطابق فانز کا سال ولادت ۱۱۰۲ھ کے لگ بھگ قرار پاتا ہے۔ حاتم کا سال ولادت ۱۱۱۱ھ ہے۔ فانز و حاتم کی عمر میں صرف نو سال کا فرق ہے۔ وہ معاصر کہلائیں گے۔ فانز نے یک رنگ کے اس مصرع کی تضمین کی ہے:

گر تم ملو گے غیر سے دیکھو گے ہم نہیں

یک رنگ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ خان آرزو یا مرزا مظہر یا آبرو کے شاگرد تھے۔ اتنا تو یقینی ہے کہ وہ فانز آبرو اور حاتم کے ہم عصر ہیں۔ ان کا کلام بھی فانز کے سامنے آچکا تھا۔ جب ہی تضمین بھی کی گئی۔ لیکن اس تضمین سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ فانز یک رنگ کے بعد کے شاعر ہیں۔ اتنا ظاہر ہے کہ یک رنگ کا کلام خاص طور پر یہ شعر فانز کو بہت پسند تھا۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یک رنگ کو کسی حد تک مقبولیت حاصل رہی گی۔ فانز کی ریختہ گوئی کے بارے میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں۔ یہ بھی حیرت خیز ہے کہ شاہ حاتم نے کئی شعرا کی زمین میں غزلیں لکھیں مگر فانز کی زمین میں ایک بھی غزل نہیں لکھی۔ اس کے بظاہر دو سبب ہو سکتے ہیں۔ فانز کا کلام اتنا مشہور نہ رہا ہو یا حاتم کی نظر سے نگزرا ہو۔ بہر حال یک رنگ کے مصرع کی تضمین سے فانز کی قدامت ثابت نہیں ہوتی۔ تذکروں میں فانز کا ذکر نہ ہونا ان کی عدم مقبولیت پر دال ہے کیوں کہ ان کا اردو کلام تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل تھا۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے فانز اور ولی کی ہم طرح غزلوں کے ذکر میں لکھا ہے:

”فائز کے اردو دیوان میں کل ۳۶ غزلیں ایسی ہیں جن کی ہم طرح غزلیں ولی دکنی کے کلیات میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ہم طرح محسن بھی دونوں کے یہاں ملتا ہے۔ اس حد تک مطابقت صرف اتفاقی بات نہیں ہو سکتی۔ فائز کا کلیات فرخ سیر کے عہد میں مرتب ہو چکا تھا۔ اور ولی کا دیوان بہ قول حاتم جلوس محمد شاہ کے دوسرے سال دہلی میں آیا۔ اگر حاتم کی یہ اطلاع صحیح ہے تو ولی کے دیوان سے پہلے ان کی غزلیں دہلی پہنچنے لگی ہوں گی اور فائز ان کے جواب میں غزلیں کہتے رہے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ولی کا دیوان فائز نے حاصل کر لیا ہو اور حاتم کو اس کی خبر نہ ہو۔“

اس گفتگو سے بھی فائز کو اولیت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ ولی کے مقلد ہیں۔ ولی کی غزلیں دیارِ دہلی میں شہرت پار ہی تھی۔ فائز کا غالب حصہ کلام آلی کی زمین میں ہے۔ یعنی ۴۶ میں ۳۳ غزلیں واضح طور پر نشان دہی کر رہی ہیں کہ فائز کے پیشِ نظر ولی کا دیوان تھا۔ ولی کا دیوان ۱۱۳۲ھ میں دہلی آیا۔ ان ہم طرح غزلوں کی کثرت سے حاتم کے بیان کی مزید توثیق ہوتی ہے۔

”سنہ دوم فردوس آرام گاہ دیوان ولی در شاہ جهان آباد آمدہ و اشعارش بر زبان خورد و بزرگ جاری گشتہ۔“

آبرو، مضمون، یک رنگ کی طرح فائز نے بھی نئی تحریک حاصل کی ہو اور ۱۱۳۲ھ کے آس پاس شعر کہنا شروع کیا ہو۔ ان شکوک و شواہد کی روشنی میں دیوان فائز کو شمال ہند کا سب سے قدیم اردو دیوان تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صرف ایک قیاس ہے۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی کے قیاسات میں قباح ت ہے اور اصرار میں مسلکی تحقیق کی ادعائیت کا عنصر بھی بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ شاید اسی سبب ان کا سرمایہ تحقیق مخصوص منصوبے تک محدود ہے۔ خواہ واجد علی شاہ کی دفاع میں ہو، یا مولانا محمد حسین آزاد کی حمایت میں ہو یا غالب کو ہم عقیدہ ثابت کرنے میں۔ عقائد کی رہبری میں تحقیق کا معیار معتبر نہیں ٹھہرتا۔ فائز کو شاعری میں اولیت دینے کے پیچھے شاید عقیدے کو زیادہ دخل ہے کیوں کہ فائز شیعہ تھے۔ اس شعوری اندازِ نظر نے اردو تنقید و تحقیق کو مہلک اور مسموم رویوں سے آشنا کیا۔ تنقید ہو یا تحقیق ہیرو پرستی بھی ایک بشری کمزوری بن جاتی ہے اور علم و آگہی میں گمراہی کا سبب بنتی ہے۔ پروفیسر محمد حسن کا مرتب کردہ دیوان آبرو جسے انھوں نے موجودہ تحقیقات کی روشنی میں شمالی ہند کا پہلا دیوان کہا ہے اور اس احتیاط کے ساتھ کہ جب تک حاتم کا قدیم اردو دیوان دستیاب نہ ہو جائے۔



”فائز کے بعد اولیت کے اعزاز کا حق صرف حاتم اور آبرو کو ملتا ہے۔ حاتم کا دیوان دستیاب نہیں۔ صرف نظر ثانی کے بعد مرتب کیا ہوا دیوان زادہ ملتا ہے جو یقیناً بہت بعد کا کلام ہے۔ ایسی صورت میں آبرو کا دیوان یقیناً شمالی ہند میں اردو کا پہلا مستند دیوان ہے جو اب تک دریافت کیا جا سکا ہے۔“ ۱

پروفیسر محمد حسن کا خیال صحیح ہے کہ اولیت کا مسئلہ صرف حاتم اور آبرو کے درمیان ہے۔ فائز اس میں شامل نہیں ہیں۔ یوں بھی ضخامت کے اعتبار سے فائز کا کلام صرف چالیس غزلوں اور چند نظموں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک مختصر دیوان کی صورت بھی نہیں رکھتا۔ جب کہ حاتم و آبرو کے کلام کی ضخامت اور جامعیت کئی گنا زیادہ ہے۔ پروفیسر محمد حسن نے اقرار کیا ہے کہ اگر حاتم کا قدیم دیوان دستیاب ہو جائے تو انھیں کو اولیت کا شرف حاصل ہوگا۔ نسخہ دہلی کی دریافت کے بعد انھیں کے قول کے مطابق آبرو کی اولیت خاتم ہو جاتی ہے۔ دیوان حاتم کو شمالی ہند کا پہلا اردو دیوان تسلیم کیا جانا چاہیے۔ کیوں کہ یہ سچ ہے کہ حاتم نے ۱۱۴۲ھ میں اپنا قدیم دیوان مرتب کر لیا تھا۔ دیوان آبرو کے فاضل مرتب کا حسب ذیل خیال قابل توجہ ہے:

”البتہ حاتم کے پہلے دیوان کی ترتیب و تدوین کی تاریخ کا تعین جب تک نہ کیا جائے اس وقت تک انھیں پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دینا دشوار ہے۔ حاتم اسی دیباچے میں ۱۱۶۸ھ میں لکھتے ہیں کہ دیوان قدیم ۲۵ سال سے بلاؤ ہند میں مشہور ہے۔ اس حساب سے دیوان حاتم غالباً ۱۱۴۳ھ میں مرتب ہوا ہوگا۔ جب کہ آبرو کا سال وفات ۱۱۴۶ھ ہے اور یقیناً آبرو کا دیوان اس سنہ سے قبل مرتب ہو چکا تھا۔ عین ممکن ہے کہ حاتم پر اولیت آبرو کو حاصل ہو۔ اس کا ایک ثبوت اس بات سے بھی مل سکتا ہے کہ حاتم کے دیوان زادہ میں آبرو کی طرح میں تین غزلیں ملتی ہیں جو ۱۱۳۷ھ، ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۴ھ کی تصنیف ہیں۔“ ۲

حسرت موہانی نے بیسویں صدی میں کلام حاتم کی بازیافت کی۔ دوسری اہم کوشش پروفیسر محی الدین قادری زور کی ہے جنھوں نے ’سرگزشت حاتم‘ لکھی۔ انھوں نے بھی حاتم کو دہلی کا پہلا اردو شاعر تسلیم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مجھے توقع تھی کہ میں دہلی کے اس پہلے اردو شاعر شاہ حاتم کے حالات زندگی اس وسیع

۱ دیوان آبرو، ۲۵

۲ دیوان آبرو، ۱۷

پینے پر مرتب کر سکوں گا جس پینے پر کہ اردو کے پہلے شاعر محمد قلی قطب شاہ کے حالات  
قلم بند کیے ہیں۔“ ۱

حاتم نے مقدمہ دیوان زادہ میں لکھا ہے:

”فقیر دیوان قدیم از بست و پنج سال در بلاد ہند مشہور دراد۔ و بعد بہ ترتیب آں تا امر وز کہ سنہ  
احد عشرۃ الدین عالمگیر ثانی باشد، بقول فقیر کہ بیت:

مارا بفرغت اجل دیر رساند  
ایں عمر دراز سخت کوتاہی کرد

ہر رطب و یابس کہ زبان ایں بے زباں برآمدہ، داخل دیوان قدیم نمودہ کلیات مرتب ساختہ۔“

رام پور کا نسخہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں ایک نئی اطلاع موجود ہے جو کسی اور نسخہ میں نہیں  
ہے۔ اس مذکورہ مخطوطے میں دوسری اطلاع بھی بہت اہم ہے کہ نادر شاہ کے حملے میں اسباب خانہ کے ساتھ ان کا  
کلیات بھی ضائع ہو گیا تھا۔ اس طویل نظم کا ایک معقول حصہ بھی تلف ہو گیا۔ انھوں نے درخواست کی ہے کہ  
اگر کسی صاحب کے پاس وہ اشعار ہوں تو مرحمت فرمائیں شاہ حاتم شکر گزار ہوں گے۔ اس بیان سے نظم ”بزم  
عشرت“ کے سوا اشعار کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ ”وصف روشنی“ کے اختتام پر یہ شعر:

پلا ایسا نشہ اے شمع محفل  
کہ پیتے جس کے آوے رقص میں دل

”وصف رقص“ کی ذیلی سرخی موجود ہے مگر اشعار نہیں ہیں۔ اگر وہ سوا اشعار دستیاب ہوتے تو اس نظم کے  
اشعار کی مجموعی تعداد تقریباً ساڑھے پانچ سو ہوتی اور یہ ابتدائی دور کی شاعری کا ایک شاہ کار بیانہ ہوتا۔ ویسے بھی یہ  
نظم زبان و بیان سے قطع نظر عرض ہنر کا تابندہ جوہر ہے جس میں منظر و محاکات کے ساتھ مشاہدات کا ایک جہان  
دیگر آباد ہے۔ یہاں حاتم کا سبیل بیان صحرا میں روڈ نیل کی طرح سرمست و آزاد ہے۔

”وصف حقہ و قہوہ“ بھی بیانہ نظمیں ہیں۔ مگر ”بزم عشرت“ جیسی بات نہیں ہے۔ یہ فرمائش بھی ہیں ان میں  
تخیل کی جولانی اور طبیعت کی روانی کم نظر آتی ہے۔ بادشاہ محمد شاہ نے جعفر علی خاں ذکی سے حقہ پر نظم لکھنے کی  
فرمائش کی تھی لیکن وہ دو تین اشعار سے زیادہ نہ لکھ سکے تھے۔ شاہ حاتم نے ۱۹۵ اشعار لکھ کر نظم مکمل کی میر نے لکھا  
ہے کہ یہ مثنوی ”خالی از مزہ نیست“ دیوان زادہ میں ذکی کی جگہ صادق لکھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے ذکی کی مثنوی

کوشاہ حاتم سے منسوب کیا ہے جو غلطی ہے۔ پروفیسر محی الدین قادری زور نے بھی اس غلط روایت کو تسلیم کر کے مزید غلط فہمی پیدا کی ہے۔ دیوان زادہ کے کسی نسخے میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ میر تقی میر نے اپنے تذکرے میں زکی سے ہی نسبت دی ہے۔ حیرت ہے کہ نسخہ لکھنؤ میں سراپا ساقی نامہ اور بزم عشرت مثنویاں نہیں ہیں، گویا نسخہ لکھنؤ ۱۵۷۷ اشعار سے محروم ہے۔

وہ ایک قادر الکلام اور زود گو شاعر تھے۔ یہ اعتراف ۱۱۴۱ھ کی غزل کے مقطع میں موجود ہے:

کئی دیوان کہہ چکا حاتم

اب تلک پر زباں نہیں ہے درست

اس کا مفہوم وافر کلام سے ہے۔ مجموعہ ہائے شعر سے نہیں۔

اردو زبان تحریف و تبدیلیوں کے ساتھ بہتر سے بہتر صورت پذیری کی طرف مائل تھی۔ اس عبوری دور میں حاتم کی زبان کا درست ہونا ممکن نہ تھا۔ وہ قدیم دیوان کی ترتیب کے بعد بھی شاعری کرتے رہے۔ خاصا کلام مرتب ہو چکا تھا۔ ۱۱۵۷ھ کے بعد حاتم نے بڑی شدت محسوس کی۔ مرزا مظہر جان جاناں کی اصلاح زبان کی تحریک لسانی اور علاقائی تحریک کی صورت میں زبان و بیان میں انقلاب انگیز تبدیلی لانے کی متقاضی تھی۔ یہ تحریک اردو کو محاورہ شاہ جہان آباد کے مطابق ڈھالنے کی شعوری و سرگرم کوشش تھی۔ حاتم کو احساس تھا اور ضرورت بھی تھی۔ انھوں نے ۱۱۶۸ھ میں قدیم کلام سے انتخاب کیا۔ پرانی زبان کو نئے دور اور اس کے رواج کے مطابق داخل کیا۔ یہ کام ۱۱۶۹ھ میں مکمل ہوا۔ زبان میں تبدیلی کے نمایاں اثرات ۱۱۵۷ھ میں نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس کا اندازہ نسخہ دہلی کے متن سے بھی ہوتا ہے۔ قدامت کے ساتھ قدیم متن اور اس کی املاتی صورتوں کی موجودگی سے نسخہ دہلی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

قدیم و جدید کے امتیازات اور ان میں تبدیلی و انحراف کی سب سے واضح اور خیال افروز صورتیں کلام حاتم میں ملتی ہیں۔ حاتم نے دیوان زادہ کی ترتیب نو کے وقت اسی ضرورت کے پیش نظر پورے کلام پر نظر ثانی کی اور ایک انتخاب کیا اور اس میں اضافہ و اصلاح بھی کیے۔ انھوں نے مقدمہ میں لکھا ہے:

”بندہ ردیوان قدیم خود قید دارد و دریں دلا از دہ، دوازده سال اکثر الفاظ را نظر انداختہ۔“

انھیں تقاضوں سے مجبور ہو کر انھوں نے ۱۱۶۹ھ میں نیا انتخاب اور نئی ترتیب پیش کی اور بہت سے نئے اضافے بھی کیے۔ کئی تذکرہ نگاروں نے کلام حاتم دیکھا تھا۔ میر نے ردیف م تک دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔ میر حسن نے دونوں دیوان یعنی دیوان قدیم اور دیوان زادہ دیکھا تھا اور ان کے کلام کی شہرت کا اعتراف کیا ہے:

”دو دیوان ترتیب دادہ۔ یکے بہ زبان قدیم بہ طور ایہام۔ دوم بہ زبان حال ادائیہ۔ شہرہ

اشعارش بسیار است۔ اکثر غزل لہائے اور انغمہ سرایان ہندی خوانند۔“ ۱

شوق رام پوری، قائم چاند پوری اور شفیق اورنگ آبادی نے کلامِ حاتم کے مطالعے کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ قائم چاند پوری نے دیوان دیکھا تھا جس میں بہ قول ان کے تقریباً چار ہزار اردو اشعار تھے۔ تذکرہ عشقی میں لکھا ہے کہ محفلِ سماع میں صوفیا اور درویشوں پر ان کے کلام سے حال و قال بھی طاری ہوتا تھا۔ حاتم کو احساس تھا۔ انھوں نے کلام میں جا بجا اس شرف و سعادت پر فخر کیا ہے:

تمام ہند میں دیوان کو ترے حاتم  
رکھے ہے جان سے اپنی عزیز عام اور خاص  
شاعری کے فن میں وہ آفاق میں مشہور ہے  
رات دن جاری ہے عالم میں مرا فیضِ سخن

کچھ تذکرہ نگاروں نے انھیں طبقہ اول اور کئی نے انھیں طبقہ دوم میں جگہ دی ہے۔ درحقیقت متقدمین شعرائے دہلی کی ہکشاں میں آبرو و حاتم کی نور فشانی سے اردو ادب جہاں تاب ہے۔ لسانی شعور اور اصلاحِ زبان کی بصیرت رکھنے والوں میں وہ بہر حال سرفہرست ہیں۔

الفاظ و معانی کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ایہام گوئی سے دست برداری غزلوں میں بحروں کی تخصیص، سنہ تخلیق اور طرحی زمینوں کا اندراج بھی شامل کیا۔ اس طرح کلامِ حاتم کا انتخاب نوئی صورت اور نئے رجحان کے ساتھ ۱۱۶۹ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ یہ نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے ان حقائق کی روشنی میں حاتم کے قدیم دیوان کی تاریخ تدوین ۱۱۴۲ھ قرار پاتی ہے۔ گویا آبرو کے انتقال سے چار سال پہلے حاتم کا قدیم دیوان مرتب ہو چکا تھا۔ دیوانِ آبرو کی تاریخ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ آبرو اور معاصرین کی تحریروں میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ فاضل مرتب پروفیسر محمد حسن نے جس یقین کے ساتھ کہا ہے وہ بہت مشکوک بھی ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ یقیناً آبرو کا دیوان ان کی وفات (۱۱۴۶ھ) سے پہلے مرتب ہو چکا تھا۔ یہ ایک سچائی ہو سکتی ہے اور قابلِ قبول قیاس بھی۔ مگر ابھی تک کوئی ایسی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ثبوت و شواہد حاصل ہو سکے ہیں جن کی بنیاد پر قطعیت کے ساتھ اقرار کیا جاسکے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ شاعر کا دیوان اس کی حیات میں مرتب ہو جاتا ہے لیکن ایسی بہت مثالیں ہیں کہ انتقال کے بعد کلام مرتب ہوا ہے جسے شاگردوں اور عزیزوں نے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثال بھی

دیکھنے میں آئی ہے کہ عقیدت مند نے کلام کو اس کی زندگی میں ہی مرتب کر لیا ہے اور خود شاعر اس ترتیب کو کالعدم قرار دے دیتا ہے۔ بیسویں صدی میں اقبال کے ساتھ یہ ہو چکا ہے۔ جب تک دیوان آبرو کا کوئی نسخہ ان کی حیات کا نہیں ملتا یا عصری و معتبر شہادت نہیں ملتی، شبہ کی گنجائش رہے گی۔ دیوان زادہ میں آبرو کی زمین میں غزلوں کی موجودگی سے بھی آبرو کی اولیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ حاتم نے معاصرین یا پیش روؤں کا تتبع کیا ہے انھوں نے شاگردوں اور عزیزوں کی زمین میں بھی غزلیں لکھی ہیں۔ اس اعتبار سے سودا، حاتم کے پیش رو نہیں ہو سکتے۔ دیوان زادہ کے مختلف نسخوں میں آبرو کی زمین میں پانچ غزلیں ملتی ہیں۔ حاتم نے دیوان زادہ کے مقدمے میں آبرو کے اشعار نقل کیے ہیں۔ پروفیسر محمد حسن کے خیال میں یہ بھی آبرو کی قدامت پر دال ہے۔ حاتم نے ۱۱۶۹ھ میں دیوان زادہ ترتیب دیا۔ مقدمہ میں ان اشعار کا اندراج قدامت کی دلیل نہیں ہے۔ حاتم نے اگر دیوان آبرو سے استفادے اور ۱۱۴۲ھ سے پہلے ترتیب کا حوالہ دیا ہوتا تو ان کے مجموعہ کلام کی قدامت تسلیم کر لی جاتی۔ آبرو کا قول شعری روایت کے بدلتے ہوئے مزاج کی غمازی کرتا ہے اور یہ تبدیلی آبرو کی زندگی میں شروع ہو چکی تھی۔

پروفیسر محمد حسن کا خیال بجا طور پر صحیح ہے کہ حاتم نے آبرو سے اثر قبول کیا ہے اور بقول قاضی عبدالودود حاتم مقلد ہیں موجد نہیں<sup>۱</sup>۔ لیکن وہ شمالی ہند کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ پروفیسر محمد حسن نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے خطی نسخہ کے ترتیم کی روشنی میں ایک فکر انگیز نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

”یہ مخطوطہ ۱۱۴۶ھ میں لکھا گیا۔ یہ مخطوطہ نہایت غلط سلط لکھا ہوا ہے لہذا یہ مصنف کا اپنا

مرتب کردہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں کہ اس سے قبل دیوان آبرو مرتب

ہو چکا تھا اور یہ اس کی نقل ہے۔ اگر تین چار سال قبل ہی دیوان آبرو کی ترتیب تسلیم کر لی

جائے تو آبرو اگر شمالی ہند میں اردو کے پہلے صاحب دیوان نہ سہی تو کم سے کم ان کا دیوان

شمالی ہند کا سب سے پہلا دستیاب شدہ اردو دیوان ضرور قرار پاتا ہے۔“<sup>۲</sup>

اس غلط سلط مخطوطہ کی موجودگی سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کاتب کے سامنے شاعر کا مرتب کردہ دیوان

بھی پیش نگاہ تھا۔ مگر اس پر یقین کر لینا مناسب نہ ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ آبرو نے اپنے قلم سے مرتب ہی نہ کیا ہو۔ کسی کم سودا نے اپنے طور پر قلم بند کیا ہو۔ یا ۱۱۴۶ھ میں ہی مرتب ہوا ہو۔ یا اس سے دو ایک سال پہلے

ترتیب دیا گیا ہو۔ ایک دو کے علاوہ تمام تذکروں میں فانز کی شاعری اور کلام کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے برخلاف آبرو کا ذکر ہر جگہ ملتا ہے۔ مگر ان کے دیوان کے دیکھے جانے کی اطلاع نہیں ملتی اور نہ اشعار کی تعداد کا تذکرہ ہے۔ جیسا کہ حاتم کے قدیم دیوان کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے۔ آبرو کی اولیت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ حاتم کو اپنے دیوان کے جمع و ترتیب کلام میں بہر حال اولیت حاصل ہے۔ موجودہ مواد کی روشنی میں ان کا قدیم دیوان شمالی ہند کا پہلا اردو دیوان ہے۔ تاریخ و تحقیق جامد شے نہیں ہے اور نہ یہاں مطلقیت نام کی کوئی چیز ہے۔ انسانی اسلوب فکر کا یہ دل نشیں مطالعہ ہے کہ ماضی کی دریافت غلط ہوتی رہتی ہے اور نئی تحقیقات سے پرانے کلیے کا عدم ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی فکر کی ارتقا کا یہ دلچسپ پہلو ہے کہ ماضی کی یافت کا سہارا لے کر وہ آگے رواں دواں رہتا ہے۔ محمد حسین آزاد کے دور تک فضلی کی کربل کتھا کو اردو نثر کو حرف آغاز تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ اس کے بعد معراج العاشقین کے تحقیق نے اسے غلط بتایا اور خود یہ دریافت بھی اثبات حاصل نہ کر سکی۔ بعد ازاں گنج العلم کے رسالے کو پہلا نثری نمونہ قرار دیا گیا۔ بعد کی دریافت نے اسے بھی مسترد کر کے جہانگیر اشرف سمنانی کے رسالہ کو اولیت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ان ساری تصانیف کے مقابلے میں رسالہ جنونہ کو سب پر فوقیت دی گئی۔ اس طرح بارہویں صدی ہجری کی تاریخ نویں ہجری میں جا پہنچتی ہے۔ قوی امکان ہے کہ حاتم سے قبل کسی دیوان کی دستیابی اس حقیقت کو غلط ثابت کر دے۔

پیش نگاہ ذاتی مخطوطے میں غزلوں کی مجموعی تعداد ۱۲۸ ہے جن میں ۵۵ غزلیں ایسی ہیں جو دیوان زادہ کے نسخوں میں دستیاب نہیں ہیں۔ انھیں اردو لوح لسان کی تقدیر ساز تخلیق بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ غزلیں زبان و تحریر کے ابتدائی نقوش کو پیش کرتی ہیں ان سے کتابت و انداز تحریر کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ زبان و بیان اور اظہار کے اسالیب سے ان کی قدامت کا یقین ہوتا ہے۔ ان غیر مطبوعہ غزلوں کے بعد مخطوطے میں کل ۳۷ غزلیں ایسی ہیں جو دیوان زادہ کے نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ گویا وہ مخطوطہ اور دیوان زادہ میں مشترک ہیں۔ اس مخطوطہ میں ۱۱۴۲ھ کے بعد کی لکھی گئی غزلوں کی تعداد ۳۴ ہے۔ جو مخطوطے میں موجود ہیں اور دیوان زادہ میں بھی ہیں۔ اس میں ۴۷ غزلیں نسخہ دہلی اور دیوان زادہ کے نسخوں میں مشترک ہیں۔ غزلوں کے علاوہ فردیات ایہام کے تحت ۱۳۴ اشعار ہیں جن میں سولہ اشعار ایسے ہیں جو دیوان زادہ کے نسخوں میں موجود نہیں ہیں۔ اس مخطوطہ میں چار رباعیاں بھی شامل ہیں جن میں سے تین دیوان زادہ میں دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ اس مخطوطہ میں ۲۱ بندوں یا ۱۸ اشعار پر مشتمل مسدس ہے جو اور کہیں نہیں ہے۔ دو مخمس بھی دس بندوں پر مشتمل ہیں جو کسی نسخے میں دستیاب نہیں ہیں۔

جو غزلیں ذاتی مخطوطے اور دیوان زادہ میں مشترک ہیں ان میں بھی ۱۲۷ اشعار ایسے ہیں جو ذاتی خطی نسخے میں ہیں مگر دیوان زادہ میں نہیں ہیں۔ اس طرح غزلوں کے غیر مطبوعہ اشعار کی تعداد تقریباً ۳۲۷ ہے۔ جو دیوان زادہ میں نہیں ہے۔ اور دوسرے اصناف کے غیر مطبوعہ ۱۱۲۲ اشعار کو شامل کر لیں تو اس انتخاب میں غیر مطبوعہ اشعار کی تعداد کی مجموعی تعداد تقریباً ساڑھے چار سو تک پہنچتی ہے، جو ایک بڑی یافت ہے۔ ان نو دریافت کی وجہ سے نسخہ دہلی کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور کلامِ حاتم کے قدیم مجموعہ شعری پر زبان و بیان کے متنوع مباحث قائم کیے جاسکتے ہیں۔

مخطوطہ دہلی کے تعارف میں معاصر محسوسات، سماجی شعور، تاریخی تغیرات غرض معاشرے کے عروج و انحطاط کی دل دوز داستان کو ادبی شاہکار بنادینے کے لیے شاہ حاتم کا تیسرا مجلہ ”شہر آشوب“ ایک دستاویز سے کم نہیں ہے۔ دوسرے اصناف کی غیر موجودگی میں بھی حاتم اس شہر آشوب کی بدولت ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔ یہ ۱۱۴۱ھ کی تخلیق ہے۔ نسخہ دہلی میں بارہ بند ہیں۔ جب کہ دیوان زادہ میں کل پچیس بند ہیں۔ چوتھا مجلہ ۱۱۴۲ھ کی تخلیق ہے۔ اس میں کل دس بند ہیں۔ پانچواں مجلہ پانچ بندوں پر مشتمل ہے۔ جو صرف دہلی کے مخطوطے میں محفوظ ہے۔ شروع ہوتا ہے:

ہائے کیا وقت کیا گھڑی ہے آج

نہ کنہیا نہ بانسری ہے آج

اس مخطوطے میں ایک اور قابلِ قدر اضافہ ہے۔ ایک طویل مسدس ہے جس میں ستاسی اشعار ہیں۔ یہ مسدس دیوان زادہ کے نسخوں میں دستیاب نہیں ہے:

آپ کی یاد کر خدا کی قسم

جان و دل شاد کر خدا کی قسم

دیوان زادہ میں شامل غزلوں کے درجنوں ایسے اشعار ہیں جو ترتیبِ نو کے وقت حذف کر دیے گئے ہیں مگر اس مخطوطے میں محفوظ ہیں جیسے شرف الدین مضمون کی زمین میں کبھی جانے والی ردیف الف کی یہ غزل:

تو ہوا ہے جب سوں ہم زانو مرا

دیوان زادہ میں صرف سات اشعار پائے جاتے ہیں جب کہ اس مخطوطے میں بارہ اشعار موجود ہیں۔ ولی کی زمین طرح میں لکھی جانے والی غزل:

تا باں ہے اس نگاہ میں ج دل میں نور آج

میں پانچ اشعار تھے دیوان زادہ کی ترتیب کے وقت دو حذف کر دیے گئے اس طرح کئی غزلوں کے اشعار محذوف ہیں۔ مخطوطے کے متن کی مدد سے ان کی صحیح تعداد متعین کی جاسکتی ہے۔

تحقیق میں تدوین متن سب سے زیادہ پرخطر اور صبر آزما کام ہے۔ ہر قدم پر آزمائش اور ہر طرح کے اندیشہ ہائے افلاکی کا خوف درپیش ہوتا ہے۔ قدیم متون کی ترتیب و تدوین اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ حاتم کی یہ خوش نصیبی ہے کہ ان کا کلام گوشہ خفا سے باہر آچکا ہے۔ کلام حاتم کے اب تک سات خطی نسخے معلوم کیے جا چکے ہیں۔ قدامت کے اعتبار سے نسخہ دہلی سب سے اہم ہے۔ یہ نسخہ دراصل ایک مجموعہ انتخاب کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ولی، حاتم، آبرو اور قطبی کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ انتخاب کلام حاتم ایک جز، ایک ورق پر مشتمل ہے۔ جب کہ دیوان آبرو تین جز اور ایک ورق پر پھیلا ہوا ہے۔ ترتیب انتخاب میں ولی، حاتم، آبرو اور قطبی کا کلام علی الترتیب ہے۔ اس خطی نسخہ کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ لیکن درمیان کلام دو جگہ سنین کا ذکر ملتا ہے۔ دیوان آبرو کے خاتم پر حسب ذیل ترقیمہ کی عبارت ملتی ہے:

”تمت تمام شذیذ دیوان آبرو بتاریخ ہجرت نہم شہر ربیع الثانی بحضرت رحمۃ خاں بن فیروز خاں

بطریق مسودہ بکمال استیصال نوشتہ شد ۱۱۳۸ھ جلوی مطابق ۱۱۵۸ھ ہر کہ مطالعہ نماید بدعاء

خیر یاد آرد۔“

اس کے بعد آبرو کی وہ مثنوی درج ہے جو ”درموعظہ آرائش معشوق“ کے نام سے معروف ہے۔ جسے پروفیسر محمد حسن نے دیوان آبرو کے ضمیمہ میں نقل کیا ہے۔ اس مثنوی کے اندراج کے بعد دوسرا ترقیمہ حسب ذیل ہے:

”تمت تمام شذیذ ۱۱۶۱ھ سناہد احمد شاہی۔“

اس کے بعد اس مثنوی کے اشعار کی تعداد لکھی ہے:

”جملہ بیت دو صدوی و چہار۔“

مطبوعہ دیوان آبرو میں مثنوی کے اشعار کی تعداد سوادو سو ہے جب کہ اس مخطوطہ میں مثنوی کے اشعار کی تعداد ۲۳۴ ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دیوان آبرو ۱۱۵۸ھ میں لکھا گیا اور تین سال بعد اس مثنوی کا اضافہ ہوا۔ اس طرح یہ دیوان ۱۱۶۱ھ تک لکھا جاتا رہا۔ ان ترقیموں سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ دیوان حاتم جو ترتیب کے لحاظ سے دیوان آبرو سے پہلے ہے۔ وہ ۱۱۵۸ھ سے پہلے لکھا گیا ہے اور دیوان حاتم سے پہلے دیوان ولی کی نقل و کتابت ہوئی ہے۔ یہ مجموعہ انتخاب ایک ہی کاتب یعنی رحمت خاں بن فیروز خاں کا لکھا ہوا ہے۔ قیاس ہے کہ رحمت خاں بن فیروز خاں شاید پیشہ ور کاتب رہے ہوں۔ ان کے والد کا لکھا ہوا ایک مخطوطہ



ناچیز کے مخرونہ میں موجود ہے۔ جو خاصا و قیہ اور اہم ہے۔ ”لطیفہ فیاض“ مرقومہ ۸۳۰ھ فیروز خاں ولد شہباز خان کنبوہ ساکن شاہ جہان آباد ودہلی۔ ترقیمہ کی عبارت میں درج ہے۔ اگلے وقتوں میں کتابت اور وراقی ایک پیشہ تھا جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا تھا۔ مذکورہ مخطوطہ کے مجموعے کا دہلی میں نقل کیا جانا بھی قرین قیاس ہے۔ حقیقت کیا ہے، قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔

شروع سے آخر تک ایک طرح کا کاغذ و روشنائی اور ایک ہی خط ملتا ہے۔ دبیز کاغذ سیاہ و روشنائی اور پختہ قلم کی وجہ سے تحریر بے حد دل کش ہے۔ خط شکستہ آمیز ہے جس سے مخطوطہ پڑھنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ حوض و حاشیے کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس قیاس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ اس میں موجود کلام کا سب سے غالب حصہ ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۴۲ھ تک کا ہے۔ اور اس کے بعد پانچویں دہائی کا کلام ملتا ہے۔ چھٹی دہائی یعنی ۱۱۵۱ھ سے ۱۱۶۰ھ کی صرف چھ غزلیں ہیں۔ ۱۱۵۱ھ کی دو ۱۱۵۲ھ کی دو ۱۱۵۴ھ کی دو غزل ملتی ہے۔ ان اعداد و شمار سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس نسخہ کی نقل و کتابت دیوان زادہ کی ترتیب سے پہلے اور ۱۱۵۴ھ کے آس پاس ہوئی۔ کیوں کہ اس مخطوطے میں ۱۱۵۵ھ سے لے کر ۱۱۶۰ھ تک کی کوئی غزل نہیں ملتی۔ چھ سال کا خلا ملتا ہے جس سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ مخطوطے کی کتابت ۱۱۵۴ھ یا ۱۱۵۵ھ میں ہوئی ہے۔ بہر حال اتنا تو مسلم ہے کہ یہ مخطوطہ ۱۱۵۸ھ سے پہلے لکھا گیا۔ ترقیمہ کی عبارت میں ۱۱۵۸ھ کی موجودگی سے کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یوں بھی دیوان زادہ کے مختلف نسخوں میں متعدد غزلوں کی تخلیق کے سن و سال میں کہیں کہیں فرق ملتا ہے۔ اور یہ فرق حیرت و استعجاب میں ڈالتا ہے۔ مثلاً مرتبہ دیوان کی ساتویں غزل نسخہ رام پور و علی گڑھ کے مطابق ۱۱۵۱ھ کی ہے جب کہ نسخہ لندن والا ہور میں ۱۱۳۵ھ درج ہے:

جاتا ہے رو برو سین مرے یار جاں کی طرح

دوسرے نسخوں کے مطابق ۱۱۶۱ھ اور نسخہ لندن کی رو سے ۱۱۳۷ھ کی غزل ہے۔ اسی طرح اس کے بعد کی غزل ۱۱۵۱ھ کی بتائی جاتی ہے جب کہ نسخہ لندن میں ۱۱۳۷ھ لکھا گیا ہے۔ دیوان زادہ میں اس طرح کی اور بہت سے غزلیں موجود ہیں:

ہاتھ لے قوس قزح جب ہم اوپر آتا ہے چرخ

نسخہ لاہور میں ۱۱۳۶ھ اور نسخہ رام پور میں ۱۱۶۲ھ کی تخلیق ہے جو بالکل برعکس ہے:

بزم کو بے خود کریں ہیں یک نگہ کے جام میں

نسخہ لاہور میں ۱۱۵۴ھ اور نسخہ لندن میں ۱۱۴۵ھ درج ہے۔ یہاں بھی ہند سے متضاد ہیں۔ یہ سہو کا تب

بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ اب تک دریافت شدہ نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ یہی انتخاب ہے۔ تمام نسخوں پر اسے تقدم اور فوقیت حاصل ہے۔ اگرچہ یہ انتخاب ہے مگر اس میں ایک حصہ ایسا بھی ہے جو کہیں نہیں ملتا۔ متن کی املائی صورت کو بھی کسی حد تک جوں کا توں رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں قدرے تبدیلی کی گئی ہے جیسے مرکب لفظوں کو الگ الگ یا نون غنہ و نون ساکن اور یائے معروف و مجهول کو زمانہ حال کے مطابق قلم بند کیا گیا ہے۔ ٹ، ڈ اور ژ کے چار لفظوں کو طوئے مختصر کی علامت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ک اور گ کے اختلاف کو بھی موجودہ طرز تحریر میں پیش کیا گیا ہے۔ الف مدودہ کی ابتدائی صورت کو برقرار رکھا گیا ہے۔

نسخہ دہلی میں حسب ذیل مطلع سے آغاز ہوتا ہے:

چھپا نہیں جا بجا حاضر پیارا  
کہاں وو چشم جو ماریں نظارا

عجیب بات ہے کہ یہ غزل دیوان زادہ کے معلوم نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ نہ جانے کس نسخے کی مدد سے مولانا محمد حسین آزاد نے 'آب حیات' میں آٹھ اور حسرت موہانی نے اپنے انتخاب میں اس غزل کے پانچ اشعار نقل کیے ہیں جب کہ راقم السطور نے 'دیوانِ حاتم قدیم' میں نواشعار نقل کیے ہیں۔

دوسرا اہم نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے، جس کی کتابت ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔ گویا دیوان زادہ کا یہ نسخہ بھی شاید حاتم کی نگرانی میں تیار ہوا۔ بعد کے کلام کا ایک مختصر اضافہ بھی ہے جو جگہ جگہ حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔ یہ ۷۸ ورق پر مشتمل ہے۔ یہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں کاغذ کپڑوں کی نذر ہو گیا ہے۔ شاہ حاتم کے مقدمہ سے نسخے کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلی غزل کا مطلع ہے:

جنے آدم کے تئیں جاں بخشا  
خضر کوں چشمہ حیواں بخشا

نسخہ لکھنؤ میں بھی اسی مطلع سے آغاز ہوتا ہے۔ جب کہ نسخہ لاہور، علی گڑھ، رام پور میں پہلی غزل کا مطلع ہے:

کیا کہے قاصر زباں توحید و حمد کبریا  
جن نے کن کے حرف میں کوئین کو پیدا کیا

پروفیسر زور مرحوم کو غلط فہمی ہوئی۔ کیوں کہ انھوں نے اسے ۱۱۷۹ھ کا مکتوبہ بتایا ہے۔ اس میں حاتم کا کلام دوسرے نسخوں کے مقابلے میں تھوڑا کم ہے۔ بعض اشعار کا قدیم متن بھی دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ قدیم متن کے اعتبار سے یہ نسخہ اہم ہے۔ اس کے متن اور نسخہ دہلی کے متن میں بہت کم اختلاف ہے۔ اسی نسخہ کی بنیاد

پر پروفیسر محی الدین قادری زور نے سرگزشتِ حاتم میں ان کی شخصیت و شاعری پر قلم اٹھایا تھا۔ انھوں نے اس دیوان کی ترتیب میں بھی پہل کی تھی لیکن انجام نہ پاسکا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ مصنف کے ہاتھ کا نسخہ ہے۔ تدوین میں کہیں کہیں اس مخلوط کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔ کئی غزلیں اور بیسیوں اشعار ایسے ہیں جو دوسرے نسخوں میں نہیں ملتے، انھیں متن میں داخل کیا گیا ہے۔

دیوان زادہ کی تکمیل ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔ اس کی ترتیب نو کا کام کئی سال پہلے شروع ہو چکا تھا۔ لندن کا خطی نسخہ شاہد اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ دیوان زادہ کا پہلا نقش یہی ہے۔ قیاس ہے کہ یہ خود حاتم کے قلم کا ہے۔ یا ان کی نگرانی میں مرتب کیا گیا۔ ۱۱۶۹ھ کے بعد کا کلام حاشیے میں اہتمام سے درج ہوتا رہا۔ کئی غزلیں اور اشعار حاشیے میں اضافے ہیں، جنہیں موجودہ متن میں شامل کیا گیا ہے۔ اور اس متن کو تدوین میں جگہ جگہ ترجیح بھی حاصل ہے۔ کثرت سے اسی خطی نسخے کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ یہ اگرچہ مکمل نہیں ہے، کیوں کہ بعض نظمیں یا محسنات شامل نہیں ہیں۔ رام پور جیسی صراحت کا ترجمہ بھی نہیں ہے۔ کرم خوردہ ضرور ہے مگر پڑھنے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ خط نستعلیق قدرے شکستہ آمیز ہے۔ قدیم الامائی صورتیں موجود ہیں۔ یہ نقش اول ہی نہیں بہت اہم بھی ہے۔ حاتم کا مقدمہ بھی موجود ہے۔ نجف علی شاہ کی مہر (۱۲۰۸ھ) بھی ثبت ہے۔ کلام اور قدامت کے اعتبار سے کراچی کا خطی نسخہ کم اہم نہیں ہے۔ گمان ہے کہ یہ نسخہ بھی ۱۱۶۹ھ کے قریب لکھا گیا۔ اس میں ۱۱۷۴ھ تک کا کچھ کلام شامل ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کے قدیم دیوان کا بڑا حصہ اس میں شامل ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ خاکہ مرتب کیا گیا تھا جس میں جدید و قدیم دونوں کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ متن و املا میں قدیم خط اور صورتیں برقرار ہیں۔ یہ شاید نسخہ لندن سے کچھ پہلے مرتب کیا گیا۔ عین ممکن ہے کہ یہ نسخہ لندن کا نقش اول ہو۔ بہر حال یہ بھی قیاس ہے۔ یہ دلچسپ پہلو ہے کہ دہلی، کراچی اور لندن کے نسخوں میں بڑی حد تک مماثلت ہے۔ متن اور کلام کے ساتھ املا اور اسلوب بھی یکساں ہیں۔ اس میں ترجمہ نہیں ہے۔ دو مہریں ہیں۔ ملک اصغر علی عرف محمد جعفر اور عباس علی خاں۔ درمیان اور آخر کے کچھ صفحات نہیں ہیں۔ پھر بھی یہ ۴۷۰ غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس نسخے میں ۱۲۰۰ غزلیں ایسی ہیں جو دیوان زادہ میں شامل نہیں ہیں۔ مگر کچھ غزلیں نسخہ دہلی میں موجود ہیں۔ اور محسنات کے ساتھ دوسرے اصناف کی کچھ تعداد دونوں نسخوں میں مشترک ہے۔ قدامت کے اعتبار سے دہلی کا خطی نسخہ سب سے زیادہ افادیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔ نسخہ کراچی انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے مخزنوں میں موجود ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور تعارف بھی کرایا ہے۔

کلام حاتم کا چوتھا اور بے حد اہم نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ دیوان

زادہ کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مکمل اور معتبر ہے۔ اس میں ۵۲۶ غزلیں شامل ہیں اور اشعار کی مجموعی تعداد ۳۲۴۳ ہے جو دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ حاتم پایا ان عمر تک شعر گوئی میں مصروف رہے۔ دیوان زادہ کے ابتدائی نسخوں میں بعد کا کلام شامل نہ ہو سکا۔ نسخہ لاہور میں بعد کا کلام پورے احتیاط و التزام کے ساتھ داخل کیا گیا۔ یہ نسخہ ۱۱۹۵ھ میں تیار کیا گیا۔ اس لیے اس وقت کا پورا کلام شامل ہے۔ ۱۱۹۷ھ کا کلام بھی حاشیہ میں محفوظ ہے۔ حاتم کے کلام کا سب سے مکمل نسخہ ہونے کے علاوہ یہ ان کے ایک عزیز شاگرد مکند سنگھ فارغ بریلوی کا نقل کردہ ہے۔ متن میں کہیں کہیں تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید یہ نسخہ بھی مصنف کے مطالعہ میں رہا ہو۔ یا ان کی نظر سے گزرا ہو۔

پانچواں اہم نسخہ لکھنؤ راجہ محمود آباد کے کتب خانے میں ہے، جو بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ حاتم کے قلم کا ہے۔ کوئی ایسا داخلی اور خارجی ثبوت نہیں ملتا۔ بحر، وزن، سالِ تخلیق، عنوان سرخ روشنائی سے درج ہے۔ طرحی فرمائشی اور جوابی غزلوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کا مشہور مقدمہ بھی شامل ہے۔ اشعار کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ یہ درست نہیں کہ یہ وہی نسخہ ہے جسے ڈاکٹر اشپرنگر نے دیکھا اور اپنے کٹیلاگ میں درج کیا تھا۔

چھٹا اہم نسخہ رضا بھیریری رام پور کا ہے جو ۱۱۸۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ دیوان زادہ کی ترتیب کے بعد حاتم بہت دنوں تک زندہ رہے اور شعر کہتے رہے۔ اس لیے دیوان زادہ کے نسخوں میں بعد کا کلام شامل ہوتا رہا۔ نسخہ رام پور میں بھی ۱۱۸۹ھ کا اضافہ شدہ کلام حواشی میں درج ہے۔ یہ نسخہ اس لیے بھی بہت اہم ہے کہ اس میں شاہ حاتم کی ایک تحریر بھی موجود ہے جو مثنوی بہار یہ کے اختتام پر لکھی گئی ہے اور کسی حد تک کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ دیوان زادہ مصنف کے مطالعہ میں بھی رہا ہے۔ یا ان کی نظر سے گزرا ہو۔ ترقیمہ کی عبارت آخر میں نقل کی گئی ہے۔ اس نسخے میں ۳۷ غزلیں نہیں ہیں جو نسخہ لاہور میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ساتواں نسخہ مولانا آزاد لاہور بری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ بھی ۱۱۸۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ قیاس ہے کہ نسخہ رام پور اس کی نقل ہے۔ املائی صورت قدیم ہے۔ بحر و وزن کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ تحریر بھی خوش خط ہے۔ نسخہ لاہور کی کئی غزلیں اس میں نہیں ہیں۔ اس میں غلطیاں بھی موجود ہیں۔ اس خطی نسخے کی زبان زیادہ صاف ہے اور اہتمام سے تیار کیا گیا ہے۔

انتخاب دیوان شاہ حاتم کی موجودگی میں ایک اور نسخہ کی طرف نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ حسرت موہانی نے کلام حاتم کا جو انتخاب ۱۹۲۵ء میں شائع کیا تھا اس میں ۱۱۹۰ھ کے بعد کی غزلیں بھی شامل ہیں۔ مگر پتہ نہ چل

سکا کہ ان کے پیش نظر کون سا نسخہ تھا۔ انھوں نے اردوئے معلیٰ (۱۹۰۹ء) میں لکھا ہے کہ ۱۱۸۹ھ کے بعد کا کلام نہیں ملتا۔ دیوان زادہ نسخہ کلاہور کی موجودگی میں یہ بات غلط ہو جاتی ہے۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ لاہور ان کے پیش نظر نہیں تھا۔ انتخاب دیوان شاہ حاتم میں نسخہ دہلی کا ذکر نہیں ہے۔ اگرچہ غزلوں پر سن تصنیف لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ ان کی نظر میں رام پور یا علی گڑھ کا نسخہ نہیں تھا کوئی اور نسخہ تھا جس سے انتخاب کیا گیا ہے ذاتی مخطوطے کی پہلی غزل صرف اسی انتخاب میں موجود ہے۔ پون صدی قبل یہ اہم نسخہ حسرت کی تحویل میں تھا۔ اس کی بازیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔ اب تو یہ انتخاب بھی بہت کم یاب ہے۔

شاہ حاتم ولسان شاعر تھے۔ فارسی میں مرزا صاحب کو استاد گردانتے تھے۔ پروفیسر محی الدین قادری زور کو فارسی دیوان کا سراغ نہ مل سکا۔ مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات میں اس کی نشان دہی کی ہے:

”شاہ حاتم کا ایک دیوان فارسی میں بھی ہے۔ مگر بہت مختصر میں نے دیکھا ۱۱۷۹ھ کا خود ان کے قلم کا لکھا ہوا تھا۔ غزل ۹۰ صفحے، رباعی و فرد وغیرہ ۶ صفحے۔“

حسرت موہانی نے اس کی تلاش کی مگر حاصل نہ ہو سکا۔ فارسی کا یہ مختصر دیوان مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔ ۱۱۹۵ھ کا ہے اور حاتم کے شاگرد مکندنگھ فارغ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ۱۲۹۸ھ شاعر کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے معاصر میں اس مخطوطہ کا تعارف کرایا تھا۔ ترقیمہ کے آخری جملہ سے ایک غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے:

”دیوان تصنیف ظہور الدین المخاطب بہ دیوان زادہ کا تہہ مکندنگھ فارغ کمترین شاگردان آل جناب غفر اللہ ذنوبہ و سرسیوبہ، والسلام والا کرام۔“

فارسی دیوان کو بھی دیوان زادہ لکھا گیا ہے۔ نسخہ کلاہور کے ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲ جمادی الآخر ۱۱۹۵ھ کو اس دیوان زادہ کی کتابت مکمل ہوئی اور اس کے بعد ہی فارسی دیوان کی کتابت شروع ہو گئی جو ۲۹ رجب المرجب ۱۱۹۵ھ کو ختم ہوئی۔ کتاب ایک ہی ہے۔ اس لیے ذہن و خیال میں دیوان زادہ کا التباس ہوا اور فارسی دیوان کو بھی دیوان زادہ سے موسوم کیا گیا۔ یہ فارسی دیوان بھی حاتم کی زندگی میں مرتب ہوا۔ یہ نسخہ بہت صاف ستھرا، روشن اور اچھی حالت میں ہے۔ اس نسخہ کی موجودگی سے عقد ثریات کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے:

”در فارسی ہم دیوان مختصرے بقدر چہار جز بطور متاخرین بیاض فرمود۔“ س

ہمایوں مرزا نے شاہ حاتم کی ایک نثری عبارت کا تعارف کرایا ہے جسے انھوں نے شاہ کمال کے تذکرہ مجمع الانتخاب سے اخذ کیا ہے۔ شاہ کمال نے لکھا ہے کہ یہ نثری تحریر دیوان حاتم میں موجود تھی اور وہیں سے انھوں نے انتخاب کیا ہے:

”ایں نسخہ در دیوان شاہ حاتم داخل بود ایں باعث با انتخاب در آورده۔“

شاہ کمال کے تذکرے کی تقلید میں پروفیسر محی الدین قادری زور نے سرگزشت حاتم، پرفیسر ثار احمد فاروقی اپنے مجموعہ مضامین ”دراسات“، نجم الاسلام نے اپنے مقالے، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ”شاہ حاتم حالات و کلام“ میں حوالہ دیا ہے۔ ڈاکٹر رؤف پارکھی نے ”اردو میں طنز و مزاح نگاری سیاسی اور سماجی پس منظر“ اور ڈاکٹر اشفاق احمد ورک نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ عبارت نقل کی ہے۔

یہ طبی نسخہ طب الظرافت کا مفرح الضحک معتدل ہے جس میں مزاح و ظرافت نگاری کا بھونڈا اسلوب ہے۔ اس طویل نثری تحریر کے استناد پر زیادہ اعتماد سے گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ کلام حاتم کے جتنے نسخے اب تک دستیاب ہو سکے ہیں ان میں کہیں یہ عبارت نہیں ملتی اور نہ کہیں اس کا حوالہ ہی ملتا ہے۔ دیوان زادہ میں جو مقدمہ ہے وہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہونے کے علاوہ حاتم کی نثری تحریر (فارسی) کا نمونہ بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا دیوان شاہ کمال کی نظر سے گزرا ہو جس میں یہ نثری عبارت موجود ہو۔ ان کے تذکرہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنے انتخاب میں شاہ حاتم کے آخری دور کے کلام کو بھی جگہ دی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے نسخہ لاہور کو دیکھا ہو۔ کیوں کہ انتخاب میں ۱۱۹۷ھ کی غزل بھی موجود ہے۔ یہ غزل لاہور کے علاوہ کسی اور نسخے میں موجود نہیں ہے۔ خوب چند ذکا کے عیار اشعار کا خطی نسخہ بھی قابل ذکر ہے جس میں حاتم کے تقریباً چار سوا اشعار کا انتخاب موجود ہے۔ اگرچہ کچھ اشعار کا تکرار بھی ملتا ہے۔ آب حیات کی روایت غلط معلوم ہوتی ہے کہ دیوان زادہ میں پانچ ہزار اشعار موجود ہیں۔ کسی بھی نسخے میں یہ تعداد نہیں ملتی۔ ”طبقات الشعراء“ میں اسے مختصر دیوان لکھا ہے ”تذکرہ شورش“ میں ایک ہزار درج ہے۔ ”تذکرہ گلشنِ سخن“ میں اشعار کی تعداد دو ہزار بتائی گئی ہے۔

حاتم کے باقیات و آثار کے اس مختصر جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذاتی نسخہ بھی نسخوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ قدیم دیوان کی تدوین و ترتیب میں اسے بنیادی متن کی حیثیت حاصل ہے مگر دیوان زادہ میں نہیں کیوں کہ اس کا بڑا حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔ اور حذف شدہ کلام کو نقشِ جدید میں شامل کیا جانا مناسب نہیں۔ اس سبب سے

قدیم دیوان کا بڑا حصہ موجودہ متن میں جگہ نہ پاسکا۔

بارہویں صدی ہجری کے فردوسماج کے انبساط و انحطاط کی مختلف کیفیات حاتم کی شخصیت کے تصویر خانے میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس عہد کے انسان کی ذہنی واردات کے پیچ و خم، بیرونی مناظر سے گریز و گرفت کی کشمکش حاتم کی قلندرانہ بے نیازی اور بانگن میں موجود ہے۔ اس دور کے احوال و کوائف کا دل گداز اجتماع اور انحراف جیسا حاتم کی شخصیت میں دکھائی دیتا ہے، دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ شخصیت روز و شب کے اعمال و افکار کی ترتیب و ترتیب سے بنتی ہے تضاد و تخالف سے نہیں۔ قول و فعل کی یہی ہم آہنگی شخصیت کو ناپنے کے لیے ایک بڑے پیمانہ قدر کا درجہ رکھتی ہے۔ اقدار کا تعین بھی فکر و عمل کے ارتباط سے ہوتا ہے۔ فن کار کی ذات کا معیار و منہاج اس کے فن پارے سے متعین ہوتا ہے۔ فن پارہ صرف اس کی قوت تخلیق کا ہی نہیں بلکہ پوری شخصیت کا بے کم و کاست اظہار ہوتا ہے۔ اسی سے اس کے ذہنی افتاد، گرد و پیش کے مناظر و مظاہر اور ان کے سرچشموں سے اس کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ ان سب کو اپنے فن میں سمو کر لازوال بنا دیتا ہے جس پر تاریخ کے جبر کا بھی زور نہیں چلتا۔ حاتم کی شاعری ان کی دلکش شخصیت کا بہترین اظہار ہونے کے ساتھ ساتھ اس عہد کا مرقع ہے جس میں حسین و نفربیکروں کے علاوہ مکروہ و زشت تصویروں کے خدوخال بھی اسی طرح نمایاں ہیں۔ حاتم نے عصری احساس و تقاضوں کو شاعری میں تحلیل کر کے فن کو زندگی کا ترجمان بنا دیا۔ اس ترجمانی میں ایک ایسی زبان کا سہارا لینا پڑا جو تہی دامن تھی۔ اس وسیلہ اظہار کے انتخاب میں خطرات بھی تھے۔ فارسی کو جو عزت و عروج حاصل تھا اس کی موجودگی میں اردو زبان کو ذریعہ اظہار بنانا شخصیت و شہرت کو قربان کرنے کا خطرہ مول لینا تھا۔ لیکن مرد خود آگاہ کی طرح ان کی دور بین نگاہیں اردو کے مستقبل اور مقبولیت کا بھرپور ادراک کر چکی تھیں۔ معاصرین کے ساتھ انھوں نے بھی اردو زبان میں فکر و سخن کا آغاز کیا۔ اس عہد تک اردو بول چال کی سرحدوں سے نکل کر تصنیف و تخلیق کی زبان میں ڈھل چکی تھی۔ لیکن اب بھی علمی و ادبی کتابوں کی تصنیف و تسوید کے لیے فارسی کو ہی معیاری سمجھا جاتا تھا۔

ادبی تاریخ شاہد ہے کہ فارسی ادب سے استفادے کے ساتھ ساتھ ہی اردو کا تخلیقی شعور پروان چڑھا۔ تقریباً ہر قابل ذکر شاعر نے فارسی سے اپنی قربت کے نشانات کلام میں ثبت کیے ہیں۔ قلی قطب شاہ خواجہ شیرازی کی غزلوں کے تراجم سے اپنی تخلیقات کو طراوت بخشتا ہے۔ ولی بھی جا بجا معترف ہیں۔ شعرا کے نام اور تقابل کا احساس ان کے شعور میں جمال افروز بن کر ایسے شعر بھی کہلواتا ہے:

تراکھ مشرقی، حسن انوری، جلوہ جمالی ہے

نین جامی، جنیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے

تخلیقِ تلاطم کا شہوار سودا بھی فارسی قصیدوں کی پیروی کرتا ہے تو دوسری طرف غزلوں میں مضامین محفوظ کرنا عیب نہیں سمجھتا۔ شاہ حاتم اردو کی حمایت کے باوجود فارسی کے موثرات کو رگِ جاں کے قریب رکھتے ہیں۔ وہ صائب کی معنوی شاگردی کو افتخار و اعزاز سمجھتے ہیں۔ تو دوسری طرف بلبل شیراز کے دوسرے فن کار کو خراج پیش کرتے ہیں۔ خواجہ حافظ کا شعر ہے:

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود  
سالاہا سجدہ و صاحبِ نظراں خواہد بود

حاتم کا ہو بہو ترجمہ ملاحظہ ہو:

صاحبِ دلوں کو حشر تلک ہے وہ سجدہ گاہ  
جس سرزمین پر تم نے قدم سے نشان کیا

ایک اور غزل کے مقطع میں حافظ کے شعر کی تضمین کی گئی ہے:

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نہ شود  
بزہد ہم چو توئی یا بفسق ہم چو منی

ان کے کلام میں فارسی کی آمیزش کسی طرح کم نہیں ہے۔ بعض جگہ بہت نمایاں ہے:

فلاطوں کی طرح میں خم نشیں ہوں اے کماں ابرو  
لب حیرت زدہ وقتِ سخن وا ہو نہیں سکتا

بے روئے یار و مطرب و ابرو و بہار و باغ

بزمِ دل مشتاقاں چوں شامِ غریباں ہے

فارسی اشعار کی تضمین پر گفتگو آئندہ صفحات میں پیش کی گئی ہے۔ موضوع سے متعلق الفاظ کا اجتماع حاتم کا ایک پسندیدہ اسلوب ہے:

اس طرف سے غمزہ و جور و جفا ناز و عتاب

۱۱۸۸ھ کی غزل میں حافظ کا شعر مقطع میں استعمال کر کے قربت کا مزید مشاہدہ پیش کیا ہے:

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برد

کہ مستحقِ کرامت گناہ گارا نند

یہ پیغام بھی دیکھئے:



ہر کے را بہر کار ساختن مشہور ہے

۱۱۵۲ھ میں شیخ سعدی کی زمین میں توشیح کے طور پر پانچ اشعار کہے ہیں۔

فارسی ہندوستان میں بہر حال ایک بیرونی زبان تھی اور مادری زبان کا درجہ نہ لے سکی۔ اہل زبان سبکِ ہندی پر خندہ زن ہے۔ شیخ علی حزیں اور خان آرزو کا معرکہ، غالب کے استاد عبدالصمد کا فرضی وجود اہل ہند کی فارسی دانی کے احساس کم مائیگی کے نتائج ہیں۔ اس صورتِ حال میں اردو کا فارسی کے دوش بدوش آنا ایک فطری عمل تھا۔ لسانی خود مختاری کا یہی احساس اردو کو فارسی کا حریف بناتا ہے۔ دوسری طرف عوام میں اردو کو روز افزوں مقبولیت مل رہی تھی۔ خواص کی محفلوں اور قلعہ معلّٰی تک اس کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی۔ ولی اور حاتم کا فارسی کو ترک کر کے اردو میں شعر کہنا اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ بہ قول صاحب طبقاتِ سخن آبرو نے بھی فارسی ترک کر کے اردو میں شاعری شروع کی۔

اردو عربی و فارسی اور مقامی بولیوں نیز تہذیبوں کے طفیل وجود میں آئی۔ یہ سب سے زیادہ فارسی کی مرہونِ منت ہے۔ اسی کے سایہ اور سرپرستی میں بار آور ہوئی۔ ایہام گوئی کے سلسلے میں فارسی اثرات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ سبکِ ہندی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی بیش بہا فارسی خدمات کا اہل ایران نے فراخ دلی سے اعتراف نہیں کیا اور نہ اس پر اپنی توجہ صرف کی۔ بلکہ سبکِ ہندی کہہ کر بے اعتنائی برتی گئی۔ یہ اندازِ نظر ذہنی اور لسانی تعصبات کے تابع ہو کر رہ گیا جس نے لسانی تنگ نائی اور تنگ نظری کی دیوار حائل کر دی۔

شاہ حاتم کے بزرگ معاصرین میں خان آرزو (۱۶۸۷-۱۷۵۵) عہد ساز شخصیت اور حلیل القدر عالم تھے۔ زبان و بیان پر قدرتِ کاملہ رکھتے تھے وہ شاعری کے علاوہ لغت و لسان کے مستند استاد تسلیم کیے جاتے تھے۔ اتفاق ہے کہ اسی دور میں شیخ علی حزیں (۱۶۸۷-۱۷۵۵) واردِ ہندوستان ہوئے۔ دہلی میں قیام کے دوران اہل ہند کی فارسی دانی اور اسالیب و اظہار کا تقابل اہل زبان سے شروع ہوا۔ سبکِ ہندی کی سند پہلے سے ہی چسپاں کر دی گئی تھی۔ شیخ علی حزیں کے دعوئے سخن دانی کی خان آرزو نے تردید کی اور ہندوستان کی فارسی گوئی کی بھرپور تائید و توثیق کی۔ مقتسم علی خاں حشمت اور دالہ، داغستانی کی بحث بھی اسی قبیل کی تھی۔ اس بحث نے ایک ادبی اور لسانی معرکے کی صورت اختیار کر لی۔ گویا اردو کا پہلا لسانی معرکہ حاتم کے دور میں ہی شروع ہوا تھا۔ یہ شمال کی بات تھی ورنہ جنوب میں ولی کو بھی معاصرانہ چشموں کو انگیز کرنا پڑا تھا۔ شاہ ناصر علی مبتلا اور فراقی وغیرہ کی ولی سے نوک جھونک تھی۔ اٹلی اور زٹٹی کے درمیان بھی آویزش تھی۔ خود حاتم و آبرو کے معاصرین میں قلمی محاذ آرائی جاری رہی۔ میر و سودا کے دور کی معرکہ آرائیاں تو اردو تاریخ کی قبیح ترین تصویر پیش کرتی ہیں۔ بعد میں درد کے شاگرد

میرزا علی نقی محشر اور جرأت کے شاگرد میرزا علی مہلبت کے درمیان ایسا گھمسان پڑا کہ دونوں اس جنگ آزمائی میں خدا کو پیارے ہوئے۔ ان معرکوں میں رکاکت اور ابتذال بھی تھا جو اخلاقی زوال کی بدترین صورت تھی لیکن آرزو اور حزیں کی بحث خالصتاً لسانی اور ادبی تھی اور علمی و ادبی حوالوں پر مرکب تھی۔ اس علمی اور ادبی بحث نے جذبات کو بھی مشتعل کیا۔ فارسی کے خلاف ایک محاذ قائم ہو گیا۔ اردو کے حامی اور حمایتی بڑی گرم جوشی سے میدان میں اترے اور فارسی سے دامن کشاں ہونے لگے۔ یہ معرکہ نہ تھا بلکہ اردو کی لسانی خود مختاری کا اعلانیہ بن گیا۔ اردو کو تخلیق و اظہار میں خود کفیل پایا گیا اور بعض ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اصول و ضابطے وضع کیے گئے۔ فارسی پر انحصار سے گریز کی صورت پیدا ہوئی اور اردو پر اعتماد کی بحالی کا خوش گوار رجحان پیدا ہوا۔ حاتم نے مقدمے میں مختصر اُس طرف خیال افروز اشارے کیے ہیں کہ لفظ 'دُرُود' و 'اُز' و 'اُذ' کہ فعل و حرف باشند بقول شاہ مبارک آبرو:

وقت جن کا ریتخے کی شاعری میں صرف ہے  
اُن سستی کہتا ہوں بوجھو صرف میرا ظرف ہے  
جو کہ لاوے ریتخے میں فارسی کے فعل و حرف  
لغو ہیں گے فعل اس کے ریتخے میں حرف ہے

شاہ مبارک آبرو کا یہ فیصلہ ایک نئے لسانی دستور کا نفاذ تھا۔ جس پر سبھی شعرائے اردو کا اتفاق تھا۔ شاہ حاتم بھی آبرو کے ہم خیال تھے۔ ان کے لسانی شعور کا یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ اردو کو ہر اعتبار سے خود کفیل بنایا جائے اور اردو کو فارسی کے روبرو دلایا جائے۔ لسانی خود مختاری کا رجحان اردو کے حق میں بے حد مفید اور کارآمد ثابت ہوا۔ زبان میں استقرار پیدا ہوا اور اعتبار بھی۔ علماء و اشرافیہ بھی متوجہ ہوئے جن کی نظر میں اب تک اردو اظہار و ابلاغ کے لیے ناکافی تھی۔ دیکھتے دیکھتے شاعری میں انقلاب پیدا ہو گیا ہر طبقے اور ہر پیشے سے اہل فن پیدا ہونے لگے۔ پہلے ہی دور میں شعرا کی کھکشاں کا ظہور ہوا۔ انھوں نے اردو کے تخلیقی ادب کو ہمیز کیا اور توانائی بخشی۔ تھوڑے ہی عرصے میں یعنی نصف صدی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ شاعری کے عہد زریں کا وجود و نمود حیرت فرمائی کا سبب بنا۔ زبان کے آغاز اور عہد زریں میں زمانے کا بہت کم فاصلہ ہے۔ مگر شہ پاروں کی وقعت و کثرت ایک عجوبہ سے کم نہیں ہے۔ کم و بیش صرف نصف صدی میں ایک گرتی پڑتی زبان کا یہ عروج اور استعداد حاصل کرنا شاید دنیا کی ادبی تاریخ میں تنہا مثال ہو۔ اردو فارسی کے روبرو کھڑی ہو گئی۔

شمالی ہند میں اردو شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ گردیوان ولی کی آمد نے نئی تحریک و توانائی بخشی۔ ولی کا کلام زبان، پیرایہ اظہار، اسلوب واداء، فکر و خیال کی وسعت کے اعتبار سے بڑا جامع تھا۔ یہ کلام نوعمر شعرا کے لیے چراغ رہ گزرا ثابت ہوا۔ ولی کا دیوان ایک انقلاب آفریں تحفہ تھا جسے جنوب نے شمال کو بھیجا تھا۔ گھر گھر شاعری کا شہرہ عام ہوا۔ سڑکوں، شہراہوں، کوچہ و بازار سے لے کر حویلیوں اور دیوان خانوں کے در و دیوار شاعری کی گونج محسوس کرنے لگے۔ عرس، محفلوں، میلوں میں بازارِ عکاز کے عرب قبیلوں کی شاعری کا جوش و خروش اور ان کی نوک جھونک کا سماں نظر آنے لگا۔ دہلی میں ہر پیشہ اور ہر طبقہ کے نمائندہ شعرا دکھائی دینے لگے۔ حاتم بھی شاہ مبارک آبرو، شرف الدین مضمون، مرزا مظہر جان جاناں، شیخ احسن اللہ بیاں، میر شا کرناجی اور یک رنگ جیسے معاصرین کے ہم نشین ہو گئے۔ انھوں نے بھی وسعت خیال اور پیرایہ بیان میں تنوع کے امکان کا جائزہ لیا۔ اس امکان کی گرفت و گیر میں سچے اور بھرپور اظہار کے لیے زبان کی تنگ دامانی کا احساس تھا۔ ایک نئی زبان کو بھی فروغ دینا پڑا۔ زبان جو اردو کے فطری آب و رنگ سے میل کھاتی ہو اور نرم و لطیف جذبہ و احساس کی ادائیگی میں پیچھے نہ ہو۔ ذخیرہ الفاظ کو بھی وسعت دینی پڑی۔ مصحفی نے تذکرہ ہندی میں تسلیم کیا ہے کہ شاہ حاتم نے اردو زبان کو صفائی و عمدگی اور پاکیزگی بخشی۔

عوامی بول چال کو معیار مقرر کیا گیا۔ یہی زبان کا فطری بہاؤ، صحیح میلان اور اصولی تقاضا تھا۔ الفاظ کے مرتفع بول چال کے صوتی نظام سے مربوط تھے۔ عوام کی زبان خرد یا نکسال تھی۔ اس خرد پر الفاظ بنتے اور ڈھلتے تھے۔ پھر قبول عام میں چلن پا کر درجہ استناد کو پہنچتے تھے۔ یہی زبان اور تلفظ شاعری میں تخلیقی عمل کا فطری جز قرار پایا۔ شاعری اسلوب واداء کے ساتھ زبان کی فطری سادگی میں اس طرح گھل مل گئی کہ قدامت کے زبان و بیان کی سب سے بڑی خصوصیت قرار پائی۔ سچے فطری جذبات سادہ و سلیس عوامی زبان کے خمیر میں شامل ہوئے تو اسلوب و زبان کا حسن دو چند ہو گیا۔ زبان عبوری دور سے گزر چکی تھی۔ لفظوں کا صوتی نظام تصرف و تحریف سے گزر کر مستند ہو چکا تھا۔ معیار عوامی زبان تھی۔ کتابی یا علمی زبان نہیں۔ اس لیے اس دور کی شاعری میں اسلوب و اظہار کا فطری میلان حاوی ہے ابھی اس پر مرصع کاری یا تکلف کی رنگ آمیزی نہیں ہوئی ہے۔ حاتم کی شاعری زبان و بیان کے اسی فطری میلان کا ایک مرکزی دھارا ہے جس کی سبک روی اور نرم خرامی میں زبان کی رفتار ترقی کا رمز مضمر ہے۔ ان کے جذبہ و احساس کی سادگی سچی زبان میں گھل کر جوئے رواں کی طرح آگے بڑھتی ہے، زبان کی ناہمواری بھی خس و خاشاک کی طرح گھل مل کر معدوم ہو جاتی ہے۔ حاتم کا کلام زبان و بیان کی ابتدائی صورت اور ارتقائی

تبدیلی کی وجہ سے اردو کی لسانیاتی تاریخ میں سب سے اہم دستاویز ہے جس کے سنجیدہ مطالعہ کے بغیر اردو کی کوئی لسانی وادبی کوشش کارآمد نہیں ہو سکتی۔ وہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہی نہیں بلکہ زبان اردو کے پہلے ادانشاس بھی ہیں، جو زبان اور اس کے متعلقات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

دیوان قدیم کی ترتیب کے بعد مرزا مظہر جان جاناں کی تحریک اور عوام کے مزاج نے فارسی و عربی کے زیر اثر زبان کو روزمرہ کے مطابق ڈھالا۔ حاتم نے بھی ضرورت محسوس کی۔ قدیم الفاظ و املا کو نئی صورت دی۔ کیوں کہ عام مزاج یہی تھا دیوان زادہ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

”بندہ دریں امر بمتبعت جمہور مجبور است۔“

یہی جمہور کی متابعت تھی جس نے ابتدائی کلام کو جمہور کی ترجمانی کے لیے مجبور کیا تھا۔ وہ جمہور جو ابھی صوتیات کی تراش خراش کو خاطر میں نہیں لارہی تھی بلکہ وہ تلفظ اور تحریر میں کسی فرق کی روداد نہ تھی۔ حاتم کے یہاں ایسے الفاظ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ دو، اوس، اوتر، اوپر، اوٹھ، او سے، او جالا، اوتارو، اونے، اوڑے، اوٹھوں جیسے الفاظ زائد و کے ساتھ مستعمل تھے۔ بعد کی اصلاحات نے اسے حذف کر کے صرف پیش کی آواز برقرار رکھی اور یہ متروک سمجھ گئے۔ سین، سوں، کوں، چوں، توں، جیوں، نہیں، تئیں، سیتی، کبھو، کسو، ٹک، کن، لکن، کتے، آگئیں، بچے، بچ، منے، کثرت استعمال سے زبان کا جز بن چکے تھے۔ اس دور کی شاعری میں یہ متروکات کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں۔ کیوں کہ اس زمانے میں اور بدلی کی زبان میں انفیاء نے کامیلاں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ لفظوں کی دوسری صورت بھی دیکھنے میں آتی ہے جن میں بعض آوازیں زاید تھیں اور ان کا عام تلفظ بھی صوتیات سے ہم آہنگ تھا۔ تھنبا، چونبا، کونچے، گانو، ماناں، ناں، آناں، نانوں، سنئیں، اپناں میں بھی انفیاء نے کامیلاں موجود ہے۔ اور بعد میں کچھ صورتوں میں یہ آواز م سے تبدیل ہو گئی یا نون حذف ہو گیا۔

بول چال کی یہ زبان لب و لہجے میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کا تعلق لغت سے کم تھا۔ یہی لب و لہجہ شاعری میں بھی رائج تھا جس کی وجہ سے فن میں فطری سادگی و پرکاری کے مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔ صوتیات میں آواز ہی اصل ہے باقی فروعات ہیں اور آواز وہ جو استعمال عام میں ہے۔ اسی آواز سے زبان کی تشکیل ہوتی ہے۔ حاتم نے ایسے الفاظ کے تلفظ کو اصل املا سے مطابقت دی ہے۔ گویا تقریر و تحریر کا فرق بے بنیاد دکھائی دیتا ہے، یہ اس دور کی لسانی خوبی ہے اور دلی، آبرو وغیرہ کے یہاں عام ہے مصطفیٰ، مرفضاً، بختبا، کسائی، جمیلی، تسمی وغیرہ۔

حاتم نے لسانی اکتساب و اجتہاد میں بڑی دوراندیشی کا ثبوت دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک زبان کا ایک وسیع تصور تھا۔ اسی لیے ان کے یہاں یہ اجتہادی نقطہ نظر بار بار دکھائی دیتا ہے۔ یہی زبان

املائی صورت میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ بعض مخصوص عربی الفاظ کا تلفظ ہمارے لیے مشکل رہا ہے۔ لیکن قدامت نے ان کی تحریری شکل میں تصرف کر کے اردو کے مزاج سے ہم آہنگ کیا تھا جو بعد کی اصلاح کے پیش نظر کا عدم قرار دیے گئے۔ حاتم کے یہاں ہائے مخفی کی صورت کہیں کہیں الف میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہائے مخفی کی الگ اور انفرادی صورت نہیں ہوتی بلکہ ماقبل کے حرف کی حرکت کو سہارا دیتی ہے۔ چونکہ گفتگو میں ہائے مخفی کی آواز میں فرق مشکل سے دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے الف کا بے تکلف استعمال ہوتا رہا ہے۔ جیسے رستا، من مردا، آزردا، غنچا، شکستا، حستا، قفصیا یہاں ہائے مخفی حرف علت کا کام دے رہی ہے لیکن اس استعمال میں ضرورت شعری بھی کارفرما ہے اور قافیہ کی رعایت کا بھی التزام ہے۔ ان خطی نسخوں میں ہائے مخفی کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے خوردہ وغیرہ۔ ہائے مخفی کا الف میں تبدیل ہونا اردو کے مزاج میں داخل ہو چکا تھا اور غیریت ختم ہو چکی تھی۔ حاتم نو محلا استعمال کرتے ہیں۔ ایکھا، چہلا، اندھلا بھی ملتا ہے۔ پہلی غزل میں نظارا، نقارا، پارا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ لالہ کی جگہ لالازہ کی جگہ تازا ملتا ہے۔ ایک دوسری صورت بھی بڑی دلچسپ ہے۔ کتابت اور قرأت کا فرق عام ہے۔ مخطوط میں کثرت سے مثالیں موجود ہیں۔ جیسے سیتی کی املائی صورت میں یائے معروف کے نقطوں کا اہتمام تقریباً ہر جگہ کیا گیا ہے۔ مگر پڑھنے میں یہ آواز ساکت ہے۔ صرف زیر سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی ستی۔ دیکھا لکھا ہے۔ مگر پڑھنے میں دکھایا دیکھو کو دکھو پڑھنا پڑے گا۔ زیادہ لکھ کر زادہ، اوپر کو اُپر، کہاں کو کاں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے بہت الفاظ ہیں جن کے لکھنے اور پڑھنے میں فرق قائم کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ اس دور کی روش عام تھی۔

زبان کی فطری ساخت اور تقاضوں کے تحت عربی و فارسی ذخیرہ الفاظ کو مزاج اردو کے مطابق تحلیل کیا گیا۔ یہ ایک بڑا کام تھا۔ اسی طرح ہندی لفظوں میں تصرف و تبدیلی کر کے اردو کے خمیر میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ اردو زبان بھی ان ہی رشتوں سے وجود میں آئی تھی متقدمین نے اس مزاج کی تربیت اور نشوونما میں اس بنیادی عنصر پر کافی توجہ صرف کی۔ حاتم کے کلام میں ہندی آب و رنگ زبان کی حد سے گزر کر لب و لہجہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ یہ لب و لہجہ ہندی کا نہیں بلکہ خاص اردو کا اپنا لب و لہجہ ہے۔ اور اسی بنیاد پر وہ دوسرے اسالیب سے ممتاز ہے۔ حاتم کے لب و لہجہ میں اردو کا اپنا فطری حسن بیان ملتا ہے جو بہت ہی دلکش ہے اور دامن دل کو بار بار کھینچتا ہے یہ دل کشی دو تہذیبوں اور زبانوں کے امتزاج و ارتباط کا دل نشیں مرکب ہے۔ اور اسی ترکیب سے اردو کی بنیاد قائم کی گئی۔ شاہ حاتم کے ہاں ہندی پن اردو کی گھلاوٹ میں نرمی و لطافت کا حسن پیدا کرتا ہے۔ یہ الفاظ اجنبی نہیں محسوس ہوتے۔ نہ زبان و بیان کی ناہمواری و پیوند کاری کا شائبہ ہوتا ہے۔

اگن، اتیت، انجھواں، اچپلا، اچرج، برہ، براج، بوجھ، بھانت، بال پن، برن، بیراگ، بستار، پگ، پریت، پیو، پریت، تن سکھ، جگ، جوت، جیو، چنگا، چرن، چیرا، وارد، در پن، دھرم، دوار، ڈکیت، رین، راوت، ججن، سواد، سنسار، سر یجن، سمکھ، شگن، کارن، کال، کرن، کرم، کنہیا، کرتار، کلا، گگن، لگن، نمں، نین، ہر، من، مکھ، مرن، میت، میتا، وسواس، ہندی کے یہ الفاظ ان کی شاعری کے عام مزاج اور پہلو داری پر روشنی ڈالتے ہیں۔

زبان و بیان اور لب و لہجہ کی یہی گھلاوٹ حاتم کی شاعری کے بانکپن میں لطف دیتی ہے اور ان کی شاعری کا مزاج بھی متعین کرتی ہے:

الہی تجھ سے اب کہتا ہے حاتم اس زمانے میں  
شرم رکھنا، بھرم رکھنا، دھرم رکھنا، کرم رکھنا  
پگ دھرا جب صحن میں گلشن کے اے آہو نین  
دیکھ کر انکھیاں کو تیری اوٹھ گئے نرگس کے لاج

اس کا ایک دوسرا روپ بھی غزلوں میں دکھائی دیتا ہے جس طرح وہ لوگ روز ایک دوسرے سے مخاطب یا گویا ہوتے تھے۔ محبوب سے یہ انداز مخاطب یا طرز گفتگو زبان کے فطری پن اور اس کے مزاج و تعلق کا بھی پتہ دیتا ہے۔ دوست عام انسانوں کی طرح کوچہ و بازار کا باسی، اور اس طرز کلام سے آشنا ہے خطوطہ میں کئی غزلیں اس طرز خاص میں ملتی ہیں جن میں سادگی، ہندی پن اور بے تکلف زبان کا بھرپور عکس موجود ہے:

آورے آورے مرے پیارے  
دل مسلمان کا نہ ترسا رے  
صونی اوپر اگر نگاہ کرو  
مست ہو تجھ نین پے متوا رے  
دل سوں آوے اگر تو حاتم پاس  
جی کو تم جان پر سدا وارے  
دکھو حاتم ججن کی آن پر قربان جاتا ہے  
تری جج کے، اکڑ کی چال کے، اور زلف کے بل کے

مکراوتا، جھڑ پاؤتا، منے، بمعنی میں مستعمل ہے۔ چڑھائے کو چڈائے لکھا گیا ہے۔ دوالف کا استعمال عام دکھائی دیتا ہے۔ کملائی بھی مستعمل ہے۔ ان لفظوں کی آمیزش سے آہنگ میں انفرادی لے دکھائی دیتی ہے۔

ہندی فارسی مرکب لفظوں کے درمیان اضافت کو محبوب نہیں سمجھتے جیسے پھیدہ زری، پھیدہ لعل، وعدہ کل، موسم برسات، قدرت کرتار، لذت بسرام وغیرہ۔

ہندی فارسی لفظوں کی خوب صورت، سبیلی ترکیبیں ملتی ہیں۔ آمونین، نین سرخ، گل خوش باس، بسنتی جاماں اور انھیں سادہ و شیریں اور ترشی ہوئی ترکیبوں کے حسن سے فن میں ایک جوت جگمگانے لگتا ہے۔

صوتی تکرار نے غزل میں نغمہ و آہنگ کی مخصوص جھنکار پیدا کی ہے۔ غزل کی شاعری میں یہ ایک نئی آواز، نیا تجربہ اور خوش آئند روایت تھی، جس میں بے انتہا وسعت اور دل کشی تھی۔ جذبہ و احساس کی سادگی و بے تکلفی کو کسی تصنع و آرائش کے بغیر اسی زبان میں پیش کیے جانے کا رجحان حاتم کے ہاں نمایاں ہے۔ گویا عام انسان کے جذبہ و احساس کو عوام کی زبان دی گئی۔ دوسری غزل بھی اسی فطری حسن اور میلان کی ترجمانی کرتی ہے:

کبھو حاتم کے گھر نہ آئے تم  
ہم تمہارے پکڑ چرن ہارے

یا

پیو مرا سب ہنر کا ہے کرتار

حاتم کا یہ اسلوب فن ان کی انفرادی آواز بن سکتا تھا۔ لیکن زمانے کے نشیب و فراز اور زبان میں نت نئی تبدیلیوں نے اس طرز میں استقامت پیدا نہ ہونے دی۔ فطری اسلوب و زبان کا دل دادہ ایہام گوئی کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر صلاحیتوں کو قربان کر دیتا ہے اور ان کی انفرادیت اندیشہ و گماں سے دوچار ہو جاتی ہے۔ لفظوں کے پیچ و خم یا رعایت سے شاعری میں حسن افزائی پیدا ہوتی ہے مگر تاثیر میں کمی واقع ہوتی ہے۔

شاعری کے فن میں ان کے اجتہادات کی کئی صورتیں موجود ہیں جن سے ایک تنوع اور توسیع کے امکانات روشن ہوتے ہیں۔ انھوں نے ایرانی ثقافت کے روبرو غزلوں میں ہندی تہذیب کے آثار و علامت کو بڑی بے باکی سے جگہ دی ہے۔ لیکن غزل کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے انجام دیا ہے۔ آہنگ اور شعری جمالیات کے امتزاج نے حسین پیکروں سے ہمیں آشنا کیا ہے:

ہولی کے اب بہانے چھڑکا ہے رنگ کس نے  
نام خدا تجھ اوپر اس آن عجب سماں ہے  
رنگِ گلال منہ پر ایسا بہار دے ہے  
جو آفتابِ تاباں زیرِ شفق نہاں ہے  
کیسر میں اس طرح آلودہ ہے سراپا  
سنتے تھے ہم سودیکھا تو شاخِ زعفران ہے  
یہ بات حیرت خیز ہے کہ تخلیقی ادب کے ابتدائی دور میں شاہ حاتم نے جو اکتسابات کیے ہیں وہ غیر معمولی

ہیں، خاص طور پر غزلوں میں، مثنوی، مکالمے، قصیدے، بیانیے، محاکات، حسن و جمال کے شیوہ ہائے رنگ رنگ کی بوقلمونی نے شعری وراثت کو گنج گہر تاب بنا دیا ہے۔ حاتم کو اس کا احساس تھا۔ اس شعور میں وہ اپنے قارئین کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں:

کہتا ہوں سب سے ہے کوئی منصف سود کچھ لے  
سب طرح کا مذاق ہے میرے سخن کے بیچ  
ہم سیں سخن کے دل کوں جنوں نے برا کیا  
ان کا کبھوں جہاں میں الہی بھلا نہ ہو

زبان و بیان کی اس دل کشی نے سخن سازوں کے لیے نئی زمین ہموار کی جس سے اظہار کے جہان ممکنات کا عرفان حاصل ہوا۔ حاتم کے یہاں زبان کا ایک حرکتی تصور ہے۔ وہ نہ جامد ہے اور نہ ان کے ضابطوں میں سخت گیری روا ہے۔ خیال یا فکر بہر حال محترم ہے۔ اسی تصور کے تحت زبان کے استعمال میں آزادی ملتی ہے۔ مات، رات، گھات کے ساتھ بات مستعمل ہے۔ روبرو، نازبو، نہ رو قافیہ ساتھ لائے گئے ہیں۔ صوتی حرکت میں بھی یہ عمل کار فرما ہے جو پلک دار ہے۔ فطری سادگی کے حسن سے آشنا ہے۔ یہ خیالات عوامی سطح پر سکھ رائج الوقت کی طرح جاری ہوئے حسب ضرورت ساکن کو متحرک اور اس کے برعکس استعمال کو عیب نہیں مانا گیا۔

قواعد کے ضابطوں میں بھی یہی پلک یا آزادی ملحوظ خاطر ہے۔ زبان ایک سیل رواں کی طرح ہے جو اصولوں کے کوہ گراں کو چیرتی آگے بڑھتی ہے۔ ہندی لفظوں کو فارسی قواعد کی رو سے 'ن' کے اضافے سے جمع بنانے کا رجحان عام ہے۔ ہاتھان، باتاں، لگاتاں، پھولاں وغیرہ۔

اردو کی سرشت میں ہندوستانی تہذیب اور اس کے تعلقات کے سرچشموں کا سراغ مشکل نہیں۔ یہ زبان اور ادب دونوں سطح پر مقامی تہذیب و ملیحیات کے علائم سے گراں بار ہے۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے جس سے کوئی بھی زبان چشم پوشی نہیں کر سکتی۔ اس کی سرشت و سیرابی میں اس سرزمین کا بہت زیادہ دخل رہا ہے۔ حاتم کے یہاں ان تہذیبی علامتوں میں روز و شب کی تپش اور گداز کا بھرپور تجربہ شامل ہے جو ان کی زندگی کا جز بن گیا تھا۔ مشرق و مغرب کی دو عظیم تہذیبوں کے اس دل نشیں اظہار سے ہندوستان کی دوسری زبانیں محروم ہیں۔ حاتم کا بانکا سخن اپنے دائرہ محبوبیت میں کنہیا ہے۔ بانسری کی دھن سنائی نہ دینے پر گویاں شام فراق یاراں سے دو چار ہیں:

ہائے کیا وقت کیا گھڑی ہے آج  
نہ کنہیا نہ بانسری ہے آج



دوسری طرف راون و ہیم نل و ذمن، کے ساتھ سدا رنگ، دہی دت وغیرہ کے حوالے ان تصورات کو توسیع بخشنے ہیں۔  
ہندوستان کے تعلق سے برسات کی جھڑیوں کا ذکر ملتا ہے۔ محبوب ہستی پوش ہو کر اتراتا پھرے ہے۔  
سرسوں کے پھولنے سے حدنگاہ تک لباسِ زرد کا منظر دل و نظر کو مسحور کرتا ہے۔ گل دو پہریا کا کھلنا، پیہہا کا پیو پوکنا  
اسی فضا کی دین ہے:

پہن کر جامہ ہستی جو وہ نکلا گھر سوں

دیکھ آنکھوں میں مرے پھول گئی ہے سرسوں

دھنپور کا شکار، اہیر، لوہار، کمہار، کنار، اتیت، ارنگی، اوگھٹ، نٹ، اگن، برہن، بدیا، بھانگ، برن، ٹیسو،  
جٹادھاری، جھانجھ، جوت، چکارا، ڈھاڑی، ڈکیٹ، راوت، ساونت، سری جن، سمرن، سروہی، سوگند، شگلن،  
کنول، گوسالہ، گھٹ، گیان، ملہار، ساون، ہولی، پھاگ، بیراگ وغیرہ سیکڑوں الفاظ، علامتوں، اشاروں سے  
حاتم کا کلام بوجھل ہے۔ تقریباً ایک تہائی ذخیرہ الفاظ میں یہی روح رواں فکر بن گئی ہے۔ ہندوستان، دہلی، کشمیر،  
پنجاب اور شکر پور کی مقامی معنویت بھی کم نہیں ہے۔ ہندی آثار و اساطیر، تاریخ و تلمیح کے ساتھ حاتم کے یہاں  
لسانی ممکنات کے بھی مظہر ہیں، جو کہیں کہیں ایہام کے لیے بھی بروئے کار لائے گئے ہیں۔ حاتم معترف ہیں کہ  
حسنِ فرنگ سے کہیں دل کش حسینانِ ہند ہیں اور یہاں کی زبان بھی دوسری زبانوں سے بہت زیادہ دل نشیں  
ہے۔ یہ لسانی تقاضا بھی قابلِ غور ہے:

ہند کی گفتگو انوکی ہے

چرب ہے سب اوپر یہاں کی زباں

لسانی تشکیل کے دور میں حاتم کو یقین تھا کہ اردو گونا گوں پیرایہ اظہار کی قحط ہو چکی ہے۔  
غزل کے محبوب سے متعلق مختلف مباحث پیش نظر ہیں۔ حاتم نے بھی فارسی روایت کی پاس داری کی  
ہے۔ مگر دوست کے خط و خال، قد و قامت، خوش پوشی و خود نگہداری میں ہندی عناصر بھی کار فرما ہیں۔  
کہیں کہیں اس محبوب کا تصور سایہ نشین ہے جو دہلی یا نواحِ دہلی میں عام تھا۔ یہ محبوب اسی ارض و سما کا  
دکھائی دیتا ہے۔ جب اکھاڑہ اندر کوزینت دینے والا دلبر عیار پنے دار جوتے پہن کر بجلی صورت لیے اکڑ کے چلتا  
ہے۔ تو سر پیچ زری سے بھنواں کے بچ ٹیکا اور سرے کی ادا دشمنِ ایمان وا گہی بن جاتی ہے۔ اس سے بھی اس کی  
آن بان اور کج کلاہی ٹپکتی ہے۔ محبوب کی یہ طرح داری اس عہد کے حسینوں میں عام تھی۔ عاشق بھی اسی طرز کے  
باکمین کا عادی ہوتا۔ ارضی اور فطری تصویریں کلام میں جا بجا ملتی ہیں جس میں نشاطِ زیست کا سامان موجود ہے۔

انہیں سے محفلِ طرب آراستہ ہے اور ہر کس و ناکس غمِ زندگی کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے دو گال ہنس بول لیتا ہے۔ خوش وقتی و خوش باشی کے ساتھ خواب گاہوں میں راتیں گزاردی جاتی ہیں۔ معاشرہ انحطاط پر آمادہ ہو تو آلامِ ہستی کو فراموش کرنے کے لیے دل دینا اور دل لینا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ دودن کے چل چلاؤ سے لطف اندوز ہونا شعارِ زیست میں تبدیل ہو جاتا ہے لطفِ اندوزی کا سب سے بڑا وسیلہ عشق قرار پاتا ہے خواہ مجازی ہو یا حقیقی حاتمِ اسی سماجی نقطہ نظر کی ترجمانی میں کہتے ہیں:

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کوں یاد ہے  
جگ میں بن محبوب جینا زندگی برباد ہے

حسن پرستی دورِ محمد شاہی میں عام ہے۔ نغمہ و موسیقی سے بھی امر اور شرفا کو دلچسپی ہے۔ عوام بھی لطفِ اندوز ہو رہے ہیں۔ حسن پرستی کے کئی روپ ہیں۔ کہیں زنانِ بازاری اور کہیں نوخیز و طرح دار لڑکوں کی صورت دکھائی دیتی ہے اور کہیں عشقِ پردہ نشین بھی ہے۔ حسن پرستی، خوش نوائی اور کج ادائی کی عام فضا شاعری میں موجود ہے۔ یہ پری پیکرِ نظر افروزی کا ایک موقع لیے ہوئے ہیں جس کا سراپا فارسی شاعری کے تصورات سے محض روایتی بن جاتا ہے لیکن یہ حقیقی تصویریں مثالیت کے آئینہ میں اس طرح نظر آتی ہیں جیسے خواجہ حافظ کے پیالے میں عکسِ رخِ یار، حاتم کا محبوب بھی ادا و ناز و دلبری میں بانکا ہے۔ اس کی سراپا نگاری میں حاتم نے کلاسیک سرمایہ صرف کیا ہے۔ وہ گل بدن، سرخ رنگ بدن، ماہِ رولالہ رو، زمر درنگ، برگ آفتاب، گل خوش باس، سیم بر، پری رو، شوخ و بے پردا شوخ و متمگر ہے۔ سرو قامت، قامتِ دل جو، خوش خو ہے۔ اس کا خرامِ نازِ شہِ خواباں کی چال ہے وہ کاکل پر چچ، مکھ کی کتاب، سورۃِ الشمس کی تفسیر، جبینِ روشن، تل مشکِ خن، تل تریاک، چشم جامِ شراب، بادامی آنکھیں، چشمِ خماری، آہونین، پتلی نین، چنچل نگہ، چشمِ سیہ مست، سرخ نین، چشمِ زرگس، زرگس شگفتہ نین، مست آنکھیاں، مے فروش، چشمِ فتنہ جو رکھتا ہے۔ ابرو محرابی اور تیغ و تلوار کی مانند ہیں۔ وہ شیریں لب، غنچہ لب، غنچہ دہن، پستہ لب، یا قوتی لب، سرخ لب، شیریں بیان اور شیریں گفتار ہے۔ محبوب کا یہ سراپا نام تمام رہتا ہے بات کمر تک پہنچتی ہے۔ ساری توجہ چہرے پر ہے اور اس میں بھی آنکھوں کی تشبیہ و تمثیل زیادہ پرکشش محسوس ہوتی ہے۔ یہ بھی اسی تہذیبی بانگین کی علامت ہے جس میں تاک جھانک، اشارہ و کنایہ انتہائے عشق ہے گویا عشق کی رسائی آنکھوں تک ہے۔ شاید اس سے زیادہ ہوس گیری کی کی اجازت بھی نہ تھی۔ حسن کی پردہ داری بہر حال محترم تھی۔ جذبہ و احساس کی کشاکش اور تہذیبی اقدار کا احترام پورے سماج میں ایک کشش کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کشش کا اظہار بانگین یا تک داری میں ممکن تھا۔ یہ اس دور کی تہذیب و معاشرت کا نمایاں پہلو ہے۔

سیاسی انتشار نے تہذیبی بساط میں انقلاب انگیز تبدیلی پیدا کی تھی۔ مغلیہ تہذیب بکھر رہی تھی۔ اس تہذیبی استحکام میں ٹوٹنے اور بکھرنے کا میلان تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ایسے میں کوئی تہذیب سہارا نہ دے سکی اور نہ اس کی قائم مقام بن سکی۔ بلکہ سطحی اور وقتی ثقافتی علامتیں نمودار ہوئیں۔ مغلوں، ایرانیوں، ترکوں کی جگہ میرزاؤں کی معاشرت دکھائی دیتی ہے۔ اسی کے تحت بالکل نیا دور داری بھی پیدا ہوئی اسی دور میں شعرا کے یہاں اسی میرزائی معاشرت کی تہ داری کا فرما دکھائی دیتی ہے۔ شاہ حاتم میرزائی محاسن کے پروردہ ہیں وہ جگہ جگہ اس طرز تہذیب کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ خوبان شہر میں شوکت حسن میں سبقت کا سزاوار میرزائی جمال ہے:

تمام شہر کے خوباں میں میرزا تو ہے

میرزائی مزاج کا ایک دوسرا پہلو بھی ملاحظہ ہو:

جمع اے حاتم سے و معشوق و مطرب ہو جہاں

اس طرح کے عیش کو کہتے ہیں مرزایانہ عشق

کیف و نشاط سے سرشار زندگی ہی شادمانی و شاد کامی ہے۔ حاتم منشائے عشق کے منشور میں اسے ترجیح دیتے ہیں:

دستے اگرچہ دل تو کسی میرزا کے ہاتھ

ان میرزاؤں کی معاشرت کا ایک نفسیاتی پہلو بھی ہے۔ میدان جنگ میں شکست کھائے ہوئے سپاہی، سڑکوں، شاہراہوں، میلوں، ٹھیلوں میں بان بٹ اور فن سپہ گری کا مظاہرہ کرنے لگے۔ قوت بازو کا مظاہرہ کشتی کے اکھاڑوں میں ہونے لگا۔ تیر و کماں کی نشان سازی کا کام آنکھوں اور بروئے خم دار سے لیا جانے لگا۔ اس دور کی زندگی ایک دوئی یاد ہرے پن سے دوچار ہے۔ اس دہرے پن سے کردار میں خلا پیدا ہوا جس سے قدریں پامال ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے نظریاتِ تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ چہرے بدل گئے۔ حاتم اس نیرنگی زمانہ سے حیران رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قدروں کی پامالی دیکھ کر رنجیدہ ہوئے۔ شہر آشوب لکھنے پر مائل ہوئے۔ اس سے بھی تشفی نہ ہوئی تو دنیا سے لو لگانا چھوڑ دیا اور اپنی ذات کی دنیا میں گم ہو گئے۔ دل و نظر کے سفینے کو راہ فرار پر ڈال دیا لیکن اس سے پہلے وہ بھی طرزِ مرزایانہ کے دلدادہ تھے۔ ان کی شخصیت اور شاعری میں یہی بالکل امتیاز کا سبب بنتا ہے:

ہماری گفتگو سب سے جدا ہے

ہمارے سب سخن ہیں بالکلین کے

یا اس سے بھرپور اور زیادہ معنی خیز وہ شعر ہے:

شعرِ عاشقانہ و حاتم ہے مرزایانہ وضع  
طبع آزادانہ اوقات درویشانہ ہے

بعض نسخوں میں بے باکانہ وضع بھی ملتا ہے۔

محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ انھوں نے فقیری اختیار کر لی تھی۔ مگر باتوں کی طرح ڈوپٹہ سر پر ٹیڑھا ہی باندھتے تھے۔ حاتم کے یہاں یہی میرزائی تہذیب اور اس کے بانگین کے دوسرے سبھی انداز موجود ہیں۔ حاتم کی مرزایانہ وضع میں اس دور کے شرفا اور مغلیہ تمدن کی بو باس شامل تھی۔ جو سٹ کر مجلس و مکان تک محدود ہو چکی تھی۔ یہی مجلس زندگی خواہ شعر کی ہو یا بزمِ طرب کی، زندگی کا مقصود اور نشاطِ زیست کا مرکزی ادارہ بن چکا تھا۔ معاشرے کے بکھرنے سے دوستوں کے باہم مل بیٹھنے کو بہت غنیمت سمجھا جانے لگا۔ دو بیٹھے بول اور حکایتِ لذیذ زندگی کی تلخیوں کو خوش گوار بنانے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ اس میرزائی تہذیب کی آن بان میں محبوب کا بانگین اور سجاوٹ بھی مختلف ہے۔ حاتم نے ایک جگہ سپاہی پسر کہہ کر اس پر اسرارِ رمز کو بھی افشا کر دیا جو محمد شاہی دور کی خوش فعلیوں کا مرکزِ التفات تھا۔

حاتم ایک سچے دوست، بامراد عاشق ہیں۔ وہ خود سرشار ہیں اور اس سرشاری نے زندگی کا اثباتی نقطہ نظر پیدا کیا۔ زمانہ کی مایوسیوں کے باوجود وہ نغمہ سنج ہیں۔ انھیں نوحہ خوانی نہیں آتی۔ ان کا لب و لہجہ بھی متاثر ہوا۔ وقار اور مردانگی نے راہ پائی۔ وہ اپنے حریف کو بھی آواز دیتے ہیں اور محبوب کو بھی:

حاتم اب چیت کہ پھر وقت نہ پاوے گاتوں  
دوڑ کے یار کوں لکار کہاں جاتا ہے

یادِ شعر:

ہوا جو رزقِ مقدر سو ہو نہ بیش و کم  
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند

ہمت ہی حرمتِ زندگی ہے اور یہی رازِ حیاتِ کائنات ہے۔ دیدہ بینا میں اسی سے نور و حضور حاصل ہوتا ہے۔ ہر ذرہٴ زمیں اسی کی تاب و تپش سے کہکشاں کی راہوں تک رسائی کے لیے مچلتا رہتا ہے۔ ہمت و جرأت سے خالی بدنِ نفسِ گرم سے محروم ہو کر پائمال ہوتا ہے۔ کارِ آفریں اور کارِ کشاہتوں سے ہی تقدیر سازی ممکن ہے:

اسی میں ہے کشود کار حاتم  
جسے تو سخت مشکل جانتا ہے

دوسری آواز بھی پیغام سے خالی نہیں ہے:

جائے ہمت تو مرا تنگ نہیں ہے

ان کا دوست بھی خنجر بدست ہے۔ چنچل نین ہے۔ آن بان ہی شیوہ زندگی ہے۔ یہی بانگن اسے طرح دار بناتا ہے اور حاتم اسی محبوب پر مرنے اور اس کی ہر ہر ادا پر جی جان سے قربان ہونے کے لیے تیار ہیں:

کروں قربان جی کوں اوس گھڑی اوس وقت اوس پل کے  
کہ جس دن جس گھڑی دل دار آوے میرے گھر چل کے  
کھب گئی ہے دل میں حاتم کے تری بانگی ادا  
جاتے جاتے نک بتاتا جا ترا کیا نام ہے

شہر کے خوش خراموں میں اس کی سب سے نرالی چال ہے:

خوش خراموں میں نرالی ہے مرے سرکش کی چال

ان جواں قدوں سے بستی و بازار آباد تھے۔ ان کے قدر دانوں سے قریہ و قصر بھی خالی نہ تھے۔ شعر ان شہیہوں کی پیکر تراشی اور فریقین کے جذبات کی ترجمانی میں پیش پیش تھے۔ تخلیق کی یہ ترجمانی مشاعروں یا محفلوں تک محدود نہ تھی۔ زندگی کی دوئی یا معاشرت کے دہرے پن کا یہ بھی فیض تھا کہ دہلی کا معاشرہ انتہائی خوش باش ہونے کے باوجود مذہبی افکار و اعتقاد کا سرچشمہ بھی رہا ہے۔ یہ مجلسی زندگی، وعظ، عرس، قوالی، زیارت کی محفلوں میں بھی رچی بسی تھی۔ لوگ وہاں بھی جمع ہوتے اور روح کو عرفان سے سیراب کرتے۔ وہاں سے اٹھے تو بزم نشاط بھی ہو آئے۔ زندگی کے اس دور کا رجحان اور رویے نے حقیقت و مجاز، سطحیت و بنجیدگی کی طرف مائل کیا۔ لفظوں میں بھی معنی کا یہ طلسم دکھائی دینے لگا۔ ذہنی ورزش کا مظاہرہ فن کاروں کا مزاج بن گیا جس سے ایہام گوئی کو فروغ ملا۔ کردار کا دہرا پن حقیقت و مجاز کی تلاش میں آگے بڑھا۔ عرس کی محفلوں اور بزم نشاط دونوں سے یکساں طور پر لطف اندوز ہونے کا جواز پیدا کیا گیا۔ دور نے پن کے اس رجحان نے لفظ و معنی کے ارتباط پر نظر ڈالی تو زبان و بیان کی دنیا بھی بدلتی نظر آئی۔ پہلو دار، طرح دار اور ظاہر و باطن کا فرق نظر آتا ہے جو معاشرت کا اہم پہلو بن چکا تھا۔ لفظوں کے پیکروں، دروہست، اور محل استعمال سے لفظی صنایع، ذہنی ورزش اور پہیلیاں بوجھنے کا بڑھتا ہوا شغف ایہام گوئی کے رواج کا سبب بنا۔ لفظوں کی معنوی تہ داری پر غور کیا گیا۔ انھیں پیرایہ

بیان میں اس طرح ڈھالا گیا کہ قریب و بعید کے مفہیم سے لفظوں کی درختی تصویر دکھائی دے۔ لفظ و معنی کے اس تصویر خانے میں صرف آئینہ ساز کی ہی نہیں بلکہ پوری تہذیب اور اس کا انداز فکر جمال ہم نشیں کی طرح روشن ہے۔ مصحفی نے تذکرہ ہندی میں حاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ولی کا دیوان دلی آیا تو:

”یادو سے کس کہ مراد از ناجی و مضمون و آبر و باشد، بنائے شعر ہندی را باہام گوئی نہادہ، داد

معنی یابی و تلاش مضمون تازہ می دادیم۔“

گویا ولی کے کلام میں موجود ایہام سے متاثر ہو کر اردو شاعری کی بنیاد میں ایہام گوئی شامل ہوئی۔ مگر کیفیت کے اعتبار سے وہ اتنی متحرک نہیں ہو سکتی کہ شالی ہندی کی شعری بنیاد قرار پاسکیں۔ ولی کے اشعار یقیناً پیر و جوان کی زبان پر جاری ہوئے کلام ولی کی پیروی کی گئی۔ یہ دراصل پوری معاشرت کا وہ لاشعوری احساس ہے جس کا ایک اظہار لفظوں کی بازی گری اور جھوٹے طلسم سے نمایاں ہو سکا۔ ایہام کی تعریف ”بگمان و وہم انداختن“ کہا جاتا ہے۔ اس لسانی گورکھ دھندے کا نظر فریب ہونا لازمی تھا۔ اور دیر سویر اس سحر کا ٹوٹنا بھی فطری تھا۔

محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ ایہام گوئی کی ایک وجہ یا سرچشمہ ہندی دوہروں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ایہام گوئی کے رواج میں یہ محرک بھی کارفرما ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ کا ابتدائی دور رزمیہ موضوعات پر ختم ہوا ہے۔ دوسرا دور بھگتی تحریک سے منسوب ہے۔ اس دور کی شاعری سچے اور کھرے جذبہ و احساس کی ترجمان ہے۔ زبان و بیان کا اسلوب فطری حسن و سادگی سے بھرا ہوا ہے۔ تیسرا دور ریت کال کہلاتا ہے اب زبان و بیان کی فطری سادگی اور سچائی لفظوں کی صنایع اور سجاوٹ میں تبدیل ہو کر نگاہوں کو چکا چوندھ کرنے لگی۔ اسے ادبی حسن کے اظہار کا ایک موثر وسیلہ بھی تسلیم کیا گیا۔

ایہام گوئی کی پشت پر ہندی شاعری کی یہ روایت موجود تھی۔ متقدمین اس روایت کی اثر آفرینی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ زبان و بیان کی سطح پر دور اول میں ہندی لب و لہجہ کی موجودگی سے اس امر کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یوں بھی ذخیرہ الفاظ میں ہندی کے موثرات سے بھی اس خیال کی توثیق ہوتی ہے۔ ایہام گوئی کے لیے مستعمل لفظوں میں ایسے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں جو دو زبانوں میں مختلف ہیں۔ لیکن تلفظ و املا میں یکساں ہیں اور دونوں جگہ لغات میں استناد رکھتے ہیں۔ کچھ صدی قبل دو سخن آزمائے جا چکے تھے۔ اب لفظیات کی باری تھی۔

ہندی و فارسی لفظوں کے استعمال سے بھی زبان دانی کا مظاہرہ بنام ایہام ہوا۔ جس طرح جسمانی قوت بازو کا اظہار میدان کارزار کے بجائے گلی کوچوں میں ہو رہا تھا۔ ایسے الفاظ کی ترکیب سے معنی قریب و بعید کی آزمائش ہونے لگی۔ برائے نام ہی سہی زبان و بیان کی اس سے توسیع بھی ہوئی۔ اظہار کے نئے امکانات کی

تلاش سے بھی اسے کسی قدر تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایہام کو صرف حاتم کے دور تک محدود کرنا بھی غلط ہے۔ ان کے بعد کئی شعرا نے اسے آزمایا۔ غالب کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

تری سرن میں ہیں دانا سخن کے

دکھاویں ہیں تجھے سوراخ من کے

دوسری صورت میں ایسے لفظوں کی کثیر تعداد دکھائی دیتی ہے جو دونوں زبان میں مستعمل ہیں مگر مفہوم مختلف ہے۔ گویا ہندی اور فارسی معانی کے اختلاف سے ایہام کی صورت گری کی گئی ہے۔ ایہام گویوں کے ہاں یہ عام روش ہے۔ حاتم نے بھی ان لفظوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے:

اس کی انکھیوں نے مجھے تاک کے مارا ہے گا

اب مرا سایہ انگور قبر پوش کرو

مجھے اس شوخ نافرماں نے مارا ایک پا کے

بجا ہے گر رکھو تربت پر میرے پھول لالا کے

ایہام گوئی کا یہ لفظی کھیل ایک اور پہلو بھی رکھتا ہے۔ ایک ہی زبان کا ایک مرکب لفظ ایک مفہوم میں مستعمل ہے لیکن اس مرکب لفظ کو الگ الگ کرنے سے دوسرا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور معنی بعید کی طرف اشارہ کرتا ہے، حاتم کا شعر ہے:

رات خالم نے دیکھو مسی لگا کر کے پان

کس دغا سوں عاشقوں کی فوج پر شب خوں کیا

معانی و تلاش مضمون تازہ کی اس روش سے حاتم کا قدیم دیوان بھرا پڑا ہے۔ ایہام کے التزام سے اشعار جو جھل نظر آتے ہیں اور طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ جمہور کا مزاج بن گیا تھا اور حاتم جمہور کی متابعت سے مجبور تھے۔ چارونا چار اس روش پر چلنا پڑا۔ بعض مقامات پر پسندیدہ رعایت لفظی ایک صوتی حسن پیدا کرتی ہے۔ حاتم کے اشعار میں نرم و نازک نغمہ و آہنگ کمزور دکھائی دیتا ہے۔ حاتم کے ہاں غزل کے دوسرے اشعار کے مقابلے میں مقطع زیادہ معنی خیز دکھائی دیتا ہے۔ کہیں فارسی ترکیبیں شعر کے حسن کو دو چند کر دیتی ہیں۔ اگرچہ یہ عام نہیں ہیں پھر بھی حاتم کی توجہ سے ایسے اشعار بڑی دلکشی کے حامل ہیں:

حاتم نے دیکھ یار کوں ہنس کر دیا تھا رو

پیرو ہوا اور رو یہ کہا رو یہ ہنس نہیں

فصاحت و بلاغت کی کتابوں میں ایہام کی ایک قسم ایہام تضاد بھی بتائی جاتی ہے جس میں ایسے الفاظ کا تناسب ہوتا ہے جن میں الفاظ کا تضاد ہوتا ہے۔ ظاہر میں معنی کا تضاد نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایہام مجرد، ایہام مرثمہ، ایہام تناسب، ایہام صورت بھی اس کے اقسام میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مخطوطات کے آخر میں فردیات ایہام کے عنوان سے اشعار کا انتخاب موجود ہے۔ متقدمین کا یہ دور ایہام گوئی کی صداؤں سے گونج رہا ہے۔ ایہام گوئی کی وجہ سے زبان و بیان میں غیر فطری رنگ جھلکنے لگا۔ ایک مصنوعی اظہار کا درآنا فطری تھا۔

معاشرت کی دورخی تصویر، مزاج کا دھراپن، پہلو دار الفاظ، دلچسپی کے ساتھ ہندی لفظوں کا استعمال اور چلن ایہام کی مقبولیت میں معاون ہوا۔ ولی کی شاعری اور ہندی شاعری کی روایت نے بھی اسے سہارا دیا اور یہ ایک شعوری رجحان کی صورت میں سامنے آیا جو بعد میں تحریک کی صورت اختیار کرنے لگا۔ اس کا ایک مصدر فارسی شاعری کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ سبک ہندی کو اہل زبان کے ادبی اکتسابات سے فروتر سمجھا گیا۔ اسلوب و آہنگ کو بھی غیر مستند سمجھا۔ ہندی سخنور اہل زبان کے مقابلے میں کم مایہ قرار پائے۔ فارسی شاعری بھی اپنے عروج کے اس دور سے گزر چکی تھی جہاں فطری شاعری کونن کا معراج سمجھا جاتا تھا۔ وہ دور اردو کی تخلیق سے بہت دور تھا۔ اردو کی پشت پر فارسی شاعری کا دور آخر تھا جو تازہ گو یاں ہند کا عہد کہلاتا ہے۔ فیضی، عرفی، نظیری، طالب آملی، میرزا صاحب، ناصر علی، ابوطالب کلیم، مرزا بیدل، نعمت خاں عالی، فارسی شاعری کے مہتمم بالشان روایت کے آخری ہندی چراغ ہیں۔ سیاسی استحکام اور تہذیبی بلندی و برنائی نے زبان و ادب کو اوجِ ثریا تک پہنچایا۔ تخیل کی بلند پروازی، نازک خیالی، مبالغہ آرائی، لطافت بیان، نزاکتِ ادا سے شاعری ممتاز ہوئی۔ تمثیلی پیرایہ بیان، معاملہ بندی، خیال بندی اور مضمون آفرینی پر خاص توجہ دی گئی۔ تلاش مضمون تازہ کی روش نے پیچیدہ گوئی کی طرف رہنمائی کی اور فنی معمہ سازی کا عمل شروع ہوا۔ مولانا شبلی نے اس دور کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس زمانے کے اکثر مضامین کی بنیاد الفاظ صنعتِ ایہام پر ہے۔ یعنی لفظ کے لغوی معنی

کو ایک حقیقی بات قرار دے کر اس پر مضمون کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں۔ متاخرین کی شاعری

سے اگر ایہام کو الگ کر دیا جائے تو ان کی شاعری کا بہت بڑا حصہ دفعۃً برباد ہو جائے گا۔“ ۱

فارسی شاعری کا یہ دور آخر اردو شاعری کی ابتدا و ایہام گوئی پر براہ راست اثر انداز ہوا ہے۔ فارسی کی یہ روایت اردو سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ اور نگ زیب عالمگیر کے انتقال (۱۱۱۸ھ) سے پہلے اردو شاعری وجود میں



آچکی تھی۔ اس طرزِ خاص کے نمائندہ فارسی شعرا اس عہد تک موجود ہیں اور ان کی شاعری مقبولِ خاص و عام ہے۔ اردو کے متقدمین شعرا خان آرزو، میرزا مظہر جان جاناں، شاہ مبارک آبرو اور شاہ حاتم فارسی میں شعر کہتے ہوئے اردو کی طرف آئے ہیں۔ وہ فارسی کی روش و روایت کیسے فراموش کر سکتے تھے۔ اردو میں بھی ایہام کو فروغ ملا۔ شاہ مبارک آبرو کے کلام میں ایہام گوئی کا رجحان بہت نمایاں ہے۔ مضمون بھی ان کے ہمدوش ہیں۔ ناجی نے بھی اپنی شاعری کے حسن و قبح کو ایہام گوئی سے سنوارا۔ حاتم نے بھی جمہور کی اتباع کی۔ ایہام گوئی کا باقاعدہ رواج یا شعوری کوشش ۱۱۳۲ھ کے آس پاس شروع ہوئی اور تقریباً پچیس سال کے بعد یہ شاعری کھلنے لگی۔ اس کے خلاف آواز سنائی دینے لگی۔ پسندیدگی کا معیار بدل گیا۔ عوامی ذہن نے بھی مسترد کرنا شروع کیا۔ ایہام گوئی کے نمائندہ حاتم اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ۱۱۵۸ھ کی غزل کے مقطع سے یہ تبدیلی صاف ظاہر ہے:

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بسکہ بے تلاش  
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

اس عام رویے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایہام گوئی کے خلاف بیزاری شروع ہو گئی۔ میر کے تذکرے نکات الشعرا میں ایہام گو شعاعروں کے ترجمے میں جو ذکر ملتا ہے اس سے بھی اس سے گریز کا احساس ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا۔ قائم اور گردیزی کے تذکروں میں ناپسندیدگی موجود ہے۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ چند ہی شعرا نے اس بحر سے گوہر شہوار حاصل کے۔ بیشتر صرف خذف ریزے ہی پاسکے۔ حاتم فن اور رجحان کے نبض شناس ہیں اور انھوں نے اپنی روش بدل دی۔ ۱۱۷۱ھ کی غزل کا یہ مقطع ایہام گوئی کے زوال کا غماز ہے:

ان دنوں سب کو ہوا ہے صاف گوئی کا تلاش  
نام کو چرچا نہیں حاتم کہیں ایہام کا

صاف گوئی یا سادہ گوئی کا شعور اس وقت تک پیدا ہو چکا تھا۔ یہ کوشش ایہام گوئی یا لفظی گورکھ دھندے کے خلاف ایک رجحان تھا۔ ساتھ ہی میرزا مظہر کی اصلاحِ زبان سے براہِ راست متعلق تھا۔ الفاظ و معانی کے ارتباط پر توجہ دی جا رہی تھی۔ اردو کو فارسی سے قریب تر اور بازاری زبان کی سطح سے اٹھا کر کتابی اور اشرافیہ کی زبان میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش تھی۔ اس کے علاوہ سیاسی و تمدنی حالات کی تبدیلیوں نے بھی فکر و نظر کو متاثر کیا۔

سیاسی انتشار نے بزمِ نشاط کو درہم برہم کرنا شروع کیا۔ ۱۱۳۹ھ میں مرہٹہ پیشوا بالاجی راؤ دہلی پر بے رحمی سے حملہ آور ہوا۔ ہر فردِ سیمہ ہو کر زندگی کے اچھے دن بھول گیا۔ امیر خاں انجام کی شکست نے اس سرِ اسیمگی

میں اضافہ کیا۔ ۱۱۵۱ھ میں نادر شاہ کے قتل عام نے پوری معاشرت کو زیر و بر کر کے رکھ دیا۔ دار الخلافہ کے آس پاس کی روئے زمین خونیں کفن پوش تھی۔ شعر و سخن کے ساتھ بزم نشاط کے سارے ٹھکانے ویران ہو گئے۔ ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) میں نواب امیر خاں انجام شاہی قلعہ میں شہید کر دیے گئے۔ حاتم کا گھربار لٹا۔ سرمایہ کلام بھی سوخت ہو گیا۔ یہ ترقیمہ میں حاتم کی خودنوشت سے معلوم ہوا۔ حاتم نے اس شہادت پر ایک پرسوز قطعہ قلم بند کیا جو صرف نسخہ کراچی میں محفوظ ہے۔ دیوان زادہ کے نسخوں میں متروک ہے:

عمدۃ الملک وہ کہ عالم میں	زال تھا جس کے آگے رستم و گرد
چلا جاتا تھا بادشاہ کے پاس	ناگہاں راہ میں قضا در خورد
نوکر بے حیا، حرام نمک	جان شیریں کو جھدھرے زد و برد
جائے عبرت ہے یا اولی الابصار	پیر ہو یا جوان ہو یا ہو خورد
کہا ہاتف نے سال رحلت میں	ہائے حاتم ”امیر خاں جی مرد“

۱۱۵۹ھ

اپنے محسن کے سانحہ پر وہ بہت دنوں تک ملول خاطر رہے۔

ان پیہم حادثات سے انداز فکر کا بدلنا لازم تھا۔ زندگی حقیقتوں سے قریب تر ہونے لگی۔ اب تلاش مضمون تازہ اور پہلو دار یا طرح دار لفظوں کا اہتمام جاتا رہا۔ حقیقت نگاری، جذبہ و احساس کی نچی تصویر کاری کے بڑھتے ہوئے احساس نے ادب و اسالیب میں تغیر کے آثار پیدا کیے۔ سادہ گوئی کا شعور ایک فال نیک تھا۔ اسی سرچشمے سے میر و سودا کا عہد آفریں تخلیقی سرمایہ وجود میں آیا۔ عوامی پسند و ناپسند سے فن میں تبدیلی و ترمیم واقع ہوتی ہے۔ زبان قطعی اور جامد نہیں ہے۔ ٹھہراؤ سے تعفن پیدا ہوتا ہے۔ جب ایک معیاری زبان نے انگڑائی لی تو حاتم نے اپنا چلن بدل دیا۔

اس ذہنی تبدیلی کے نمایاں اثرات ۱۱۵۷ھ میں ظاہر ہوئے اور ”دیوان زادہ“ کی ترتیب کے وقت ایک حصہ کلام کو حذف کر دیا یا اکثر بدل دیا۔ دیوان زادہ کی تکمیل ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔ یہ ایک انقلاب آفریں لسانی تبدیلی تھی۔ ان لسانی تغیرات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بڑی شد و مد سے پیش کیا جانے والا امیر خسرو (۱۳۲۵-۱۱۵۳ء) کا ہندوی کلام ایک واہمہ اور مفروضہ بلکہ فریب نظر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر عہد حاتم کے ایک مختصر وقفے میں زبان ترقی کر کے اتنی صاف ستھری ہو سکتی ہے تو خسرو سے حاتم کے درمیان چار سو سال کی مدت میں زبان میں ٹھہراؤ یا جمود کیوں طاری تھا۔ خسرو نے لکھا ہے کہ وہ ہندوی میں بھی شعر کہتے رہے ہیں لیکن

ان کے اس حصہ کلام کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ حافظ محمود شیرانی سے لے کر آج تک محققین نے تردید کی ہے۔ خالق باری ہو یا چار درویش یا وہ مشہور غزل ”زحال مسکین“ سب کے سب امیر خسرو سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ بزرگوں کی تحقیق نے خسرو سے منسوب ان تمام تخلیقات کو مسترد کر دیا ہے۔ ہندوی کی ترقی یافتہ شکل کو حاتم کے دور تک آتے آتے اکیسویں صدی کی زبان میں تبدیل ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا یہ ہندوی کلام خود ساختہ تحقیق کی مثال ہے جس میں تحقیق کم اور ادعائیت غالب ہے۔

حاتم نے بڑے اہتمام سے اپنی تخلیقات کا ماہ و سال قلم بند کیا ہے جو سر عنوان لکھا گیا۔ آج بہت سی پیچیدگی زمانہ تخلیق کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ خاص طور پر تدوین و ترتیب یا فکر و خیال کی افہام و تفہیم کے وقت غیر یقینی صورت حال سے سابقہ پڑتا ہے۔ مگر حاتم کا یہ تاریخی شعور قابل ستائش ہے۔ ان کی تقریباً ہر تخلیق کا زمانہ متعین ہے اس سے نہ صرف حاتم بلکہ بعض معاصرین کے کلام پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ حاتم کے علاوہ کسی اور فن کار نے اس نکتے کی طرف توجہ نہ دی کہ جس سے فن کار کی تخلیقات کی ارتقائی تصویر مکمل ہوتی۔ مثال کے طور پر پہلی غزل ملاحظہ فرمائیں ۱۱۳۱ھ درج ہے۔ اسی طرح دیوان زادہ کی تقریباً تمام غزلوں کی تخلیق کا زمانہ محفوظ ہے۔ یہ صرف ان کی اختراع ہے جو روایت نہ بن سکی اسی طرح انھوں نے ہر غزل کی بحر کو بھی سر عنوان لکھ دیا۔ بعض مخطوطات میں تو بہت اہتمام کے ساتھ اور نمایاں طور پر جلی حروف میں لکھا گیا ہے جس سے فن کے نغمہ و آہنگ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یا اس دور کے عروضی مطالعے میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ حاتم کے پیش نظر یہ خیال اہم تھا کہ شعری روایات کو فروغ دینے کے لیے مبتدیوں کو ان فنی آداب سے روشناس کرانے اور تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مقدمہ میں اشارہ کیا ہے: ”اوزان و بحر نیز داخل کردہ تا مبتدیان از وفائدہ بر دارند“ اس کے علاوہ ان کے معاصرین کے پسندیدہ اوزان کا بھی علم ہوتا ہے۔ یا قدیم دور کی شاعری میں بحر و اوزان کے انتخاب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ”تذکرہ ہندی“ میں یہ اعتراف موجود ہے:

”بحر و اشعار اہم جدا جدا ز سرخی بر سر ہر غزل نوشتہ و این ایجاد اوست۔“

ان نکات سے حاتم کے تاریخی شعور اور اختراعی ذہن کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے بڑی دیانت داری کے ساتھ زمین طرح کا بھی اہتمام کیا ہے۔ فن کاروں کے نام اور ان کی زمینوں کا ذکر ہے جو ان کی دیانت داری کے علاوہ ان کی پسندیدگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ نیز خود اس زمین میں کبھی گئی معاصرین کی تخلیقات کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

زمین ولی ۱۱۳۵ھ

جس کوں تیرا خیال ہوتا ہے  
اس کوں جینا محال ہوتا ہے  
زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۳۵ھ

اس دکھ میں ہائے یار یگانے کدھر گئے  
سب چھوڑ ہم کو غم میں نہ جانے کدھر گئے  
زمین مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۴۰ھ

کیا جو فاختہ نے سرو اوپر آشیاں اپنا  
مگر سولی اوپر چڑھ کر دیا چاہے ہے جاں اپنا  
دوسری طرف بحر و اوزان کی مثالیں بھی ملاحظہ ہوں:

زمین طرحی سرغزل دیوان قدیم ۱۱۳۱ھ

رمل مٹمن محذوف، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن  
کیا کہے قاصر زباں توحید و حمد کبریا  
جتنے کن کے حرف میں کونین کو پیدا کیا  
یا ایک دوسری مثال دیکھئے:

زمین طرحی ۱۱۳۲ھ

مضارع مٹمن اُخر ب مکتوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن  
اول خدا نے نور تمہارا عیاں کیا  
اس نور سے بنا یہ زمین و زماں کیا  
ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

زمین طرحی الزوم مالا یلزم ۱۱۴۶ھ

کہیں وہ صورتِ خوباں ہوا ہے  
کہیں وہ عاشقِ حیراں ہوا ہے

کہیں حاتم کہیں جاں بخش حاتم  
کہیں حاتم کا جا مہماں ہوا ہے  
حسب الفرمایش نواب مجاہد جنگِ تفسین مصرع استاد ۱۱۶ھ  
حاتم وہ قول بو سے کادے کر مکر گیا  
”آرے وفائے وعدہ کریماں چنیں کنند“

ایک دوسری نوعیت کی تفسین بھی ملاحظہ ہو مقطع کے بعد مرزا مظہر کا فارسی شعر نقل کیا جاتا ہے:  
حسبِ حالِ حاتم ہے شعرِ میرزا مظہر اس سے پھر زیادہ کچھ ہے عبارتِ آرائی  
”دل ہمیشہ میخواید طوفِ کوئے جاناں را ہائے بے پرو بانی وائے نا توانائی“  
ایک اور غزل میں یہی صورت ہے:

پڑھوں ہوں ترے آگے شعرِ استاد سن اے قاتل نگہ دزدیدہ دیدہ  
”ترا دیدم و یوسف را شنیدم شنیدہ کے بود مانند دیدہ“  
استاد کے ساتھ اپنے شاگرد کی تفسین میں بھی انھیں کوئی عار نہیں ہے:  
کہنے لگا کہ مصرعِ سودا نہیں سنا  
”جو کچھ خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا“

تفسین کے علاوہ ان کے کلام میں بیش از بیش مروجہ و مقبول اصنافِ شعر کے بڑے کامیاب نمونے موجود ہیں۔ غزل، نظم، مثنوی، قصیدہ، سراپا، مرثیہ، قطعہ، مخمس، مسدس، مستزاد، رباعی سے کلام معمور ہے۔ لیکن غزل اور مثنوی سب میں بہت نمایاں ہیں۔ دیوانِ زادہ میں ندرت سے بھرپور ایک مستزاد ہے جو ہیئت کی دلچسپ مثال پیش کرتا ہے:

جاتے ہیں نظارے کو ہم اُس صبح جبیں کے ہر روز سحر  
طالب نہیں اس ملک میں ہم نام و نگیں کے مرتے نہیں زر کو

ساٹھ اشعار پر مشتمل ایک ساقی نامہ بھی ہے جو ظہوری کے ساقی نامے کی یاد دلاتا ہے۔ یا اردو میں محمد فقیہہ دردمند یا پھر اقبال کے معجز نما ساقی نامہ کا یہ آغاز ہے شاہ حاتم کو زبان و بیان پر زبردست عبور حاصل ہے۔ بغیر کسی واقعہ یا قصہ کے پانچ سوا اشعار کی مثنوی کہنا آسان نہیں ہے۔ ایسے ہی دوسری نظمیں بھی تخلیقی معجزات سے کم نہیں ہیں۔ ”وصفِ تما کو و حقہ“ پر پچانوے اشعار کو منظوم کرنا ایک غیر معمولی تخلیقی عجبہ ہے۔ محمد شاہ بادشاہ نے جعفر علی

خاں صادق سے اس عنوان پر نظم لکھنے کی فرمائش کی تھی۔ انھوں نے ہمت ہار دی اور شاہ حاتم سے درخواست کی یہاں یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ امراد سلاطین شاہ حاتم کا بڑا احترام کرتے تھے۔ محمد شاہ بادشاہ ان سے فرمائش نہ کر سکے۔ قیاس کہتا ہے کہ صادق شاہ صاحب کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے۔ اس لیے انھوں نے استاد سے خواہش ظاہر کی اور حاتم نے شاگرد کی سرپرستی کی۔

کچھ امراد نوابین کا ذکر کیا جا چکا ہے جن سے حاتم کے قریبی مراسم تھے یا وہ ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔ کلام میں کچھ اور بھی نام موجود ہیں جن سے حاتم کے تعلقات یا رسم و رواج تھے۔ ایک نام علی اصغر خاں کا ہے جن کی فیاضی اور سخاوت کا حاتم نے اعتراف کیا ہے:

یعنی فیاض زمانے کا علی اصغر خاں  
جس کی ہمت کی اب حاتم نے قسم کھائی ہے

نواب مجاہد جنگ اور نواب سید ہدایت علی خاں بہادر ضمیر کی بھی فرمائش اور مصرع طرح کا تذکرہ دیوان زادہ میں موجود ہے۔ ۱۱۶۵ھ کی ایک غزل سید ہدایت علی خاں کی فرمائش پر لکھی گئی جس کا مطلع ہے:

کیوں کر نہ کرے آج مرا جلوہ گری رنگ  
شیشے میں مرے دل کے بھرے ہے وہ پری رنگ

ان کی فرمائش پر اور بھی غزلیں موجود ہیں۔ فرمائش ہی نہیں ان کی زمینوں میں طرحی غزلیں کلام میں دستیاب ہیں۔ آج ان کم معروف شعرا یا معاصرین کے کلام پر عام و خاص کی نظر نہیں ہے۔ لیکن کلام حاتم میں ان کے حوالے موجود ہیں۔ جیسے ضابطہ خاں، یعقوب علی خاں، صادق، مراد علی خاں، فاخر خاں، عبد اللہ خاں، حسین علی شوق، میر محمد امین وغیرہ کے اسماء اہم ہیں۔ گویا حاتم کی شاعری ایک اعتبار سے کتاب حوالہ کا درجہ رکھتی ہے۔ پچیس شعرا کی اسی سے زائد طرحی غزلیں خود ایک دستاویزی ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ اس تخلیقی تنوع اور تاریخی جہات میں بھی حاتم کا کوئی حریف نظر نہیں آتا۔ اسے ان کی بالغ نظری اور تاریخی شعور کا نتیجہ کہنا چاہیے۔ یہاں ایک مثال دی جاتی ہے۔ سودا کا بہت معروف نعتیہ قصیدہ ہے:

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی  
نہ ٹوٹی شیخ سے زنا ر تسبیح سلیمانی

اس نعتیہ قصیدے کے زمانہ تخلیق کا علم حاتم کے کلام سے ہوتا ہے۔ ۱۱۵۳ھ کی طرحی زمین میں جو غزل ہے۔ سودا کے اسی مشہور قصیدے کی زمین سے یہ مستعار ہے۔ قصیدے کا ایک ٹکڑا ہے جسے حاتم نے اپنی زبان

میں ادا کیا ہے:

نہ جاوے صحبتِ کامل سے جس کے کفر ہودل میں  
سلیماں سے کبھو ٹوٹا نہ زنا رِ سلیمانی

اس غزل میں دو باتیں اور بھی قابل ذکر ہیں۔ مقطع میں خواجہ حافظ کے خالی ہندی اور مصرع کی تضمین بھی خوب ہے:

کہا حاتم نے تیرے دیکھ منہ پر خالی ہندی کو  
”چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی“

حاتم کے پیش نظر اصنافِ ادب کا بہت واضح اور وسیع تصور ہے وہ خانہ بندیوں یا اجزا و عناصر سے بے نیاز دکھائی دیتے ہیں۔ وہ غزل میں قصیدے یا مثنوی یا قطعات کی صنفی ہیئتوں کے استعمال کو معیوب نہیں سمجھتے۔ قصیدے کے طرز پر درمیان غزل مطلعِ ثانی کی شمولیت ملاحظہ ہو:

اگرچہ یہ زمین کہنہ تھی اے دوستاں لیکن  
ہے دل میں اس غزل میں تازہ کیسے مطلعِ ثانی  
ہوا ہوں اس قدر کا ہیبدہ تیرے ہجر میں جانی  
کہ میں نے اپنی صورت دیکھ کر آپ ہی نہ پہچانی

لسانی اور ادبی وسعتِ نظر کی کئی مثالیں غزلوں میں موجود ہیں جو امتیازات کی بھی حامل ہیں۔ ہیئت کی ایک اور حیرت انگیز مثال ملاحظہ ہو۔ ۱۱۵۵ھ کی غزل ہے۔ اس تجربے سے شعر کے آہنگ اور نغمگی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ نغمہ و آہنگ میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی ہے:

آؤ چمن میں گرو دیکھیں بہار ہم تم اور بیٹھ کر لب جو ہوں ہم کنار ہم تم  
دل چاہتا ہے مل لیں دم کا نہیں بروسا دودم کی زندگی میں پھر ایک بار ہم کو  
غزل کی ہیئت میں یہ تجربہ انوکھا ہے جو حاتم کی اختراع ہے۔ مصرعوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے مصرع کا پہلا جز دوسرے مصرع کے پہلے جز کا ہم قافیہ ہے۔ باقی غزل ہم ردیف و ہم قافیہ ہے۔

اس احساس اور شعور کا ایک دوسرا پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ حاتم نے دیوان زادہ میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ درج ہے کہ دیوان زادہ کی ترتیب کے وقت یہ خیال بھی رکھا گیا کہ قدیم و جدید فکر یا ماضی و حال کے مذاق کی خاطر جدید کلام کے ساتھ تخلیقات کے نمونے بھی شامل کیے جائیں۔ نمونے کے لیے ہر ردیف کی دو تین غزلیں یا چند اشعار کا انتخاب کیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ضخیم کلام سے اختصار کیا ہے تاکہ

پڑھنے والوں یا نقل کرنے والوں پر بارِ خاطر نہ ہو۔ گویا انھیں قاری کے مذاق اور کتاب کی گراں باری کا بھرپور عرفان تھا۔ اس تاریخی شعور کی مدد سے ہم اردو زبان کی ارتقائی تاریخ کو حاتم کے تعاون کے بغیر مکمل نہیں کر سکتے۔ ان کے الفاظ دیکھئے:

”بنا بر خاطر داشت یارانِ نازک طبعان از فکرِ قدیم و جدید کہ از مذاقِ ماضی و حال از  
 و خبر درہد۔“

یہ تاریخِ لسان کا ایک بہت اہم پہلو ہے۔ گردشِ ایام یا شام و سحر کے انقلابات کا گہرا شعور رکھنے والا فن کار ہی ”شہر آشوب“ تخلیق کر سکتا تھا۔ یہ حاتم کا سماجی ادراک ہے۔ حاتم کی تخلیقات میں بہ تمام و کمال درومندی اور دل سوزی کے ساتھ یہ موجود ہے۔ حاتم نے طویل عمر پائی چشمِ زدن میں گنبد گرداں نے ایسے انقلابات دکھائے کہ معاشرہ ہی منتشر ہو گیا جس کی کسی کو نہ توقع تھی اور نہ طاقتِ دید ہی حاصل تھی۔ سیاسی زوال کا حال تو جزو تاریخِ بنا مگر معاشرتی زوال اور اقدار کے انحطاط کا تذکرہ نظروں سے اوجھل ہی رہا۔ طبقاتی کشمکش کے احوال کا تذکرہ حاتم کے احساس اور شعور کی صدائے دردناک بن کر تخلیقات میں ڈھل گئے۔ یہ آشوب نامہ شہرِ دہلی یا دارالخلافت کا نہیں ہے بلکہ برصغیر کی بدلتی قدروں اور سراسیمہ سماج کی دل دوز داستان کا سب سے الم ناک منظر نامہ ہے۔ حاتم کی اولیات سے قطع نظر ان کی فکری بلندی اور وسعتِ نظر کی بے کرائی تھی جو ماضی و حال کے حادثات سے فردا کے استقبال کی بشارت رکھتی تھی۔ وہ اپنے اضطراب سے دوسروں کو آگہی بخشنے کے لیے آرزو مند ہیں۔ محسنِ شہر آشوب ۱۱۳۱ھ کی تخلیق کے چند بند ملاحظہ ہوں:

تو کھول چشمِ دل اور دیکھ قدرتِ حق یار کہ چنے ارض و سما اور کیا ہے لیل و نہار  
 نہ کھو تو عمر کو غفلت میں تک تو ہشیار کہ دور بارہ صدی کا ہے سخت کج رفتار  
 جہاں کے باغ میں یکساں ہے اب خزاں و بہار

حرام خور جو تھے اب حلال خور ہوئے جو چور تھے سو ہوئے شاہ، شاہ چور ہوئے  
 جو زیر دست تھے سو ان دنوں میں زور ہوئے جنھوں کو زور تھا سو اب مثالی مور ہوئے  
 جو خاک چھانتے پھرتے تھے سو ہوئے زردار

باورچی کھا کے ڈکاریں ہیں اب دو پیازہ پلاؤ اور اپنے زعم میں کھاتا یہ کاغذی کا تاؤ  
 گرانی غلے سے پینے کا اور ہی ہے سہاؤ گلی گلی میں ہے ہر ایک اپنی راجا راء  
 نوار باف پلنگ پر پڑا ہے پاؤں پسار



سکھوں کے بیچ یہاں سرخرو ہے تنبولی      کمہار رکھتے ہیں بندوق، توپ اور گولی  
ہوا ہے خضر کا چشمہ بھینگرے کی جھولی      ہنسے ہے خانم و بیگم کو دیکھ کر لولی  
ہر ایک صبح کو یا قوتی کھائے ہیں عطار

عجب یہ الٹی بھی ہے باؤ دلی میں      کہ شاہ باز، چڑی مار کی ہے انٹی میں  
روغن فروش کی ہیں پانچوں انگلیاں گھی میں      جنگل کو چھوڑ کے بوم آ بسے ہیں بستی میں  
نجیب چھوڑ کے شہروں کو ہیں جنگل میں خوار

یہ شہر آشوب سماج کے مختلف طبقوں اور پیشہ وروں کا دلاویز مرقع بھی پیش کرتا ہے۔ شاہ، امیر، سپاہ، بزرگ، نجیب، رذیل، قاضی، مفتی، اہل کار، صراف، صحاف، سنار، نائی، قصائی، نان بائی، کوئچڑا، مالی، لہار، تیلی، رنگ ریز، حلال خور، رونگر، چور، حلوائی، باورچی، گھسیارے، تنبولی، کمہار، عطار، چڑی مار، روغن فروش، جوتا فروش، بزاز، آتش باز، گندھی، صیقل گر، بھڑ بھونچے، اہیر، سائیس، عراقی، بھڑوے وغیرہ کی بنتی بگرتی تقدیروں کی مرقع سازی حاتم نے بڑی فن کاری اور فکر انگیزی کے ساتھ کی ہے۔ اردو میں یہ ایک عہد آفریں نظم ہے۔ ساتھ ہی فنی اور فکری امتزاج میں شاہ کا تخلیق کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظم بہ ظاہر مخمس کی شکل میں ہے تسلسل اور روانی میں بھی موتی کی مسلسل لڑی کی مانند ہے۔ حاتم نے انقلاب زمانہ کا ایک اور جگہ بھی بیان کیا ہے جو قصیدے کی زمین طرچی میں ہے اور ۱۷۷۱ھ کی تخلیق ہے اور صرف انیس اشعار پر مشتمل ہے۔ نظم تاثرات سے خالی نہیں ہے۔ بہ ظاہر یہ غزل ہے۔ مگر دوسرا شہر آشوب بھی کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ ہیئت مخمس کی نہیں ہے بلکہ غزل کی ہے اور مسلسل بیانیہ پر موقوف ہے جس کی وجہ سے روانی بھی بے مثل ہے۔

کیا بیاں کیجیے نیرنگی اوضاع جہاں      کہ بیک چشم زدن ہو گیا عالم ویراں  
جن کے ہاتھی تھے سواری کو سواب ننگے پاؤں      پھریں جوتی کے محتاج پڑے سرگرداں  
اے خدا خوب کہا ہے یہ کسو نے مصرع      یعنی نعمت بہ سگاں بخشی و دولت بہ خراں  
جس کو دیکھوں ہوں سو ہے فکر میں غلطاں پیچاں      یعنی چہ میر و چہ مرزا و چہ نواب و چہ خاں  
گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے      کہیں مظلوموں کے رونے سے نہ آوے طوفاں

بیانیہ کا یہ پیش کش حاتم کے منفرد ذہن اور فنی امتیازات کی مثال ہے۔ شاہ حاتم کی غزلوں میں بیانیہ اسلوب عام ہے۔ اور اس میں مکالماتی رنگ و آہنگ کی کمی نہیں ہے۔ کہیں کہیں خود کلامی بھی ہے۔ ان غزلوں کا یہ امتیاز ان کی قوت تخلیق کا مظہر ہے جو حاتم کو بڑی ارزانی کے ساتھ بخشا گیا ہے۔ انھیں تنگ نائے غزل کا شکوہ نہیں

ہے۔ حاتم نے مسلسل غزلیں کہیں اور اشعار کے متعین یا مجوزہ تعداد اشعار سے گریز کیا۔ کئی غزلیں طویل ہیں اور مسلسل ہیں۔ مکالماتی اور محاکاتی اسالیب سے ہم آہنگ ہیں۔ خاص طور پر دیوان زادہ کی ترتیب کے بعد مسلسل یا طویل غزلیں کہنے کی مثالیں ملتی ہیں۔ ۲۲ اشعار پر مشتمل غزل ایک انوکھا تجربہ ہے۔ ۱۱۹ اشعار کی کئی غزلیں ہیں۔ ان کی اور بھی خصوصیات ہیں۔ اشعار کی تعداد سے حاتم کے تخلیقی سیل کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نظمیں بیان، تخلیق اور روانی میں شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ تحقیقی سرگرمیوں کا کارواں آگے کی طرف رواں دواں ہے۔ لائق احترام ہیں وہ اساتذہ جن کی کاوشوں سے قدیم متن سامنے آیا۔ اس دریافت سے زبان و بیان کی تاریخ پر نئی روشنی پڑتی ہے۔ 'دیوانِ فائز' کے بعد 'دیوانِ آبرو' کی اشاعت سے قدیم تاریخ کے سلسلے مربوط ہونے لگے۔ بعد ازاں 'دیوانِ شاکر ناجی'، 'دیوانِ یقین'، 'جعفر زلی'، 'دیوانِ یک رو'، 'انتخاب حاتم' اور 'دیوانِ زادہ' کی اشاعتوں سے قدیم متون تک رسائی آسان ہو گئی ہے۔ ان کے تجزیہ نے تخلیقی تفہیم کی راہیں ہموار کر دی ہیں۔ اس دور کے سبھی شعرا کی کم و بیش یکساں حیثیت اور اہمیت ہے۔ ان میں حاتم کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ چوں کہ انھوں نے ایک طویل عمر پائی اور پرورش لوح و قلم کی سعادت سے دیر تک بہرہ ور ہوتے رہے۔ اس لیے ان کو معاصرین پر ایک گونہ سبقت و سربراہی حاصل ہے۔ اس لحاظ سے بھی ان کا مطالعہ ایک نئے زاویہ نظر کی دعوت دیتا ہے۔ حاتم کا کلام حوالوں اور لسانی تبدیلیوں کا ایک مرقع ہے جس میں زبان و بیان کی مکروہ و زشت صورتوں کے ساتھ اظہار و اسالیب کے دلاویز پیکروں کی شفاف تصویریں موجود ہیں۔ پھر گردشِ ایام کے نشیب و فراز کی بنتی بگڑتی شکلیں بھی ہمارے دامنِ احساس کو متاثر کرتی ہیں۔ ان کے کلام میں افلاس و امارت، نوحہ و غم اور نغمہ شادی، ترک لذات اور آسائشِ دو گیتی، عرفان وارضیت، لمس و گریز کی متضاد کیفیات کا حسن امتزاج موجود ہے۔ بارہویں صدی کے فرد و سماج کے انبساط و انحطاط کی داستان کے کئی پہلو حاتم کے کلام میں دستیاب ہیں۔ انسانوں کی ذہنی کشمکش، زندگی کے پیچ و خم قلندرانہ شان و شکوہ کے ساتھ لطف و لذت سے ہم کنار ہونے کی خواہشات کے کئی رخ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان پہلوؤں کا رشتہ و پیوند ایک حد تک خود حاتم کی ذات و صفات سے بھی ہم آہنگ ہے۔ ان کی شخصیت بھی بذاتِ خود بڑی دل کشی کی مالک تھی۔ تخلیقات میں اس کا عکس و اظہار عینِ فطری تھا۔ انھوں نے عصری محسوسات اور شخصی مشاہدات کو عرضِ ہنر میں تحلیل کر کے پیش کیا ہے۔ درحقیقت ان کا کلام ان کی شخصیت اور سماج کی ترجمانی اور تصویرِ آفرینی کی تمثیل ہے۔

اردو تہذیبی امتزاج و ارتباط سے عبارت ہے۔ اس ترکیب میں ثقافتی آویزشوں اور کشاکش نے ہم

آغوش ہو کر اسے توانائی بخشی ہے۔ خاص طور پر ابتدائی دور کی تخلیقات کا سب سے موثر اور متحرک منبع تہذیبی تفہیم کے مشترک اقدار ہی ہیں جو زبانوں اور بولیوں کے خدوخال سے بہت واضح ہیں۔ موضوعات اور اسالیب میں بھی ان کے نشانات بہت نمایاں ہیں۔ اگر صرف غزلوں کے حوالوں سے ہی گفتگو کی جائے تو حاتم کی شاعری سے ان رویوں کی توثیق ہوتی ہے۔

وسط ایشیا کی تہذیب اپنی پوری توانائی کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئی تھی۔ ترکوں، مغلوں، ایرانیوں اور افغانیوں کے بود و باش میں قدرے فرق کے باوجود ایک اجتماعی آمیزش تھی جو دہلی اور نواح دہلی میں سایہ نشین تھی۔ اسے مجموعی طور پر مرزائی معاشرت کہہ سکتے ہیں جو طرح داری تک داری، بانکپن میں انوکھے رکھ رکھاؤ کے لیے مشہور تھی۔ یہ جواں سال، جواں قد، جانباز اور جیالے بھی تھے۔ قد و قامت کی دلاویزی کے ساتھ کج کلاہ، مرد سپاہ خوش پوش و خوش کلام بھی تھے اور چال ڈھال بھی ایسی کہ بقول حاتم:

ہر قدم پر ان کے چلنے سے ہوا ہے فرش گل

ایسی فضا میں دل داری و دلا سائی عام تھی۔ حاتم نے بار بار اس معاشرت کی تصویر کشی کی ہے۔

ایک دوسری تصویر یا اظہار ملاحظہ ہو جس سے معاشرت اور ماحول کے اندازِ نظر کا علم ہوتا ہے:

تیز پھرتی ہے نگہ ترک کماں ابرو کی

باز گشتی کا لگانا فنِ مغلائی ہے

ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ سب خیالی حسن کے ناز و غمزے ہیں۔ وہ مغلائی حسن ہو یا میرزائی جمال، سب

میں ہندی حسن کی آمیزش اور اندازِ آرائش ہی جہاں دوست کو جمال آفریں بناتا ہے:

لگاتا تو نہ گر پاؤں میں مہندی

تو فتنہ شہر میں برپا نہ ہوتا

حسینانِ ہند پنجاب کی راہوں میں روپوش ہو کر رہتی کرتے ہیں۔ وسط ایشیا کے میرزائی مغل جوان

انہیں راہوں میں نقدِ دل گنوا بیٹھتے ہیں۔ تاریخی طور پر تہذیبی کارواں کی یہی گزرگاہ ہے۔ رنگ روپ کا ارغوانی

ملاپ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ حاتم کے مشاہدات میں تاریخ کی بدیہی حقیقتیں بہت واضح ہیں۔ وہ کارواں کے

جیالوں کا دل لینے اور دل دے بیٹھنے کے حادثات سے بخوبی واقف تھے:

چھین لیتے ہیں مرے دل کوں نگاہوں کے بچ حسن رہزن ہے یو پنجاب کی راہوں کے بچ

کلام میں پنجاب کا تذکرہ اور بھی ہے۔ حاتم کی دلچسپی کے دوسرے مقامات بھی ہیں جن کا اشعار میں

ذکر کیا گیا ہے۔ یہ امصار مختلف تہذیبوں کی علامتیں پیش کرتے ہیں اور اردوان کے ارتباط کی نمائندگی کرتی ہے۔  
حاتم کے یہاں تہذیبی اختلاط کی وافر مثالیں موجود ہیں۔ وہ دہلی سے باہر نہیں گئے مگر دکن و نجف، کشمیر و کابل،  
یمن و یورپ کا تصور کرتے رہے۔

حاتم درویش منش انسان تھے۔ کارِ جہاں سے لائق ان کا مزاج تھا۔ اسی رنگ میں ان کی پوری زندگی  
بسر ہوئی جو ان کی پسند کی ہوئی تھی۔ صبر و شکر کے ساتھ گزران کیا وہ اس طرزِ حیات پر فخر کرتے رہے:

نہ چاہا جاہ حاتم آفریں ہے خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

دینار اور درم کے نہ لادل کو دام میں قاروں سے بے خبر ہے کہ خزانے نے کیا کیا

ہے وہ چرنے مثال سرگرداں جس کوں حاتم خیالِ مال ہوا

بھاڑ میں ڈالیں لے کر منصب و املاک ہیں گھر کیا ہے ہم نے حاتم برسرِ دارِ فنا  
قناعت پسندی ان کی درویشانہ زندگی کا جزو بن چکی تھی۔ نواب کی ملازمت سے دست کش ہونا معمولی  
کردار کی بات نہ تھی۔ یہ ان کے فقر و استغنا کا کمال تھا۔ انھوں نے بہارِ یہِ مثنوی 'بزمِ عشرت' لکھی ہے جس میں  
آدابِ نگارش کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ وقت محمد شاہ کی تعریف کی ہے۔ مگر ان سے کسی طلبِ یادِ عا سے گریز کیا  
ہے اور ایمان و یقین پر سختی سے کار بند رہنے کو حاصلِ حیات قرار دیا ہے:

نہ رکھ حاتم طمع شاہ و گدا سے جو کچھ چاہے سو مانگا کر خدا سے

توقع غیر سے خطرات ہے گا کہ سب کا رزق اس کے ہات ہے گا

غزلوں میں اس فکر کی تکرار ہے۔ اوائلِ شاعری میں ۱۹۳۶ء کا دس بند کا ایک مسدس ہے جو اس موضوع  
پر ایک منظم اور مربوط خیال کا ترجمان ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ بے نیازی ان کی سرشت میں شامل تھی۔ دل  
بے مدعا انھیں فیاضِ فطرت نے ودیعت کیا تھا۔ وہی ان کا حاجت روا تھا۔ رب کائنات کی کفالت و پرورش پر ان  
کا راسخ عقیدہ تھا:

چشمِ امید رکھ کے خدا کے کرم کے ساتھ باندھا نہیں ہے دل کو میں دام و درم کے ساتھ

گزران اب کروں ہوں جہاں میں بھرم کے ساتھ گزرا ہوں قوتِ بیش سے قانع ہوں کم کے ساتھ

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز مرے دم قدم کے ساتھ

اس نظم میں بڑے نکات موجود ہیں۔ وہ پتھر میں گھاس، مگس کو عنکبوت کے پاس غذا فراہم کرتا ہے تو حاتم کو کار جہاں سے فراغ کیوں نہ ہو۔ انھیں شوق زار اور تلاش گہر کا تردد نہیں ہے۔ وہ ملکہ غنا کے سلطان ہیں۔ سب کو چھوڑ کر خدا سے ساز کیا ہے وہ رزاق کی صفت کے تمنا سے سرشار ہو کر غیر کے مدار و مدد سے معذرت خواہ ہیں۔

اس کے بہت سے پہلو ہیں جن پر حاتم نے بڑی بے باکی سے اظہار کیا ہے کہ زندگی اور کائنات کی بے ثباتی عام ہے۔ عرفان حق پر بھی تاکید نظر کا فرما ہے جو ظاہری نمود کی محتاج نہیں ہے:

حق سے ملنا گہروے کپڑوں اوپر موقوف نہیں

دل کے تئیں رنگو، فقیری یہ ہے اور سب ہے لباس

جو کہ آیا رباط دنیا میں سو مسافر مثال راہی ہے

گدا ہوں پر طبع رکھتا نہیں میں بادشاہوں سے

کہ دنیا دار ہے درویش کو دولت قناعت سے

عام صوفیانہ خیالات سے قطع نظریہ تصورات حاتم کی فکر و کردار کا جزو بن چکے تھے اور اس پر وہ عمل پیرا بھی تھے۔ معاشرتی زوال کے سبب ان رجحان کا پیدا ہونا ایک لاشعوری عمل ہوتا ہے۔ ہستی کو حجاب وجود کو دامن فریب اور نمود کو ریاضت سمجھنا عمومی فکر کا حصہ بن جاتا ہے۔ ترک دنیا اور ترک لذات کو عرفان کا وسیلہ سمجھ لیا جاتا بھی فطری تھا۔ اس کا دوسرا رخ بھی حاتم کی شاعری میں موجود ہے: دنیا سے لطف اندوز ہونے کی آرزو بھی رکھتے ہیں۔ اس میں لذت پرستی نہیں دکھائی دیتی بلکہ کائنات میں بکھری ہوئی بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہونے پر زور ہے تاکہ تحسین و تشکر کا حق ادا ہو سکے۔ اور انسانی وجود کو قدرت سے ہم کنار کیا جاسکے۔ کیوں کہ مظاہر فطرت اور انسان کے درمیان ایک گہرا رشتہ تخلیق ہے جس سے روبرو ہو کر انفس و آفاق کا عرفان حاصل ہوتا ہے اور خالق کل کے اقرار میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا اپنے وجود کے مضمرات کی تفہیم سے ہوتی ہے:

اہل معنی جز نہ بوجھے گا کوئی اس رمز کوں

ہم نے پایا ہے خدا کوں صورتِ انساں کے بیچ

یہ انسان تخلیق کائنات کا شاہکار ہے حاتم نے عظمت آدم کے احساس کو قرب الہی کا ایک فکر انگیز نکتہ فراہم کیا ہے۔ ۱۱۴۲ھ کی غزل کا مطلع پیش نظر ہو:

دیکھ بنیاد رب کی آدم ہے جان لے گا اگر تو محرم ہے  
سب صفت اس کی دیکھ لے اس میں کہہ تو بندہ خدا سے کیا کم ہے  
اس برس کی دوسری غزل ہے جس میں بنی نوع بشر کے ساتھ ارض و سما کے مظاہر اور نور و فشاں فطرت کی  
آگہی کو ایقانِ نظر کے لیے لازم بتایا ہے:

دل کی اس بات پر گواہی ہے ہر طرف مظہرِ الہی ہے  
جن نے بوجھا ہے اس سخن کو یقین اس کو عرفاں کی بادشاہی ہے  
ڈاکٹر محمد حسن نے لکھا ہے کہ:

”جسے تصوف کہا گیا وہ اس مشترک تہذیب اور ان مشترک اقدار کا فکری اظہار تھا۔ اسلامی

تصوف کی نشو و نما زیادہ تر انھیں علاقوں میں ہوئی جہاں بدھ و ہارتھ۔“ ۱

یہ آئینِ تصوف کا اساسی اصول ہے جس سے وجود و نمود کے افکار جنم لیتے ہیں۔ وحدت و کثرت کے  
تمام تصورات کا سرچشمہ بھی یہی خیال ہے۔ لیکن حاتم نے وجودی فکر سے گریز کرتے ہوئے کائناتی کلیہ فراہم کیا  
ہے جو عقیدے کے مسلمات کا جزو لا ینفک ہے۔ ہر طرف کہہ کے انھوں نے حلول کو مسترد کیا ہے۔ اس سے ان کی  
صحتِ فکر کا پتہ چلتا ہے۔ حاتم متصوفانہ خیالات رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ شمال میں صوفیانہ شاعری کے وہ  
مصدرِ اول ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ یہی نہیں کردار و عمل کے اعتبار سے بھی ان کا کوئی مقابل نہیں ہے۔ فکر و خیال کے  
ساتھ ان کی زندگی درویشی و قلندری کی مثال پیش کرتی ہے جس پر وہ قائم رہے۔ یہ روایت ان کے محترم معاصر  
خواجہ میر درد کے ہاتھوں پروان چڑھتی ہے جنھوں نے عمل اور افکار میں گہری اور کشادہ معنویت پیدا کی۔ فکری سطح  
پر وہ مفکر صوفی شاعر ہیں۔ انھوں نے ”علم الکتاب“ لکھ کر تصوف کو فکری بنیاد فراہم کی اور ماورائی مباحث کا دستاویز  
تیار کیا۔ عملی سطح پر بھی وہ ایمان و یقین کے پیکر نور تھے۔ اردو کے تیسرے صوفی شاعر شاہ غمگین گوالیاری ہیں جو دہلی  
کے ہی پروردہ تھے۔ وہ حاتم کے شاگرد سعادت یار خاں رنگین کے شاگرد کہے جاتے ہیں۔ وہ بھی فکر و عمل میں  
یکتا رہے روزگار تھے۔ حاتم کی خوش بختی دیکھئے کہ اردو کے تین بزرگ صوفی شاعر ہیں۔ ان کے علاوہ ایک معاصر  
اور دوسرا ان کے نسب نامے کا نامی گرامی فن کار جو غالب جیسے محترم سخنور کا مخدوم تھا اور محبوب بھی یہ سیادت بھی  
حاتم کے حصے میں آئی تھی۔

۲ علم الکتاب، ۷

۱ دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر، ۱۰

۳ خواجہ میر درد، ۹

یہ بدیہی سچائی ہے کہ دنیا میں جینے کے لیے مادی وسیلے لازمی ہیں اور انھیں حاصل کرنے کی جائز تدبیر کرنی چاہیے تاکہ زندگی کو خوشگوار بنایا جاسکے:

خواہ ہو بادشاہ خواہ ہو گدا

کام دنیا کا ہے رواں زر سوں

وہ ضرورتیں جو انسان کے لیے ملزوم ہیں بنیادی طور پر تین ہیں: شکم سیری کے لیے نان و نمک، تن پوشی کے لیے ملبوسات اور جسم و جان کی حفاظت اور راحت کے لیے سایہ دیوار کی پناہ گاہ۔ انھیں حاصل کرنے کے لیے انسان مجبور ہے اور مامور بھی۔ ان ضرورتوں کی تکمیل ہر بشر کے لیے لازمہ حیات ہے:

گدایا شاہ کوئی ہو موافق قدر ہر اک کے

لباس و قوت و مسکن سب کو ہے درکار دنیا میں

اس طرح کے موضوعات میں ایک دائمی صداقت موجود ہے جو ہر زمان اور ہر فرد محسوس کرتا ہے۔ ان میں دنیا اور زندگی کی وہ حقیقتیں شامل ہیں جن سے گریز ممکن نہیں ہے اور نہ فرار کی صورت ہی ممکن ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حاتم کے تصورات اور تعلیمات میں اثبات کا عنصر غالب ہے جو اس دور کی عام فکری روش کے برعکس ہے۔ حاتم کی رجائیت اور امیدوں پر انحصار ان کے فکر و نظر کی ایک قوت بخش توانائی ہے:

گردشِ دوراں سوں حاتم غم نہ کھا

حق نکالے گا تجھے افلاس سوں

اس سے بڑھ کر انھوں نے آخری صحفِ سماوی کی فکر انگیز آیت کو منظوم کیا ہے جس سے ان کی رجائیت پسندی کا پتہ چلتا ہے اور فکری اصابت و استحکام کا بھی:

رحمت حق سے نہیں کوئی ناامید

دیکھ لے لا تقطوا قرآن میں

شاہ حاتم عربی زبان و ادب کے عالم نہ تھے لیکن ضرورت کے مطابق قرآن فہم تھے۔ کلام میں کئی جگہ آیتوں کو خوب صورتی سے منظوم کیا ہے جیسے:

نحن اقرب تو راست ہے لیکن

وہ ہے نزدیک تجھ سے تو ہے دور

تو جو کہتا ہے بولتا کیا ہے

امرِ ربی ہے روحِ مولا ہے

کلِ شئیٰ محیط پیدا ہے

کلِ شئیٰ اور عرفانِ ذات کے لیے من عرف نفسه کا حوالہ بھی موجود ہے۔ اس غزل میں شریعت، طریقت اور معرفت کی ایک فکر انگیز تعریف بھی ملتی ہے:

اور شریعت کی پوچھتا ہے تو یار

دحدہ لا شریک یکتا ہے

یہ پوری غزل رمزِ توحید پر لکھی گئی ہے۔

حاتم کی رجائیت پسندی سے رغبت اس دور کے فکری تناظر میں بڑی معنویت رکھتی ہے۔ زندگی کی بے ثباتی اور کارِ دنیا بچ کی مسموم فضا میں عزم و استقلال پر اعتماد رکھنے کی تاکید مردہ لوگوں کے لیے حرکت و حرارت کا پیغام رکھتی ہے۔ یہ جوانِ مردی اور جوانِ کاری کے آداب سکھاتی ہے۔ یہ جنوں خیزی کے نسا تھ آتشِ نمرود کی آزمائش کو بھی آسان بنا دیتی ہے:

وہی ہے مرد جو ہو روبرو تروار کے حاتم

کہ منہ کے پھیرتے نامرد پر شمشیر ہنستی ہے

حاتم ایک باعمل انسان تھے، تحرک و عمل انھیں بہت عزیز تھا۔ وہ سعی و عمل کو انسانی وجود اور اس کی حفاظت کے لیے آئینِ فطرت سمجھتے تھے۔ جدوجہد سے زندگی کے اسرار تک رسائی ہوتی ہے۔ وہ عمل کے بیج بونے اور اس کے ثمرات حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس شعر کو دیکھئے:

دہقان کی طرح دانہ زمیں میں نہ بویئے

بونا وہی جو تخمِ عمل دل میں بویئے

ایک دوسرا شعر ملاحظہ ہو:

زمینِ دل میں چاہوں ہوں کہ کچھ تخمِ عمل بودوں

کروں کیا عمرِ فرصت سے بونے کی نہیں فرصت

تخمِ عمل کا بار بار ذکر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ جدوجہد ہی تلخِ زندگانی کو انگلیں میں تبدیل کرتا ہے۔ دیائے دوں ایک دارِ العمل ہے اور ثمرات سے بہرہ ور ہونے کی جگہ۔ عملِ محنت و غیرت سے عبارت ہے۔ غیرت خود داری سکھاتی ہے اور خودی کو بیدار کرتی ہے۔ یہی خودی ہے جو عالمِ نزع میں بھی غیر سے پانی کی طلب کو مختصر سے



دیکھتی ہے:

پانی نہ مانگ وقتِ نزع بھی کسی سے تو

حاتم جو چاہتا ہے جہاں بیچ آبرو

حاتم فلسفی تھے اور نہ مفکر۔ وہ ایک باشعور حساس اور غور و فکر رکھنے والے عام انسان تھے۔ ان کے غور و فکر اور سوچ بچار میں یہ افکار نکلتے ہائے نظر کی بالیدگی و بلندی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو شاعری کے ابتدائی دور کی فکری تصویر بناتے ہیں جس میں اثبات و اعتماد کی تلقین و تائید شامل ہے۔ اس دور میں حاتم کی یہ مثبت فکر نیم جاں معاشرے کے لیے بیاض مسیحا کے نخوں کی تاثیر رکھتی ہے۔ خاص طور پر جب پوری شاعری نوہ گری اور نفی ذات کی ترجمان بن جائے تو یہ آوازیں رحیل کا رواں کی بیداری اور بانگِ درا بن جاتی ہے۔ پڑمردگی کے دور میں ان مثبت تصورات کی بڑی اہمیت ہے۔

ان کی فکر و نظر کا ایک حصہ ان کے کلام میں موجود ہے جن سے ان کی زندگی اور تصورات کا خاکہ تیار کیا جاسکتا ہے اور ان کی شخصیت کی نفسیات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے حال و قال میں ایک گہرے ربط کی بنیاد ہے۔ مذکورہ اشعار میں بنی نوع انسان سے محبت کا جو اظہار ملتا ہے وہ ان کا شیوہ زندگی تھا مذہب و ملت یا رنگ و نسل کے مابین اختلاف کے باوجود حاتم ایک صلح کل اور صلح جو کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں شیخ و برہمن یا ہندو مسلمان محض روایتی نہیں ہیں۔ یا محض شاعری کے واسطے موضوعِ سخن نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ حاتم کی نظر میں ہندوگانِ خدا لائقِ صدا احترام ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں کو جگہ جگہ مخاطب کیا گیا ہے۔ اولادِ آدم کے احترام اور ان سے محبت ان کی فکر کا اساسی نکتہ اور فن کا بنیادی مرکز ہے جو اشعار کے نہاں خانے میں بہت نمایاں ہے۔ خود ان کے شاگرد مکند سنگھ فارغ ایک مثال ہیں۔ دوسری طرف کلام میں لالہ دہی دت کا بھی ذکر موجود ہے۔ مذہبی اور اساطیری حوالوں سے بھی تائید ہوتی ہے۔ ثقافتی سرگرمیوں اور عقائد کے اشاروں نے بھی اس خیال کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان کی وسیع القلمی ان کے اشعار میں جابجا نظر آتی ہے جن میں ان کے مذہبی موقف کی شناخت آسان ہو جاتی ہے۔

نہ میں سنی نہ شیعہ نے کافر صوفی ہوں سب کا دید کرتا ہوں

اپنے احساسِ خلق سے حاتم آدمی کو عبید کرتا ہوں

حاتم کے مسلک و مشرب میں ہر اختلاف یا امتیاز کو بنی نوع انسان کی وحدت کے لیے مہلک کہا گیا ہے۔ وہ عملاً وسیع المشرب انسان تھے۔ ان کے حلقے میں ہر ایک کو یکساں عزت اور باریابی حاصل تھی۔ انھوں نے مختلف عقائد کے درمیان رشۃ اتحاد کا آئین مرتب کیا تھا جس کے لیے آج محراب و منبر مطالبہ کرتے ہیں:

دل کے آزار کا نہ دو فتویٰ

مذہبوں میں مت اختلاف کرو

نظم ”بزمِ عشرت“ کے ایک حصہ ’بزمِ نغمہ‘ میں ان الفاظ کو دیکھئے جو تہذیب کی ترجمانی کرتے ہیں۔  
طنبورا، کلاؤنت، سارنگ، سدارنگ، ستارہ، ڈھولک، گت، جل ترنگ، مردنگ، سوروساؤنت، ہنڈول، راگ،  
دھرپت، اوگھٹ، بدیا، نٹ۔

حاتم کا کلام تہذیب کے ان گنت پہلوؤں پر مشتمل ایک مرقع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شعری نگار خانے میں بڑی شفاف صورتیں جمع ہیں۔ صرف اسی موضوع پر توجہ دی جائے تو حاتم نادر روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔ تہذیبی علامتیں اور اساطیری حوالوں نے ان کے کلام کو رنگ و آہنگ سے گراں بار کیا ہے۔ بزمِ عشرت میں ’ہولی‘ کو دیکھیے۔ یہ شمالی ہندوستان کی ہولی پر پہلی نظم ہے۔ تاریخی یا تہذیبی تصویر کشی کے لیے ہی یہ اہمیت نہیں رکھتی بلکہ جذبات نگاری اور محاکات کی خوبصورت پیش کش میں بھی لاثانی ہے۔ حاتم کے مشاہدات کا اظہار اس نظم کو جاودا بنانے کے لیے کافی ہے:

گلال ابرک سے سب بھر بھر کے جھولی      پکارے یک بیک ہولی ہے ہولی  
کوئی ہے سانوری، کوئی ہے گوری      کوئی چنپا برن عمروں میں تھوری  
کوئی لے رنگ پچکاری بھرے ہے      کوئی رنگیں لباس اپنا کرے ہے

حاتم کے کلام میں اکثر و بیشتر طنز کا تیور بھی دیکھنے کو ملتا ہے جو تضحیک یا ابتذال سے پاک ہے۔ غزلوں میں اس کا انداز ذرا مختلف ہے۔ مگر نظموں میں خاص طور پر شہر آشوب میں نیرنگی زمانہ پر گہرے طنز کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ وہ ایک بااخلاق انسان تھے اور کچھ اقتدار انھیں بہت عزیز تھے۔ خود درویشانہ مزاج کے مالک تھے۔ جہاں طنز و تشنیع یا مزاح و مذاق کا عنصر غالب نہیں ہو سکتا۔ اردو زبان کی سادگی اور حاتم کی مزاحیہ اعتدال پسندی دونوں قابل ذکر ہیں۔ یہی صورتیں اشعار میں بھی بدرجہ کمال موجود ہیں:

رمضان کی آمد ہوئی ہے شیخ کو عید      ہے واسطے افطار کے سب سے تاکید  
معلوم ہوا تو اسی جہاں میں حاتم      عرفاں ہے روپیہ و روٹی توحید

طنز کی سب سے اچھی اور تاثرات میں سب سے تیکھی نظم ’شہر آشوب‘ ہے۔ غزلوں میں کہیں ان کی جھلک دکھائی دیتی ہے:

اس طفلِ خو کو میری نصیحت سے لنگ ہے      بگڑا ہے لڑکپن سے کہاں تک سنور سکے

مرے قتل پر تو جو فتویٰ دیا ہے گنہ کیا کیا میں ترا کیا لیا ہے

رہین شراب خانہ کیا شیخ حیف ہے جو پیرہن بنایا تھا احرام کے لیے

زاہد کو ہم نے دیکھ خرابات میں کہا مسجد کو اپنی چھوڑ کہو تم یہاں کہاں  
حاتم کے طنز میں معاشرے اور تہذیبی قدروں کی پامالی کو زیادہ سے زیادہ ہدف بنایا گیا ہے جس کا انھیں  
شدید احساس تھا۔ درازی عمر نے بھی تلخ و شیریں تجربات دیکھنے کے لیے مجبور کیا تھا۔ نواب صاحب کے قتل کے  
بعد وہ مجھ سے گئے تھے۔ شاہوں اور شہزادوں کے ساتھ ہونے والے گھناؤنے سلوک سے ہر شخص ہراساں تھا۔  
دہلی کے خرابے کی ویرانی پر فن کاروں نے خون کے آنسوؤں کا خراجِ غم پیش کیا ہے۔ حاتم نے چشمِ زدن میں  
معاشرے کے زوال کا مشاہدہ کیا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر نادر شاہ کے حملے نے ساری قدروں کو تہس نہس  
کر کے رکھ دیا:

ایسی ہوا بھی کہ ہے چاروں طرف فساد

جز سایہ خدا کہیں دارالاماں نہیں

شہر آشوب تو ایک مربوط نظم ہے جو خانماں برباد بستی کے بدلے ہوئے اقدار اور بربادی کا نوحہ خواں  
ہے۔ غزلوں کے مختلف اشعار میں الم ناک تصویروں کا تذکرہ ہے جہاں ہر شکل بہ صورتِ تصویر ساکت نظر آتی ہے:

دلی میں آئے ایسے قدم سے جہاں پناہ

عالم کا سب طرح سے ہے ہوا کا روبرو بند

درماندگی اور محتاجی نے زندگی کی ہر خوشی چھین لی تھی:

جدھر سنتا ہوں اب سب کی زباں پہ روٹی روٹی ہے

مسلح حملوں سے دلی کی تاراجی کا تذکرہ اس مصرعے سے عیاں ہے:

گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے

ایسی مسموم فضا میں غم و اندوہ کو غلط کرنے کے لیے ہنسنے ہنسانے کی ضرورت پیش آتی ہے جو فطری نہ ہو کر

محض بناوٹی ہوتی ہے۔ حاتم کے مزاج میں طنز و مزاح کا عنصر غالب نہ تھا۔ ان کی سنجیدگی اور درویشی مانع تھی۔ پھر

بھی ایک شعر میں وہ اپنی ظریفانہ طبیعت کا اقرار کرتے ہیں جو صرف اعتراف کی حد تک ہے:

خوبان کو کس طرح سے لگالے ہے بات میں

بندہ ہوں اپنی طبع ظرافت مآب کا

طبیعت یا فطری میلان سے قطع نظریہ غزل کے سیاق سے متعلق ہے۔ حقیقت سے سروکار نہیں ہے۔ وہ ظریف تھے اور نہ مضحک بلکہ سنجیدگی غالب تھی۔ بزرگوں کی صحبت سے فیض یافتہ تھے اور امرا کی صحبتوں کے آداب سے باخبر۔

ایسی صورت میں طنز کے تیر و دختر چلانے کی توفیق نہیں مل سکتی اور نہ ہمیں توقع کرنی چاہیے۔ وہ دل آزاری کی جگہ دل داری کو عزیز سمجھتے تھے جو کچھ بھی طنز ہے اس میں نیرنگی، فلک، محبوب کے جو رجحان اور زاہد و شیخ کی ریاکاری کے خلاف روایاتی انداز کی مزاح نگاری موجود ہے۔ حاتم نے مدح و ذم کے بارے میں ایک بلیغ اظہار کیا ہے جو ان کے مزاح کی ترجمانی کر رہا ہے:

مدح کرنا مشرب عارف میں سب کا خوب ہے

بد طبیعت ہے کہ جس کی طبع ہو ذم کی طرف

شاہ حاتم کو زبان کی ارتقا پذیری کا بڑا شعور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے قدیم دیوان کو ایک طرح سے متروک قرار دیا۔ یہ ان کی وسعتِ نظر تھی کہ اتنا ایثار زبان کی خاطر کیا۔ قدیم کلام کے بڑے حصے کو حذف کر دیا اور ایک انتخاب کیا۔ ادب میں دو اور مثالیں موجود ہیں۔ غالب نے بھی بڑی قربانی دی کہ ایک معقول حصہ کلام کو حذف کر دیا۔ اقبال نے تو حیرت انگیز نظر ثانی کی۔ اردو کلام کا تقریباً چالیس فیصد حصہ مسترد کر دیا۔ کسی تخلیق کار کی یہ غیر معمولی جرأت ہے۔ حاتم انتخاب کے بعد بھی متواتر اصلاح و ترمیم کرتے رہے۔ اسی لیے سبھی نسخوں میں اختلافِ متن پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان کی زندگی میں نسخوں کی کتابت ہوتی رہی۔ وہ برابر حک و اصلاح کرتے رہے۔ کیوں کہ انھیں لسانی ارتقا اور اظہار کی ترقی پذیری کا شعور تھا۔ آخری نسخہ جولاءِ ۱۹۰۷ء کا ہے اور ان کے شاگرد بالکل سنجیدہ فارغ کی کتابت سے تیار ہوا ہے، یہ سب سے مکمل اور معتبر ہے۔ حاتم بار بار مسودے میں اصلاح کرتے رہے اور کلام کو سنوارتے رہے۔

ان کے کلام پر فنی نقطہ نظر سے تجزیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس دور میں شعری محاسن کے جو متداول معیار تھے وہ کلام میں بدرجہ کمال موجود ہیں لیکن ان میں صنائع و بدائع کا بالائتزام ارادہ نہیں ملتا۔ یہ عہد فطری سادگی کا ہے، تصنع و تکلف سے بے نیازی عام تھی۔ حاتم نے آرائش کا نہ اہتمام کیا ہے اور نہ لفظی نگینہ سازی سے حسن کلام کو سجانے کی کوشش کی ہے۔ جو محسوسات خیال میں آئے وہ بغیر کسی اہتمام کے زبانِ قلم پر نقل ہوئے۔

فطری سادگی اور لفظوں میں جذبات کے ڈھل جانے سے ان کی شاعری میں پرکاری کے اثرات نمایاں ہیں۔ ہاں یہ بات اہم ہے کہ حاتم کو لفظ و معنی کے ارتباط کا بڑا احساس تھا تا کہ خیال کی ترجمانی میں تشنگی نہ رہ جائے۔ خیال کے اظہار کے لیے موزوں الفاظ کے انتخاب پر ان کی توجہ تھی۔ تا کہ معانی لفظوں میں ڈھل کر اثر آفریں ہو سکے۔ لفظ و معنی کے اختلاط پر مشرقی تخلیق کاروں نیز انتقادی نظر رکھنے والے اصحاب کی توجہ مرکوز رہی ہے۔ حاتم کی شعریات میں بھی جذبات کا موزوں ترین الفاظ میں بغیر کسی ورزش یا اہتمام کے ڈھل جانا ہی فن ہے:

ہے عبث حاتم یہ سب مضمون و معنی کا تلاش      منھ سے جو نکلا سخن گو کے سوموزوں ہو گیا  
متفق باللفظ و المعنی کہیں ہیں خوش خیال      مصرعہ برجستہ و دلچسپ سر تاپا تجھے  
ان کے خیال میں لفظ و معنی کے ارتباط سے ہی فن کی سحر سازی ممکن ہے۔ حاتم شعر و شاعری کی ماہیت اور مقصود پر گفتگو کرتے ہیں۔ عجز بیان سے کام لیتے ہوئے دل داری و دل ربائی کو مقدم جانتے ہیں:

بندۂ دل ہوں نہ شاعر ہوں نہ شاعر پیشہ ہوں

دل جو تمام محسوسات کا منبع و مرکز ہے، اسی کے بطن سے فن بھی جنم لیتا ہے۔ یہ اگر مغنوم یا مردہ ہو تو تخلیق کے سرچشمے بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ اس کی سرمستی سے تخلیقی چراغ فروزاں رہتا ہے۔

آمد جاں سخن ہے کیونکہ اسی پر شعری محاسن کا مدار قائم ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے کہ خوفن کا رقلب و نظر کی پاکیزگی کا پیکر ہو۔ نوری و حضوری کی نگہبانی سے اپنی نوایاں پرورش کرتا ہو تو شعر گہر کی صورت ڈھلتے ہیں۔ اسے حاتم نے روشن ضمیری سے تعبیر کیا ہے جو شعری اور فنی صورت گری کے لیے دستور کا درجہ رکھتا ہے:

حاتم قسم ہے ایسی غزل اس زمیں میں فکر

روشن ضمیر جز کوئی شاعر نہ کر سکے

وہ جسے روشن ضمیری سے تعبیر کرتے ہیں، اسے آج کی اصطلاح میں کم و بیش وجدان کہہ سکتے ہیں۔ وجدان کی منزل تک رسائی سے ہی لازوال تخلیقات جنم لیتی ہیں۔ اسے فیضانِ نظر کہیے یا شعری الہام کا نام دیجیے۔ بہر حال مشاہدات سے معمور، رفعتِ خیال کا موزوں ترین لفظوں میں پیوست ہو جانا ہی روحِ کلام ہے جسے خونِ جگر کا بھی نام دیا جاتا ہے۔ یہ خونِ دل میں تحلیل ہو کر شعری صورتیں اختیار کرتا ہے۔ حاتم کی ریاضت بھی قابلِ رشک ہے۔ ان کا کلام ان کی جانکاہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ زبان و بیان کی ناہمواریوں کے باوجود ان کے فن میں جاوداں قدریں بہ کثرت ہیں۔ کثرت ہی نہیں کشش و کرشمہ سازی کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ دوسری طرف برجستگی اور بناوٹوں سے بے اعتنائی ان کے فن کو اثر آفریں بنا دیتی ہے۔ ان کے اشعار اشاعت سے محروم رہے

ورنہ بیسوں اشعار ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں:

بجے ہے کوچ کا ہر دم نقارا

بخشو خدا کے واسطے آ درگزر کرو

موقوف ہے ملاپ بجن کا خدا کے ہاتھ

آگے آیا کیا میرا

زندگی دردِ سر ہوئی حاتم

ہم سے بجن کے دل کوں جنوں نے برا کیا

ان کا کبھو جہاں میں الہی بھلا نہ ہو

حاتم اب وقت ہے رجالوں کا

مانند خضر جگ میں اکیلا جیا تو کیا

حق نے جہاں میں نام کو حاتم کیا تو کیا

آنکھوں میں آبِ سویا مرے دل میں گھر کرو

مجھ کوں ہر آن میں خدا بس ہے

دیوان میں ایسے متعدد مصرعے ہیں جو ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں اور خاص و عام میں مقبول ہو کر زبان زد ہو سکتے ہیں حاتم کو اپنے کلام کی مقبولیت اور قدر دانی کا بڑا احساس ہے۔ وہ ابتدائی دور کے ایک جلیل القدر فن کار تھے اور تخلیق کی سربراہی پر فائز تھے۔ اکثر فخریہ اظہار ملتا ہے جو اپنی ذات اور فن کے اعتراف کے طور پر ہے:

تمام ہند میں دیوان کو ترے حاتم رکھے ہے جان سے اپنی عزیز عام اور خاص

شرق سے غرب تلک پوچھ لے حاتم سب سے کون گھر ہے ترے اشعار کہاں ہیں کہ نہیں

ایک دوسرے شعر میں اس احساس کو زیادہ وسعتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔  
حاتم ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ انھیں اظہار پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ نظم کے علاوہ دوسری غزلیں بھی ہیں جن میں اشعار کی غیر معمولی روانی ہے۔ غزلوں کی طرح ان کی نظمیں بھی کم نہیں ہیں جن سے ان کی قدرتِ بیان، لفظ و معنی کے ارتباط اور شعری آہنگ کی دلکشی کا اندازہ ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ حاتم کو اپنی صناعتی اور فن کاری کا احساس تھا جو بے جا بھی نہ تھا۔ حاتم بھی اپنی شہرت اور تخلیقی ثروت پر نازاں تھے۔ دیوان میں کئی اشعار ملتے ہیں۔ مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

”چہل سال باشند نقدِ عمر دریں فن صرف نمودہ۔“

اس میں قطعی شک نہیں کہ حاتم نے پوری زندگی فن کی آب یاری میں گزاردی۔ یہی ان کے روز و شب کا مشغلہ تھا اور سامانِ لطفِ زیست بھی۔ وہ نقدِ جاں کو شاعری کے لیے وقف کر چکے تھے اور شاعری ہی ان کے کسبِ کمال کا ذریعہ بھی بنی۔

نسخہ لاہور کے مطابق انھوں نے ۱۱۲۴ھ میں شاعری شروع کی تھی اور ۱۱۳۱ھ سے قبل ان کی شہرت و مقبولیت اپنے مدار کو پہنچ چکی تھی ایک غزل کے مطلع میں اقرار موجود ہے:

حاتم کا شور تیس برس سے ہے ہند میں

صاحبِ قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

۱۱۸۹ھ کے ایک اور مقطع میں دوسرا اعتراف ملتا ہے:

اب تلک حاتم سے تو واقف نہیں افسوس ہے

شاعری کے فن میں وہ آفاق میں مشہور ہے

یہ تعلیٰ اور تفاخر ہے مگر اس حد تک سچائی ہے کہ وہ دہلی میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔ تذکروں سے بھی شہادت ملتی ہے۔ معاصرین کے بیان بھی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

ماہ و سال کے حساب سے صرف نظر کر کے بھی دیکھیں تو حاتم کی پوری زندگی گیسوئے اردو کو سنوارنے میں ہی گزری۔ یہ معمولی بات نہ تھی۔ جلیل القدر تلامذہ کے تخلیقی شعور کی تربیت طلب گارِ مرد کا تقاضا کرتی ہے۔ حاتم کی بے لوث خدمات سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ رفعتوں کے باوجود ان کا عجزِ بیان بھی قابلِ غور ہے:

کئی دیوان کہہ چکا حاتم

اب تلک پر زباں نہیں ہے درست

یہ غزل ۱۱۴۱ھ کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قابلِ قدر شعری سرمایہ تخلیق کر چکے تھے:

حاتم نموش لطفِ سخن کچھ نہیں رہا بکتا عبث پھرے ہے کوئی نکتہ داں نہیں

حاتم کا کلام ان کے جذبہ و مشاہدات کا مرکب ہے۔ خیال کی تازگی و توانائی ان کی شاعری میں موجود ہے اور یہی ان کی تخلیق کا محرک ہے۔ اس دور کی شاعری کا معتبر حصہ زبانِ دانی، فن کی تربیت، اردو کی ترویج اور فارسی کی سرپرستی سے عبارت ہے۔ اس میں تفریحِ طبع کا عنصر بھی شامل ہے۔ دوسرا قابلِ ذکر حصہ جذبہ و احساس کے سنجیدہ اظہار پر مشتمل ہے جس کی مثالیں حاتم کے کلام میں کثرت سے نظر آتی ہیں۔ عوامی احساس کی بھرپور عکاسی بھی کم نہیں ہے۔ جس میں کہیں کہیں سطحی تصورات بھی در آتے ہیں خاص طور پر غزل گوئی میں محبوب، رقیب، ساقی، شراب کے تعلق سے ہلکے پھلکے سطحی جذبات کا اظہار ناگزیر بن جاتا ہے مگر حاتم کے کلام میں رکاکت، ابتذال، پھلٹن یا بازارِ پن کا شائبہ نہیں ہوتا۔ عوامی احساس کے ساتھ عوامی تفکر اور پرمغز خیالات سے حاتم کا کلام خالی نہیں ہے۔ ہماری فکری تاریخ میں چند نکات تھے جن پر اہلِ نظر ہمیشہ متوجہ رہے۔ جیسے خدا، کائنات اور انسان کے باہمی تعلقات پر سنجیدہ فکری کاوشیں ہوتی رہیں۔ ان میں تصورِ الہ اور ذات و صفات کے ساتھ وجود و شہود پر فکری سرگرمیاں جاری رہیں۔ حاتم مفکر نہ سہی مگر ان مسائل پر عمومی نظر رکھتے تھے۔ کلام میں مثالیں موجود ہیں:

گلشنِ دہر میں سورنگ ہیں حاتم اس کے

وہ کہیں گل ہے کہیں بو ہے کہیں بوٹا ہے

دیوانِ ”قدیم“ کی پہلی غزل کا حسبِ ذیل شعر دیکھئے:

جدا نہیں سب سستی تحقیق کر دیکھ

ملا ہے سب سستی اور ہے سب سیلِ نیارا

خالقِ کائنات کے پُر اسرار رمز کو سمجھنے کے لیے پہلے اپنی ذات کا عرفان لازمی ہے جو خود شناسی کا پہلا قرینہ ہے:

من عرف نفسه کے رمز کو بوجھ آپ کو جاننا تجھے ہے ضرور

دیوانِ زادہ میں ۱۱۴۲ھ کی ایک مسلسل غزل ہے جو انھیں تصورات کی فکر انگیزی کی مثال ہے۔ اس میں

انسانی وجود کی عالمگیر اور اخوت و محبت کی کائناتی بصیرت پر اظہار کیا گیا ہے:

تیرے بندے ہیں سب ولے سب میں بندہ کم ترین حاتم ہے

گھڑی گھڑی میں بدلتا ہے رنگ اے حاتم ہمیشہ بقولمیں ہے جہان کی صورت

یہ اشعار حاتم کے فکر و نظر کی وسعتوں اور بے باک بصیرتوں کی انوکھی مثال پیش کرتے ہیں۔ انسانی



احترام و عظمت کا اقرار بلوغت فکر کی علامت ہے۔ وجود انسانی مظہر کبریا کی روشن دلیل ہے۔ عالمگیر انسانی محبت ایک جوہر ہے جو اس کی خاک و خیر میں ازل سے ودیعت کیا گیا ہے۔ کائنات فطرت کی تخلیق و نمود کا ہر ثانیہ بدلتے رہنا اس بوقلمونی کی دلیل ہے جو ہر آن نئی تخلیق پر ہر ذرہ کائنات کو آمادہ کرتا رہتا ہے۔ ہر لحظہ ہے تازہ شان و وجود کا اقرار تخلیق عالم کا صدق و یقین کے ساتھ اعتراف حقیقت ہے۔

مفکروں کے درمیان ذات و صفات کا مسئلہ قابل توجہ موضوع رہا ہے۔ حاتم نے اپنے طور پر غور و فکر کیا اور مختلف صورتوں میں شعری تلازموں کے ساتھ تجزیہ کیا ہے۔

ذات کا آشنا ہوا حاتم دیکھ ہر آن بچ اس کی صفات

قدیم دیوان میں ایک بڑی پراثر نظم محسن کی صورت میں ہے جو ۱۱۳۲ھ کی تخلیق ہے۔ نظم عجیب و غریب ندرت فکر رکھتی ہے۔ تمام مظاہر میں اس کی جلوہ نمایاں آشکار ہیں۔ اس کے روپ اور پیکر کے سلسلے لامتناہی ہیں۔ کہیں وہ خالق بے چوں و بے نشان ہے تو کہیں صاحب مال و زر اور بادشاہ تخت لامکاں ہے۔ کہیں فقیر تو کہیں شیخ و مشائخ ہے۔ کہیں وہ مالک ہے تو کہیں خریدار۔ غرض ان کے ان گنت روپ ہیں۔ ہم بتلائے فریب نظر ہیں اور ہماری نگاہ شریک بینائی نہیں ہو پاتی:

کہیں ہے درد کہیں ہے دوا کہیں ہے حکیم کہیں ہے قصد کہیں قاصد کہیں ہے مقیم  
کہیں قہار و کہیں جابر و کہیں ہے رحیم کہیں ہے صلح و کہیں جنگ اور کہیں ہے غنیم  
کہیں زمین ہوا کہیں وہ آسمان ہوا

کہیں ووسیم کہیں زر کہیں ہوا ہے محک کہیں ہوا ہے وو ناداں کہیں ہوا زیرک  
کہیں ووقند کہیں مصری و کہیں ہے نمک کہیں ہے عرش کہیں قدسی و کہیں ہے فلک  
کہیں زمین ہوا کہیں وہ آسمان ہوا

ایک انتہائی اثر آفریں اور طویل نظم میں ثنائے رب کائنات کا موثر بیان اور اپنی بندگی کا اقرار ہے۔ یہ نظم قدیم دیوان کے علاوہ کہیں اور دستیاب نہیں ہے۔ یہ مسدس قدیم دیوان میں موجود ہے:

بادشاہ جہاں خدا کون جان جس نے پیدا کیا زمین و زمان  
اس کی قدرت کو دیکھ کر پہچان کہ وہی ہے تری پناہ و امان  
اس سستی یا رہو خدا کی قسم سب سوں بے زار ہو خدا کی قسم

حیرت ہوتی ہے کہ اتنی خوب صورت اور رواں نظم کو حاتم نے ’دیوان زادہ‘ میں کیوں نظر انداز کر دیا۔ ۲۹ بندوں یا ستاسی اشعار پر مشتمل نظم خاصی طویل ہے۔ اس میں گیارہ بند صرف حمد باری کے لیے وقف ہیں۔ نعت شہ کو نین کا بند ملاحظہ ہو:

سرورِ اولیا محمدؐ ہے مقصدِ انبیا محمدؐ ہے  
 رہ بر و رہ نما محمدؐ ہے شاہِ روزِ جزا محمدؐ ہے  
 اس پے ہوں گا فدا خدا کی قسم  
 دل سے ہوں مبتلا خدا کی قسم

حاتم کو نہیں دغدغہ روزِ قیامت بخشدہ خدا ہے تو شفاعت کو نبیؐ ہے  
 حاتم موحّد تھے۔ پیغمبرِ اعظمؐ و آخر کی ذات گرامی سے انھیں قلبی تعلق تھا۔ ذکرِ الہی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔  
 انھیں ان نسبتوں پر ناز تھا۔ کلام میں ایمان و یقین کے ان تصورات کی بڑی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ تذکیہٴ نفس  
 کے اذکار میں یہی پیشِ نظر تھا۔ وہ ائمہ اطہار اور بزرگانِ کبار سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ وہ فکری اور عملی سطح  
 پر ایک موحّد کیش کی حیثیت سے اس ذاتِ بزرگ و برتر کو لاشریک مانتے تھے۔ ایک غزل کا شعر دیکھئے:

کام میں حق کے کسو بندے کو مت بتلا شریک  
 ایک ہے یکتا ہے واحد ہے احد ہے لاشریک

یہ ان کا جزوِ ایمان تھا جس پر وہ سختی سے کار بند بھی تھے۔ تبلیغ و تربیت میں اس کی ہمیشہ تلقین کرتے  
 رہے۔ ذکر و فکر اور تخلیق و ترغیب کا مرکزی محور یہی تصورِ اللہ ہے۔ ان کی ایک انتہائی معروف اور خیال افروز نظم  
 ”بزمِ عشرت“ جو مثنوی بہار یہ کے نام سے بھی موسوم ہے۔ حمد میں حاتم نے عجز و عقیدت کے گہر ہائے شاہ وار  
 پیش کیے ہیں:

نشہ اپنی محبت کا عطا کر اور آنکھوں سے نظارہ آشنا کر  
 نہ آوے غیر تجھ بن کچھ نظر میں در و دیوار میں کیا برگ و بر میں  
 مرے آئینہ دل کو جلاوے دوئی کے دل سے تو پردے اٹھاوے  
 دکھاوے نور اپنا آشکارا کہ آنکھیں کھول کر ماروں نظارا  
 ہمارے حال پر ساقی نظر کر دوئی کا سر سے آ سودا بدر کر

حاتم مذہبی قدروں پر عمل کا رہندہ تھے۔ وہ موحد ہونے کے علاوہ صلح کل کے حمایتی تھے۔ اولادِ آدم کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کو اعلیٰ قدروں میں شمار کرتے تھے۔ وہ اپنے کلام میں جا بجا گہری فکری بصیرت کے ساتھ انسانوں کو مخاطب کرتے ہیں اور مذہب و ملت کے فرق کے باوجود ایک عالمگیر انسانی تصور کے رشتے کو عزیز سمجھتے تھے۔ اس وقت کا معاشرہ ایک مخلوط آدابِ زندگی کا حامل تھا۔ کہیں کہیں لباس میں قدرے فرق تھا ورنہ ایک وضع قطع، بود و باش، رسم و رواج بہت ہی ہم رنگ و ہم آمیز تھے۔ خاص طور پر جس معاشرہ میں حاتم جی رہے تھے وہ حد درجہ مخلوط تھا۔ اتحاد و اتفاق کا اذنِ عام تھا ”رسمِ دہلی“ یا ”مرقعِ دہلی“ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں بڑی یکسانیت تھی۔ ہاں خدا ترسی، اخلاقی عظمت، امر و نہی کی پاس داری کو بہ نظرِ احترام دیکھا جاتا تھا۔ سبھی ایک دوسرے کے شادی و غم میں شریک تھے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں جو انتہائی فکر انگیز اور خیال افروز ہیں۔ یہ صرف معاشرتی تقاضا یا مذہبی رواداری کا اظہار نہیں ہے بلکہ فکر و نظر کی عظمتوں سے ہم کنار ہے جو عالمگیر انسانی تصورات کا حامل ہے۔ پوری غزل مسلسل ہے اور تصورِ الہ کی تفہیم میں بنیادی نقطہ فراہم کرتی ہے۔ غزل کے سبھی اشعار اس ذاتِ واحد کی یکتائی کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اس غزل کا آہنگ اور نغمگی بڑی دلکشی رکھتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ حاتم نے خاص کیفیت میں یہ غزل کہی ہے:

کہیں لفظ و کہیں معنی کہیں حرف	کہیں پتھی کہیں قراں ہوا ہے
کہیں مسجد کہیں بت خانہ ہے وہ	کہیں کفر و کہیں ایماں ہوا ہے
کہیں گل ہے، کہیں بلبل، کہیں باغ	کہیں درد و کہیں درماں ہوا ہے
کہیں نور، و کہیں ایمن، کہیں طور	کہیں موسیٰ، کہیں عمراں ہوا ہے

کعبہ و دیر میں حاتم بخدا غیرِ خدا

کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلمان دیکھا

گویا یہ کثرتِ آرائی اس ایک ذات کی تخلیقی صفات کے مظاہر ہیں جن میں وحدت ایک مرکزِ نور ہے اور تمام عالم اسی کے انوار سے (ڈٹن) ہیں۔ پوری کائنات اسی وحدت کی بندگی میں سر بہ سجود ہے۔ اختلاف کا کیوں کر محل ہو سکتا ہے۔ حاتم کی یہ نکتہ سنجی ان کی فکری سر بلندی اور انسان دوستی کے پیغام سے معمور ہے۔ وہ بنی نوع انسان کے درد و غم پر رنجیدہ تھے اور مقدور و بھرا سے مٹانے کی کوشش کرتے رہے:

قرباں کرو، نثار کرو جا کے دوستاں حاتم کو اس زمیں کے جہاں میں جہاں ہے درد

دردِ دل کیا کہوں کسی سے کہ یارِ درد کی بات کم سمجھتے ہیں

نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری محبت اٹھ گئی ساری عجب یہ دور آیا ہے

اس زمانے میں ہمارا دل نہ ہو کیوں کر اداس دیکھ کر احوالِ عالم اڑتے جاتے ہیں حواس  
حاتم درویش تھے اور درد مند دل رکھتے تھے۔ وہ تمام انسانوں کے لیے وقف تھے ان میں تفریق و تنگی  
دامان کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ اسی لیے ان کی شاعری کا ایک عمومی منظر نامہ ہے جس میں ہر رنگ اور ہر کیفیت موجود  
ہے۔ اکثر و بیشتر مخاطب میں عمومیت عام ہے:

مسافر اٹھ تجھے چلنا ہے منزل

وگر نہ حضرت انسان سے کیا ہو نہیں سکتا

عام انسانوں سے خطاب حاتم کی خاص پہچان ہے جس میں امتیازِ مذہب و ملت کے قیود ہیں اور نہ  
حدود۔ بلکہ عظمتِ آدم سے ہم کلامی کا لہجہ کلام میں بڑی معنویت پیدا کرتا ہے۔ ارتباطِ رنگ و نسل اور عظمتِ آدم  
کے احترام سے ان کی شاعری سرشار نظر آتی ہے۔ یہ میل ملاپ ہندوستانی سماج کی داخلی اور بیرونی مظاہر سے  
عبارت ہے کیونکہ سرحد و شعور کے یہ ان گنت روپ کہیں اور نظر نہیں آتے۔ اتنے عقائد، رنگ، نسل، زبان، رہن  
سہن میں ایک مشترک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ انگریزوں کی آمد آمد ہے مغربی تہذیب کے خدو خال کی دھندلی  
تصویر بن چکی تھی اور وہ آہستہ خرامی کے ساتھ ہندوستانی ثقافت پر مسلط ہونے کا تصفیہ کر چکی تھی۔ ہندوستان کے  
گن گان کرنا بھی اسی جذبے کے تحت ہے۔

دہلی کو ہندوستان کا دل کہا جاتا ہے۔ یہ حاتم کے خوابوں کی نگری بھی ہے:

خدا کے واسطے پیالا پلا جا تماشا ہند کا مجھ کو دکھا جا  
ہوا ہند کا جس کو مزا ہے وہ لذت سے جہاں کی آشنا ہے  
وہ بے شک وقت کا شاہِ جہاں ہے جو کوئی متوطنِ ہندوستان ہے  
ان فکری اور تصوراتی تہ دار یوں سے صرفِ نظر کر کے دیکھا جائے تو حاتم شعری اعتبار سے فن کے معراج  
پر فائز ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ انھوں نے طرزی زمینوں میں کثرت سے طبع آزمائی کی۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان کا

پسندیدہ تخلیقی رویہ تھا۔ بیشتر شعرا کی طرحی زمین دستیاب ہے لیکن اس سے حاتم کی تخلیقی شخصیت کو بڑا نقصان بھی ہوا۔ مقیم آستان غیر ہونا اچھی بات نہیں ہوتی۔ اپنی خلائی کوضرب لگتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعر گوئی کی طرف بہت سنجیدہ نہ تھے۔ بلکہ دوسروں کی تحریک یا فرمائش پر غزل کہتے رہے۔ اس سے ایک اور نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ طرحی زمین میں شعر کہنا طرحی مشاعروں کے طفیل بھی ہوتا تھا۔ اس دور میں مشاعرے عام تھے۔ مصحفی نے تذکرے میں اس کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ ایک بڑی آزمائش کے مطالبے کو قبول کرنا اور بہتر سے بہتر تخلیق کے لیے خون جگر صرف کرنا ایک چیلنج بھی ہوا کرتا تھا۔ ان طرحی نشستوں یا شعر گوئی سے دامن تخلیق کو جو وسعت و شہرت ملی اس کا شمار آسان نہیں ہے۔

جب دوسرے کی زمین ہو یا طرح ہو تو تخیل لاشعوری طور پر اسی دائرے میں سرگرداں رہتا ہے اور اپنی تخلیقی ارتقاعیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ یہ ہماری غزلیہ شاعری کا بھی نقص بن کر ابھرا۔ ردیف و قافیوں کی پابندیوں نے تخیلات کی دنیا کو وسعتوں کی بے کرائی سے باز رکھا اور تنگ نائی نے توسیع سے آشنا نہ ہونے دیا۔ گو ہر دور کے شعرا نے تنگی داماں کی شکایت بھی کی مگر حصار سے نکلنا آسان نہ ہو سکا۔ وقفا و قفا اس کے خلاف آواز بھی اٹھتی رہی۔ مگر بے سود ہی رہی۔ حاتم کو زمین طرح سے ایک والہانہ وابستگی ہے۔ اس کے فائدے بھی سامنے ہیں لیکن اس سے ان کی تخلیقی رفعتوں کو خاص نقصان بھی پہنچا۔

زبان و بیان کا یہ عبوری دور تھا۔ ابھی اعلیٰ تخلیقات سے آشنائی نہ تھی۔ جذبہ و احساس کا سیدھے سادے لفظوں میں براہ راست اظہار ہو رہا تھا۔ تصنع اور تکلفات سے فن کار بے نیاز تھے اور مرصع سازی کے عمل سے بے گانہ بھی تھے۔ ابھی زبان و بیان کی تشکیل پر توجہ تھی۔ تخلیق کی عظمتوں اور فن کی رفعتوں پر نظر نہ تھی۔ مگر فن اپنے ارتقائی اسالیب کی طرف جوئے رواں کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ فارسی کے استفادے سے زبان کا ہیولی یا ہیئت تیار ہو چکی تھی۔ اب اظہار و اسالیب کے طور طریقوں پر سنجیدہ توجہ کارفرما تھی۔ فارسی رہنمائی کر رہی تھی۔ حاتم کے یہاں فارسی مصرعوں کا استعمال موجود ہے اور بڑی خوب صورتی سے اسے اشعار میں ضم بھی کیا گیا ہے، کہیں تضمین کی صورت میں کہیں مقبولیت کی خاطر جزو فن بنادیا گیا ہے۔

عظیم مفکر شاعر محمد اقبال نے اپنی سب سے اچھی تخلیق کے سرنامے کے لیے جس خیال کا انتخاب کیا وہ بھر پور ہی سے مستعار ہے۔ جزوی طور پر ہی سہی۔ شاہ حاتم نے کئی سو سال پہلے یہی بات بغیر کسی حوالے کے پیش کی تھی:

سخن یہ لائقِ ناداں نہیں ہے

حاتم کے لسانی شعور پر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔ حاتم کو زبان کی گونا گوں حیثیات کا جو احساس تھا وہ شاید ہی ان کے کسی معاصر کو ہو۔ ان کے ابتدائی اور دور آخر کے کلام میں اصلاح و ترمیم کے فکری نتائج کو سامنے رکھیں تو ان کی لسانی نظر اور بصیرت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یہی بصیرت ان کی تخلیقات میں بھی بتدریج نکھرتی اور سنورتی گئی جس نے ان کے کلام کو عصری حدیث کے ساتھ ساتھ آنے والے دور کی آگہی بھی بخشی۔ انھوں نے بیشتر اصناف میں طبع آزمائی کی اور اضافے کیے۔ غزل کے علاوہ مثنوی، مستزاد، مخمس، مسدس، مثنیٰ، قطعات، رباعیات، ترجیع بند، شہر آشوب وغیرہ، مگر ان میں غزل کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ اسلوب مخمس ہے، جن کی تعداد اور کیفیت بھی بڑی دلکش ہے۔ شہر آشوب کے لیے انھوں نے یہی صنف اپنایا اور اوج کمال تک پہنچایا۔ ان کے شعری اصناف کا مطالعہ بھی بہت دلچسپ ہے جس میں بڑی وسعت ہے۔ ان اصناف کے انتخاب میں اسلاف کی بھرپور پیروی کی گئی ہے۔ شیخ سعدی کی پیروی میں اردو کو توشیح سے روشناس کیا۔ گویا معمہ سازی کا عمل اپنا کر ندرت ذہن کی مثال پیش کی۔

مثنوی اور نظموں کو پڑھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ حاتم کو زبان کے ساتھ بیان پر بھی قدرت حاصل ہے۔ وہ لاریب ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ زمین طرح کے انتخاب سے بھی اس کا یقین ہوتا ہے۔ مثنوی ”بزم عشرت“ کو پڑھنے کے بعد ان کی قوت گویائی اور مسلسل بیان کی ہمہ گیر صورتیں ہمارے سامنے آتی ہے۔ نظم میں بلا کی روانی ہے کہیں ٹھہراؤ نہیں۔ نظم بیانیہ ضرور ہے مگر بیان کے تار ایسے مسلسل اور مربوط ہیں جو ان کی فنی صناعی کے مظہر ہیں، یہ گویا مسلسل موتی کی لڑی ہے۔ وہ جوانی میں پیر بنے یا نہیں مگر سخن بے نظیر کہنے کے لائق تھے۔ اگر متوجہ ہوتے تو طویل تر مثنویاں تخلیق کر سکتے تھے۔ بیان میں صحرائی چشمے کا بہاؤ ہے اور آبشاروں کا شور جو حرف و صوت کے نغمہ و آہنگ کا مرکب بن گیا ہے۔ یہ ایک سیل بے اماں کی طرح رواں دواں ہے۔ ”مرقع دہلی“ کی تحریریں اگر ذہن میں ہوں تو دہلی کی رنگیں زندگی کا تصور آسان ہوگا۔ خاص طور پر میلے ٹھیلے اور تیوہاروں کی رونق اور اہتمام کا دل فریب ہنگامہ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”دیوان حاتم کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حاتم اس دور کے قابل ذکر شاعر ضرور ہیں۔ اس دور میں حاتم کی اصل اہمیت ان کی نظموں سے قائم ہوتی ہے جن کا دائرہ غزل سے کہیں

زیادہ وسیع ہے۔“ ۲

یہ بیان سچ نہیں ہے۔ دوسرے دور کی نظمیں سب سے زیادہ اثر آفریں اور شعری آہنگ سے بھرپور ہیں۔ ہولی کے ذکر میں کنواریوں کی کیفیات کا منظر دیکھئے۔ اس طرح ’کوئی‘ سے شروع ہونے والے اٹھارہ اشعار مسلسل نظم کیے گئے ہیں۔ ایسے ہی باغ کے بیان میں بارہ اشعار ’ادھر‘ کے اشاروں سے شروع ہوتے ہیں:

ادھر نرگس کھڑی دیدے دکھاوے      ادھر نرگس نین اٹھیاں لڑاوے  
ادھر ظالم بناویں اپنے کاگل      ادھر بل پچ کھاوے دل میں سنبل  
ادھر بلبل کہے اپنی کہانی      ادھر ہے داستانِ عاشقانی  
ادھر بلبل کرے ہے آہ و نالا      ادھر عشاق پیتے ہیں پیالا  
ادھر لالہ کا گل پیالہ بنا دے      ادھر مجھ کو پیا پیالا پلاوے

اس طرح کے تکرار سے تو ضیاعی یا تشریحی اسلوب پیدا ہوتا ہے جسے صراحتی یا تفصیلاتی بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان کو شرح و تفصیل کے بیان میں لطف آتا ہے حالانکہ یہ منظر کشی یا محاکات کے لیے تو موزوں ہے مگر حیرت ہے کہ ان کی غزلوں میں بھی یہ بیانیہ تشریحات کثرت سے موجود ہیں۔ اگر کہا جائے کہ حاتم غزل مسلسل کے موجد ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ انھیں اس سے خاص رغبت ہے۔ دیوان میں درجنوں غزلیں ہیں جو سلسلہ خیال کے اظہار پر مشتمل ہیں اور یہ سہولت ان غزلوں کے اشعار کو مربوط کیا جاسکتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیان کا تسلسل ان کے نزدیک ایک فن ہے۔ ایک غزل کو ملاحظہ فرمائیں جس کا مقطع ہے:

کہیں وہ صورتِ خواہاں ہوا ہے  
کہیں وہ عاشقِ حیراں ہوا ہے

نواشعار کی غزل ہے اور ہر شعر لفظ کہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اسے نظم نما غزل بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگر غزل کا عنوان بھی مقرر کرنا چاہیں تو کوئی دقت نہ ہوگی۔ اسے حمد بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ”کثرت میں وحدت“ بھی نام دے سکتے ہیں۔ دوسری غزل دیکھئے:

جن نے آدم کے تئیں جاں بخشا      خضر کو چشمہ حیواں بخشا  
پیر کنعاں کو دیا دردِ فراق      یوسفِ مصر کو زنداں بخشا  
زیورِ حسن کیا چشمِ حیا      عشق کو دیدہ حیراں بخشا  
رنگ و گل کو دیا گلشن میں      سیرِ بلبل کو گلستاں بخشا

یہاں بھی نواشعار کی غزل میں یہ امتزاج بستگی اور پیوستگی سے مربوط ہیں۔ ایک اور غزل ملاحظہ ہو:

غنجے کہیں ہیں سر کو نوا کر چمن کے بیچ

یعنی نہیں ہے جائے سخن اس دہن کے بیچ

اس غزل میں بھی نواشعار ہیں جو سلسلہ زنجیر کی طرح مربوط اور مسلسل ہیں۔ اسی طرح چودہ اشعار پر مشتمل غزل بھی مسلسل ہے جس کا مطلع ہے:

ایک دن گزرا میں گورستاں میں دیکھ کر مردوں کو آیا دھیان میں

یہ وہی ہیں کہ جن کے واسطے حق نے سب پیدا کیا اک آن میں

کیا کیا اس میں مٹ گئی ہیں صورتیں کیا کیا اس میں ہیں بھرے ارمان میں

چودہ اشعار کی غزل میں مطلع سے مقطع تک ایک خیال رواں دواں ہے اس کے اظہار کے لیے تخلیق کی بیانیہ قوتوں کا سہارا لے کر موضوع کو تشریحی انداز دے دیا گیا ہے۔ یہ بھی نظم کی صورت رکھتی ہے۔ اس کا بھی عنوان قرار دیا جاسکتا ہے۔ ”فنا“ یا ”حقیقت زندگی“ یا ”انسان“۔

حاتم نے اس غزل میں مکالماتی صورت گری بھی کی ہے۔ فنا یا موت کے منظر سے دل ملول تھا اور بزم ہستی کے وجود کے انجام سے افسردہ کہ یکا یک ایک مرد پیر نے غیب سے آواز دی کہ ملول خاطر مت ہو رحمت حق پر امید رکھ۔ آخری صحفِ سماوی کی بشارت پر نظر رکھنے کے تاکید کی گئی ہے:

نویں شعر میں قصیدے کے گریز کی طرح اس تسلسل میں ایک موڑ آتا ہے:

تھا اسی غم میں کہ ناگہ پیر غیب کہہ گیا آہستہ میرے کان میں

تلخ مت کر زندگی اس فکر بیچ مت غلل لا اپنے تو اس ارمان میں

سننے ہی دل کو تسلی ہوگئی پھر کے آئی جان میری جان میں

بہ ظاہر یہ غزل ہے جو بہ صورتِ نظم ہے یہ ارتقائے خیال رکھتی ہے۔ ایک نفس موضوع ہے جو جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے۔ یہ مثنوی بھی ہے، کہانی یا واقعہ کا بیان ہے اور مربوط و مسلسل ہے۔

گویا غزل میں نظم کی شان مثنوی کی داستانِ سرائی اور قصیدے کا آن بان موجود ہے۔ تخلیقی جہات کی اس حقیقت سے حاتم بہ خوبی واقف تھے۔ ایسا بھی نہیں کہ یہ اکیلی مثال ہو۔ فن میں اس طرح کی مثالوں سے اکثر سابقہ پڑتا ہے۔

شاہ حاتم اساسی طور پر غزل کے شاعر ہیں مگر قوتِ گفتار کا ایک سیل بے اماں بھی ان کی تخلیقی شان ہے۔ ذکر ہو چکا ہے کہ بیانیہ کے لیے انھیں خدا وادِ صلاحیت ملی تھی ان کی بیسوں غزلیں تسلسل کے ذیل میں آتی ہیں۔



بے تکان اشعار ڈھلتے جاتے ہیں اور ایسی رواں کیفیات بھی دوسرے شعرا کے ہاں شاذ ہیں۔ کئی غزلیں طویل سے طویل تر ہیں۔ ۱۱۹ اشعار کی غزلوں کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ ۱۱۹ اشعار کی ایک اور غزل زمین سودا میں ہے۔ یہ غزل نفس موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے بڑی ندرت رکھتی ہے۔ یہ غزل نہیں مختصر ترین مثنوی ہے جو میر حسن کی مشہور مثنوی سحر البیان کی یاد تازہ کرتی ہے۔ دونوں قصوں میں بڑا التباس ہے۔ یہ ۱۱۶ھ کی تخلیق ہے:

رونے سے میرے دل کو مکدر نہ کر کہیں	شبم سے جان گل کو ہوا ہے ضرر کہیں
افسانہ اپنے دل کی مصیبت کا دوستان	کہتا ہوں تم سے اب جو سنو کان دھر کہیں
اس طفل دل کی دل سے کرے تھا میں پرورش	کہتا رہے تھا روز کہ نورِ بصر کہیں
اس شہر میں سنا ہے کہ پھرتے ہیں دن کو چور	دیکھے ہیں جس کسو کے جو دل کو جدھر کہیں
دن رات پاسبان کی طرح جاگتا رہا	سوتا کئی برس سے نہ تھا رات بھر کہیں
رہتا تھا اس خلل میں کہ میری طرف ہوا	ناگاہ آسمان سے قضا کا گزر کہیں
جن کو کہے تھا چور سو دل کی تلاش میں	ان میں ایک آ گیا دلبرِ ادھر کہیں
دل کو مری بغل سے لیا اس طرح نکال	لیتے ہیں جس طرح سے صدف سے گہر کہیں
روتا و سر پٹکتا پھرا ڈھونڈتا اسے	ایسا پھرا نہ ہوگا کوئی در بدر کہیں
حاتم گیا ہوا نہیں آتا ہے ہاتھ دل	باز تو اس تلاش سے آ صبر کر کہیں

کنتارومانی خیال ہے اور کس قدر دلاویز ہے کہ شہزادہ دل کی نورِ نظر کی طرح دیکھ بھال کی مگر اچانک ایک پری پیکر و ناز آفریں اسے چرا لے گئی۔ ایسے گھر پر چھپا رکھا کہ تختِ جگر کا پھر نشان تک نہ ملا۔ اب حاتم کا نہ کوئی چارہ گر ہے اور نہ دادگر جو فریاد سن سکے۔

حاتم کا شعر ہے:

خن حاتم کا مانند گہر ہے

ہر اک مصرع گویا موتی کی لڑے

میر حسن نے سحر البیان کے بارے میں لکھا ہے جو حاتم کے شعر کی بازگشت ہے:

نہیں مثنوی ہے یہ اک پھلجروی

مسلل ہے موتی کی گویا لڑی

حیرت ہے کہ حاتم نے کم و بیش یہی کہا ہے اور انھیں الفاظ کے ساتھ خن حاتم کا مانند گہر ہے۔ ہر ایک

مصرع گویا موتی کی لڑی ہے۔ ایسے ہی میر کی مشہور غزل ہے۔ کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا۔ حاتم نے پہلے ہی اس خیال کو رقم کیا تھا:

ایک دن حاتم میں جاتا تھا بیاباں کی طرف      ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم  
خاک سے اس کی مرے آواز آئی کان میں      وہ غرض یہ بیت پڑھتا تھا بصد سوز و الم  
”از فریب باغبان غافل مشو اے عندلیب      پیش ازیں من ہم دریں باغ آشیانے داشتہم“  
یہ صائب کی تضمین ہے اور میر کے قطعہ بند اشعار سے کتنا قریب ہے۔ یہ ۱۱۶۹ھ کی تخلیق ہے۔  
ایک اور غزل ہے جس کا مقطع ہے:

دیکھنے سے ترے جی پاتا ہوں      آنکھ کے پھیرتے مر جاتا ہوں  
یاد دوسری غزل جو طویل ہے اور سترہ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ بھی بہت حد تک مسلسل ہے۔ حاتم عام طور پر مختصر غزل لکھتے ہیں لیکن کلام میں کئی طویل غزلیں بھی ملتی ہیں جو ان کے بیانیہ پردالالت کرتی ہیں۔ اس طویل غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پیری میں آج یار مرے ہم کنار ہے      ساقی بیا بیا کہ خزاں میں بہار ہے  
اے فصل گل پرے ہو نہیں اب ہمیں دماغ      آنکھوں میں آج ہر رگ گل خار ہے  
حاتم چلی بہار و ترے دل میں اب تلک      نے حسرت جنوں نہ تمنائے یار ہے  
اس بیانیہ صورت حال کے تذکرے میں اس امر پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ حاتم جس معاشرے کی پیداوار ہیں وہ زوال آمادہ تھا۔ چل چلاؤ کا مزاج عام تھا۔ جذبات میں شدت تھی تو محسوسات کی دنیا بھی نا آسودہ تھی۔ اس اظہار کے ساتھ خارج کے اشیاء و احوال بھی شاعری میں بخوبی داخل تھے جسے ہم خارجیت سے تعبیر کرتے ہیں گویا داخلی کوائف کے ساتھ خارجی عناصر و آثار متوازی تھے۔ دونوں رنگ اس دور کی شاعری میں نمایاں ہیں۔ حاتم کارنگ سخن بھی انھیں دوہری کیفیات کا حامل ہے۔ عشق کی کسک یا خلش ہے تو محبوب کا ناز و غمزہ یا سراپا بھی سامان قیامت سے کم نہیں ہے۔  
مسکراتا، گالیاں دیتا، اکڑتا مست ناز      ایسے عالم سے تو آتا ہے کہ عالم دنگ ہے

بسنی یک تھی، گلنار مہدیو، شال عباسی      نہ چاہے کون موزوں طبع اس مضمون رنگیں کو  
بقول پروفسر محمد حسن:

”یہ دور اقتصاد سے خالی نہیں تھا ایک طرف سیاسی انتشار اور اقتصادی بد حالی کے بادل منڈلا رہے

تھے دوسری طرف بادلوں کے سائے میں عیش و نشاط کی پرچھائیوں کا پیچھا کیا جا رہا تھا۔<sup>۱</sup>  
عارض و چشم و زلف و خط تیرا ہی چار باغ ہے گل کی طرف جو رو کریں کب بیدل و دماغ ہے

جفا، جور و ستم، خشم و تغافل میاں جو چاہیے سو تجھ میں سب ہے  
رگ اپنا، پوست اپنا، گوشت اپنا، استخوان اپنا  
دل اپنا، دامن اپنا، دیدہ و اشک رواں اپنا  
دم اپنا ہوش اپنا، جسم اپنا بلکہ جاں اپنا

ایک ہی غزل میں یہ صورت گری ہے۔ لفظوں کے جماؤ اور استعمال پر حاتم کی نظر رہتی ہے۔ یہ ان کا خاص اسلوب ہے جو شاید انھیں زیادہ محبوب تھا۔ گرچہ شعری اکتسابات میں اسے زیادہ اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس دور کا چلن تھا اور شاید اظہار کی مجبوری بھی تھی۔ عوام بھی چلتی پھرتی تصویروں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔ دوست کا سراپا بھی ساکت نہ تھا بلکہ عشوہ طرازیوں کے لیے متحرک ہونا ضروری تھا۔ حاتم نے محبوب کے سراپا کی بڑی کامیاب تصویریں پیش کی ہیں۔

بڑے شاعروں کی طرح حاتم بھی ہمہ رنگ اور ہمہ جہت کی صنایع کا شعور رکھتے تھے۔ احساس پر انھیں ناز بھی تھا۔ وہ اکثر و بیشتر باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہر فن میں وہ طاق ہیں اور انھیں سب کچھ دیکھنے اور دکھانے کا ہنر آتا ہے۔ مذکورہ بالا اشعار میں سراپائے دوست کے بیان میں ایک اچھوتی شعری صنایع کا اظہار بھی ہے۔ حاتم زبان و بیان پر بھرپور قدرت رکھتے تھے۔ انھیں لسانی شعور کا ایک غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔ انھیں ذخیرۃ الفاظ پر بڑی دست رس تھی۔ ان کے کلام میں مناسبات لفظی کا خوش گوار ہجوم ہے۔ موضوع سے متعلق اشیا کا ذکر ان کی شعریات یا فنی اسلوب کا خاص پہلو ہے۔ بہت کم غزلیں اس ہنرمندی سے خالی ہیں۔ متعلق الفاظ کا استعمال خاصی مہارت چاہتا ہے۔ چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

غور و نخوت و پندار و کبر اے حاتم جفا و ظلم و ستم جور آج حاتم پر  
مطرب ہو عندلیب ہو ساقی ہو ابر ہو آہ و نالہ و شور و فغاں  
خط سیہ، خال سیہ، زلف سیہ، چشم سیہ سحر ہے ٹوٹکا ہے ٹونا ہے  
تری سج کے اکڑ کی چال کے اور زلف کے بل کے

اس طرح کے مناسبات کی کثرت سے کلامِ حاتم بھرا پڑا ہے۔

اس تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حاتم کے کلام میں فن کی بیشتر خوبیاں موجود ہیں جو فطری سادگی کے حسن سے آراستہ اور تکلفات سے عاری ہیں۔ خود حاتم کو احساس ہے کہ فن پر انھیں دسترس حاصل ہے اور وہ تخلیقی صنایع کے رمز شناس ہے۔ انھیں سب کچھ آتا ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے فن میں بالیدگی اور برنائی بدرجہ کمال شعری لطافتوں کے ساتھ موجود ہے:

کہتا ہوں سب سے ہے کوئی منصف سودیکھ لے سب طرح کا مذاق ہے میرے سخن کے بیچ  
حاتم کا آج دیواں دریا سے کم نہیں ہے سب بحر ہیں گے اس میں ایسا ہے یہ سفینہ  
زبان کے ابتدائی اور عبوری دور کو دیکھیں تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ زبان و بیان کی بعض کوتاہیوں یا کمزوریوں کے باوجود ان کے کلام میں ہر رنگ سخن کی جلوہ نمائی ہے۔ صنایع بدائع کی بہتات بھی ہے اور بہتر صورت گری بھی۔ ایہام ہے تو تشبیہ و استعارہ بھی ملتا ہے۔ لفظی و معنوی خوبیاں عام ہیں۔ محاکات و مصوری کے بہت اچھے نمونے بھی دستیاب ہیں متحرک تصویروں کا اجتماع بھی کلام کو دلآویز بنا دیتا ہے۔ حاتم خود فعال اور تحرک و تعمیل کا نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری بھی فعالیت کے اثرات رکھتی ہے۔ جمود اور سکوت کے منظر حاتم کو پسند نہیں ہیں۔ اس کے برخلاف تحریک و توانائی انھیں بہت عزیز ہیں۔ ایسے معاشرت میں ان آوازوں یا نقطہ ہائے نظر کی بڑی قیمت ہوتی ہے وہ خود کو امیدوں اور آرزوؤں کا حامل سمجھتے ہیں۔ لائق تظن و اپران کا ایمان ہے۔ اس فکری سرچشمے سے پیدا ہونے والے تصورات جاں بخش و جاں فزا ہوتے ہیں اور جینے کا ہنر سکھاتے ہیں۔

یہ ان کی رجائی فکر کا بہت ہی معنی خیز پہلو ہے۔ محرومیوں اور نا کامیوں سے دوچار معاشرے میں اس فکری معنویت بڑھ جاتی ہے۔ غالب و اقبال کو نظر انداز کر دیں تو شعری کائنات میں طلوع صبح کی تمام شعائیں تاریکیاں ہی پھیلاتی ہیں۔ امید و آس کی کرنوں کی درخشانی ماند پڑ گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں حاتم کی یہ فکری توانائی حوصلہ بخش اور جاں فزا نسخہِ کیمیا سے کم نہیں ہے۔ شاید اسی سبب وہ دوستی یارہ عاشقی میں بھی مایوسیوں کے شکار نہیں بلکہ لطفِ زندگی، وصال یار اور شاد کام ہونے کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ہجر و فراق کے مضامین بھی ہیں مگر غالب حصہ دوست کی دل داری اور نظرِ التفات کا ہے جس سے حاتم بامراد اور شادمان ہوتے ہیں:

حاتم کے کام سب ہوئے انجامِ شکرِ حق

تجھ زلف کی اس شب میں ہوئی ہے دعا قبول

محبوب جو رجفا کے ساتھ پیکرِ الطاف و عنایت بھی ہے۔ اس کی نوازشیں حاتم کو سرشار کرتی ہیں اور حاتم

شرمسار ہوتے ہیں۔ جب کہ محبوبِ خوگرِ عشق ہے صفِ دوستان میں اس کی چاہتوں کے چرچے عام ہیں۔ وہ پردہ نشین ہے مگر جلوہ ساماں بھی ہے۔ وہ ستم شعار ہے۔ مگر محبتوں کا گہر بار بھی ہے۔ مردہ دلوں کی مسیحا کی کرتا ہے وہ سراپا پیکرِ جمال ہے۔ اگرچہ اسے اپنی خودداری پر ناز بھی ہے۔ وہ باحیا با مروت ہے وہ آبرو مندی کا مجسمہ ہے۔ رسمِ ورہ عاشقی میں سب کا رفیق اور ہم دم بھی۔ ان کی شاعری کا یہ امتیاز خاص ہے کہ وہ جوش و خروش، عزم و استقلال، عمل و حرکت کا پیغام دیتی ہے۔ انسان کی ناکردہ کاری پر انھیں رنج ہوتا ہے۔ دست و بازو کی بے پناہ قوتوں کو بروئے کار لانے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ جواں مردی و جواں ہمتی کے ساتھ فکر و احساس میں تلاطم و تحریک پیدا کرنے کے لیے آرزو مند ہیں:

وہی ہے مرد اس عالم میں کہ جس کے بیچ ہمت ہے کہ ہمت سیں جہاں میں نام کو حاتم کے عزت ہے

و نورِ ہمت عالی سے حاتم

تو اپنے آپ ہوتا ہے محتاج

یہ شعر ملاحظہ فرمائیں جو دستورِ زندگی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور زندگی کے سفر میں زاہد راہ بن کر فتح مندی کی بشارت دیتا ہے۔ چلنا چلنا مدام چلنا ہی رازِ حیات ہے۔ قیام سے درماندگی پیدا ہوتی ہے۔ جسے آوازِ رحیل کا رواں بھی دور نہیں کر پاتا:

کچھ دور نہیں منزل اٹھ باندھ کر حاتم

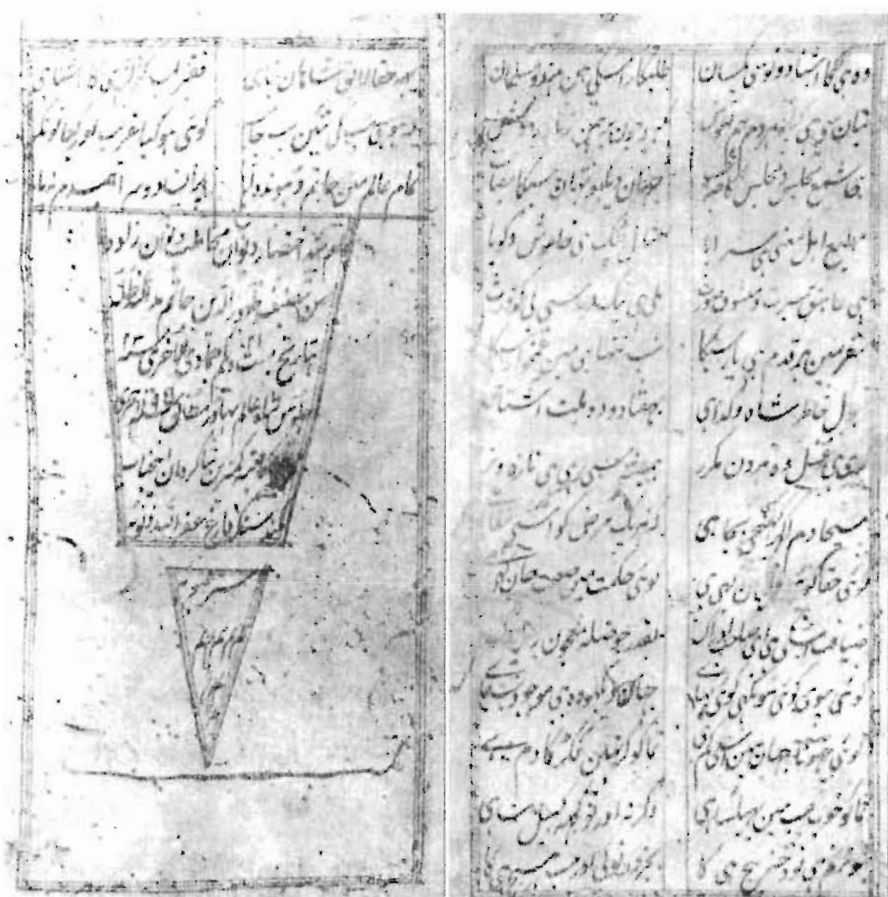
تجھ کو تو ہی چلنا ہے کیا پوچھے ہے راہی سے

حاتم کے یہ ارشادات ان کی فکری بصیرت کے ترجمان ہیں اور خاص طور پر زوال پذیر معاشرے میں یہ آوازِ الہامی پیغام سے کم نہ تھی۔ حاتم نہ پیامی تھے اور نہ کسی نظر یہ کے پروردہ۔ وہ ایک روشن ضمیر مردِ درویش تھے۔ ان کی قلندری، سکندری سے کم نہ تھی۔ یہ سکندری زروسیم کے خزانے سے خالی تھی۔ مگر ان کا شعری کشف و کشفِ اشکول آج بھی دولتِ پرویز سے زربکف ہے۔ شاہ حاتم خاکِ ادب پر ابرِ سحاب بن کر بر سے اور اپنی کہکشاں کی نور فشانے سے سخنوری کی رہ گزر کو روشن کر گئے۔

Handwritten text in Urdu script, likely a religious or philosophical treatise. The text is written in a cursive style and is organized into several columns. There are red ink markings, possibly indicating headings or specific points of interest. The text is framed by a decorative border.



Handwritten text in Urdu script, likely a manuscript or a collection of poems. The text is written in a cursive style and is arranged in several columns. There are red ink markings, possibly indicating specific lines or words. The paper appears aged and slightly discolored.







بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد الہی و نعت رسالت پناہی معروض میدارد فقیر خاکسار و بیشاں و خوشہ چین خرمن سخنوار، بیچ مدان عالم، بصورت محتاج بمعنی حاتم کہ از سنہ یک ہزار و یک صد و بست و ہشت تا یک ہزار و یک صد و نہ کہ چہل سال باشد فقیر عمر دریں فن صرف نمود هنوز تربیت طلب و جائے استاد خالی دارد۔ در شعر فارسی پیر و مرزا صاحب است و در ریختہ ولی را استاد می داند۔ اول<sup>۱</sup> کسے کہ دریں فن دیوان ترتیب نمود او بود۔ فقیر دیوان قدیم از بست و بیچ سال در بلاد ہند مشہور دارد و بعد ترتیب آں تا امروز کہ سہ احد عزیز الدین عالم گیر ثانی باشد بقول فقیر کہ بیت:

مارا بفرغت اجل دیر رساند      ایں عمر دراز بخت کوتاہی کرد

ہر طرب و یایں کہ از زبان ایں، بے زباں برآمدہ داخل دیوان قدیم نمودہ کلیات مرتب ساختہ، چنانچہ نقل آں بسیار بہر کس دشوار بود، بنا بر خاطر داشت یاران نازک طبعان از فکر قدیم و جدید کہ از مذاق ماضی و حال را خبر دہد، از ہر ردیف دوسہ غزلی و از ہر غزلی دوسہ بیتی، درائی مناقب و مرثیہ و مخمس و مثنوی و غیرہ موقوف داشتہ مشتی نمود از خروار بر آوردہ بطریق اختصار سواد بیاض نمودہ بدیوان زادہ مخاطب ساختہ، تا خواندگان و نقل نویس را ملالی نیفزاید۔ و اوزان و بحر نیز داخل کردہ تا مبتدیان از اں فائدہ بردارند۔ و سرخی غزلیات مع سنہ بسہ قسم تقسیم نمودہ۔<sup>۲</sup> یکی طرحی دوم فرمایشی سوم جوابی تا تفریق آں معلوم گردد۔ و فقیر از معاصران شاہ مبارک آبرو و شرف الدین مضمون و مرزا جانجاناں مظہر و شیخ احسن اللہ و میر شا کرناجی و غلام مصطفیٰ یک رنگ است۔ و لفظ دُر و بُر و اُز و اُو کہ فعل و

- |     |  |     |  |
|-----|--|-----|--|
| ۱۔  | باسم سبحانہ تعالیٰ: لندن   | ۲۔  | خاک پای بلندن                              |
| ۳۔  | یک ہزار و بست و ہشت، بلندن   | ۴۔  | یک ہزار شست و ہشت، کراچی                   |
| ۵۔  | نمودہ، رام پور و لندن  |     |  |
| ۶۔  | و در شعر فارسی بطرز میرزا صاحب و در ریختہ بطور ولی رحمہم اللہ اوقات خود بسر می برد و ہر دور استاد می داند۔ بلندن | ۷۔  | لندن میں "عانی" کی جگہ "بادشاہ" لکھا ہے۔   |
| ۸۔  | لندن میں یہ پورا جملہ نہیں دیا ہے۔   | ۹۔  | طالبان این فن و نازک طبعان مشتاق سخن، لندن |
| ۱۰۔ | برزگے، علی گڑھ   | ۱۱۔ | سواری، بلندن                               |
| ۱۱۔ | ازو، علی گڑھ   | ۱۲۔ | لندن میں یہ نہیں ہے۔                       |
| ۱۳۔ | مرثیہ و مناقب و مخمس ساقی نامہ و مثنوی، بلندن  | ۱۴۔ | بسرخی نوشتہ بلندن                          |
| ۱۵۔ | لندن میں یہ عبارت "خیر الکلام مائل و دل" اور دی ہے۔  | ۱۶۔ | لندن میں یہ پورا جملہ نہیں ہے۔             |
| ۱۷۔ | بیت قلم آورده، علی گڑھ   |     |  |
| ۱۸۔ | لاہور میں اس مقدمہ کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ لاہور کے خطی نسخے کا شروع صفحہ غائب ہے۔                              |     |  |

حرف باشد بقول شاہ مبارک آبرو:

وقت جن کا ریتختے کی شاعری میں، صرف ہے      اون سیتی کہتا ہوں بوجھو حرف میرا زرف ہے  
جو کہ لاوے ریتختے میں فارسی کے فعل و حرف      لغو ہیں گے فعل اُس کے ریتختے میں حرف ہے

بندہ در دیوان قدیم خود تنقید دارد دریں ولازده و دوازده سال اکثر الفاظ را از نظر انداخته لسان عربی و زبان فارسی که قریب الفہم و کثیر الاستعمال باشد و روزمرہ دہلی کہ میرزا یان ہند و فصیحان رند و در محاورہ دارند منظور داشته زبان ہر دیار تا بہ ہندوی کہ آنرا ’بھا کھا‘ گویند موقوف کردہ محض روزمرہ عام فہم و پسند خاص بود، اختیار نمودہ۔  
شمہ ازاں الفاظ کہ تنقید دارد بہ بیان می آرد۔ چنانچہ عربی و فارسی، مثلاً تسبیح راتسی، و صبح راصحی، و بیگانہ رابگانہ، و دیوانہ را دوانہ، و مانند آن بطور عامہ، یا متحرک راساکن و ساکن را متحرک۔ چنانچہ مرض رارض و مرض و غرض را غرض و مانند آن۔ یا الفاظ ہندوی کہ نین و جگ و نت و ہسر و غیرہ آنچہ باشد، یا لفظ مار و مواد زیں قبیل کہ بر خود قباح ت لازم آید۔ یا بجائے ’سے‘ یا ’اُدھر‘ یا ’اُدھر و کدھر‘ یا ’کدھر کہ درال‘ زیدتی حرف باشد، یا بجائے پر، پہ یا یہاں رایاں، و وہاں راواں، کہ در مخرج تنگ بود، یا کسرہ و فتح و ضم در قافیہ، یا قافیہ را فارسی یا قافیہ را ہندی چنانچہ گھوڑا و پورا و دھڑ و سر و مانند آن مگر ہائے ہوز را بدل کردن بہ الف کہ از عام تا خاص در محاورہ دارند بندہ درین امر بمتالعت۔ جمہور مجبور است۔ چنانچہ بندہ را بندا و پردہ را پردا و آنچہ ازیں قبیل باشد و این قاعدہ را تا کجا شرح دہد غرض کہ خلاف محاورہ و غیر مصطلح و غلطی روزمرہ و نقصان فصاحت را دخل نہ باشد ’الْعَاقِلُ يَكْفِي الْإِشَارَةَ‘ و دریں مختصر الفاظ مذکورہ انشاء اللہ تعالیٰ نخواہد بود مگر در مشنوی قہوہ و حقہ و غیرہ اشعار دیوان قدیم و اگر اتفاقاً دریں مختصر باشد بر ’تُخَذُ مَصَافَاً وَ دُعَا مَا كِدْرُ‘ نظر نمودہ از خطا در گذرند۔ و انصاف را از دست نہ دہند کہ ’الْإِنْسَانُ مُرْتَكِبُ الْخَطَايَا وَالنَّسْيَانِ‘ واقع است۔

عَلَىٰ نَبِيِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَعَلَىٰ آلِهِ الْبَرَام.

- ۱۔ لاہور میں یہ لفظ نہیں ہے۔ لندن میں ”بقول“ کی بجائے ”پیش از قول“ درج ہے۔
- ۲۔ لندن میں اس کے بعد یہ درج ہے: ”بندہ در دیوان قدیم خود تنقید داشت و معاصران دیگر مثل شرف الدین مضمون و شیخ حسن اللہ میر شا کرناجی و غلام مصطفیٰ یک رنگ و مرزا جان جاناں مظہر وغیرہ نیز مسلم داشتند۔“
- ۳۔ لندن میں اس کے بعد یہ عبارت حاشیہ پر اوردی ہے: ”وتیری راتجہ اور لفظ بعضی جا مناسب۔ بعضی جا غیر مناسب، چنانچہ تجسی و تجکو بہتر است۔ و تچہ چشم نی و تچہ نگاہ فی مہاوہ نیست بجای این تیری چشم نے و تیری نگاہ نے میتوان گفت کہ باختصار آید۔“  
قوسین کی عبارت حاشیہ پر درج ہے۔
- ۴۔ لندن میں یہ عبارت دی ہے: ”کہ عمدہ امر قوم نمودہ تا گفتگوی قدیم نیز بنظر موشگافان این فن و دور بیان سخن در آید۔“
- ۵۔ لندن ”در غزلیات“
- ۶۔ لندن ”واللہ التوفیق دیا ہے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## زمین طرچی سرغزل دیوان قدیم ۱۱۳۱ھ

بحرزل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کیا کہے قاصر زباں توحید و حمد کبریا جس نے کن کے حرف میں کوئین کو پیدا کیا  
جو کہ ہے غواص اس بحر عمیق عشق کا سب شاور دیکھ کر کہتے ہیں اُس کو مرجبا  
کب ہے محتاج شراب ناقص انگور و قد جس نے میخانہ میں وحدت کے پیالہ بھر پیا  
مزرع دنیا میں جو اپنے تئیں دانا کہے پیس ڈالے اُس کو گردش میں فلک کی آسیا  
چھوڑ کر سب خلق حاتم دل لگا خالق کے ساتھ  
جس نے تجھ کو صورتِ انساں کیا اور جی دیا

## زمین طرچی درنعت ۱۱۳۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعل

اول خدا نے نور تمہارا عیاں کیا اس نور سے بنا یہ زمین و زماں کیا  
تجھ در پر آرزو میں سلیمان مثالیٰ امور کیوں کر نہ ہو کہ تجھ کو شہ خسرواں کیا

۱ لندن میں آغاز اس طرح ہوتا ہے:

رب یر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمم بالخیر

فی الحمد سبحانہ تعالیٰ

’رؤیف الاف‘

۲ لندن کے مخطوطے میں یہ غزل نہیں ہے۔ دیوان کی ابتدا چوتھی غزل سے ہوتی ہے جس کا مطلع ہے:

جن نے آدم کے تئیں جاں بخشا = خضر کو چشمہ حیواں بخشا

دہلی میں پہلی غزل کا مطلع ہے:

چھپا نہیں جا بجا حاضر پیارا = کہاں و چشم جو مایں نظارا

یہ غزل کسی اور مخطوطے میں نہیں ہے۔ حسرت کے انتخاب میں صرف پانچ اشعار ہیں۔

۳ جن نے کن کہنے میں سب ارض و سما، کراچی

۴ حضرت، کراچی

۵ زمین طرچی ۱۱۳۲ ہجری، لاہور

۶ مثل مور، کراچی

۷ لندن کے مخطوطے میں یہ غزل نہیں ہے۔

صاحب دلوں کو حشر تک ہے وہ سجدہ گاہ  
جس سرزمین پر تم نے قدم سے نشان کیا  
کل البصر کی جاتری خاکِ قدم کو بوجھ  
آنکھوں کو مردماں نے بنا سرمہ داں کیا  
دیکھا فلک سے قد کا ترے مرتبہ بلند  
طوبیٰ نے قد تیر کو اپنی کماں کیا  
غفلت کے خار ہوش کے تیشہ سے کاٹ ہم  
گلشن بنا کے دل کو تمہارا مکاں کیا

حاتم کا دل ہوا تھا سراپا اگر ضعیف

تجھ عشق نے یہ پھر سرنو سے جواں کیا

بحرِ مستبثِ مثنیٰ مجبوںِ مقطوعِ مفاعِلنِ مفاعِلنِ فعلن

کہاں چلے ہو مجھے چھوڑ دوستاں تنہا  
میں بن تمہارے رہوں کس طرح یہاں تنہا  
کہا اے یارِ نظر کر کہ روزِ اوّل سے  
جو اُس جہان سے آیا ہے اس جہاں تنہا  
دو دم کی سیر بہم کر کے باغِ دنیا میں  
اسی طرح سے چلا جائے گا وہاں تنہا  
عجب طرح سے ہے ملکِ عدم میں آمد و رفت  
کہ آتے جاتے جو دیکھا یگان یگان تنہا  
کوئی کسی کا نہیں دوست سب یہ باتیں ہیں  
جو ہوتے دوست تجھے چھوڑتے کہاں تنہا  
نہ مے، نہ ابر، نہ ساقی، نہ ہم، نہ دل، نہ دماغ  
کسے خوش آئے یہاں سیرِ گلستاں تنہا  
ادا و ناز و کرشمہ، جفا و جور و ستم  
اُدھر یہ سب ہیں ادھر ایک میری جاں تنہا  
صنم کی زلف سے دعویٰ کیا تھا سنبل نے  
میں اس کو کھینچ لے آیا ہوں موکشاں تنہا  
چمن خراب کیا، ہو خزاں کا خانہ خراب  
نہ گل رہا ہے نہ بلبل، ہے باغبان تنہا  
میں ایک روز چلا جائے تھا بیاباں کو  
خراب و خستہ و حیراں و ناتواں تنہا  
جو اس میں حضرت صائب نے مجھ کو فرمایا  
کہ دیکھتا ہوں میں تجھ کو جہاں تہاں تنہا

نہ ہوویں یار تو کیا زندگی ہے اے حاتم

”چہ حظ کند خضر از عمرِ جاوداں تنہا“

۱۔ سرزمین میں، علی گڑھ۔ یہ حافظ کے شعر کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے:

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود = سالہا سجدہ و صاحبِ نظراں خواہد بود

۲۔ زمین مرزا صائب علیہ الرحمۃ کہ رفیع سودا اقصین نمودہ در ۱۱۶۶، لاہور

۳۔ بے، علی گڑھ

۴۔ دو دم کی سیر کراچی میں باغِ دنیا چ، لندن

۵۔ بوستاں، لندن و کراچی

۶۔ چلا جاوے گا، لاہور و لندن

۷۔ علی گڑھ کے علاوہ تمام شہروں میں یہ غزل قطعہ بند ہے۔

## زمین طرخی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مسدس مشعث - فاعلاتن فعلن مفعول

جس نے آدم کے تئیں جاں بخشا      خطر کو چشمہ حیواں بخشا  
پیر کنعاں کو دیا دردِ فراق      یوسف مصر کو زنداں بخشا  
تخت برباد سلیمان کا کیا      دیو کو ملک سلیمان بخشا  
زینت افلاک کو دی انجم سے      مہر کو نور درخشاں بخشا  
زیور حسن کیا چشم حیا      عشق کو دیدہ حیراں بخشا  
کوه کن کو کمر کوہ دیا      قیس کو دشت کا داماں بخشا  
رنگ و بو گل کو دیا گلشن میں      سیر بلبل کو گلستاں بخشا  
کفر کافر کے نصیبوں میں لکھا      اہل اسلام کو ایماں بخشا

روزِ میثاق میں حاتم کے تئیں  
چشم گریاں دلِ بریاں بخشا

## زمین طرخی ۱۱۵۹ھ

بحر مل مٹمن محذوف - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

سچ اگر پوچھو تو ناپیدا ہے یک رو آشنا      سارے عالم میں جو ہوں شاید تو یک دو آشنا  
حاضر و غائب ہو یکساں ظاہر و باطن ہو صاف      اس طرح کا کم نظر آیا ہے یکسو آشنا  
ہم وہ مخلص ہیں کہ آنکھیں دیکھتے گزری ہے عمر      جی نکل جاوے جو ہو ہم سے کج ابرو آشنا  
سارے عالم سے کروں میں ترک رسم دوستی      مجھ سے ہووے اے مرے دشمن اگر تو آشنا  
کس کے کوچے میں تو ہو نگلی تھی ہاں سچ کہہ نسیم      تجھ میں جو بو ہے سو ہے مدت سے یہ بو آشنا

۲ کول، لندن اور لاہور

۳ حسن کے سچ دیا لندن

۴ زمین مرزا صاحب علیہ الرحمۃ القافیہ (۱۱۵۹ھ لندن)

۱ لندن میں یہ پہلی غزل ہے۔

۲ دیا، لندن و کراچی

۵ اور مسلمان، لندن

۶ عمر تک سب سے کروں رسم سلام علیک ترک، لندن

جاں بلب ہوں میں تو ان یاروں کی خوش خلقی کو دیکھ <sup>۱</sup> ہے معاذ اللہ جو ہو صحبت میں بد خو آشنا  
ایک بھی ہم نے نہ دیکھا دوست حاتم بعد مرگ  
ہے تکلف بر طرف کو یار اور کو آشنا

### زمین طرحی میر ۱۱۵۴ھ۔

بحر مل مسطور

اس کی نظروں میں دوئی سے جو کہ ہے نا آشنا <sup>۲</sup> ایک سے دونوں ہیں کیا بیگانہ و کیا آشنا  
دوستی آپس کی ہے گی زندگانی کا مزہ ہے عجب صحبت جہاں باہم ہوں یک جا آشنا  
شام کو کرتا ہے عزم قتل اور بخشے ہے صبح کاش کے ایسے دو بھنتی سے نہ ہوتا آشنا  
اب ترے جو دو جفا کے ہاتھ سے جاتے تو ہیں پر نہ پائے گا قیامت تک تو ہم سا آشنا  
خیر ہے تو میرے آنے سے میاں بدر ہے کیوں رکھتے ہیں رسم ملاقات آشنا با آشنا  
ہوں تصدق اپنے طالع کا وہ کیسا بے حجاب مل گیا ہم سے کہ تھا مدت سے گویا آشنا

گرم ہو ملنا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات  
آشنا چاہے تو ہو حاتم خدا کا آشنا

### زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

ہر گل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا صورت غنچہ جو دیکھوں تو زباں ہے گویا  
تاک کی طرح سبھی مست پڑے ایندیں ہیں میکدہ اب گرو بادہ کشاں ہے گویا  
چشم ہے ترک، نگہ نیزہ و مژگاں ترکش زلف پر چچ کا ہر حلقہ کماں ہے گویا  
جا بھڑاتا ہے ہمیشہ مجھے خونخواروں سے دل بغل بچ مرا دشمن جاں ہے گویا

حاتم اب اُس کی سبھی منہ کی طرف دیکھے ہیں  
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

- ۱ کے ہاتھ، لندن، رام پور ولا ہور
- ۲ ۱۱۵۵ھ ایضاً مختلف القافیہ بحر مسطور، لندن، ۱۱۵۵ھ، لاہور
- ۳ دو بھنتی، پیشتر نسخوں میں یہی ہے۔ مفہوم ہے دو طرح کی بات، دو بھانت والی شے۔
- ۴ لندن میں بھی بحر درج نہیں ہے۔ علی گڑھ میں غلط درج ہے جو کاتب کی غلطی ہے۔
- ۵ جو ہے سو ہاتھ پیرا ہے سے اس آگے حاتم لندن و کراچی
- ۶ وقت، لندن، رام پور ولا ہور
- ۷ ہیں، علی گڑھ
- ۸ قیامت تنگس نہ پاسے گا تو ہم سا آشنا رام پور ولا ہور
- ۹ ترک ونگ، لندن و رام پور

## زمین<sup>۱</sup> رافع سودا<sup>۲</sup> ۱۱۶۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

شانہ نہ کھنچو زلف کو زہار دیکھنا  
میری بغل سے شیعہ دل لے چلا تو ہے  
گھر تو تب آئے خوش کہ مرے پاس تو ہو جان  
سیرِ چمن کی دل کو مرے آرزو نہیں  
دیکھے تھا دور سے میں اسے چھپ کے ایک روز  
میں اپنے دل میں ڈر کے وہاں سے نکل چلا  
جانے نہ پائے اس کو جہاں ہو تہاں سے لاؤ  
ناگاہ ہاتھوں ہاتھ مجھے سب نے آ لیا  
رسوا و خوار و خستہ و مجروح و ناتواں  
اب تو چلا ہوں جو مری قسمت میں ہو سو ہو  
لے جا کے دست بستہ مجھے سب نے کی یہ عرض  
حاکم سے میں جو حکم کیا تھا سو اس گھڑی  
سن کر کہا کہ پہنچا تو اپنی سزا کے تیں  
تقصیر تو ہوئی میں کہا ورنہ جان من  
کہنے لگا کہ مصرع سودا سنا نہیں<sup>۱</sup>  
جو کچھ خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا

۱۔ زمین طرحی رافع سودا، لندن

۲۔ ۱۱۶۹ھ، لاہور، ۱۱۶۵ھ لندن و علی گڑھ میں ۱۱۶۸ھ ہے۔

۳۔ تروار، رام پور و لندن

۴۔ نہیں سنا، رام پور و لاہور

۵۔ ہے، لندن

۶۔ ناچار، لاہور و رام پور



## زمین طرچی بحر خفیف ۱۱۵۳ھ

عاشق کا جہاں میں گھر نہ دیکھا    ایسا کوئی در بدر نہ دیکھا  
جیسا کہ اڑے ہے طائر دل    ایسا کوئی تیز پر نہ دیکھا  
خوبانِ جہاں ہوں جس سے تنہا    ایسا کوئی ہم ہنر نہ دیکھا  
ٹوٹے دل کو بنا دکھاوے    ایسا کوئی کاری گر نہ دیکھا  
اُس تیغِ نگاہ سے ہو مقابل    ایسا کوئی بے جگر نہ دیکھا  
جاری ہیں ہمیشہ چشمہ چشم    ایسا کوئی ابر تر نہ دیکھا  
جو آب ہے آبرو میں حاتم  
ایسا کوئی ہم گھر نہ دیکھا

## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

نہ بلبل میں، نہ پروانے میں دیکھا    جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا  
برابر اوس کی زلفوں کے سیہ بخت    میں اپنے بخت کو شانے میں دیکھا  
کسیؑ ہندو مسلمان نے خدا کو    نہ کعبے میں، نہ بت خانے میں، دیکھا  
نہ کوہستان میں دیکھا کوہکن نے    نہ کچھ مجنوں نے ویرانے میں دیکھا  
نہ اسکندر نے دیکھا آئینہ میں    نہ جم نے اپنے پیانے میں دیکھا  
پر اس کی کنہ کو کوئی نہ پہنچا    جسے دیکھا سو افسانے میں دیکھا  
فقیروں سے سنا ہے ہم نے حاتم  
مزا جینے کا مر جانے میں دیکھا

۱۔ صرف لاہور میں ہے۔ یہ غزل کسی اور نسخہ میں نہیں ہے۔ ۲۔ سیہ بخت، بلی گڑھ، لاہور، لندن کا پریشاں زیادہ بہتر ہے۔

۳۔ کسو، رام پور و لاہور ۴۔ نہ پہنچا کنہ ذات اس کی کو کوئی، لاہور

## زمین طرحی ۱۱۶۴ھ

بحرزل مٹمن مجبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

رات ہم خواب میں اس زلف کو پچپاں دیکھا صبح دم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا  
شور اوس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے چشم بد دور اب آنکھوں سے دو چنداں دیکھا  
نظر آئے ترے دندان مسی مالیدہ رات اور دن کو بہم دست و گریباں دیکھا  
مرے اشکوں نے دیا آج دو عالم کو بہا نہ کبھی ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا

کعبہ و دیر میں حاتم بخدا غیر خدا

کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلمان دیکھا

## زمین طرحی میر ۱۱۷۸ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

مگر گلشن او پر سایہ پڑا اس بے مروت کا کہ چہرے پر کسی گل کے نہ دیکھا رنگ الفت کا  
نیاز و ناز میں جب سے نہیں کچھ گری صحبت جہاں میں سرد ہے بازار اخلاص و محبت کا  
تنزل اور ترقی ہم یہاں دیکھا تو وام ہے مساوی ہو گیا اب شکر و شکوہ رنج و راحت کا  
نہ پہنچا ہاتھ ذلت کا کبھی میرے گریباں تک لگا ہے جب سے دل کے دست میں دامن قناعت کا  
توقع آشنائی کی نہیں اب آشناؤں سے کسی سے دل نہیں مشتاق اب صاحب سلامت کا  
ہمارے حوصلے سے دور ہے معشوق کا شکوہ جو کچھ گزری سو گزری کیا بیاں کیجیے مصیبت کا  
کہاں ہیں معصیت نامے تمہارے اے گنہگارو کہ بہرشت و شو ہے منتظر بارانِ رحمت کا  
ملیں جو ہم نے آنکھیں اس کے تلووں سے وہیں چونکا ادا کس طرح کیجیے عذر اپنی اس حماقت کا

مزرہ دونوں جہاں کا صرف یک نظارہ کرتا ہے

میں دیوانہ ہوں حاتم تیری اس بے صرفہ ہمت کا

۱۔ کبھو، لندن و لاہور

۲۔ ۱۱۷۸ھ، لاہور

۳۔ سب، لندن

۴۔ لاہور و راجپور میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۸۱ھ

بحرِ رمل مٹمن مجنوبوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

ایک مدت سے طلب گار ہوں کن کا ان کا  
جان کو بیچ کے یہ نقدِ دل اب لایا ہوں  
امتداد اس مرے آزار کا مت پوچھ طیب  
مخلصی قید سے مشکل ہے مجھے تادمِ مرگ  
بود و باش اپنا بتاؤں میں تمھیں کیا یارو  
ہے بجا فخر کروں اپنی اگر طالع پر  
گالیاں تجھ کو جو دیتے ہیں یہ حاتم ہیں کون  
تشنہ حسرت دیدار ہوں کن کا ان کا  
سب سے پہلے میں خریدار ہوں کن کا ان کا  
روزِ میثاق سے بیمار ہوں کن کا ان کا  
دامِ الفت میں گرفتار ہوں کن کا ان کا  
ساکنِ سایہ دار ہوں کن کا ان کا  
کفش برداروں کا سردار ہوں کن کا ان کا  
کچھ نہ پوچھو میں گنہگار ہوں کن کا ان کا  
تو سزاوارِ سزا کس کا ہوا ہے حاتم  
صاحبِ من میں گنہگار ہوں کن کا ان کا

## زمین طرحی ۱۱۶۷ھ

بحرِ ہزج مٹمن سالمہ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

عجب احوال دیکھا اس زمانے کے امیروں کا  
مثالِ مہر و مدن رات کھاتے چرخ پھرتے ہیں  
قفص میں پھینک ہم کو پھر وہیں صیاد جاتا ہے  
مجھے شکوہ نہیں بے رحم کچھ تیرے تغافل سے  
دلِ یاقوت ہے تجھ لعلِ لب کے رشک سے پر خوں  
نہ ان کو ڈر خدا کا اور نہ ان کو خوفِ پیروں کا  
فلک کے ہاتھ سے یہ حال ہے روشن ضمیروں کا  
خدا حافظ ہے گلشن میں ہمارے ہم صفیروں کا  
کھلے بندوں پھرے تو حال کیا جانے اسیروں کا  
ترے دندان کے آگے گھٹ گیا ہے مولِ ہیروں کا

۲ روزِ میثاق تلک زار، کان پور

۱ دل افکار، کان پور

۳ لاہور میں ایک شعر کم ہے اور مصرعوں کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے۔

۴ دوسرے نسخوں میں بحر کی یہ تفصیل نہیں ہے، صرف لندن میں ہے۔ ۵ کھاتی چرخ، رام پور لاہور، لندن

۶ رنگ، کراچی

کیا ہے اس نشانِ انداز نے ترکش تہی مجھ پر مری چھاتی سرا ہو جس اوپر تو دا ہے تیروں کا  
ہمیں دیوان خانے سے کسی منعم کے کیا حاتم  
ہے آزادوں کے گزر رہے کو بس تکیہ فقیروں کا

### زمین طرحی ۱۱۷۱ھ

بحر ہزج مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ہے یہ دل مدت سے قیدی زلفِ عنبر فام کا ایسے وحشی کو عبت ہے فکر کرنا دام کا  
تو کبھی سچا نہیں ہوگا مرے جھوٹے میاں عمر بھر وعدہ کیے جائے گا صبح و شام کا  
چٹکیاں لے لے جگاتا ہے مجھے کیوں تاسحر تو غرض راضی نہیں یک شب مرے آرام کا  
ذکر میرا آئے مجلس میں تو ہووے بے دماغ اس قدر دشمن ہوا ہے شوخ میرے نام کا  
ان دنوں سب کو ہوا ہے صاف گوئی کا تلاش  
نام کو چرچا نہیں حاتم کہیں ایہام کا

### زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر رمل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

چشم بد دور کہ درواز ہے میخانے کا گرم بازار ہوا شیشہ و پیتانے کا  
عشق میں چاہے کہ استاد ہوں تو ہو شاگرد شمع سے رونے میں جل مرنے میں پروانے کا  
نہ رکھا خانہ زنجیر سے پاؤں باہر گھر ہی ویرانہ ہے اس طرح کے دیوانے کا  
دسترس کس کو ہے تجھ زلف کی پابوسی کا ہاتھ پہنچے ہے وہاں تک تو کبھی شانے کا

- |                           |                             |
|---------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ شکار انداز، لندن       | ۲۔ مجھے، لندن               |
| ۳۔ گھر، رام پور           | ۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ |
| ۵۔ کبھو، لاہور و رام پور  | ۶۔ سانچانہ، لاہور و رام پور |
| ۷۔ یک دم، لاہور و رام پور | ۸۔ ہوا، رام پور و لاہور     |
| ۹۔ کا، رام پور و لاہور    | ۱۰۔ ایہام، لاہور            |
| ۱۱۔ کبھو، رام پور، لاہور  |                             |

آشناؤں سے نہیں چشمِ مروت حاتم  
شکوہ بجا ہے جو کیجیے کسی بیگانے کا

### زمین طرچی ۱۱۷۰ھ

بحرِ محبتِ محبوبِ مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فععلن

خیال دل میں کسی سے نہ رکھ بھلائی کا جہاں سے فوت ہوا رسمِ آشنائی کا  
کوئی زمیں نہ رہی تہ پر ہم قدم نہ رکھا کہ خار خار ہے شاہدِ برہنہ پائی کا  
جدا کبھی نہ کیا تو نے کف سے آئینہ رواجِ تجھ سے ہے عالم میں خود نمائی کا  
طبعِ وفا کی جو تجھ سے رکھے وہ ناداں ہے کہ تیرا شہر میں شہرہ ہے بے وفائی کا  
اگرچہ فیضِ قناعت سے دل ہوا ہے غنی ولے ہے شوقِ ترے درِ اوپر گدائی کا  
مزا پڑا مجھے کنجِ قفس کا اے صیاد نہیں ہے ذوقِ مرے دل میں اب رہائی کا  
تو زاہدوں کی طرح گھر میں بیٹھ مت حاتم  
نکل کے قید سے نکل دید کر خدائی کا

### زمین طرچی ۱۱۴۱ھ

بحرِ ملِ دشمنِ محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فععلن

بال پن سے مجھے سودا ہے ترے گیسو کا بال باندھا میاں بندا ہوں ترے ہر مو کا  
مجھ کو درکار نہیں مشک و عیبر و صندل میں ہوں دیوانہ پری روکی چوٹی کی بو کا  
کیوں نہ ہم سر سے کریں آن کے سجدہ تجھ کو قبلہ عالم کا ہے محرابِ تری ابرو کا

۱۔ ۱۱۷۲ھ، لاہور

۲۔ دشمن، علی گڑھ

۳۔ کبھو، لاہور و رام پور، جدا کبھو نہ ہوا، کان پور، حسبِ معمول دہلی میں سن درج نہیں ہے۔

۴۔ سو، رام پور و لاہور

۵۔ بیٹھ گھر میں، کان پور

۶۔ تجھ کو سجدہ، رام پور و لاہور، کیوں نہ ہم آ کے کریں سرتی اس کو سجدہ، کراچی

۷۔ قبلہ و کعبہ ہے، رام پور و کراچی، کیوں نہ ہم سر سے کریں آن کے تجھ کو سجدہ، لکھنؤ

۱۱

بندگی کا تری گردن میں ہے قمری کے طوق بندہ ہے سرو چمن تیرے قدِ دل جو کا  
روز چتر آ ہے مرے دل کا کبوتر حاتم  
سرت کرتا ہے جب اڑتا ہے اسی کی کوکا

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

شہر میں چرچا ہے اب تیری نگاہ تیز کا دو کرے دل کے تئیں یہ نیچے انگریز کا  
نیلی پیلی دیکھ کر ظالم تری چشم سیاہ دل پڑا ہے وہم میں نقاش رنگ آمیز کا  
اس کے دل میں جانیں پاتا وگرنہ سنگ میں نالہ کرتا ہے اثر مجھ عاشق شب خیز کا  
بے ستوں دیکھا بن آیا کوہ کن کے ہاتھ سے تلخ ہوا ہے خواب شیریں خسرو پرویز کا  
ریختے میں ہند کے طوطی کا حاتم ہے غلام  
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

زمین طرحی ۱۱۷۱ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

لیا ہر ایک سے مل کے دل کا بھید ہم سب کا کیا معلوم عالم میں جو ہے سواپنے مطلب کا  
لگائی ہے ترے در پر ملنگوں کی طرح دھونی نکل پردے سے تنک باہر کھڑا ہوں منتظر کب کا  
مبارک باد کو ہم عید کی آئے ہیں گھر بیٹھے بغل گیری سے شک جو ہو کے یہ ملنا ہے کس ڈھب کا  
خمار آلودہ ہوں ساقی تنک ظرفی نہ کر ظالم میں تیرے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

۱۔ بندگی کا تیری قمری کے ہے گردن میں طوق، لندن، کراچی

۲۔ سرو یہاں، لندن، سرو بندہ ہے سدا، کراچی، بندہ ہے سرو یہاں، لکھنؤ

۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۴۔ دور کرے ہے، رام پور ولا ہور

۵۔ دلی کی طرف اشارہ ہے۔

۶۔ صائب کی طرف اشارہ ہے۔

۷۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

جہاں کو جان کر فانی اٹھایا دل کو حاتم نے  
فقیری کی ہوس میں شوق سب جاگیر و منصب کا

## زمین طرحی ۱۱۷۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

موسم سنا ہے ہم نے کہ آیا بہار کا      ہونا ہے حال کیا دل پر اضطراب کا  
پہلے ہی کی ہے طفل مزاجوں سے دوستی      دشمن ہوں اپنے میں دل ناکردہ کار کا  
اے بادہ مت اڑا دے گریباں کی دھجیاں      لے ہے جنوں حساب یہاں تار تار کا  
جیتا کوئی بچے گا نہ عالم میں اب کے صید      اس تیغ زن کو شوق ہوا ہے شکار کا  
سائے سے بھاگتا ہے ہمارے ہزار کوس      تس پر مجھے اُمید ہے بوس و کنار کا  
مشہد سے سوختوں کے میاں شمع دور کر      ہے داغ دل چراغ ہمارے مزار کا  
حاتم سے جان وعدہ خلائی ہے اب تلک  
کیا اعتبار ہے ترے قول و قرار کا

## زمین طرحی ۱۱۷۷ھ

بحر مسطور

دورا ہے جب سے بزم میں تیری شراب کا      بازار گرم ہے مرے دل کے کباب کا  
خوباں کو کس طرح سے لگا لے ہے بات میں      بندا ہوں اپنی طبع ظرافت مآب کا  
جو نامہ بر گیا نہ پھرا ایک اب تلک      اے دل تو انتظار عبث ہے جواب کا  
حسرت یہ ہے کہ رات کو آئے وہ ماہرو      دولت سے اوس کی دید کروں ماہتاب کا  
الطاف میں بھی اس کے اذیت ہے سوطر      لاؤں کہاں سے حوصلہ اوس کے عتاب کا  
رخسار کے عرق کا ترے بھاد دیکھ کر      پانی کے مول نرخ ہوا ہے گلاب کا

۱۔ علی گڑھ میں یہ شعر قطع کے بعد درج ہے۔ ۲۔ اس پر علی گڑھ  
۳۔ آج تک، کان پور ۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

حاتم یہی ہمیشہ زمانے کی چال ہے  
شکوہ بجا نہیں ہے تجھے انقلاب کا

## زمین طرحی ۱۱۷۸ھ

بحر مسطور

دیکھو شعور اس دلِ خانہ خراب کا عاشق ہوا ہے کس بتِ مستِ شراب کا  
عارض سے اوس کے زلف میں کیونکر ہے روشنی ظلمات میں تو نام نہیں آفتاب کا  
ایسا ہے خال گوشہ ابرو کا خوشنما جیسے ہو نقطہ بیت اوپر انتخاب کا  
ہے انتظارِ چشم کہ دیکھے کسی طرح شاید سنا ہے اوس نے کہیں نام خواب کا  
شبِ دوزخ و بہشت برابر ہے اس کے تیں عاشق کو غم نہیں ہے عذاب و ثواب کا  
حاتم تعینات کا گر وہم دور ہو

اُٹھ جائے درمیان سے پردا حجاب کا

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

یارو کوئی نہ دیکھا عالم میں یار دل کا جو درد میں ہو ساقی اس دلِ فگار دل کا  
ان بے مروتوں سے ہرگز نہ ملنے دیتا ہوتا جو ہاتھ میرے کچھ اختیار دل کا  
ایسا ہوا ہے غائب جس کی خبر نہ پائی بیٹھا عبث کروں ہوں میں انتظار دل کا  
شیشے کیے ہیں خالی ہے دھوم میکدے میں جاتا نہیں ہے تو بھی اب تک خمار دل کا  
ناصح بغل میں آکر دشمن ہوا ہمارا جائے گاشکب الہی مجلس سے خار دل کا  
اوس کی گلی میں مر کر ہم خاک ہو گئے ہیں جاتا نہیں ہے تو بھی اوس کے غبار دل کا



تیرا کبھی نہ ہوگا بہلاؤتا ہے تجھ کو  
حاتم نہ کچھ ہرگز تو اعتبار دل کا

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر ہرج مٹمن اُخر بملکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعلن

احسان ترا دل مرا کیا یاد کرے گا جو خاک کو اس کی نہ تو برباد کرے گا  
نے حسرتِ گلگشت، نہ پرواز کی طاقت صدقے میں ترے کیا مجھے آزاد کرے گا  
موجود ہوں، حاضر ہوں، میں راضی ہوں، خوش ہوں سر پر مرے جو کچھ کہ وہ جلا د کرے گا  
جز غم کے نہ حاصل ہوا صحبت میں کسوکی اس دل کو الہی کوئی بھی شاد کرے گا  
سودا نہ گیا اُس کا طبیعوں کی دوا سے تو آ کے علاج اب کوئی فساد کرے گا  
جو اس میں بھی چنگ نہ ہوا تو کوئی دن میں جا خانہ زنجیر کو آباد کرے گا  
اس کی جو کمر ہوئے تو کھینچے کوئی حاتم  
کیا اپنا سر آکر یہاں بہزاد کرے گا

## زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحر ہرج سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا یہی ہے فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا  
خبر آنے کی قاصد کے سنے سے جی دھڑکتا ہے خدا جانے کہ اوس ظالم کا اب پیغام کیا ہوگا  
مرادل زلف میں اس کے بہت مدت سے بیکل ہے جو وحشی دام میں ہوگا اوسے آرام کیا ہوگا  
بہانہ کیوں کرے ہے حیلہ جو عاشق کے ملنے سے بجز جور و جفا و ظلم تجھ کو کام کیا ہوگا

جو کچھ مقدور تھا سوند ویت اور جانفشانی کے

اب اس خدمت کا حاتم دیکھئے انعام کیا ہوگا

- |   |                       |
|---|-----------------------|
| ۱ | کبھو، رام پور         |
| ۲ | ۱۱۶۵ھ، لندن           |
| ۳ | دن کو، رم پور ولا ہور |
| ۴ | ہوئے، لندن            |
| ۵ | تجھ کو، لندن          |

- |   |                       |
|---|-----------------------|
| ۱ | کبھو، رام پور         |
| ۲ | ۱۱۶۵ھ، لندن           |
| ۳ | دن کو، رم پور ولا ہور |
| ۴ | ہوئے، لندن            |
| ۵ | تجھ کو، لندن          |

## زمین طرحی ۱۱۶۷ھ

بحر خفیف محبوب مقطوع۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلن

دل مرا آج یار میں ہے گا کس خزاں میں بہار میں ہے گا  
گالیاں مجھ کو دے ہے دینے دو کچھ نہ بولو نثار میں ہے گا  
سن کے کہنے لگا تو جانے ہے کہ نشے کے اتار میں ہے گا  
گالیاں میں تو سب کو دیتا ہوں ایک تو کس شمار میں ہے گا

حاتم ایسی کہاں ہے لذت وصل  
جو مزا انتظار میں ہے گا

## حسب الفرمائش نور الدولہ بہادر ۱۱۵۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیلن فاعلن

دیکھا کسی نے ہم سے زمانے نے کیا کیا اور کیا کہیں کہ یار یگانے نے کیا کیا  
دل چاہتا ہوں اور کو دوں تیرے جور سے کہنا نہ پھر کہ ہم سے فلانے نے کیا کیا  
قاتل تو اس کا ہر سر مو بال پن سے تھا آرائش اس کی زلف کو شانے نے کیا کیا  
دینار اور درم کی نہ لا دل کو دام میں قاروں سے ہے خبر کہ خزانے نے کیا کیا  
حاتم دیا ہے شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھ

دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

۱ ۱۱۶۳ھ، لندن، دلاہور ۲ کوئی، لندن، دلاہور

۳ سن کے بولا تو مجھ کو جانے ہے، لندن ۴ اُتار، لندن

۵ لندن میں اس غزل کے حاشیہ پر یہ تین شعر بغیر کسی سرخی کے درج ہیں:

سب کو رہے صفا وہی ہے گا سب فتا ہے بقا وہی ہے گا

کوئی اس سے مکاں نہیں خالی دیکھ لو جا بجا وہی ہے گا

ظاہر و باطن حاضر و غائب ابتدا انتہا وہی ہے گا

۶ زمین حسب الفرمودہ فاخر خاں خلف خان صادق بہادر شمس الدولہ تہور جنگ، لندن

۷ ۱۱۵۶ھ، لاہور و لندن، رام پور و علی گڑھ، ۱۱۵۲ھ

۸ کسوئے، لاہور و لندن ۹ کبچہ نہ پھر، لاہور و رام پور

## زمین طرحی ۱۱۵۱ھ

بحر مل مٹن مجنوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

کس نے شب دارو پلا کر تجھے محمور کیا کہ تری چشم گلابی نے مجھے چور کیا  
صندلی رنگ نے آتھنگہ سے اس دم درد سر تھا تو مرے سر سے بھلا دور کیا  
جمع خاطر تھا کیا مجھ کو پریشاں خاطر اوس کی زلفوں کا یہاں کا ہے کو مذکور کیا  
فوج عشاق میں پہچان مجھے عاشق فرد عین کا صاد دکھا نظروں میں منظور کیا  
عشق پردے میں تھا اس چشم کا ہونا خراب  
جس نے رو رو کے اب حاتم مجھے مشہور کیا

## زمین طرحی ۱۱۴۸ھ

بحر مسطور

حسن نے جب سے مجھے عشق کا پیغام کیا نیک نامی کو مری شہر میں بدنام کیا  
ترے دندان مسی زیب کی مشتاقی میں شام سے صبح کیا صبح سے پھر شام کیا  
دیکھ کر تیری چمن بچ گلابی آنکھیں باغبان نے گل بادام کے تئیں جام کیا  
خاص ہمت کا بیاں اوس کے بخیلوں سے کہو  
دیکھو حاتم نے کہ اب فیض سخن عام کیا

۱۔ ۱۱۵۰ھ، لندن

۲۔ لندن میں یہ مصرع دیا ہے: کن تجھے دارو پلا کن تجھے محمور کیا، حاشیہ پر یہ مصرع بھی درج ہے جو علی گڑھ کے نسخہ میں درج ہے۔ فرق اتنا ہے کہ بجائے شب کے اب تحریر ہے۔

۳۔ خماری، لندن

۴۔ سو، لندن ولاہور

۵۔ فرد فارغ مجھے پہچان کی سب میں اس نے، لندن وکراچی

۶۔ جن نے، لندن وراپور، کراچی میں مقطع اس طرح ہے:

اب تلک عشق تھا حاتم، کا چھپا پردے میں چشم نے شہر میں رونے سے مجھے مشہور کیا

## زمین طرہی ۱۱۵۷ھ

بحرِ محبتِ مثنیٰ مجنوں محذوف۔ مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فعلن

ہمارا جان گیا ہم نے آہ بھی نہ کیا یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھی نہ کیا  
میں کیا کہوں اثرِ نالہ تج کو رحمت ہے کہ اوس کے دل میں کبھی تو نے راہ بھی نہ کیا  
گناہ گار رہے یک طرف کہ گوشہ چشم کبھی کرم سے سوئے بے گناہ بھی نہ کیا  
میں اپنے دل کو بڑا کار داں سمجھے تھا پر ایک کام مرا سربراہ بھی نہ کیا  
ستم سے تیرے میں جاتا ہوں پھر نہ کہیو تو  
کہ آشنائی کا حاتم نباہ بھی نہ کیا

## زمین طرہی ۱۱۵۵ھ

بحرِ مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

میری بغل میں رات وہ مستِ شراب تھا حسرت کی آگ میں دلِ دشمن کباب تھا  
وقتِ سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا ہر ذرہ اس کی تاب سے جوں آفتاب تھا  
ہر حال اپنے حال کے تیں بوجھِ مغنم آئندہ ہے خیال جو گزرا سو خواب تھا  
نامہ کو میرے دیکھ کر خاموش ہو رہا قاصد کے تیں جواب نہ دینا جواب تھا  
فانی ہوا جو بحر میں خود بحر ہو گیا وہم حباب پردہ چشم حباب تھا  
مجلس میں رات گریہِ مستان تھا تجھ بغیر ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا  
رخصت تو آئینے کو نہ تھی اوس کے روبرو  
حاتم تو کس طرح سے وہاں باریاب تھا

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

مستوں میں جو شیخ آ پھنسا تھا      میخانہ میں طرفہ ماجرا تھا  
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کی      اک دل بھی ہمارا آشنا تھا  
سو طرح ہے عاشقی کے فن میں      فرہاد بھی ایک سر پھرا تھا  
کیوں کھینچی تھی تیغ گل کسی پر      اک نیم نگہ ہی نیچہ تھا

## زمین طرحی ۱۱۹۲ھ

بحر دل مٹن محذوف

سوزش پنہاں مرے دل کی سے کوئی محرم نہ تھا      جب تلک یہ دیدہ غماز میرا غم نہ تھا  
خوش گزرتا تھا ہمارا روز و شب یاروں کے ساتھ      عشق جب تک آشنا ہم سے نہ تھا کچھ غم نہ تھا  
ہر قدم رو پر ترے کوچے میں تھے لاشوں کے ڈھیر      ہم نے جا ہر ایک کو دیکھا کسی میں دم نہ تھا  
یوں تکلف سے سجا تو نے کمر میں نیچہ      قتل کو عاشق کے ابرو کا اشارہ کم نہ تھا

مشورہ تو نے کیا تھا کل کریں گے قتل عام

متفق اس مصلحت میں سب تھے اک حاتم نہ تھا

## زمین طرحی ۱۱۹۱ھ

بحر ہرج مٹن سالم

میں اپنے دست پر شب خواب میں دیکھا کہ انگڑ تھا      سحر کو کھل گئی جب آنکھ میرا ہاتھ دل پر تھا  
نہ تھی تابع کچھ حاجت چراغ و شمع و مشعل کی      ہماری بزم میں شب جلوہ گردہ ماہ پیکر تھا  
تری اک جنبش ابرو سے عالم ہو گیا ضائع      نظر کر جس طرف دیکھا تو جو دھڑکا سو بے سر تھا  
تو اس رفتار و قد سے جس طرف گزرا مرے صاحب      ترے فیض قدم سے ہر قدم سرو صوبہ تھا  
نہ تھی پرواز کی طاقت سر دیوار گلشن تک      کہ جو طائر تھا سو صیاد کے ہاتھوں سے بے پر تھا

چلا جاتا تھا حاتم آج کچھ واہی تباہی سا

جو دیکھا ہاتھ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

## زمین انعام اللہ خاں ۱۱۶۰ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

ہماری سیر کو گلشن سے کوئے یار بہتر تھا      نفیر بلبلوں سے نالہ ہائے زار بہتر تھا  
انا الحق کی حقیقت کو جو ہو منصور سو جانے      کہ اوس کو آسماں چڑھنے سے چڑھنا دار بہتر تھا  
کبھو بیمار سن کر وہ عیادت کو تو آتا تھا      ہمیں اپنے بھلے ہونے سے وہ آزار بہتر تھا  
تو اپنے من کا منکا پھیر زاہد ورنہ کیا حاصل      تجھے اس مکر کی تسبیح سے زناں بہتر تھا  
نہ کہتا میں کہ عاشق ہوں ترا تو کیوں وہ رم کرتا      مجھے اقرار اب کرنے سے وہ انکار بہتر تھا  
ہماری عقل میں گھر کی گرفتاری سے حاتم کو  
کہو دیوانہ پھرنا کوچہ و بازار بہتر تھا

## زمین میر ۱۱۶۳ھ

بحر ہرج مٹمن سالم مسطور۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

جو میخانہ میں جاتا تھا قدم رکھتے جھجکتا تھا      کہ ساغر آنکھ دکھلاتا تھا اور شیشہ بھجکتا تھا  
تماشہ ہو رہا تھا ابر میں رونے سے کیا میرے      ادھر پانی برستا تھا ادھر لوہو ٹپکتا تھا  
بڑا احساں کیا جو دل کو میرے کھینچ کر کاڑھا      کہ مدت سے مرے سینہ میں جوں کا نا کھٹکتا تھا  
ترے کوچہ میں میں نے آج دشتِ کربلا دیکھا      کوئی مارا پڑا تھا اور پڑا کوئی سکتا تھا  
گیا تھا تیلیا کپڑوں سے تو آئینہ خانہ میں      کہ اب تک خانہ آئینہ اوس بو سے مہکتا تھا  
مرا لینے کے تئیں شیریں مقالی کا تری حاتم  
کھڑا مونہہ کو ادب سے دور نا دیدہ سا سکتا تھا

۱۔ لندن میں اس کے بعد یہ شعر اور دیا ہے : جنازہ کی نماز اس کی شہید تیج کی پڑھنا = یہاں بحراب مسجد سے ختم تر وادار بہتر تھا

۲۔ اب، لاہور لندن

۳۔ فی بحر ہرج سالم، ۱۱۶۲ھ، لندن

۴۔ بہکتا، علی گڑھ

۵۔ تیلیوں، علی گڑھ ورام پور

۶۔ اس، لاہور لندن

۷۔ ہود دیوانہ سال لندن

۸۔ مفاعیلین، لندن

۹۔ گاڑھا، علی گڑھ ورام پور

۱۰۔ مرا جکھنے، لندن وکراچی

## زمین کو کہہ خان ۱۱۶۴ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

ہمارا دل اگر شیدا نہ ہوتا تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا  
فلک سے گر ملک آتا زمیں پر قسم ہے تو بھی وہ ہم سنا نہ ہوتا  
اگر روتے نہ ہم تو دیکھتے تم جہاں میں ناؤ کو دریا نہ ہوتا  
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا  
انا الحق گر نہ کرتا راز حق فاش تو اتنا خلق میں رسوا نہ ہوتا  
قیامت کا کوئی ہوتا نہ قائل اگر قامت ترا بالا نہ ہوتا  
لگاتا تو نہ گر پاؤں میں مہندی تو فتنہ شہر میں برپا نہ ہوتا  
نہ چاہا جاہ حاتم آفریں ہے  
خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

## زمین طرچی ۱۱۸۲ھ

بحر مل مثنیٰ مجنوب محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فعلاتن فعولن

آگے کیا تم سا جہاں میں کوئی محبوب نہ تھا کیا تمہیں خوب بنے اور کوئی خوب نہ تھا  
ان دنوں ہم سے جو وحشی کی طرح بھڑکوا ہو یہ تو ملنے کا تمہارے کبھو اسلوب نہ تھا  
نامہ بردل کی تسلی کے لیے بھیجوں ہوں ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا  
طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائی کی کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا  
غلبہ عشق نے حاتم کو پچھاڑا آخر  
زور میں اپنے وہ اتنا بھی تو مغلوب نہ تھا

۱۔ ۱۱۶۳ھ، لندن وکراچی۔ ۱۱۶۸ھ، لاہور ۲۔ نایاب، لندن وکراچی

۳۔ جونہ تو، لندن وکراچی ۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے، لاہور میں ۱۱۸۲ھ اور کانپور میں ۱۱۸۱ھ ہے۔

۵۔ آئی، علی گڑھ لاہور کا آگے صبح ہے۔ ۶۔ صبر و شکیبائی، لاہور

## زمین کو کہ خان فغان ۱۱۶۴ھ

بحر ہرج مٹمن اُخر ب<sup>۱</sup> مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

گر تجھ سے دل آزار سے دل یار نہ ہوتا تو ہم کو کسی طرح کا آزار نہ ہوتا  
کچھ حسن کی ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا  
اسرارِ حقیقت کے سرافرازوں کا منصور سردار نہ ہوتا جو سردار نہ ہوتا  
شانہ کی طرح زلف کے کوچہ میں مرادل پھرتا جو ترے غم میں گرفتار نہ ہوتا  
تو پوچھنے احوال کبھو کا ہے کو آتا  
حاتم جو ترے عشق میں بیمار نہ ہوتا

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

وہ مری دیوانگی کا بزم میں مونس ہوا حلقہ زنجیر مجھ کو حلقہ مجلس ہوا  
وصف تیرے چشم کا گلشن میں کرتا تھا رقم ہاتھ میں میرے قلم اس دم گل زنگس ہوا  
کیسا کا تیری نظروں میں اثر جانا تھا میں کچھ نہ دیکھا اس توقع میں ناحق مس ہوا  
ضعف سے میرے تئیں جنبش کسی اب طاقت نہیں اس قدر بے قوت و بے طاقت و بے حس ہوا  
تنگ دتی سے نہ ہو دل تنگ و حاتم تنگ چشم  
دل تو نگر چاہیے تیرا تو گو مفلس ہوا

۱۔ ۱۱۶۲ھ، لاہور، ۱۱۶۰ھ لندن، ۱۱۳۱ھ رام پور ۲۔ اُخر ب، لندن

۳۔ تودل کو، تودل کو، لندن کبھو، رام پور، لاہور و لندن، کبھی علی گڑھ

۴۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، لاہور و لندن ۵۔ یار مجھ، کراچی

۶۔ طبع، کراچی ۷۔ طبع، لندن

۸۔ بے طاقت و بے حرکت، کراچی، بے قوت و بے سکت، لندن



## زمین طرحی ۱۱۵۳ھ

بحر مل مسدس محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

جس طرف کو میں گیا روتا ہوا      تا فلک روئے زمین دریا ہوا  
خال کے نقطہ سے چہرہ پر ترے      یک قلم اب حسن خط دونا ہوا  
رات کو تو تھا وہ میرے ہم کنار      آنکھ کے کھلتے الہی کیا ہوا  
اس قدر ہم نے پیا خون جگر      دل مرا جوں غنچہ لالا ہوا  
حاتم اس کی دیکھ کر زنجیر زلف  
پھر نئے سر سے مجھے سودا ہوا

## زمین ولی ۱۱۳۲ھ

بحر خفیف مخبوں محذوف۔ فاعلاتن مفاعلاتن فاعلن

جس کے دل میں ترا خیال ہوا      اس کو جینا یہاں محال ہوا  
ہجر میں زندگی سے موت بھلی      کہ کہیں سب اسے وصال ہوا  
مارگیسو کا بس بھرا ہر تار      من کوں دانا کے آج کال ہوا  
گرمی حسن سے تری خورشید      تجھ طرف دیکھنا زوال ہوا  
ہے وہ چرنے مثال سرگرداں  
جس کو حاتم خیال مال ہوا

۱۔ فی بحر مل مسدس محذوف، لندن

۲۔ مرگ: لندن ودہلی

۳۔ یہ شعر صرف دہلی میں موجود ہے۔

۴۔ تلاش: علی گڑھ اور لاہور

۵۔ ۱۱۳۳ھ لندن، ۱۱۳۳ھ، لاہور

۶۔ صنم: کراچی، جن: دہلی، یہاں: لکھنؤ

۷۔ کہ کہے سب جہاں: لندن و کراچی

۸۔ محال: لندن

۹۔ خیال: لندن، کراچی ودہلی

## زمین طرَحی ۱۱۹۵ھ

کن کے کہنے میں جو ہوا سو ہوا رائڈ رونا نہ رو ہوا سو ہوا  
جو ازل میں قلم چلی سو چلی بد ہوا یا نکو ہوا سو ہوا  
رنج و راحت میں اختیار نہیں راضی ہو یا نہ ہو ہوا سو ہوا  
یوں نہ ہو یوں ہو یوں ہو سو کیوں کیا ہے یہ گفتگو ہوا سو ہوا  
شکوہ قسمت کا شکوہ حق ہے بک نہ خاموش ہو ہوا سو ہوا  
ہاتھ آتا نہیں بغیر نصیب پاؤں پھیلا کے سو ہوا سو ہوا  
جو مقدر تھا ہو چکا حاتم  
فکر میں دم نہ کھو ہوا سو ہوا

## زمین طرَحی ۱۱۴۴ھ

بحر مضارِعِ مِثْمَنِ اُخْرِبِ مَکْفُوفِ مَحْذُوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

ہم سے چھپا تو غیروں سے جا رو برو ہوا یاروں کا رو ہوا نہ رقیبوں کا رو ہوا  
تیرا خیال خواب میں آیا تھا رات کو کہنے کسی سے کیا جو ہوا جان سو ہوا  
چشموں کی راہ دل مرا پانی ہو بہہ چلا اُس سر و قد کے زیرِ قدمِ آب جو ہوا  
وہ شوخ بانگین میں جو دیکھا تو ایک ہے تیغِ نگاہ جس کو لگائی سو دو ہوا  
اُس رات تیری زلف کو آشفتنہ دیکھ کر  
حاتم کا دل اسیر میاں مو بہ مو ہوا

- 
- ۱۔ لاہور کے علاوہ کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ ۲۔ وہ: لندن  
۳۔ کو سے: لندن ۴۔ تیغِ نگاہ: لندن  
۵۔ لگایا، لندن و لاہور ۶۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔  
۷۔ زلف کو تیرے: لاہور

## زمین طرحی ۱۱۴۳ھ

بحر مل مٹمن مجبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

دل مرا مل کے بتاں ساتھ مسلمان نہ ہوا      بت پرستی سے کبھو گبر پشیمیاں نہ ہوا  
کیا بڑا عیب ہے اس جامہ عریانی میں      چاک کرنے کو کبھی اس میں گریباں نہ ہوا  
ذبح کرنے کو مرے عید کے دن نکلا تھا      ہائے کیا روز تھا افسوس میں قرباں نہ ہوا  
آتش عشق سے دی اس کو ہزاروں آنچیں      تو بھی ایسا ہے یہ دل سرد کہ بریاں نہ ہوا  
جی تو قربان کیا اوس ترک کماں ابرو پر      کیا کروں دل کو جو اوس تیر کا پیکاں نہ ہوا  
درد ہجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا      للہ الحمد کہ محتاج طہیباں نہ ہوا  
نزع کے وقت وہ حاتم نہ ہوا بالیں پر  
مرتے مرتے بھی میں شرمندہ احساں نہ ہوا

## زمین طرحی ۱۱۷۸ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

دل دیکھتے ہی اس کو گرفتار ہو گیا      رسوائے شہر و کوچہ و بازار ہو گیا  
مل مل کے میکشوں سے وہ میخوار ہو گیا      کیا خوب آدمی تھا پر اب خوار ہو گیا  
دیکھی جو اس کے ہاتھ میں شمشیر خوش غلاف      حسرت سے سر بدن کے اوپر بار ہو گیا  
اتنا میں انتظار کیا اس کی راہ میں      جو رفتہ رفتہ دل مرا بیمار ہو گیا  
یک عمر بعد گھر مرے آیا وہ ناز سے      یعنی گزار اُس کا قضا کار ہو گیا  
آنے کی ماندگی سے اسے نیند آگئی      گھر اپنا جان خواب میں دیدار ہو گیا

- |  |  |
|--|--|
| ۱۔ بتوں کراچی                                | ۲۔ کبھو: لندن و رام پور                |
| ۳۔ بڑا: لاہور۔ سخت کافر ہے کہ کافر ہو، کراچی | ۴۔ کبھو، لندن و رام پور                |
| ۵۔ وقت: لندن                                 | ۶۔ اُس روز: لندن                       |
| ۷۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔                  | ۸۔ لاہور کے علاوہ یہ شعر کہیں نہیں ہے۔ |
| ۹۔ دل دار: لندن                              |  |

میں تب ادب سے اس کے لگا پاؤں دابنے سوئے مرے نصیب وہ بیدار ہو گیا  
ایسا اٹھا خمار سے یک بار بے دماغ صورت کو میری دیکھتے بیزار ہو گیا  
آنکھیں بدل کے منہ کو پھلا تیوری چڑھا بیزار کیا گلے کا مرے ہار ہو گیا  
کہنے لگا کہ یوں جی تو سمجھا تھا دل میں کیا چل دور ہو، پرے ہو، بہت یار ہو گیا  
حاتم عجب ہے رسم یہ اقلیم عشق کی  
پاؤں کو ہاتھ لگتے گنہگار ہو گیا

## زمین طرہی ۱۱۱ھ

بحر مسطور

جاتے ہوئے ادھر بھی وہ جانا نہ ہو گیا آئینہ خانہ دل کا پری خانہ ہو گیا  
لکھتا تھا سوزِ دل کا میں اس شمعِ رو کے تئیں کاغذ بھی تاؤ کھا پر پروانہ ہو گیا  
زنجیرِ زلف کی ترے حلقوں میں یک بیک دل سا سیانہ دیکھتے دیوانہ ہو گیا  
ایسا گرامیں اس کی نظر سے کہ بعدِ مرگ میرے کبھو مزارِ تلک آنہ ہو گیا  
اس ناقدِ شناس کی خدمت میں دوستان بدلا مری وفا کا جریمانہ ہو گیا  
مسجد میں آج وعظ کا ہنگامہ گرم تھا میرے قدم سے بزمِ حریفانہ ہو گیا  
حاتم کا دل تھا شیشہ کی مانند بزم میں  
ساتی کے فیضِ دست سے پیانہ ہو گیا

۱. آنکھیں بدل کے منہ کو پھلا تیوری چڑھا: رام پور، لاہور اور لندن، تیوری چڑھا اور منہ پھلا: علی گڑھ

۲. ہے: لندن

۳. میں: لندن، رام پور، کان پور، کی: لاہور علی گڑھ

۴. لندن میں یہ غزل حاشیہ پر درج ہے بغیر کی سرخی کے۔

۵. حلقوں کے: لندن

۶. دل کا سا: لندن

۷. اتنا: لندن

## زمین میر شا کرنا جی ۱۵۵ھ

بحر مل مٹن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

گلشن اس گل بن مری نظروں میں ویراں ہو گیا جھاڑ جھاڑ اور بوٹا بوٹا دشمن جاں ہو گیا  
اس قدر کی صرف تسخیر پری رویاں میں عمر رفتہ رفتہ نام میرا اب پری خواں ہو گیا  
ایک نے پائی نہ اب تک نبض کی رفتار حیف درد میرا تختہ مشق طہیاں ہو گیا  
اشک خوں آلود میرے اس قدر جاری ہیں آج جا بجا لعلوں سے ہندستان بدخشاں ہو گیا  
شور دریا تک ملاحت کا تری پہنچا ہے شور بے نمک آگے ترے لب کے نمک داں ہو گیا  
فیض صحبت کا تری حاتم عیاں ہے غلق میں  
طفل مکتب تھا سو عالم بیچ تاباں ہو گیا

## زمین ۵ طرحی ۱۱۸۹ھ

بحر مضارع مٹن اخب مکفوف محذوف

تیری نگاہ سے آہ جو ہونا تھا ہو گیا یہ تیر ناگہاں مرے دل کو پرو گیا  
ملک عدم سے دہر کے ماتم کدے کے بیچ آیا نہ کون کون کہ رونا نہ رو گیا  
تیری طرف چلا تھا کہ طالع کے ضعف سے پہلے قدم کے رکھتے میرا پاؤں سو گیا  
ہووے گا عاقبت کو امید شمر اُسے اس سر زمین میں تخم عمل کا جو بو گیا  
حاتم قمار خانہ ہستی میں آن کر  
رکھتا تھا جو بساط دم نقد کھو گیا

## زمین طرَحی ۱۱۵۲ھ

بحرِ مسطور

تیری صورت پر نہ تنہا میں ہی مفتوں ہو گیا      جس نے دیکھا تجھ کو اے لیلیٰ سو مجنوں ہو گیا  
پاؤں و مٹی کی تری تکرار تھی مجلس کے بیچ      اس قدر بحث ہوا آپس میں شبِ خوں ہو گیا  
کچھ نہ پایا ہم نے کیا حکمت ہے نجانے کے بیچ      جو کوئی جا کر وہاں بیٹھا فلاطوں ہو گیا  
ہے عبث حاتم یہ سب مضمون و معنی کا تلاش  
منہ سے جو نکلا سخن گو کے سوموزوں ہو گیا

## زمین طرَحی ۱۱۳۰ھ

بحرِ ہرج مٹھنِ سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

کیا جو فاختہ نے سرو اوپر آشیاں اپنا      مگر سولی اوپر چڑھ کر دیا چاہے ہے جاں اپنا  
بغل سے چھوڑ مصحف کس روش نکلے وہ گلشن سے      کہ بلبل جانتی ہے باغبانِ گل کو قرآں اپنا  
فلاطون کی طرح میں خم نشین ہوں اے کماں ابرو      کہ تیرے چشم کے گوشہ میں پایا ہے مکاں اپنا  
قیامت اور عدم کے ہیں وہ منکر جا کے گلشن میں      دکھاوے سرو کو قد اور غنچے کو دہاں اپنا  
وہ ابتر شوخ نافرمان جس دم پان کھاتا ہے      کرے ہے پھول لالا کے چمن میں پیکداں اپنا  
وہی ہوتا ہے حاتم سب میں نامی بعد مرنے کے

جو جیتے جی مٹا دے آپ سے نام و نشاں اپنا

۱۔ لندن میں یہ سرخی دی ہے ”زمین ایضاً مختلف التاقیر در ۱۱۳۶ھ“

۲۔ پاؤں و مٹی کا تری اے جان تھا مجلس میں ذکر علی گڑھ۔ لندن کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔

۳۔ جھگڑا، لندن

۴۔ جن نے داروہی وہاں جا کر فلاطوں ہو گیا، لندن

۵۔ پہنچا، علی گڑھ

۶۔ زمین مرزا جان جاناں مظہر: لندن

۷۔ ۱۱۳۰ھ، لاہور و لندن

## زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

بحر مل مٹمن مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

جس کو دیکھا سو یہاں دشمن جاں ہے اپنا      دل کو جانے تھے ہم اپنا سو کہاں ہے اپنا  
قصہ مجنوں و فرہاد بھی اک پردا ہے      جو فسانہ ہے یہاں شرح و بیاں ہے اپنا  
وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ہوں      اوس کے قابل نہ زباں ہے نہ دہاں ہے اپنا  
جس کو جانا ہو بھلا اوس کو برا کیا کہیے      گو کہ بد وضع ہے پر اب تو میاں ہے اپنا

## زمین طرحی ۱۱۴۵ھ

بحر مسطور

چمن میں کیوں نہ باندھے عندلیب آب آشیاں اپنا      کہ جانے ہے گل اپنا گلشن اپنا باغباں اپنا  
تصدق تجھ اوپر کرتا ہوں جون بلبل گلوں اوپر      دم اپنا ہوش اپنا جسم اپنا بلکہ جاں اپنا  
مرے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ہے سو کیا باعث      دل اپنا دامن اپنا دیدہ و اشک رواں اپنا  
اٹھائیں کیوں نہ اس کے ناز نکٹوڑے ہزاروں ہم      کہ ہے انکھیل اپنا لاڈلا اپنا میاں اپنا  
گلایا آپ کو حاتم نے سر سے پاؤں تک تجھ بن      رگ اپنا گوشت اپنا پوست اپنا استخوان اپنا

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مسطور

نہیں آسمان راہ عشق میں ثابت قدم رکھنا      لبوں کو خشک دل کو سرد اور چشموں کو نم رکھنا  
جسے دیکھو سو جیتے جی ہی اپنا ہے کہ مردے کو      نکل جاتا ہے دم تو ہو ہے مشکل ایک دم رکھنا

یہ کس مذہب میں اور مشرب میں ہے ہندو مسلمانو خدا کو چھوڑ دل میں الفت دیر و حرم رکھنا  
 شمر چاہے تو مت گردن کشی کر سر نوا کر چل کہ میوہ دار شاخوں کا نشان ہے قد کو خم رکھنا  
 الہی تجھ سے اب کہتا ہے حاتم اس زمانے میں  
 شرم رکھنا بھرم رکھنا دھرم رکھنا کرم رکھنا

## زمین طرہی ۱۱۶۳ھ

بحر مسطور

لب حیرت زدہ وقت سخن وا ہو نہیں سکتا زبان کی صورت ہے آئینہ گویا ہو نہیں سکتا  
 وفا گر ہوئے دولت مند پر ہمت نہیں پاتا جو قطرہ در ہوا سو پھر کے دریا ہو نہیں سکتا  
 مقلد کو نہیں ہوتا ہے ہرگز بہرہ عرفاں سے مثال دیدہ تصویر پینا ہو نہیں سکتا  
 بہت معشوق ہیں دلچسپ عالم میں ولے دل میں ترے ہوتے جو دیجے اور کو جا ہو نہیں سکتا  
 طلب میں حق کی حاتم ہے تری ہمت کی کوتاہی  
 وگرنہ حضرت انسان سے کیا ہو نہیں سکتا

## زمین طرہی ۱۱۹۲ھ

ہمارے چشم کے آگے سے اک عالم یہاں گزرا جسے دیکھا سو خالی ہاتھ جو پیر و جواں گزرا  
 نہ جانا کس طرف گم ہو گیا ایسے رہے غافل کہ آواز جرس سنتے ہی سنتے کارواں گزرا  
 تری مڑگاں نے مارا بے مدد ابرو کی حیرت ہے کہ دل کے پار میرے تیر کیونکر بے کماں گزرا  
 نہ پہنچی کان تک آواز تیرے یہ تعجب ہے مرا تو نالہ و شور فغاں تا آسماں گزرا  
 نہ میں نے کچھ کہا تجھ سے نہ تو نے مجھ سے کچھ پوچھا یوں ہی دن رات ملتے مجھ کو تجھ کو میری جاں گزرا

- |    |  |    |                  |
|----|--|----|------------------|
| ۱۔ | ۱۱۶۹ھ، لندن۔ ۱۱۶۳ھ، لاہور                    | ۲۔ | دلی، کراچی       |
| ۳۔ | ہوئے، لندن                                   | ۳۔ | مقدور: کراچی     |
| ۴۔ | لیکن دل میں اے پیارے لندن ولاہور             | ۴۔ | غیر: لندن ولاہور |
| ۵۔ | طلب میں حق اے حاتم قصور ہمت کا ہے تیرے: لندن |    |                  |
| ۶۔ | لاہور میں یہ غزل ہے۔                         |    |                  |



کہانی کہتے کہتے حال کی اپنے فجر کردی      ترے دل میں بھی سن کر رحم کچھ اے نامہریاں گزرا  
عجب طالع ہیں میرے باوجود اس جاں فشانی کے      جو کچھ میں نے کہا خدمت میں سو تم پر گراں گزرا  
یہاں تک مجھ سے ناخوش تھا کہ بعد از مرگ بھی ظالم      جو میری خاک سے گزرا ہے تو دامن کشاں گزرا  
مزا دنیا کا اپنی زندگانی تک ہے اے حاتم  
جو ہم گزرے جہاں سے ہم نے جانا سب جہاں گزرا

## زمین شرف الدین مضمون ۱۱۳۶ھ

بحر مل مسدس محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

تو ہوا ہے جب سے ہم زانو مرا      دل ہوا ہے تب سے اب کیسو مرا  
ہر قدم پر سرو پانی ہو ہے      جو چلے وہ قامتِ دل جو مرا  
بحر و بریکساں کیا رو رو کے آج      تو بھی اب تھمتا نہیں آنسو مرا  
تو نہیں تو کنج تنہائی میں ہے      بویا کا نقش ہم پہلو مرا  
ہوں تری محرابِ ابرو کا غلام      کیوں پھرے قبلہ سے جاں تاب رو مرا  
ہائے مجھ وحشی کو تنہا بن میں چھوڑ      کس طرف کو رم کیا آہو مرا  
وصف میں تجھ کا کل پرچ کے      ہے زبانِ شانہ چوں ہر مو مرا  
زلف کے کوچے میں جب جاتا ہے دل      مغز ہو جاتا ہے اب خوشبو مرا  
زور ہے سارے پری رویاں میں تو      لے گیا ہے دل دکھا بازو مرا  
کیا ہوا جو غیر سوں ملنے لگا      پھر بھی تو ہوگا کبھو قابو مرا  
ناک میں حسرت میں جی آیا ہے وہ      کب بلاوے گا مجھے بدخو مرا

حاتم بے کس کا تجھ بن کون ہے

کون ہووے جو نہ ہووے تو مرا

۱۔ دہلی میں بارہ اشعار ہیں۔ دوسرے نسخوں میں سات اشعار ہیں۔ کان پور میں صرف تین اشعار کا انتخاب ہے۔ مقطع سے قبل کے پانچوں اشعار شامل متن کیے گئے ہیں۔

۲۔ پیاری، لندن

۳۔ گیا، علی گڑھ

## زمین<sup>۱</sup> کو کہ خاں فغاں ۱۱۵۹ھ

بحر ہرج مٹمن اُخر ب مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعلن

وہ چشمِ سیہ راہ میں جاتے نظر آیا آنکھوں میں نگہ اس کی سے نورِ بصر آیا  
پھرتا ہے گویا چشمہ حیواں کے اوپر خضر یوں گرد لبوں کے تری سبزہ اتر آیا  
سن کر لبِ مرجاں دُرِ دندان کی شہرت صدقے کے تئیں لے کے میں لعل و گہر آیا  
شمشیر ترے ہاتھ میں اب دیکھ کے عریاں دل لے کے مقابل ترے سینہ سپر آیا  
پوچھا بھی نہ حاتم کو کبھو دیکھ کے اس نے  
ہے کون کہاں کا ہے کہاں سے کدھر آیا

## زمین<sup>۲</sup> مرزا مظہر ۱۱۹۲ھ

بحر ہرج مٹمن سالم

سحر کو آنکھ کھلتے لے کے ساقی مے کا جام آیا ادھر جوں آفتاب صبح وہ محشر خرام آیا  
کسی معشوق کی شیخی نہیں جاتی ہے اس آگے جو آیا روبرو سو دور سے کرتا سلام آیا  
کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر میں شام آیا  
خلل اس نے پچایا سرو اور قمری کے سودے میں چمن میں جب نکلتا ناز سے وہ خوش خرام آیا  
وہیں مجلس سے اٹھ بھاگ شتابی بے دماغی سے زباں پر جوں کسی کے اتفاقاً میرا نام آیا  
دیا تب حق نے بدلا صبر کا جب پاس وہ بیٹھے کہ اس کا نامہ بر کے ہاتھ ملنے کا پیام آیا

جواں مارا گیا حاتم بقول میرزا مظہر

برا تھا یا بھلا تھا جس طرح تھا خوب کام آیا

۱ میرے دیکھتے، لندن

۲ اُن نے، لندن

۱ ۱۱۹۲ھ: لندن

۲ سبزا: لندن و رام پور

۵ ہے: علی گڑھ، تھا: لاہور و لندن

۶ لاہور میں یہ غزل ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ صرف انتخاب حسرت (کان پور) میں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۶ھ

بحر ہزج مٹمن سالم۔ مفا عیلن مفا عیلن مفا عیلن

کرے اس زلف کی موجوں اوپر گریک نظر دریا  
پریشانی سے بھولے لہر اپنی سر بسر دریا  
حباب آسا پڑا ہے آ کے گرداب خرابی میں  
کرے تھار شک اس چمین جبین کو دیکھ کر دریا  
نہیں ہے بیٹھنے مجنوں کو خالی ایک جابن میں  
ہوا ہے فیض چشموں سے ہماری اس قدر دریا  
چڑھا تھا ہم سے دعویٰ کر کے دیکھو ہٹ گیا آخر  
ہمارے دل کی لہروں سے سمندر بھی نہیں محرم  
مرے آنسو کے موتی کے مقابل کو تلاشوں سے  
گدا ہو کر صدف سے مانگ لایا ہے گہر دریا  
جو واقف ہو تو شاید بحرِ غم ہووے نہ ہر دریا  
اگر طوفانِ غم آیا ہے اور کشتی نہیں حاتم  
تو لے کر ناؤ حیدر پیر کر یہ پار اتر دریا

## زمین میر شا کر ناجی ۱۱۳ھ

بحر ہزج مسطور

ککش سے دل کی اس ابرو کماں کو ہم رکھا بہلا  
جو گزرا عرش سے یہ نہ فلک کرسی ہے اس آگے  
تھکا آخر کو مجنوں غم سے راہ عشق میں میرے  
گلابی لعل کی ہوئی ہر کلی مے نوش سن تجھ کو  
رکھی ہے ہم نے بازی زور سے شمشیر کے دشمن  
تمہارے حسن کے گلشن میں پیارے کچھ نہ چھوڑوں گا  
جو کر قبضے میں دل سب کا پھرے تھا سب سے وہ گہلا  
کرے ہے لا مکاں کی سیر عاشق چھوڑ نو محلا  
غبار خاطر و آنسو کی بارش دیکھ کر چہلا  
چمن میں ہے کھڑی لے جام نیلم ز گس شہلا  
کیا چاہے تھا سر و اسوخت ہو مجھ نقش سے دہلا  
رقیبوں کے سر اوپر چڑھ کے تو نروں گا یہ پھل پہلا

نہ تھا ناجی کو لازم طعن کرنا ہر سخن گو پر  
جواب اس شعر غزل کا حاتم نہیں کچھ کام تو کہلا

۲ ۱۱۶ھ، لاہور

۳ تجھ، کراچی

۴ محرم ہو، لندن

۵ انجواں، دہلی

۱ لندن میں لفظ 'طرحی' نہیں ہے۔

۲ پڑا ہے جوں حباب آ کر کے، لندن

۳ بھی، لندن ولا ہو ورام پور۔ ہی، علی گڑھ

۴ فی بحر ہزج مٹمن سالم مسطور، لندن

## زمین شرف الدین مضمون ۱۱۳۱ھ

بحر مضارع مٹمن اُخرَب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

تاریک گھر کوں میرے آکر کرو اُجالا      اس ماہ رو سے کہیو جاتی ہے رات حالا  
جو دلبری میں اس کی لاشک کرے تھا جھگڑا      سب کو سند ہوئی جب دلبر نے خط نکالا  
تیری نگہ کا ظالم چرچا ہے عاشقوں میں      کوئی کہے ہے برچھی کوئی کہے ہے بھالا  
چشموں کی راہ دل سین دریا امنڈ چلے ہیں      مچھلی نم تر پھ جب کرتا ہوں آہ و نالا

زور آوری سوں لڑکے حاتم کے پاس آئے

جو ہے رقیب سرکش سب کو دیا ہے بالا

## زمین طرحی ۱۱۳۲ھ

بحر ہزج مسطور

لگے ہے زخم دل پر ہر برس برسات میں دونا      کہ بجلی جوں سرو ہی ہوئے ہے اور ابر جوں اونا  
نگہ کرتے گرا بے ہوش ہو جوں مست گرتا ہے      لب میگوں سے تیرے پان کھاتے پیک کا چونا  
لگا مت ہاتھ اس کی زلف کو اے بوالہوس ہرگز      کہ مشکل ہے گا ان کالوں کو بن منتر پڑھے چھونا  
میں اک دن یار کے ناخن اوپر مہدی لگاتا تھا      ہوا ہے دشمنوں کے چشم میں اس دن سے ناخونا

لگایا دل کو حاتم نے کبھو نہ کبھو تو ایسے سے

کہ ہے مشہور وہ سب میں کہنیر اور بے کہن کھونا

۱۔ دہلی و لندن کے علاوہ کسی اور نسخہ میں یہ غزل نہیں ہے۔ لندن میں آخر کے دونوں شعر نہیں ہیں۔

۲۔ فی بحر ہزج مٹمن سالم مفاعیلین ۴: لندن

۳۔ لندن میں سن نہیں دیا۔

۴۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

## تضمین<sup>۱</sup> مصرع مہربان خاں رند ۱۱۹۴ھ

بحر مضارع مسدس۔ مفعول مفاعیلن فاعلون

اس منہ سے کلام کچھ نہ نکلا      جز تیرا ہی نام کچھ نہ نکلا  
قاصد کی زبان سے اس کے آگے      پیغام و سلام کچھ نہ نکلا  
دل جانے تھے عشق میں ہے پختہ      تھا بسکہ یہ خام کچھ نہ نکلا  
بازار سے آئے ہاتھ خالی      کیسے میں سے دام کچھ نہ نکلا  
چاہیں تھے کہ دیں کسی کو کچھ ہم      گھر ڈھونڈا تمام کچھ نہ نکلا  
یک عمر ہوئی خراب پھرتے      مجھ سے میرا کام کچھ نہ نکلا  
حاتم کو خوش آیا مصرع رند  
یارب یہ غلام کچھ نہ نکلا

## زمین<sup>۲</sup> طرحی ۱۱۵۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

آب حیات جا کے کسی نے پیا تو کیا      گو خضر ہوا کیلا جہاں میں جیا تو کیا  
شیرین لبان سنگ دلوں کو اثر نہیں      فرہاد کام کو بکئی کا لیا تو کیا  
جلنا ہمیشہ شمع صفت سخت کام ہے      پروانہ کی طرح سے اگر جی دیا تو کیا  
ناسور ہو گیا ہے نہ ہوگا کبھی وہ بند      جراح زخم عشق کو آکر سیا تو کیا  
محتاجی سے مجھ کو نہیں ایک دم فراغ  
حق نے جہاں میں نام کو حاتم کیا تو کیا

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۴۱ھ

آزاد ہے تو دور کر اب دل سوں رو ریا      لازم نہیں فقیر کوں دنیا میں بوریا

۱۔ لاہور میں یہ غزل ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ ۲۔ ۱۱۳۵ھ، لندن و لاہور  
۳۔ لندن میں بحر یا وزن کچھ نہیں دیا۔ ۴۔ جہاں میں اکیلا، رام پور و لاہور  
۵۔ دہلی اور لندن میں یہ غزل ہے۔

یہ نفسِ بد سدا سیں ترا سگِ صفت جو تھا      تن سکھ کے واسطے تو ہوا کیوں ہے ڈوریا  
گر خیرِ سچ بنا کے قلندر ہوا تو کیا      وہ مرد ہے جہاں میں کہ جس میں نہ ہو ریا  
دشمن ہوں بالِ بال کا اوس کا سداستی      پاؤں ہوں جس کے دل میں اگر ایک موریا  
گو بے ریا نہیں تو سراسر ریا بھی نہیں  
حاتم کے اس سخن کے تین جن کہوریا

## زمینِ طرحی ۱۱۴۵ھ

بحرِ ہرجِ مٹمنِ اُخرِ ب مکفوفِ محذوف۔ مفعولِ مفاعیلِ مفاعیلِ فَعُولن

حسرت تھی مجھے یار نہ دیکھا تھا سو دیکھا      مدت سے وہ دیدار نہ دیکھا تھا سو دیکھا  
رخسارِ گل و غنچہ دہنِ چشم ہے نرگس      اس طرح کا گلزار نہ دیکھا تھا سو دیکھا  
چشموں سے برستے ہیں مرے اشک کے موتی      یہ ابرِ گہر بار نہ دیکھا تھا سو دیکھا  
آنکھوں کو نظر کر کے تری سارے جہاں میں      ہنم آپ سا بیمار نہ دیکھا تھا سو دیکھا  
عصیان کے سوا کام نہیں اس کو کسی سے  
حاتم سا گنہگار نہ دیکھا تھا سو دیکھا

## زمینِ طرحی محمد امان نثار ۱۱۸۸ھ

بحرِ مضارعِ مسطور

سفلوں کو تو نے بات میں چلتے لگا لیا      نکتے میں تیرے ظرف کو کم ظرف پا لیا  
باہلِ بتا کے ہم کو چلا تھا کسی کے پاس      ہم نے بھی زورِ راہ میں جاتے کو جا لیا  
کھولی تھی اس نے زلف کہ دے مجھ کو آہِ پیچ      ناگہ بلا سے خوب خدا نے بچا لیا  
نرگس نے اس سے آنکھ ملائی تھی باغ میں      شرمندہ ہو کے سر کو پھر آخر نوا لیا

۱۔ میں، لندن

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے، رام پورا ورلی گڑھ میں ردیف اور قافیہ بدلا ہوا ہے۔

۳۔ کھولی تھی زلف اس نے کہ دے مجھ کو پیچ میں: لاہور

دنیا و دیں کا غم نہیں حاتم کو اے نثارؑ  
جب ہاتھ اس نے دونوں جہاں سے اٹھالیا

## زمین طرحی ۱۱۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات  
دیکھے اگر تو باغ میں، سوئے گل گلاب ہو جائے سرخ پھول کے روئے گل گلاب  
مت منہ لگا چمن میں گلابی کو بادہ نوش غنچوں نے بھر رکھے ہیں سب سے گل گلاب  
کیونکہ نہ مست ہوں تری صحبت سے اہل بزم آتی ہے منہ سے اب ترے بوئے گل گلاب  
مستو خمار توڑیں چلو میکدہ کے بیچ بہتی ہے آج خم سے تو جوئے گل گلاب  
کیفیتوں سے دور ہے بازار کی شراب  
حاتم چل اب وہاں جہاں چوئے گل گلاب

## زمین طرحی ۱۱۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات  
نکلے اگر جہاں میں سحر گاہ آفتاب چھپ جائے دیکھ کر تجھے اے ماہ آفتاب  
آکر تری گلی میں قدم بوس کے لیے پھر آسمان کی بھول گیا راہ آفتاب  
آتا ہے صبح اٹھ کے زیارت کے واسطے گھر کو تمہارے جان کے درگاہ آفتاب  
لاوے تو نذر ہے طبق زر نظر کرو بھر بھر کرن سے تجھ لیے ہمراہ آفتاب  
حاتم سحر سے شام تک حاضر رہے ہے دیکھ  
ہے اس کے چاکروں میں ہوا خواہ آفتاب

- 
- |  |  |
|--|--|
| ۱۔ صنم علی گڑھ، رام پور                  | ۲۔ جہان علی گڑھ  |
| ۳۔ آتی ہے تجھ وہن سے تی، کراچی           | ۴۔ بازار کی شراب میں کچھ کیفیت نہیں، کراچی   |
| ۵۔ آیا۔ لندن۔ آیا تھا تجھ گلی میں، کراچی | ۶۔ آتا ہے ہر سحر کو زیارت کی قصد سے، لندن، آتا ہے ہر صبح کو زیارت کا قصد کر، کراچی |
| ۷۔ نظر۔ علی گڑھ، رام پور، کراچی          | ۸۔ بھر۔ علی گڑھ، رام پور   |
| ۹۔ لندن میں یہ قطع نہیں ہے۔ صبح، کراچی   | ۱۰۔ وہ۔ کراچی  |

۱۴۳

## زمین طرَحی ۱۱۶۲ھ

بحرِ محبتِ محبوبِ مقصور۔ مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فعلات

کنارِ آب ہے اور میکشاں شبِ مہتاب چلی لو کشتیٰ مے پھر کہاں شبِ مہتاب  
مجھے شراب سے مانع نہیں ہے موئے سپید دو چند لطف ہے ہوئے جہاں شبِ مہتاب  
نہیں ہے بزم میں ہم مفلسوں کی حاجتِ شمع کہ ہے زمین سے تا آسماں شبِ مہتاب  
چلو تو خوب ہے اس وقت پہنچیں منزل کو ہوائے سرد ہے اور کارواں شبِ مہتاب  
شراب و ساقی و مطرب ہے جمعِ حاتمِ پاس  
شتاب آؤ کہ ہے دوستانِ شبِ مہتاب

## زمین طرَحی ۱۱۵۸ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

حسن کے دریا سے تیرے اب ہے پیدا موجِ آب اور عرقِ منہ پر ترے ہے گا ہویدا موجِ آب  
موبہ مو اور ہی ہے آب و تاب تیری زلف میں اس کی موجوں کے مقابل ہو سکے کیا موجِ آب  
دیکھ کر چینِ جبین تیری کو رشکِ حسن چین چین پیشانی اوپر لایا ہے دریا موجِ آب  
سبزہ خط ایسا لہراتا ہے رخساروں اوپر ہے چمن میں حسن کے قدرت کا گویا موجِ آب  
ہیں پھپھو لے رشک سے دریا کی چھاتی پر حباب  
جاری ہے حاتمِ مرے چشموں سے ایسا موجِ آب

۱ ۱۱۶۲ھ، رام پور، لاہور و لندن، ۱۱۶۳ھ علی گڑھ

۲ فی بحرِ محبتِ مٹمنِ محبوبِ مقصور، لندن

۳ ہوئے، لندن

۴ ساغر، لندن

۵ فاعلن، علی گڑھ

۶ زلفوں، علی گڑھ



## زمین فرمائش فلانی بیگمؑ ۱۱۶۶ھ

بحر مل مٹمن مقصور مسطور

غیر کے چھپ چھپ کے جاتے ہو بھلا جی بہت خوب  
رات کی صحبت کہے دیتا ہے سب چہرے کا رنگ  
سا لہا گزرے ہیں اے پیماں شکن وعدوں کے بیچ  
اس طرح جو تم کھلے بندوں ہو بیٹھے بزم میں  
ہم سے پھر باتیں بناتے ہو بھلا جی بہت خوب  
کیا ہوا جو تم چھپاتے ہو بھلا جی بہت خوب  
اب تک ہم پاس آتے ہو بھلا جی بہت خوب  
کس کو یہ چھاتی دکھاتے ہو بھلا جی بہت خوب  
کس لیے پیڑی جگاتے ہوئے بھلا جی بہت خوب  
بات کرتے ہو کسی سے پھیرتے ہو ہم سے رو  
اپنے حاتم کو کڑھاتے ہو بھلا جی بہت خوب

## زمین عبدالحی تاباں ۱۱۵۹ھ

بحر ہزج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

کروں ہوں رات دن پھیرے کئی پھیرے میاں صاحب  
اٹھاویں کیوں نہ نکٹوڑے کہ ہم چاکر ہیں الفت کے  
جہاں کے خوبصورت ہم بہت تائیں ہیں نظروں میں  
یہی ہوتی ہے عاشق پروری کی شرط ہے ظالم  
کبھی تو بھی نہ پایا تم کو ہم ڈیرے میاں صاحب  
وگر نہ تم سے عالم میں ہیں بہترے میاں صاحب  
توسب کا سب طرح صاحب ہے اے میرے میاں صاحب  
کہ ہم مرتے ہیں تم جاتے ہو منہ پھیرے میاں صاحب  
برا کرتے ہو جو گھر سے نکل جاتے ہو حاتم کے  
نشے میں مست اجیالے واندھیرے میاں صاحب

۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲۔ لاہور میں 'فلانی بیگم' درج نہیں ہے۔

۳۔ کہتے ہو۔ رام پور و لاہور۔ ۴۔ کبھی تو، لاہور۔ کبھی ڈھونڈی ہے، لندن

۵۔ خوب ہم، لندن

۶۔ توسب کا صاحب ہے سب بیچ اے میرے میاں صاحب، لندن۔ اور سب ہیں ترے چہرے، کراچی

## زمین شرف الدین مضمون ۱۱۴۶ ہجری

بحر ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

نہ اتنا چاہیے اے پر شکم خواب کہ تیرے حق میں ہے ظالم تم خواب  
خیالِ ماہِ رو میں تادمِ صبح نہ آیا رات مجھ کو ایک دم خواب  
کہو تو کس طرح آدے وہاں نیند جہاں خورشید روہو آ کے ہم خواب  
پلک لگتے نہیں کیا اوڑ گیا ہے نصیبوں کا ترے اے چشمِ نم خواب  
ہمیں بہتر ہے سونا جاگنے سے بھلاتا ہے ہمارا درد و غم خواب  
کہے تھا رات کو حاتم سے مضمون  
مجھے تحمل اوپر آتا ہے کم خواب

## زمین طرعی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مثنیٰ مجنون مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

ایسا دنیا میں نہ ہوگا کوئی ویرانہ خراب جس طرح سے ہے مرا یہ دل دیوانہ خراب  
تو نے غارت کیا گھر بیٹھے گھر اک عالم کا خانہ آباد ہو تیرا اے مرے خانہ خراب  
روشنی دیکھ کے مجلس میں ترے مکھڑے کی شمع بجھنے لگی کیونکر نہ ہو پروانہ خراب  
کہاں جاتا ہے مجھے چھوڑ کے اے رونقِ بزم تیرے اٹھ جانے سے ہو جائے گا کاشانہ خراب  
آنکھ اٹھا کر جو تو دیکھے تو وہیں ہو جائے ایک گردش میں ترے چشم کی میخانہ خراب  
دلِ صد چاک مرا راہ یہاں کب پائے کوچہ زلف میں پھرتا ہے ترے شانہ خراب  
شکوہ حاتم سے تو فدوی کا نہ کچھ ہرگز  
آشناؤں میں تو ہوگا بت بیگانہ خراب

۱۔ ایسا عالم میں نہ دیکھا، کراچی

۲۔ پھرنے لگا، لندن

۳۔ وہاں، کراچی

۴۔ ہمیں سونا ہے بہتر، علی گڑھ

۵۔ ہو گیا جیسا مرا یہ، کراچی

۶۔ آنکھ اٹھا کراچی دیکھے تو ابھی ہو جاوے، لندن

## زمین طرچی ۱۱۵۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

ساقی مجھے خمار ستائے ہے لا شراب مرتا ہوں تشنگی سے اے ظالم پلا شراب  
مدت سے آرزو ہے خدا وہ گھڑی کرے ہم تم نہیں جو مل کے کہیں ایک جا شراب  
مشراب میں تو درست خراباتیوں کے ہے مذہب میں زاہدوں کے نہیں گر روا شراب  
ساقی کے تئیں بلاؤ اٹھا دو طبیب کو مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا شراب

بے روئے یارو مطرب و ابرو بہار و باغ  
حاتم کے تئیں کبھی نہ پلائے خدا شراب

## زمین طرچی ۱۱۵۶ھ ہجری

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

نکلا ہے مست آج مرا یار ہے غضب عریاں ہے اس کے ہاتھ میں تروار ہے غضب  
شرم و حیا اوڑا کے وہ آوارہ ہو گیا پھرنے لگا ہے کوچہ و بازار ہے غضب  
کہنے لگا طبیب مری نبض دیکھ کر کوئی روز کو مرے گا یہ بیمار ہے غضب  
دل اس کی تار زلف کے بل میں اولجھ گیا سلجھے گا کس طرح سے یہ بستر ہے غضب

کیونکر لگے نہ خار سا حاتم جگر کے بیچ  
اس نے سجا ہے پہنئیہ تک دار ہے غضب

۱۔ ستائے علی گڑھ

۲۔ لندن میں اس غزل کی کوئی سرخی نہیں ہے۔

۳۔ لندن و کراچی

۴۔ حکیم، کراچی

۵۔ چھوڑ کے، کراچی

۶۔ کیوں کہ نہ خار سا چھے، کراچی

۷۔ لندن چمکانیں یہ ہووے گا، کراچی

## زمین طرحی ۱۶۳ھ

بحرِ محبتِ مٹمنِ محبوبِ مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

ہے تیرا منہ کھلے بالوں میں اس طرح محبوب کہ جیسے شام کو ہوتا ہے آفتاب غروب  
 نیک ایک دیکھ زلیخا کہ چاہ یوسف میں گیا ہے گریہ سے اب نور دیدہ یعقوب  
 کہوں ہوں سرو کے تیں چوبِ نازِ اشیدہ تمہاری اس چھب و تختی کا دیکھ کر اسلوب  
 میں دل جلوں کی حقیقت کا شمع رو کے تیں بجا ہے گر پر پروانہ پر لکھوں مکتوب  
 جو تیرا دل پھرے حاتم کا اختیار نہیں

کہ ہے گا جان سبھوں کا خدا کے ہاتھ قلوب

## زمین طرحی ۱۶۴ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

زندگی ہے بحر میں تن کے تری مثلِ حباب تس میں جاری رات دن ہے ہر نفس جوں موجِ آب  
 مزرع دنیا میں دانا ہے تو ڈر کر ہاتھ ڈال<sup>۱</sup> ایک دن دینا ہے تجھ کو دانے دانے کا حساب  
 کیوں نہ اس دم جاں بلب ہووے پیالے کی طرح شوخ کی آنکھیاں گلابی آج ہیں مستِ شراب  
 عشق اس کا آن کر یکبارگی سب لے گیا جان سے آرام سر سے ہوش اور چشموں سے خواب  
 اس طرف سے انکسار و عجز و منت و مبدم اس طرف سے غمزہ و جور و جفا ناز و عتاب  
 سیر کر عالم کی پی کے حسن کے دیوان میں متفق ہو کر کیا ہے بیتِ ابر و انتخاب  
 یار اور حاتم دوئی کو دور کر ایک ہو گئے  
 جب ہوا دل صاف تب جاتا رہا سارا حجاب

- ۱۔ ۱۱۶۲ھ، رام پور، لندن
- ۲۔ رام پور، علی گڑھ میں ۱۱۶۱ھ ہے۔
- ۳۔ رام پور، علی گڑھ
- ۴۔ شوقِ لندن، خیال، کراچی، دہلی
- ۵۔ مثل، دہلی
- ۶۔ اس طرف سے غمزہ و ناز و جفا و عتاب، لندن، دہلی، لاہور، علی گڑھ، رام پور کا متن درج کیا گیا ہے۔
- ۷۔ دہلی اور لندن کے علاوہ دوسرے نسخوں میں یہ شعر نہیں ملتا۔

## زمین طرحی ۱۱۶۳ھ

بحرزل مٹمن مقصور

کس طرف کو یوں کھلے بندوں چلے جاتے ہیں آپ  
کس کے گھر اس آن سے تشریف فرماتے ہیں آپ  
ہم سیہ بختوں سے نائق کیا ہے اتنا پیچ و تاب  
نام لیں ہم زلف کا سن سن کے بل کھاتے ہیں آپ  
شع کوڑھن کو نکالو بزم سے جائے کلنگ  
چاند سا مکھڑا لیے مجلس میں اب آتے ہیں آپ  
بے تکلف دل میں تم آکر بسودل کھول کر  
آپ کا گھر ہے یہاں اب کس سے شرماتے ہیں آپ  
طالب باراں نہیں حاتم ہمارا کشت عشق  
اپنے چشموں سے وہاں ہم مینہ برساتے ہیں آپ

## زمین طرحی ۱۱۵۳ھ

بحر ہزج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ہماری آہ میں اتنی نہ ہوئی تاخیر یا قسمت  
جو کرتا اس پری رو کے تیں تسخیر یا قسمت  
لگاتے ہاتھ اس کی زلف نے دل کو کیا قیدی  
نصیبوں سے مرے وہ ہوگی زنجیر یا قسمت  
کمر باندھے ہے غمازوں کے جا جا کر لگانے سے  
ہمارے قتل پر قاتل نے بے تقصیر یا قسمت  
وہ آہو چشم ہم سے رام ہو رم کر گیا آخر  
چڑھا تھا داؤ پر جاتا رہا نخیر یا قسمت  
ہوا تھا خواب میں وہ دوست جاگے پر ہوا دشمن  
ہمارے خواب کی الٹی ہوئی تعبیر یا قسمت  
نہیں کچھ پیش رفت ہوتا ہمارا عشق سے حاتم  
ازل کے روز سے کی تھی یونہی تقدیر یا قسمت

۱۔ لندن میں اس غزل کا کوئی عنوان نہیں دیا گیا۔

۲۔ شع کے اس وقت سر کو کاٹ کر دھرتا تا تک دو۔ کراچی

۳۔ جی، لندن

۴۔ کھیت، لاہور و لندن

۵۔ کہ آتا دام میں میرے وہ عالم گیر، کراچی

## زمین طرہی ۱۵۱ھ

بحر مسطور

ہوئی ایک عمر رکھتے دل میں اس کی آس یا قسمت  
بہت کی آرزو اس سیم بر کے پاس سونے کی  
بھنور ہو کر پھرا میں، دیکھتا ہر ایک گلشن میں  
ہم اُن بندوں میں ہیں جو بات کہتے سر کو دے ڈالیں  
کسو دن بھی نہ آیا وہ ہمارے پاس یا قسمت  
کبھی یہ کیا ہم کو نہ آئی راس یا قسمت  
کسو گل میں نہ پائی گل بدن کی باس یا قسمت  
تس اوپر بھی رکھے گردل میں تو سو اس یا قسمت  
خدا نے سب طرح کی دی ہے نعمت شکر ہے لیکن  
مجھے حاتم مری ہمت سے ہے افلاس یا قسمت

## زمین طرہی ۱۵۲ھ

بحر ہرج مسطور

خوشی معلوم تیرے غم میں رونے کی نہیں فرصت  
ہوا ہوں اس قدر دریائے عصیاں میں میں تر دامن  
زمین دل میں چاہوں ہوں کہ کچھ ختم عمل ہوؤں  
تمنا میں تیری اے سیمبر پتھرا گئیں آنکھیں  
نگہ کے تار میں یہ دُر پرونے کی نہیں فرصت  
کہ اُس آلودگی کو دل سے دھونے کی نہیں فرصت  
کروں کیا عمر کم فرصت سے بونے کی نہیں فرصت  
مثلاً دیدہ زرگس کے سونے کی نہیں فرصت  
بتنگ آیا ہوں اس جاہل کے ہاتھوں اس قدر حاتم  
کہ پانی میں کتابوں کے ڈبونے کی نہیں فرصت

۲ ۱۱۵۳ھ، لاہور

۱ لندن میں اس غزل کا کوئی عنوان نہیں ہے۔

۳ ہوئی ایک عمر اس کی دل میں رکھتی آس یا قسمت = کسو دن وہ نہ آیا ایک ساعت پاس یا قسمت، لندن، دو گھڑی ہم، کراچی

۵ ساتھ، لندن

۴ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

۶ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۷ کبھو، لندن

۹ لندن میں بغیر کی سرفی کے ہے۔ ۱۱۵۵ھ۔ لاہور

۸ جو بات کہتے سر کو، لاہور

۱۰ مثال آب، لاہور

## زمین<sup>۱</sup> طرحی ۱۱۵۶ھ

بحر محبت مٹمن مخبوں مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

رہے ہیں شام سے ہم انتظار ساری رات امید وصل اوپر بے قرار ساری رات  
ہوا کیا ہوں میں قرباں صبح ہوتے تک اے شمع رو ترے پروانہ وار ساری رات  
ہزار شکر خدا کا کہ بعد مدت کے رہا ہے یار مرے ہمکنار ساری رات  
کسو طرح سے سحر تک مری پلک نہ لگی ترے خیال میں بے اختیار ساری رات

شراب و ساقی و مطرب شمیم گل شب ماہ  
عجب تھی بزم میں حاتم بہار ساری رات

## زمین<sup>۵</sup> طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر محبت مٹمن مخبوں مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعطن

چمن میں دہر کے ہر گل ہے کان کی صورت ہر ایک غنچہ ہے اس میں زبان کی صورت  
نہیں ہے شکوہ اگر وہ نظر نہیں آتا کسو نے دیکھی نہیں اپنی جان کی صورت  
کہیں تو سب ہیں جہاں کو ربا کھنہ ولے ہمیشہ ہے گی نئی اس مکان کی صورت  
جو دیکھتا ہے سو پہچانتا نہیں، ایسی بدل گئی ہے دل ناتوان کی صورت  
جو ٹکلی بیضے سے بلبل تو ہوئی اسیر قفس نہ دیکھی کھول کے آنکھ آشیان کی صورت  
اگر ہزار مصور خیال دل میں کریں کبھو نہ کھینچ سکیں اس کی آن کی صورت  
فلک کے خوان اوپر اس کی تنگ چپشی سے کبھو نظر نہ پڑی میہمان کی صورت

گھڑی گھڑی میں بدلتا ہے رنگ اے حاتم  
ہمیشہ بوقلموں ہے جہان کی صورت

۱ لندن میں بغیر کسی سرفی کے ہے۔ ۲ ہوا کیا ہوں تصدیق میں صبح ہوتے تک، لندن

۳ برسوں، لندن کسی۔ علی گڑھ

۵ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۶ ۱۱۶۲ ہجری، لاہور

۷ لاہور میں اس غزل کا یہ مقطع اضافہ ہے۔

## زمین طرَحی ۱۱۵۴ھ

بحرِ رملِ مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

شہر میں پھرتا ہے وہ میخو<sup>۱</sup>ارِ مست کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازارِ مست  
ہو گئی اس کا قد و رخسار دیکھ سرو قمری، بلبل و گلزارِ مست  
زاہد<sup>۲</sup> و اٹھ جاؤ مجلس سے کہ آج بے طرح آتا ہے وہ مے خوارِ مست  
جس کے گھر جاتا ہے وہ دارو پئے ہو ہے اس گھر کے در و دیوارِ مست  
سر کو قدموں پر دھر اس کے لوٹے رات کو آئے اگر وہ یارِ مست  
میکشو حاتم کو متوالا کہو  
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیارِ مست

## زمین طرَحی ۱۱۴۷ھ

بحرِ خفیفِ محبوسِ مقطوع۔ فاعلاتن مفاعِلن فَعِلن

جس کو ہے گلِ عذار کی حسرت کب ہے اس کو بہار کی حسرت  
آگئی مرگ وہ نہ آیا حیف رہ گئی دل میں پیار کی حسرت  
ہے گی دشتِ جنوں میں مدت سے میرے پاؤں کو خار کی حسرت  
ہے چمنِ بچِ دل میں لالا کے اس دلی داغ دار کی حسرت  
تجھ سے رکھتا ہے جانِ منِ حاتم  
جی میں بوس و کنار کی حسرت

۱۔ لندن میں اس غزل پر سر فی نہیں ہے۔

۲۔ خوشنوار، لندن، سرشار، کراچی

۳۔ لندن میں یہ شعر اضافہ ہے۔

۴۔ جس گھڑی، لندن

۵۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۶۔ دمہدم، لندن



## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحر خفیف مخبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست      اس سخن میں گماں نہیں ہے درست  
کسو مذہب میں اور مشرب میں      ظلم اے مہرباں نہیں ہے درست  
ڈر نہ دشمن کو کڑکڑانے دے      بانگ مرنے کی یاں نہیں ہے درست  
کئی دیوان لکھ چکا حاتم  
اب تلک پر زباں نہیں ہے درست

## زمین طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

دیکھ کر اس کا دہن اور سن کے وہ شیریں نکات      کان میں بلبل کے خوش لگتی نہیں غنچے کی بات  
وصف آنکھیوں کا لکھا ہم نے گلِ بادام پر      کر کے زگس کو قلم اور چشم آہو کی دوات  
خوب سا اس کا پیوں لوہو اگر پاؤں کبھو      خوں ہوا ہے دل مرا ظالم تری مہندی کے ہات  
جی اٹھوں پھر کر اگر تو ایک بوسہ دے مجھے      چو سائب کا ترے ہے مجھ کو جوں آبِ حیات  
بارغ دنیا میں نہیں، بیکار حاتم ایک خس  
ذکر کرتا ہے خدا کی یاد میں ہر پات پات

۱۔ حفظ، کراچی

۲۔ کسو، رامپور ولندن

۳۔ یہ شعر دہلی میں دوسری غزل میں شامل ہے، جس کا مطلع ہے:

دیکھ کر چشمِ یار کی بد مست      زاہد آکر ہوئے ہیں بادہ پرست

۴۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۳۳ھ

بحر خفیف مخبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلات

دیکھ کر چشم یار کی بدست صوفیؒ آکر ہوئے ہیں بادہ پرست  
دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ ہم نے سودا کیا ہے دست بدست  
ٹلٹل گئے تیر عشق کے آگے سہم کھا دل میں رستم و گرشت  
عشق کی راہ میں میں مست کی طرح کچھ نہیں دیکھتا بلند اور پست  
اُس شرابی کے ہاتھ سے حاتم  
شیشہ دل کے تئیں ہوئی ہے شکست

## زمین طرحی ۱۱۳۲ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیلن فعلات

زاہد کا ہے وظیفہ ہر اک صبح اٹھ نویت عاشق کرے ہے ورد ترے ابرواں کی بیت  
آیا تھا رات دل کو چرانے شگن بچار وہ برہمن کا حق میں ہمارے ہوا ڈکیت  
اس شہسوار کا کوئی اب ہم عنان نہیں لکھنے میں جس کا وصف ہوئے ہے قلم کیت  
زلفوں کی ناگنی تو تری ہم نے کیلیاں پر ابرواں سے بس نہیں چلتا کہ ہیں پنکیت  
حاتم دماغ کیوں نہ ہو اس کا فلک اوپر  
جس کے جلو میں شمس و قمر ہیں گے دو ڈھلیت

۱۔ لندن میں یغزل نہیں ہے۔

۲۔ زاہد، کراچی

۳۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

۴۔ بیچ، کراچی

۵۔ اس گھر چڑھے، کراچی

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

کاتب قدرت نے روزِ اول سے عاشق کی سرشت صفحہ پیشانی اوپر حرف ترک سر نوشت  
اس کو نادانی کی قوت اس کو دانائی کا زور ناقص و کامل کے آگے ہے برابر خوب و زشت  
صاحبانِ قصر کو ملتی نہیں ہے بعدِ مرگ گور میں سر کے تلے تکیہ کی جاگہ ایک خشت

## زمین طرحی ۱۱۳۷ھ

بحر خفیف مسدس مخبوس مقطوع۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلن

آج دلبر کے نام کو رٹ رٹ رو دیا لا علاج ہو پٹ پٹ  
ظلم سے تیرے دل مرا کھٹ کھٹ پارہ پارہ ہوا جگر پھٹ پھٹ  
اے میاں دیکھ تجھ کمر میں تیغ نکلے نکلے جگر ہوا کٹ کٹ  
موسے باریک تر ہوا ہوں ضعیف تیری زلفوں کی دیکھ کر لٹ لٹ  
ہاتھ دکھلا کے جی نکال لیا یہ کلا دیکھ کر گئے نٹ نٹ  
سلی بازوں کے ہاتھ سے حاتم  
دل ترا مفت میں گیا بٹ بٹ

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحر خفیف مخبوس محذوف۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلن

آج اس بن ہوں بے قرار عبث ہاتھ سے دوں ہوں اختیار عبث  
نہیں آنے کا ہے وہ وعدہ خلاف اس کا کیجیے ہے انتظار عبث

- 
- ۱۔ لندن میں یہ غزل بغیر سرخی کے درج ہے۔  
۲۔ پہلے دیکھ کر، کراچی  
۳۔ یہ مطلع دہلی، کراچی، لندن میں ہے۔  
۴۔ دل۔ رامپور، لاہور، لندن  
۵۔ کھینچے، لاہور، کراتا ہوں، لندن

دل کہاں ہے کہ ہوئے دیوانہ کیوں ادھر آتی ہے بہار عبث  
شکوہ اس کا کرے ہے سارا جہاں ہم سے آزرده ہو ہے یار عبث  
ایسے بے دید سے تو رکھتا ہے  
حائتم امید ہمکنار عبث

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

پوچھا طبیب سے میں کروں اپنا کیا علاج کہنے لگا کہ آہ یہ ہے درد لا علاج  
منظور ہے شفا تجھے میری تو منہ دکھا ہوتا بھی ہے جہاں میں کہیں بے دوا علاج  
تعویذ کر کے تجھ کو گلے سے لگا رکھوں دل چاہتا ہے اس کا بتا دل ربا علاج  
سن کر ہماری بات دیا اس نے یہ جواب سودا ہوا ہے تجھ کو تو کر اپنا جا علاج  
بیگانہ درد مند کے پوچھے ہے درد کو کیا ہو جو آشنا کا کرے آشنا علاج  
ایسا جہاں سے رسم محبت ہوا ہے فوت مرتا ہوں چاہتا نہیں کوئی آشنا علاج  
غنجوں کے خوں ہوا ہے گلو میں کرہ کرہ تجھ سے بھی ہو سکے ہے کچھ ان کا صبا علاج  
پرہیز کر تو نبض شناسوں کے قول سے  
حائتم ترے مرض کا کرے گا خدا علاج

## زمین طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر مل مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

دل کو مارا چشم نے ابرو کی تلواروں سے آج کیوں بھڑکتا تھا جا کے یہ ہشیار میخواروں سے آج  
خال دانہ زلف دام ابرو کماں مژگاں ہیں تیر دل ہمارا وہم کھاتا ہے گا ان چاروں سے آج

۱۔ دکھلا، باندن۔

۲۔ کھوئی، علی گڑھ

۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۴۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

۵۔ ۱۱۳۶ء، لاہور، ۱۱۳۹ء لندن

۶۔ اڑے، رام پور، لاہور، لندن

کاکل پر پیچ سے زاہد سمجھ کر دل لگا پوچھ لے اول حقیقت زلف کے ماروں سے آج  
عاشق کی راہ میں ہے ہر قدم خوف و خطر کس طرح پہنچے گا منزل جو ڈرا خاروں سے آج  
کوئی بتلاتا نہیں عالم میں اس کے گھر کی راہ مارتا پھرتا ہوں اپنے سر کو دیواروں سے آج  
دل میں کچھ منہ پر ہیں کچھ یہ دیکھ کر وضعِ دورنگ  
پھر گیا حاتم کا دل اس دور کے یاروں سے آج

### زمین طرچی ۱۱۳۹ھ

بحرِ مل مسطور

یار ہو جاوے اگر وہ دل سے دلبر ہم سے آج ایک دم میں تو مہمِ عشق ہو سر ہم سے آج  
روتے روتے انتظار میں ہوئے یکسر سفید کیا کریں گے دیکھئے یہ دیدہ تر ہم سے آج  
تشنگی سے حلق دیکھو خشک ہے اب تک میاں اب نہیں تو مت چھپاؤ آبِ خنجر ہم سے آج  
ہم پیا آبِ حیات اس لب سے اور وہ مر گیا کیونکہ ہمسر ہوئے طالع میں سکندر ہم سے آج  
ایک وہ ایام تھے حاتم کہ وہ تھا ہمکنار  
ان دنوں میں چتون اور، اور ہی ہیں تیور ہم سے آج

### زمین طرچی ۱۱۳۲ھ

بحرِ مسطور

وقتِ رخصت ہم کہا اس سر و قد دلبر سے آج پھل کہاں چنے گا جو تو اٹھ چلا ہے بر سے آج  
شیشہ خالی ہے دل زاہد کا دورِ جام میں بزم میں لے جا کے پھوڑوں گا میں اس کے سر سے آج

- |     |  |     |                              |
|-----|--|-----|------------------------------|
| ۱۔  | تاروں علی گڑھ  | ۲۔  | یہ شعر علی گڑھ میں محفوظ ہے۔ |
| ۳۔  | ۱۱۳۸ھ، لندن  | ۴۔  | ہو جائے، علی گڑھ             |
| ۵۔  | خلق، لندن  | ۶۔  | یہاں علی گڑھ                 |
| ۷۔  | ایک دن وہ تھے کہ حاتم یا تھا اور اس کے اب، لندن                            | ۸۔  | میں، لندن                    |
| ۹۔  | زمین طرچی ۱۹۳۸ء، بحرِ مل مشن مقصور (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن)، لندن | ۱۰۔ | ۱۱۳۹ھ، لاہور                 |
| ۱۱۔ | چینی کا، لاہور و لندن  |     |                              |

تیرے آگے لے چکا خسرو لب شیریں سے کام تو عبث سر پھوڑتا ہے کوہکن پتھر سے آج  
دیکھتے جیتا بچے ہے کون اور مرتا ہے کون دھوم ہے عالم میں وہ نکلے ہے اپنے گھر سے آج  
حاتم اس کے قد سے گرد عوی کرے گلشن میں سرو  
چیر ڈالے فاختہ آرا بنا شہپر سے آج

## زمین ولی ۱۱۳۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف مقصور

تاباں ہے اس جبین سے مرے دل میں نور آج جس نور سے ہر ایک ہوا کوہ طور آج  
اس کی نگاہ مست نے دیوانہ کر دیا دل سے خیال سر سے رہا ہوش دور آج  
اس کی بھواں کی تیغ کی شہرت غلط نہیں عالم کیا ہے قتل ہمارے حضور آج  
پتکی نین کی مردم آبی نہ ہو سو کیوں دریا ہمارے چشموں سے جاتا ہے پور آج  
زیر و زبر کیا ہے تو حاتم کے دل کے تئیں  
آوے گا پیش تیرے یہ تیرا غرور آج

## زمین طرخی ۱۱۹۳ھ

ہے جب سے میرے سر پہ فقر کا تاج قناعت کے کروں ہوں ملک میں راج  
نہیوں کے در اوپر فضل حق سے پھرا نہیں جو گدا لجاج و سماج  
خدا دیوے اگر تو بخش دوں میں وہیں اک دم میں ہفت اقلیم کا باج  
ہوا آزاد میں دنیا کے غم سے رکھے سب طاق پر اب کام اور کاج  
بساط فقر بھی ہے طرفہ شطرنج کہ ہر بازی میں شہ کھاتا ہے لجاج

۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ زمین ولی در ۱۱۳۲ھ، فی بحر مضارع اخب مکفوف مقصور (مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات) لندن

۳۔ لاہور میں لفظ ولی نہیں ہے۔

۴۔ نگہ، لندن

۵۔ اس کی نگاہ مست سے دیوانہ ہو گیا، لندن

۶۔ یہ دونوں آخری اشعار دہلی سے شامل کیے گئے ہیں۔

نہ کر کل کل جو کل گزرا سو گزرا نہ رکھ امید فردا کر لے کچھ آج  
 وفور ہمت عالمی سے حاتم  
 تو اپنے ہاتھ ہوتا ہے محتاج

## زمین طرچی ۱۱۳۶ھ

بحر مل مٹمن مخبوں مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فاعلات

بے ترے جان نہ تھی جان مری جان کے بیچ آن کر پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ  
 ایک دن ہاتھ لگایا تھا ترے دامن کو اب تلک سر ہے فحالت سے گریبان کے بیچ  
 تو نے دیکھا نہ کبھی پیار کی نظروں سے مجھے جی نکل جائے گا میرا اسی ارمان کے بیچ  
 آج عاشق کے تئیں کیوں نہ کہے تو دُر دُر واسطہ یہ ہے کہ موتی ہے ترے کان کے بیچ  
 ہوئی زباں لال ترے ہاتھ سے کھائے کے بیچ کیا فسوں پڑے کے کھلایا تھا مجھے پان کے بیچ  
 کچھ تو مجنوں کو حلاوت ہے وہاں دیوانو چھوڑ شہروں کو جو پھرتا ہے بیابان کے بیچ  
 دیکھ حاتم کو بھلا تو نے برا کیوں مانا  
 کیا غل اس نے کیا آ کے تری شان کے بیچ

## زمین طرچی ۱۱۸۵ھ

بحر مل مسطور

اس پری کو کیا تسخیر ہم اک آن کے بیچ دھوم تھی جس کی سدا ملک سلیمان کے بیچ  
 لب ترے کان ملاحظت ہیں سخن حب نبات یہ تعجب ہے کہ مصری ہے نمک دان کے بیچ  
 ہات مت کھینچ جنوں تجھ کو مرے سر کی قسم ایک جب تک نہ رہے تار گریبان کے بیچ

- |                             |   |
|-----------------------------|---|
| ۱۔ بن، لاہور، بنان، دہلی    | ۲۔ ایک دن پیار کی چتون سے نہ دیکھا تو نے بلند |
| ۳۔ کھا کر، علی گڑھ۔         | ۴۔ بھر، دہلی                                  |
| ۵۔ رہنے کی، بلند            | ۶۔ بیضا ہے، بلند                              |
| ۷۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ | ۸۔ پیدا، علی گڑھ                              |
| ۹۔ قندو شکر، علی گڑھ        | ۱۰۔ ہر اک کان، علی گڑھ                        |

باغیاں مجھ سے مقابل نہ ہوں گل چیں      جائے گلِ لختِ جگر ہیں مرے دامن کے بیچ  
اس کی لذت کو لبِ زخم سے دل جوشی ہے      تیرے ایسا ہے مزا تیر کے پیکان کے بیچ  
دشت گردی سے مری روح ہے مجنوں کی تجل      شاہد اس حال کے ہیں خارِ بیابان کے بیچ  
دیکھے کوئی آ کے مرے عشق کی چوگاں بازی      سب سے گولے گیا ہوں مار کے میدان کے بیچ  
گو کہ مشہور ہے حاتم تو جہاں میں استاد  
سو جگہ جائے سخن ہے ترے دیوان کے بیچ

## زمین طرہی ۱۱۶۱ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ مسطور

مست پھرتا ہوں سدا کوئے خرابات کے بیچ      شیشہ دل کے تیں اپنے لیے ہاتھ کے بیچ  
توڑ کر کعبہ دل تو نے بنائی مسجد      کیا کہوں شیخِ تری خاک اس اوقات کے بیچ  
آنہ مجھ پاس تو اس وقت کہ میں روتا ہوں      پاؤں بھر جائیں مبادا ترے برسات کے بیچ  
دل تو کوچے کی ہوا سے ترے ایسا پھولا      کہ سماتا ہی نہیں ارض و سادات کے بیچ  
کس کے منہ سے میں کہوں خوبیِ گفتار اس کی      لے گیا دل کو مرے باتوں لگا بات کے بیچ  
مہرِ رخسارِ ترا یوں ہے چھپا زلفوں میں      جس طرح شام کو چھپ جائے دن رات کے بیچ  
دام سے منصب و جاگیر کے باز آ حاتم  
یہ دم نقد نہ کہو فکرِ محالات کے بیچ

## زمین طرہی ۱۱۳۵ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ مجنوںِ مسیخ - فاعلاتن فعلاتن فعلاتن

چھین لیتے ہیں مرے دل کو نگاہوں کے بیچ      حسن رہزن ہے جو پنجاب کی راہوں کے بیچ



دفترِ عشق سے اب اس کو سند پہنچی ہے  
کئی فرہاد ہیں جو یا ترے شیریں لب کے  
کوچہٴ عشق کو طے کر ترے کن پہنچا تھا  
عشق کی فوج نے آگھیر لیا ہے ظالم  
جب تکس اٹھی ہے ترے حسن کی فوجاں کی گھٹنا  
ہاتھ حاتم کا پکڑ پار اوتارو یا شاہ  
غرق ہے بسکہ سدا بحر گناہوں کے بیچ

## زمین طرحتی ۱۱۵۴ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

غنے کہیں ہیں سر کو نوا کر چن کے بیچ  
مانند دیدہ خانہ نشینی میں رات دن  
اس دہن پر ہم کیا ہے گریباں کو تارتار  
جس وقت ہم مریں تو یہی داستاں لکھو  
یعنی کہ یہ غریب زمانے کے ہاتھ سے  
اس جا بھی آسمان نے ندی فرصت ایک آن  
چاہے تھا کہ کچھ کہے کہ اسی دم میں ناگہاں  
کہتا ہوں سب سے ہے کوئی منصف سو دیکھ لے  
حاتم کا شور تیس برس سے ہے ہند میں  
صاحب قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

۱۔ جس نے علی گڑھ

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ دہلی میں شعر کی قرأت مختلف ہے:

۳۔ یہ شعر دہلی میں موجود ہے۔

۴۔ جب گہرا آ کے یوں دل نیزہ آہوں کے بیچ

۵۔ بسا تھا ہندون

۶۔ جوں شمع دے کے آگ جلا یا لگن کے بیچ، ہندون۔ کے بیچ، کراچی

۷۔ اب جو ہو، ہندون

## زمین طرحی ۱۱۳۴ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

عشق نے چٹکی سی لی پھر آ کے مری جاں کے بچ  
اہل معنی جز نہ بوجھے گا کوئی اس رمز کو  
اس سبب میں جنگ شانے سے کروں ہوں بار بار  
زلف و چشم و خال و خط چاروں ہیں دشمن دین کے  
نقد دل کھویا ہے ہم نے جان کر اس راہ میں  
گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں  
آگ سی کچھ لگ گئی ہے سینہ بریاں کے بچ  
ہم نے پایا ہے خدا کو صورتِ انساں کے بچ  
دل ہوا ہے گم مرا اس کا کل پیچاں کے بچ  
حق رکھے ایماں سلامت ایسے کفرستاں کے بچ  
فی الحقیقت عاشقوں کو سود ہے نقصاں کے بچ  
میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیواں کے بچ

رات دن جاری ہے عالم میں مرا فیضِ سخن

گو کہ ہوں محتاج پر حاتم ہوں ہندوستاں کے بچ

## زمین طرحی ۱۱۷۲ھ

بحر مضارع مٹمن مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فاعولن

اس واسطے نکلوں ہوں ترے کوچے سے بچ بچ  
نیرنگی قدرت کا وہی دید کرے ہے  
سر پر سے تو مندیل کو اب دور کر اے شیخ  
نادان ہے ایسا کہ جو دشمن مرے حق میں  
مکتب میں جو کی سیر تو دیکھا یہ تماشا  
ملا کے بھی شاگرد ہیں مرنے کے سے کچ کچ  
ہر ایک مچاتا ہے مجھے دیکھ کے کچ کچ  
پانی کی طرح ہو جو ہر اک رنگ میں رچ رچ  
گردن تری اس بوجھ سے اب کرتی ہے لچ لچ  
جھوٹی اسے کہتے ہیں تو وہ جانے ہے سچ سچ  
زر ہوئے تو معشوق بھی ہاتھ آوے ہے حاتم  
مفلس عبث اس فکر میں جی دیوے ہے بچ بچ

۱ یاروگی ہے، لندن۔ یاروگی مجھ، کان پور، کراچی

۲ ۱۱۳۵ھ، لاہور، لندن

۳ ہے ظہورِ مظهر حق، لاہور، دہلی و لندن کا متن درج کیا گیا ہے جو زیادہ درست ہے۔

۴ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔ لندن و دہلی کا متن درج کیا گیا ہے۔ اس سبب ہے جنگ شانے سے مجھے دوستاں، علی گڑھ

۵ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۴۸ھ

بحرزل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

یار سوتے آ جگاتا ہے مجھے ہو حور صبح آسمان اوپر سے جوں بارش کرے ہے نور صبح  
رات کو جاری رہیں اور دن کو نک ہوئے ہیں بند چشم کے ناسور کو ہے مرہم کا نور صبح  
ہم نے پایا ہے خیال زلف کے شب میں وصال حشر تک ہونے نہ دوں گا اپنے تا مقدور صبح  
کیونکر اس خورشید کو دیکھے جو ہوتا ریک دل رات دن کا فرق ہے ظلمات سے پر دور صبح  
زلف کی شوخی میں اس کے منہ پر حاتم کیا کہوں  
خوب نہیں لانا زباں پر رات کا مذکور صبح

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر ہرج مٹمن مسخ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

زباں پر دل کی ہے اس ساقی مخمور کی تسبیح بجا ہے مجھ کو رکھنا دانہ انگور کی تسبیح  
ہوا دل سرد میرا تھی توقع گرمی صحبت گلے میں ان بتوں کے دیکھ کر کافور کی تسبیح  
خدا کم یاد آتا ہے کسو کو تندرستی میں مگر اللہ ہی اللہ ہے سدا رنجور کی تسبیح  
اگر دانا ہے تو من کا تجھے دانا کفایت ہے وگرنہ بے اثر ہے شیخ تیری زور کی تسبیح  
مناجاتی تھا یارو اب خراباتی ہوا حاتم  
خدا کا ناؤ اس نے لے لیا اور دور کی تسبیح

۱۔ ۱۱۳۹ھ، لندن

۲۔ ہور، علی گڑھ، رام پور، لندن، چور، کراچی

۳۔ زلف سے جو اس کے گزرا منہ پر حاتم یار کی، لندن

۴۔ خوش، لاہور ۵۔ بہن بیٹھا ہے دل زنا مار مانند سلیمانی، لندن

۶۔ بتاں، لندن ۷۔ اثر کھتی نہیں یہ شیخ تیری زور کی تسبیح، لندن

۸۔ اب یارو، رام پور، لاہور، لندن ۹۔ نانو، رام پور، خدا کا نام اس نے رکھا لیا، کراچی

## زمین طرحی ۱۱۳۵ھ

بحر خفیف محبوبوں محذوف۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلن

یار نکلا ہے آفتاب کی طرح      کون سی اب رہی ہے خواب کی طرح  
چشمِ مستِ سیہ کی یادِ مدام      شیشہٴ دل میں ہے شراب کی طرح  
صاف دل ہے تو آکدورت چھوڑ      مل ہراک رنگ میں تو آب کی طرح  
پست ہو چل مثالِ دریا کی      خیمہ برپا نہ کر حباب کی طرح  
کبھو خاموش ہوں کبھو گویا      سرنوشت ہے مری کتاب کی طرح  
پائے بوسی اس کا ہے گر شوق      قد کو اپنے بنا رکاب کی طرح

تو پئے ہے شرابِ حاتم ساتھ  
کیوں نہ دشمنِ جلیں کباب کی طرح

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

جاتا ہے رو برو سے میرے یار جاں کی طرح      سیکھا ہے یہ کہاں سے وہ ظالم کہاں کی طرح  
حلقے میں بندگی کے تیرے دل سے ہوں صنم      ابرو کو مت چڑھا تو مجھ اوپر کماں کی طرح  
سالارِ قافلہ ہوں میں اہلِ جنوں کا آج      جاری ہیں اشکِ چشمِ مرے کارواں کی طرح  
مدت ہوئی کہ جان میں حسرت سے مر گیا      آیا نہ تو کبھو بھی ادھر مہرباں کی طرح  
حاتمِ مثالِ خاک کی مل جا زمیں کے ساتھ  
گردش میں سرکشی سے نہ ہو آسماں کی طرح

۱۔ مل تو ہر رنگ بچ آب کی طرح، لندن

۲۔ مقطع سے پہلے یہ دونوں اشعار صرف نسخہٴ دہلی میں موجود ہیں۔

۳۔ ۱۱۳۷ھ، لندن، فاعلن، رام پور، لاہور و لندن

## زمین انعام اللہ یقین ۱۱۵۵ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کھینچتا تر دار وہ ہندوستان زا بے طرح گھورتا آتا ہے مجھ کو دور سے کیا بے طرح  
دیکھ لو اس دم سے مجھ بے دل کے دل میں دل نہیں جی سے دے پکا ہے تم نے جان ایسا بے طرح  
یار نے مہندی لگا کر پاؤں پر بیہات آج قتل پر میرے کیا ہے فتنہ برپا بے طرح  
کس طرح پہنچوں میں اپنے یار کن پنجاب میں ہو گیا راہوں میں چشموں سے دو آبا بے طرح  
خاک پر سر کو پٹک سن کر کہ آتی ہے بہار  
جی دیا حاتم نے کیا بے وقت و بے جا بے طرح

## زمین طرحی ۱۱۵۴ھ

بحر مسطور

ان دنوں پھرتے ہو تم خانہ بخانہ بے طرح ہم سے ملنے میں بناتے ہو بہانہ بے طرح  
کیوں نہ اچھے رشک سے عاشق کا دل کھا کر مروڑ مرچڑھا ہے اس کے پٹوں بیٹھ شانہ بے طرح  
اس کماں ابرو کی اب ہاتھوں سے جی کیونکر بچے اس نے تاکا سے مرے دل کا نشانہ بے طرح  
جس سے اس نے دوستی کی پھر وہی دشمن ہوا  
کیا پھرا جاتا ہے حاتم سے زمانہ بے طرح

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

میرے قالب میں پھونکی بھی نہ تھی روح ہوں اس دم سے تیرے خنجر کا مجروح

۱۔ فاعلن، راجم پور، لاہور و لندن

۲۔ جی نہیں، لندن

۳۔ لندن میں یہ شعر اسی غزل کے حاشیہ پر درج ہے۔

۴۔ ۱۱۵۶ء، لندن، ۱۱۵۵ء، لاہور

۵۔ بتاتے ہو، لندن

۶۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے

قیامت کر چکا چشموں کا طوفان جہاں کھاتی تھی چکر کشتی نوح  
تمنا میں تری یوں دیدہ وا ہوں کبھو دیکھے تو ہوں گے چشم مذبح

## زمین طرہی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

ہم بہت دیکھے فرنگستاں کے حسن صبح چرب ہے سب پر بتان ہند کا رنگِ ملیح  
تیرے ماروں کو قیامت تک جلا سکتا نہیں آسماں اوپر سے اس دعویٰ پر آوے گرمی  
ہم سے تو آ کے کنائے میں کبھو کہتا تھا بات ان دنوں جو منہ میں آتا ہے سو کہتا ہے صریح  
روٹھنا، لڑنا، جھگڑنا، گالیاں دینا ہمیں  
چھوڑ دے حاتم کہے ہے سب یہ باتیں ہیں قبیح

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

پوچھوں ہوں اس سے بات تو دے ہے جواب تلخ وہ زود رنج ہوئے ہے مجھ سے شتاب تلخ  
کرتا ہے کوئی نالہ پس دیوار اس قدر دن رات ہو گیا ہے مجھے خورد و خواب تلخ  
مستوں سے پوچھے تری دشنام کا مزا دونا نشا کرے ہے جو ہو ہے شراب تلخ  
تجہ بن ہمارے کام میں شربت ہوا ہے زہر منہ میں سدا مریض کے لگتا ہے آب تلخ  
میں اس کے کیا گزک یہ دل سوختہ کروں  
ہو جائے ہے جلے سے اے حاتم کباب تلخ

۱ ۱۱۶۲ھ، لندن

۲ لاہور میں یہ مقطع ہے۔

۳ ۱۱۶۸ھ، رام پور و لاہور و لندن

۴ میں، لندن

## زمین طرحی ۱۱۳۶ھ<sup>۱</sup>

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

ہاتھ لے قوس قزح جب ہم اوپر آتا ہے چرخ  
مرد ماں سے گر فلک دشمن ہے اس کے دید کا  
چشم کی گردش پر اس کی آپ کیوں کھاتا ہے چرخ  
یہ بلائیں عاشقوں کے سر اوپر لاتا ہے چرخ  
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر دل غرقِ خو  
بس نہیں چلتا جو اس دم ان کے اوپر گر پڑے  
عاشق و معشوق کو جب ایک جا پاتا ہے چرخ  
سرکش و زردار سے ہے جنگ حاتم اس کے تئیں  
خاکسار و عاجز و مفلس سے شرماتا ہے چرخ

## زمین طرحی ۱۱۳۵ھ<sup>۲</sup>

بحر ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

صنم کے دیکھ کر لب اور دہن سرخ  
شہیدِ لالہ رویان کو بجا ہے  
ہوا ہے خونِ بلبل سے چمن سرخ  
دُفن کے دقت گر کیجیے کفن سرخ  
ہوا مجنوں کے حق میں دشتِ گلزار  
کیا ہے عشق کے ٹیسونے بن سرخ  
گلوں کا رنگ اب زرد ہو گیا ہے  
چمن میں دیکھ کر تیرا بدن سرخ  
کُش حاتم یاد احوالِ شہیداں  
شفق سے جب کہ ہوتا ہے گگن سرخ

۱۔ ۱۱۳۶ھ، لاہور، لندن

۲۔ ۱۱۳۹ھ، لاہور، ۱۱۳۸ھ، لندن۔ دیوانِ قدیم کے دو اشعار حذف کر دیے گئے ہیں۔

۳۔ ہوا صحرا حق مجنوں میں گلزار، لندن

۴۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۵۔ کُش حاتم یاد احوالِ شہیداں، کراچی، لندن و دہلی، اے حاتم یاد کر حال، علی گڑھ، لاہور

## زمین طرہی ۱۱۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکشوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

مارا ہے مجھ کو یار نے دکھلا کے رنگ سرخ      تعویذ میرے گور کا لازم ہے سنگ سرخ  
بنزے میں پشت لب کے تیرے عکس رنگ پاں      کہتے ہیں یہ تنبول ہے یا ہے یہ بنگ سرخ  
جھڑ پاؤ تا ہے سب کو نگاہوں میں آج لال      چاہے ہے دیکھنے کو بہانے سے جنگ سرخ  
پنڈا دکھا کے اس دل پر خوں کو ڈور کر      کس پیچ سے صنم نے اڑایا پتنگ سرخ  
کیونکر نہ قتل عام ہو حاتم جہان میں  
نو روز اس برس کا پڑا تھا بنگ سرخ

## زمین طرہی ۱۱۶ھ

بحر مضارع مسطور

میں پیر ہو گیا ہوں اور اب تک جواں ہے درد      میرے مرید ہو جو تمھیں دوستاں ہے درد  
فریاد دل کرے ہے طبیعوں کے ہاتھ سے      کوئی پوچھتا نہیں ہے کہ تیرے کہاں ہے درد  
صحبت برآر مجھ سے ترے کس طرح ہے شیخ      تو عافیت طلب ہے ازل سے یہاں ہے درد  
یارو رفیق ہے نہ جدا ہو خدا کرے      غمخوار و غمگسار دلی عاشقاں ہے درد  
قرباں کرو نثار کرو جا کے دوستاں  
حاتم کو اس زمیں کے جہاں میں جہاں ہے درد

۱۔ زمین طرہی در ۱۱۳ھ فی بحر مضارع مثنیٰ اخب مکشوف مقصور، مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات، لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳۔ سدا، لندن

۴۔ کراچی و لندن میں یہ شعر اس طرح ہے: یار و رفیق ہے وہ جدا کس طرح سے ہو = ہمراہ وہم نشین دل عاشقاں ہے درد

۵۔ صدقہ کرو نثار کرو اس کے گرد گرد، کراچی و لندن



## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحر مسطور

آئی ہے عید و دل میں نہیں کچھ ہوائے عید  
قربان سو طرح سے کیا تجھ پر آپ کو  
جتنے ہیں جامہ زیب جہاں میں سمجھوں کے بیچ  
سجی ہے تیرے بر میں سراپا قبائے عید  
اے کاش میرے پاس تو آتا بجائے عید  
تو بھی کہو تو جان نہ آیا بجائے عید

## حسب الفرمائش عنایت خاں راسخ ۱۱۵۰ھ

بحر مل مٹمن مقطوع مسبیغ۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ہم نہ جانے تھے کہ ہے وعدہ خواباں برباد  
حیف اس دل نے کیا عشق پری رویاں کا  
چھوڑ تیج ہوا دل مرا زناں پرست  
چاہ میں اس لب جاں بخش کے اسکندر نے  
عشق کے آج بیاباں کا وہی مجنوں ہے  
ہر قدم عمر جائے ہے چلی ایسے حاتم  
جیسے جاتی ہے اڑی ریگ بیاباں برباد  
انتظاری میں گیا مفت مرا جاں برباد  
جس ہوا میں گیا ہے تخت سلیمان برباد  
زلف کافر نے کیا خانہ ایماں برباد  
ہاتھ سے اپنے دیا پشمہ حیواں برباد  
جو بگوئے کی طرح دے سر و سماں برباد

## حسب الفرمائش مجاہد جنگ تضمین مصرع استاد ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

کس صید پر چلا ہے کداتا ہوا سمند  
منہ سرو کی طرف نہ کرے زندگی تلک  
اس سر کے ساتھ ہے ترا ظالم شکار بند  
قمری اگر نگاہ کرے وہ قد بلند

۱۔ زمین طرچی در ۱۱۵۹ فی بحر مضارع اُخر بکلفوف مقصور مسطور، لندن

۲۔ جو جامہ زیب ہند میں دیکھے ہیں سب کے بیچ، لندن

۳۔ مصلّا ہوا، کراچی

۴۔ ۱۱۵۱ھ، لندن و لاہور

۵۔ ہر قدم عمروں جاتی ہے چلی اے حاتم، لندن

رخسار پر میں خال کو حیراں ہوں دیکھ کر کس طرح رہ گیا ہے یہ آتش اوپر پسند  
پوچھا کبھو نہ اس نے دیوار کے تلے مدت ہوئی یہ کون کراہے ہے درد مند  
حاتمؑ وہ قول بوسے کا دے کر مگر گیا  
آرے وفائے وعدہ کریماں چین کنند

## زمین طرہی ۱۱۸۸ھ

بحرِ محبتِ مٹمنِ منجوں مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

اُسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند کرے جو دست گدا کی طرف کو ہاتھ بلند  
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش و کم تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند  
جسے نگاہ کیا ہے وہ اپنے مطلب کا چہ آشنا و چہ خولیش و برادر و فرزند  
گریز کرتے ہیں اس طرح مرد دنیا سے کہ جیسے آنچ سے آتش کی بھاگتا ہے پسند  
شکست دل کو جو پہنچے تو پھر نہ ہوئے درست کوئی نہ کر سکے شیشہ شکستہ کو پیوند  
جو دیکھا مجھ کو خرابات میں تو زاہد نے کہا کہ حیف ہے حاتمؑ کہ تجھ سا دانش مند  
تجھے نہ خوف خدا کا نہ غم ہے دوزخ کا کہ اس طرح سے جو بیٹھا ہے تو یہاں خورسند  
دیا جواب اسے میں کہ اے مرے صاحب یہ شعر حافظِ شیراز ہے جو ہوئے پسند

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو  
کہ مستحقِ کرامت گناہ گار انند

## زمین طرہی تجنیس مکرر ۱۱۴۴ھ

بحرِ ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

کوئی دیتا نہیں ہے داد بے داد کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

۱۔ بوسے کا قول دے کر وہ حاتم مکر گیا، لندن

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳۔ دست، علی گڑھ

۴۔ نہ کم نہ زیاد، لاہور

کہیں ہیں کیا بلا دامِ بلا ہے تیری زلفوں کو اے صیاد صیاد  
نہ رکھ اُمید آسائش جہاں میں کہ ہے دنیا کی بے بنیاد بنیاد  
تجھے معشوقیت کے فن میں محبوب کہیں ہیں عشق کے استاد استاد  
گئی غفلت میں ساری عمر حاتم  
کہ جیسی خاک رہ برباد برباد

## زمین ولی ۱۱۳۸ھ

بحر خفیف مخبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلات

جب چمن میں چلا وہ سرو بلند ہر قدم سرو کو کیا پابند  
دیکھ رخسار آتشیں تیرے لالہ رویاں کا دل ہوا ہے سپند  
دیکھ کر تیری زلف کے حلقے کوئی زنجیر کوئی کہے ہے کمند  
اس کے چہرے کے آگے ہے بے نور روشنی بخش ماہ ہے ہر چند  
تیرے رخسار و لب کا آج خیال درد مندوں کے حق میں ہے گل قد  
نام اپنے کو اُس گلین لب نے  
سب میں حاتم کا دل کیا ہے پند

## زمین ولی ۱۱۸۳ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

آتا ہے جب سوار ہوا وہ کٹار بند عاشق کے سر کو اس کا تکیے ہے شکار بند  
چاہوں کہ دردِ دل میں کہوں اس کے روبرو ہو جائے ہے زبان مری بے اختیار بند  
ہر بند کی گرہ سین مرے دل میں ہے گرہ وا ہو گرہ جو کھول دے جامے کے یار بند

۲ آج سب لندن

۱ پیارے لندن

۳ یہ شعر لاہور میں موجود ہے۔

۴ کر نظر علی گڑھ، لاہور

۵ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۱۱۸۳ھ، لاہور و رام پور

۶ یہ شعر لندن میں درج ہے۔

اتنے تو خون تو نے کیے ہیں کہ خوں بہا  
چاہے تو زلف کا تری سلک گہر کی طرح  
آساں نہیں ہے عشق سے کشتی اے بوالہوس  
ناصح تری تو بات میں آتی ہے منہ سے بو  
دنیا تو ہے عجوزہ و بہتوں کی ہے جھٹیل  
دلی میں آئے ایسے قدم سے جہاں پناہ  
حاتم الٹ پلٹ سے زمانے کے غم نہ کھا  
ہوتا نہیں جہاں کا کبھو کار و بار بند

## زمین طرچی ۱۱۶ھ

بحر خفیف مسطور

ایسے دندان ہیں تیرے یار سفید  
دیکھئے کس کے خوں سے رنگے گا  
اب کے موسم نے کچھ ہوا بدلی  
دشت میں کوئی برہنہ پا نہ پھرا  
دیکھے ہوں گے کم کسی نے کہیں  
چاندنی رات میں چھبے ہے تجھے  
شب سے چاہے تھا ایک گلیم سیاہ  
اے فلک اس قدر تغافل کیا  
رشتہ الفت کا آگے رنگیں تھا  
کیونہ زنا و سبھ ہوئیں دو رنگ

جیسے موتی ہوں آب دار سفید  
آج ہیں ناخن نگار سفید  
تب ہے رنگ رُخ بہار سفید  
اب تلک ہیں گے نوک خار سفید  
تیرے سے چشم پر خمار سفید  
موتیا کا گلے میں ہار سفید  
صبح سے ایک لنگ دار سفید  
ہو گئے چشم انتظار سفید  
اب کیا دھوکے تار تار سفید  
ہو گیا خون روزگار سفید

۱ لاہور میں یہ شہر نہیں ہے۔ رام پور علی گڑھ میں ہے۔

۲ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳ نہیں، لاہور۔

۱۷۲

داغ ہے اس جبین سے اے حاتم  
ماہ ہر چند ہے ہزار سفید

## زمین طرحی ۱۱۳۲ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

سرکشی مت کر تو اپنے زور پر اتنا نہ کود سرکشی سے دیکھ سرگرداں ہے یہ چرخ کبود  
حلقہ حلقہ یہ نہیں زلفیں تیرے رخسار پر حسن کی آتش سے کھا کھا چچ یہ نکلا ہے دود

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ایک تو ہے زور حسن اور تس اوپر کرتا ہے ڈنڈ کیوں نہ اپنے بل پر اُس بانکے کے ہودل میں گھمنڈ  
آترے آنے سے ہے رونق ہماری بزم میں بن ترے اے شمع رو اب صورت مجلس ہے بھنڈ  
ایک دم میں عاشقاں کرتے ہیں سیر ہفت چرخ برق رفتاروں کے آگے کیا ہے چڑھنا ہفت کھنڈ  
میل ہے دشمن کے دل میں سنگسار اس کو کرو زنگ کو لوہے کے دل سے دور کرتا ہے کرنڈ  
کرتا ہے حاتم بدی رکھتا ہے نیکی کی اُمید  
کھائے امرت پھل کہاں سے جن نے بویا ہوارنڈ

## زمین طرحی ۱۱۳۶ھ

بحر مل ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

لکھوں احوال کا اس شوخ خوش خط کو اگر کاغذ سیہ بختی سے میری چچ کھاوے ہر سطر کاغذ  
بہار و موسم گل کی رقم کیں اس میں ہر خبریں عجب کیا گر کرے پیدا ہمارا برگ و برگ کاغذ

۲ بے لندن

۳ کر کے اے لندن

۴ گر لندن

۱ مری صحبت میں اور نسخہ لندن

۳ چڑھنا سات کھنڈ، لندن

۵ سر بسر، لاہور و لندن، سر سے جو اگر، دہلی

لگن میں شمع رو کے اڑ کے کہتا التماس اپنی      اگر رکھتا وہ اپنے مثل پروانے کے پر کاغذ  
نہ پایا ایک پرزاتب لکھا ہم پرزہ دل پر      ہوا ہے شہر سے نایاب دیکھو اس قدر کاغذ  
نیازاب کر تمام عالم نے بھیجا اس کو اے قاصد      ہماری بھی طرف سے یار کو دیجو نذر کاغذ  
قلم تجھ شوق کا ہر حرف سن رو رو کے چلتے تھے      ہوا ہے اس سبب یہ گریہ عاشق سے تر کاغذ  
شنا خواں ہے تو ان سیمیں تنوں کا اس سبب حاتم  
ترے اشعار کا عالم رکھے ہے مثل زر کاغذ

## زمین محتشم علی خاں حشمت ۱۱۵۲ھ

بحرِ مرل<sup>۱</sup> مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

سب طرف ہے شور کچھ طوفاں سالاتی ہے بہار      چیت جاؤ آج دیوانوں کہ آتی ہے بہار  
بلبلِ نالاں کو خوش کرنے کو اپنا رو دکھا      غنچہ دلیگر کو آ کر ہنستاتی ہے بہار  
گہ شگوفے کی طرح کھل کھل کے ہوئے بے حجاب      گاہ چھپ چھپ پردہ گل میں لجاتی ہے بہار  
یا زمانہ پھر گیا یا باؤ کچھ اٹھی بھی      ہم ہوا خواہوں سے اپنے منہ پھلاتی ہے بہار  
دمِ غنیمت جان نک چل اور گلوں کا دید کر  
سیرِ گلشن کو تجھے حاتمِ بلاقی ہے بہار

## زمین طرخی ۱۱۵۳ھ

بحرِ مرل مسطور

یار آ مجھ پاس بولا دیکھ لے آئی بہار      میں کہا اس کو بغل میں لے کے میں پائی بہار  
بلبلِ وگل کی حنا بندی ہے آرائش کرو      یہ شگوفہ آج تازا باغ میں لائی بہار  
کیا ہوا گلشن میں جوشینی لگی سبزے کی آج      اس ہمارے سرو پر اور ہی ہے مرزائی<sup>۲</sup> بہار

۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ نہایت، علی گڑھ

۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۴۔ ۱۱۵۲ھ، لاہور

۵۔ سرسائی، کراچی

۱۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ لاہور میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۳۔ ہم ہوا خواہوں سے جو منہ کو پھلاتی ہے بہار، لندن

۴۔ زمین طرخی ۱۱۵۳ھ، فی بحرِ مرل مثنیٰ مقصور، مسطور، لندن

دائغِ لالہ دیکھ اس کو آگ سی سرسوں لگی اور گلوں کو منہ پھلائے دیکھ جھنجھٹائی بہار  
باغ میں اہلِ چین کا میرِ ساماں بوجھ کر  
سر اوپر حاتم کے آکر جوں گھٹا چھائی بہار

## زمینِ طرحی ۱۱۶۷ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محبوبِ مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلعلن

خالی زبندہ ہے اس عارضِ گلِ گوں اوپر جوں سویدا کا نقطہ اس دل پر خوں اوپر  
پھر کے آباد کیا فیضِ جنوں سے صحرا میرے دیوانے کا احسان ہے مجنوں اوپر  
جامہ زبیوں میں تراشور ہے اے رشکِ بہار سروِ قرباں ہے ترے اس قدموزوں اوپر  
اپنی طالع کی ہے گردش سے پریشاں حاتم  
طعن کرتا ہے عبث گردشِ گردوں اوپر

## زمینِ طرحی ۱۱۸۴ھ

بحرِ خفیفِ محبوبِ مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

دور کر دل سے عجب و کبر و غرور حال شیطان کا دیکھ گر ہے شعور  
نخنِ اقرب تو راست ہے لیکن وہ ہے نزدیک تجھ سے تو ہے دور  
چشمِ باطن کے تیرے اعلیٰ ہیں ورنہ ظاہر ہے وہ نہیں مستور  
من عرف نفس کی رمز کو بوجھ آپ کو جاننا تجھے ہے ضرور  
شش جہت جس طرف نگاہ کرے سب طرف ہے یہاں اسی کا ظہور  
عشق اور حسن کی تجلی دیکھ کہیں وہ نار ہے کہیں ہے نور  
غیر حق تکیہ غیر پر کرنا  
حاتم ہے عقل کا تری یہ قصور

- 
- ۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲۔ آکر لندن  
۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۴۔ لاہور و رام پور  
۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۶۔ ۱۱۸۳ھ، لاہور۔ ۱۱۸۴ھ علی گڑھ و رام پور

## زمین طرحی ۱۱۴۶ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین، مفاعیلین، مفاعیلین

نہ پھول اب اس قدر گلوں کی آشنائی پر  
ضم نے یاد کرنا مکھا اور ہم رہے غافل  
شکست دل کو میرے کام کیا تریاق سے ظالم  
سراپا چشم حیرت ہو گیا آئینہ حسرت سے  
کہ سب اہل چمن ہنتے ہیں تیری احمقائی پر  
بجائے معذرت لکھے جو قرطاس خطائی پر  
خیال خال تیرا چرب ہے گا مومیائی پر  
نظر کرتے ہی تیرے آئینہ رو کی صفائی پر  
تری قدرت کا مظہر دیکھ کر ہر آن میں حاتم  
ہوا ہے جان سے قرباں آتیری خدائی پر

## زمین طرحی ۱۱۴۶ھ

بحر مل مٹمن مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن

دل کو لایا ہے جو خود رائی و خود کائی پر  
آج زگس کو قلم کر کے ضم لکھتا ہوں  
آشیانہ ہے مرا دل تیری ان زلفوں کا  
کیا نظر اپنی نہیں ہے تجھے بدنامی پر  
وصف چشموں کا ترے کاغذ بادامی پر  
باز آ ظلم نہ کر جان کے اس دامی پر

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

نویت داں کے مسئلے سے مت حق بازی کر  
تجھے گراپنے ہم چشموں سے ہے دعویٰ شہادت کا  
سموٹ کے اول کو قبلہ جان و دل اپنا نمازی کر  
تو اس کے لیے ابروئے شمشیر زن سے کار سازی کر

۱۔ لکھنا مجھے کاغذ خطائی پر، رام پور علی گڑھ، کراچی، لندن  
۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۱۔ میاں، لندن  
۲۔ کیا غرض، لندن، کام نہیں، کراچی  
۳۔ حیرت، علی گڑھ

۱۔ زمین طرحی در ۱۱۴۶ھ فی بحر مل مٹمن مخبوں مقطوع، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن، لندن کا عنوان درج ہے ۱۱۴۴ھ علی گڑھ و رام پور

۵۔ میاں، کراچی

۶۔ خود ناکامی، علی گڑھ  
۹۔ تو سب کی، لندن



## زمین ناجی ۱۱۴۱ھ

بحر خفیف - فاعلاتن مفاعیلن فعلن

جی ترستا ہے یار کی خاطر اس کے بوس و کنار کی خاطر  
تیرے آنے سے یوں خوشی ہے دل جیسے بلبل بہار کی خاطر  
ہم سے مستوں کو بس ہے تیری نگاہ صبح اٹھ کر خمار کی خاطر  
بس ہے اس سنگ دل کا نقش قدم میری لوح مزار کی خاطر  
عمر گزری کہ ہیں کھلے حاتم  
چشم دل انتظار کی خاطر

## زمین طرجی ۱۱۴۲ھ

بحر خفیف محبوں مقصور

طرفہ مجنون ہے ہمارا یار غیر سے ہم کنار ہم سے کنار  
ہم کہیں باغ چل تو ہاں نہ کہے غیر کے ساتھ روز سیر و شکار  
ہم کو مجلس میں دیکھ چپ ہو جائے غیر سے ٹوک کر کرے گفتار  
ہم کو دیکھے کہیں تو آنکھیں چرائے غیر کو دیکھ کر آپ سے ہو دوچار  
غیر سے صاف سینہ ہو کے ملے ہم سے دل میں رکھے ہمیشہ غبار  
غیر جوڑ و جفا و بے مہری ہم سے اس کا نہیں ہے اور شعار  
غیر کی بات سن کے خوش ہووے ہم سے ہر بات میں کرے تکرار  
منت و عجز و اکسار و نیاز کرتے کرتے ہوئے بہت لاچار  
وہ کسی طرح آشنا ہی نہیں امتحاں ہم کیا ہے چندیں یار  
ذرا بھی کان دھر کبھو نہ سنے درد دل ہم اگر کریں اظہار

۱۔ زمین ناجی در ۱۱۴۰ھ، فی بحر خفیف محبوں مقصور (فاعلاتن مفاعیلن فعلن)، بلندن ۲۔ دل، علی گڑھ، دلا ہور

۳۔ ۱۱۴۳ھ، لاہور کے علاوہ کسی اور نسخے میں یہ غزل نہیں ہے۔

جان اور مال دے چکیں اُس کو دل سے جانے ہمیں اگر غم خوار  
جو رہے ہم سے روز بیگانہ صحبت ایسے سے کیسے ہو برار  
کر الہی تو مہرباں اس کو جس کے پیچھے ہوئے ہیں زار و نزار  
غرض اب شکوہ کب تک کیجیے  
چپ ہی رہنا ہے حاتم اب درکار

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات  
راضی نہیں چمن میں کرے آ کے سیر و طیر بلب سے کیا ہے پوچھ تو گل باغباں کو بیر  
ہر شام اس کی زلف کا چرچا ہے بزم میں ہر صبح سب کا ورد اسی کا ہے ذکر خیر  
طوف حرم ہو تم کو مبارک اے حاجیو اس بندہ بتاں کا سلامت رہے یہ دیر  
حاتم ہے بندہ دل سے ترا یا علیٰ ولی  
تیرا ہی نام اس کی زباں پر ہے جوں نصیر

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر محبت مثنیٰ مخفوف مقصور۔ مفاعیل فاعلات مفاعیل فاعلات  
ترا بخوم و رمل کیا ہوا وہ اور نکیر جو اس پری کو تو اب تک نہ کر سکا تنخیر  
تمام رات پکارا کیا در دل پر کسو نے ہوں نہ کہا غیر نالہ شب گیر  
گئی بہار یہ ہرگز کھلا نہ تجھ سے نسیم بجا ہے دل کو کہوں اپنے غنچہ تصویر  
کہاں ہے دل جو کہوں ہوئے آ کے دیوانہ کہ اُس کی زلف کی خالی ہے اس گھڑی زنجیر  
نہیں ہے سرخ یہ سبغ تیرے جاے کا یہ میرا خون اے قاتل ہوا ہے دامن گیر  
میں جاں بلب ہوں اے تقدیر تیرے ہاتھوں سے کہ تیرے آگے میری کچھ نہ چل سکی تدبیر

۱۔ بندہ ہوں بتاں کا سلامت رہے دیر، لندن ۱۔ ۱۱۶۲ھ، لاہور، لندن  
۲۔ نکشیر، علی گڑھ ۲۔ اگر دیوانہ نہ ہوں تو بڑا دیوانہ ہوں، کراچی  
۳۔ کہ مری کچھ نہ گئی پیش تجھ سے اب تدبیر، لندن

کرے ہے ذبح یہاں اہل بزم کو حاتم  
ادائے مطرب و ساقی صدائے چنگ و نغیر

## زمین طرہی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

پچھلی باتوں کا نہ کر شکو تو آنکھیں گاڑ گاڑ  
ہو چکی سو ہو چکی آمت گڑے مردے اکھاڑ  
دن تو جوں توں وصل کی امید پر جاتا ہے کٹ  
سنگ دل کے ہجر کی راتیں ہیں چھاتی پر پہاڑ  
اے مری بستی نہ ہو جس دم بغل کے بیچ تو  
اس گھڑی ہو جائے آبادی مرے حق میں اجاڑ  
میں نے پھاڑا ہے گریباں تجھ اوپر اے نونہال  
سننے ہی میری زباں سے اٹھ چلا دامن کو جھاڑ  
بے سبب وہ اچلا گستاخ حاتم سے نہیں  
جان کر عاشق اسے دکھلاتا ہے اس کو لاڑ

## زمین طرہی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مسدس مخبوں مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

کیا ستاتے ہو رہو بندہ نواز  
کہ نہیں خوب یہ خو بندہ نواز  
بے سبب بے وجہ و بے تقصیر  
اس قدر غصہ نہ ہو بندہ نواز  
ظلم ناحق نہ کرو کوئی دن  
جیو اور جیونے دو بندہ نواز  
مے کشوں بیچ نہ بیٹھو ہرگز  
خون میرا نہ پیو بندہ نواز  
عطر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس  
ذبح کرتی ہے یہ بو بندہ نواز  
کب تلک اپنی کہے جاؤ گے  
بات میری بھی سنو بندہ نواز  
واجب القتل تمہارا میں ہوں  
اور کا نام نہ لو بندہ نواز

گو کہ سب مجھ کو برا کہتے ہیں      تم زبان سیں نہ کہو بندہ نواز  
کس کا منہ ہے جو تیرے ستمکھ ہو      ہو نہ ہو آئینہ ہو بندہ نواز  
جارتی چشم میں میری ہے جا      سرو ہو ہے لب جو بندہ نواز  
وصفِ کاکل میں سدا گویا ہے      جو زباں ہر سرِ مو بندہ نواز  
دل سے حاتم بخدا بندہ ہے  
دور خدمت سے ہے گو بندہ نواز

## زمین طرخی ۱۱۶۱ھ

بحرِ ملِ مسدسِ مسطور

بندہ کو شاد کرو بندہ نواز      ورنہ آزاد کرو بندہ نواز  
عشق نے کشورِ دل لوٹا ہے      آ کے آباد کرو بندہ نواز  
سب طرح حکم کے ہم تابع ہیں      جو تم ارشاد کرو بندہ نواز

## زمین طرخی ۱۱۶۹ھ

بحرِ ملِ مثنیٰ مجنوں مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات

خاک قسمت میں نہیں ڈھونڈ ہوں اکسیر ہنوز      جا چکا ہاتھ سے دل کرتا ہوں تدبیر ہنوز  
کثرتِ آہ و فغاں سے تو گلا بیٹھ گیا      تو بھی ہوتا ہے میرا نالہ گلو گیر ہنوز  
نام کو بھی نہ رہا ایک یہاں دیوانا      چشم وا دیکھو کہ ہے حلقہ زنجیر ہنوز  
ریشکِ غربال ہے سینے میں کلیجا چھن کر      تو بھی ہے دل میں مرے آرزوئے تیر ہنوز  
خلق مرقی ہے جسے سن کے وہ کیسا ہوگا      جس کی دیکھی نہیں ہے خواب میں تصویر ہنوز

عشق میں جس کے اٹھاتا ہے ہزاروں صدے

اس سے پھرتا نہیں حاتم دل بے پیر ہنوز

۱۔ لندن میں اس شعر پر یہ نشان دے کر حاشیہ پر مقطع سے پہلے یہ دو شعر اور لکھے ہیں۔

۲۔ لندن میں اس غزل کے یہ تین اشعار درج ہیں، جو کسی نسخہ میں نہیں ہیں۔

۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرچی ۱۱۳۵ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

پہن نکلا صنم گھر سے قبا سبز    ہوا جوں سر و سر سے تا پیا سبز  
کف پا دیکھ تیرے خون سے سرخ    ہوا ہے وہم سے رنگِ حنا سبز  
میاں چل سیر کر ابر و ہوا ہے    ہوا ہے کوہ و صحرا جا بجا سبز  
نہ ہو تو اس سے نا اُمید حاتم  
کرے گا کشت کو تیری خدا سبز

بحر ہرج مسدس محذوف

ہوا ہے خط سے عارض جانِ من سبز    کیا ہے ابرِ رحمت نے چمن سبز  
مگر قمری کا ماتم ہے چمن میں    جو بر میں سرو کی ہے پیرہن سبز

## زمین طرچی ۱۱۶۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

کشتی مری تباہ نہ کرنا خدا شناس    جانے دے ناخدا کو تو ہو جا خدا شناس  
کہنے لگا خموش نہیں جائے دم زدن    قدرت کا اس کی دیکھ تماشا خدا شناس  
حیراں ہیں اپنے اپنے جو دیکھا سو کام میں    کیا ناخدا شناس یہاں کیا خدا شناس  
اے نالہ تیری داد کو پہنچے یہاں وہی    یا اہل درد ہو کوئی ہو یا خدا شناس  
مسجد میں سر پکلتا ہے تو جس کے واسطے    سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس  
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں    سائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس

حاتم پھروں ہوں ڈھونڈتا عالم میں کو بہ کو

آوے کہیں کوئی بھی نظر تا خدا شناس

لاہور و کراچی و لندن میں یہ غزل درج ہے۔ لندن میں ۱۱۴۸ھ ہے۔

دہشت بستی، کراچی    ۳ کشت، کراچی و لندن

لندن میں یہ مصرع اس طرح ہے : گر ناخدا نہیں ہے تو ہو جا خدا شناس

درد، علی گڑھ    ۱ تا، لندن و لاہور، نا، علی گڑھ

## زمین طرحی ۱۱۵۴ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (تجنیس مکرر)

گر بھلا مانس ہے تو خندوں سے تو مل نہ ہنس مسکراجوں غنچہ پر گل کی طرح کھل کھل نہ ہنس  
رورواچا ہے جتارونے سے جا بے دل سے دنگ زنگ ہو ہے دل اوپر ہنسنے سے آاے دل نہ ہنس  
تو ہنسے ہے موت کو اور موت ہنستی ہے تجھے موت کو ہنسا نہیں ہے خوب اے غافل نہ ہنس  
عقل سے ہے دور ہنسا دم بدم عاقل کے تئیں عقل ہے تو تو کسی بے عقل پر عاقل نہ ہنس  
ہنس جتا چاہے اکیلا ہنس تو دیوانے کی طرح پر ہنسی میں تو کسی ہنستے سے ہو شامل نہ ہنس  
جو ہنسی ہے اور کو اس نے ہنسا یا آپ کو اس ہنسی میں کچھ نہیں حاصل ہے بے حاصل نہ ہنس  
ہنستے ہنستے میں کئی کے گھر لگے ہیں خالصے ہنستے ہنستے میں کئی کے گھر لگے ہیں خالصے  
ضبط کراپنی ہنسی حاتم تو اب یک تل نہ ہنس ضبط کراپنی ہنسی حاتم تو اب یک تل نہ ہنس

## زمین طرحی ۱۱۴۷ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

چاہتا ہوں دوں تری خدمت میں آکر التماس اپنے صاحب کو میاں دیتا ہے چاکر التماس  
جو زبانی اس سے کہتا ہوں تو وہ سنتا نہیں اب مجھے لازم ہوا دیجے لکھا کر التماس  
شع<sup>۱</sup> کو کب ہے دماغ اس پر کرے جو مہر داغ عرض گو سو سو کرے پروانہ لا کر التماس  
وہ تغافل پیشہ میرے کام میں کرتا ہے دیر طاق نسیاں پر رکھے ہے گا پڑھا کر التماس  
مطلب پنہاں ہمارا دوستاں ظاہر نہ ہو دشمنوں کے روبرو دینا چھپا کر التماس  
معنی و الفاظ رنگین سے ہمارا مدعا ہے کوئی ایسا کہ لکھ دیوے بنا کر التماس  
شکر کر حاتم کہ وہ مانگے ہے تیرے ہاتھ سے شکر کر حاتم کہ وہ مانگے ہے تیرے ہاتھ سے  
مہرباں ہو کر توجہ سے بلا کر التماس مہرباں ہو کر توجہ سے بلا کر التماس

۱۔ لاہور و لندن میں یہاں تجنیں زاید درج ہے۔ ۲۔ میں دیا چاہوں ہوں اب خدمت میں آکر التماس، لندن

۳۔ لندن میں یہ شعر اس طرح ہے: شع<sup>۱</sup> رو کر تا نہیں ہے اس کے اوپر مہر داغ = عرض کرتا ہے گا پروانہ لا کر التماس

۴۔ وہ تغافل پیشہ میرے کام کو پھینکے ہے دور، علی گڑھ و لاہور

## زمین طرحی ۱۱۳ھ

بحر مل مٹمن مجنوں محذوف۔ فعلاتن فعلاتن فعلاتن

۱۔ عاشق ہے تری چشم ستم گار کے بس کیا خرابی ہے کہ صوفی ہوا سے خوار کے بس  
یک دن دل کو کبھو ہم نے نہ دیکھا چنگا اس قدر جا کے ہوا ایسے دل آزار کے بس  
جو پھنسا اس میں سو چھوٹا نہ کبھو جیتے جی حق کسو کو نہ کرے زلفِ فسوں کار کے بس  
دل بے رحم مرا مجھ کو ستاویں ہے بہت یا الہی یہ پڑے جا کسو خونخوار کے بس  
دوستی میں تو نہیں کچھ یہ تعجب حاتم  
یار کا دل ہو محبت سے اگر یار کے بس

## زمین طرحی ۱۱۵ھ

بحر محبت مٹمن مجنوں مقطوع مسبغ۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

۱۔ ہے اسی طرح سے مجلس میں شمع اور فانوس کہ زیب دیتی ہے جلے میں جس طرح سے عروس  
کھلا ہے ایسا مرا لالہ زار داغوں سے کہ رقص کرتا ہے گلشن میں دیکھ کر طاموس  
جنوں کے فیض سے مانند بید مجنوں کے نمو کے بیج کروں ہوں ترقی معکوس  
اے سرو قد تو پہن جامہ فاختائی رنگ کہ تیرے بر میں سراپا بچے ہے یہ ملبوس  
بجا ہے گر وہ لگے آ کے تیرے قدموں سے حنا کہ رکھتی ہے مدت سے خواہشِ پابوس  
گیا ہے جب سے نکل تو ہمارے ہاتھوں سے ملو ہوں تب سے میں حیرت زدہ کفِ افسوس  
امید وار ہے درگاہ سے تری حاتم  
کریم اپنے کرم سے اسے نہ رکھ مایوس

۲۔ سدا، کراچی و لندن

۱۱۳۸ھ، لندن

۳۔ بیچ، لندن

۴۔ ستاتا ہے گا، علی گڑھ، لندن کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔

۵۔ ہے اس طرح سے یہ مجلس میں شمع اور فانوس، لندن

۶۔ کبھو، لندن

۷۔ اے سرو قد پہن اب جامہ فاختائی کا، لندن

۸۔ ہو، علی گڑھ

۹۔ حیرت سے، کراچی

۱۰۔ یرداست ہے، لندن

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر خستہ مٹمن مجنوں مقصور۔ مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فعلات

اے سنگ دل تو نے آہن سے دل کئے ہیں انیس بجا ہے کھینچے ہے لوہے کو سنگ مقناطیس  
متاع حسن کا تیری اے ماہ زہرہ جبین ہے آفتاب سا دلال و مشتری برجیں  
ہے اس پری سے میرے دل کو جی سے یوں الفت کہ جوں رکھے تھا سلیمان محبت بلقیس  
یہ ملک وہ ہے خرابی ہے جس کی آبادی کہ ہے ازل سے اس اقلیم دل کا عشق رئیس  
سو احتیاج ہوں تو بھی طمع نہ رکھ حاتم  
تو اس کے پاس جا جو ہونگ چشم و دل کا خیس

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فعلات

اس زمانے میں نہ ہو کیونکر ہمارا دل اداس دیکھ کر احوال عالم اڑتے جاتے ہیں حواس  
بس رہا ہے بو سے تیری جان من ایسا دماغ بے دماغ ہم کو رکھے ہے باغ میں پھولوں کی باس  
جس طرف جاوے تو اے خورشیدِ روسایہ کی طرح ہر قدم میں بھی ہوں تیرے ساتھ ساتھ اور پاس  
تفنگی سے چاہ کی تیری نہیں سیراب دل ہے مثل مشہور مستقی کی نہیں بچھتی ہے پیاس  
حق سے ملنا گیروے کپڑوں اور پر موقوف نہیں دل کے تئیں رنگو فقیری یہ ہے اور سب ہے لباس  
جوشوں تو ساغر پیپے ہے غیر کی مجلس کے بیچ توں توں اے بد مست دل میں میرے آتا ہے حراس  
کنہ ذاتِ حق کو کیا پاوے کوئی حاتم کبھو  
سب کے عاجز ہیں یہاں وہم و گماں فہم و قیاس

۱۔ تو اس سے جا کے، لاہور و ملی گڑھ۔ لندن و کراچی کو ترجیح دی گئی ہے۔

۲۔ ۱۱۵۱ھ لندن و لاہور

۳۔ لندن میں یہ شعر اس طرح ہے: اس زمانے میں ہمارا دل نہ ہو کیونکر اداس = دیکھ کر احوال کو عالم کے جاتے ہیں حواس

۴۔ سر درواں، لاہور

۵۔ لندن میں یہ شعر اور دیا ہے۔



## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرَب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

میں دیکھنے کو منہ تیرا اے بے کسوں کے کس  
ایسا نہ ہو خدا نہ کرے وہ گھڑی کہ ہو  
پھڑکوں تو سر پھٹے ہے نہ پھڑکوں تو جی گھٹے  
نالوں ہے سینہ چاک ہے اور بے قرار ہے  
تیرے قدم کی خاک میں کل البصر کروں  
چھاتی بھر آوتی ہے پیپے کی صوت سے  
سکوں ہوں جاں بہ لب ہوں مروں ہوں ترس ترس  
ہم سا کوئی ضعیفؑ جو ان ظالموں کے بس  
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس  
احوالؑ میرے دل کے تڑپنے کا سن جرس  
پاؤں تلک جو پاؤں مری جان دسترس  
برسات مجھ کو آکے ستاتی ہے ہر برس  
حاتم جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ  
اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے سب ہوں

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرَب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

گر ظلم اور ستم ہے اس پر جفا کی خواہش  
تیرے لبوں سے دل کو بوسے کی آرزو ہے  
عاشق کا خوں بہا کر پامال کیوں کرے ہے  
تیری نگہ کو پیارے تر سے ہیں چشم میرے  
راضی ہیں ہم بھی اس پر جو ہو خدا کی خواہش  
بیمار کو نہ ہووے کیونکر شفاؑ کی خواہش  
قاتل کے تئیں ہوئی ہے شاید حنا کی خواہش  
کیونکر نہ آشنا کو ہو آشنا کی خواہش  
اکسیر تجھ نگہ کا حاتم کو کیا ہے  
جو مرد ہے نہیں ہے اس کو طلا کی خواہش

۱۔ کراچی ولندین میں اس کی جگہ یہ مصرع دیا ہے: ہے جان من یہ حال مرا بن ترے درس

۲۔ غریب، لندن

۳۔ پھڑکنے، علی گڑھ، دھڑکنے، رام پور

۴۔ تیرے قدم کی خاک کروں سرمہ چشم میں، لندن

۵۔ اب کرے، لندن

۶۔ دوا، لاہور

## ۱۱۸۴ھ

بحر محبت مجنوں مقصور۔ مفاعلاتن مفاعلاتن فعلات

ہے اب کی سال ہر اک باغ میں بہار کا جوش      شمیم گل سے ہے باد نسیم عطر فروش  
یہ سیر بلبل و قمری تھیں مبارک ہو      کہ شاخ گل ہیں ہم آغوش و سرو قد ہم دوش  
عجب طرح کی ہے گلشن میں آج گفت و شنید      کلی زبان کی صورت ہے گل ہے صورتِ گوش

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

بے شراب ہم کو نہیں آرام و بے جانا نہ عیش      کس کو خوش آتا ہے بے ساقی و بے پیانا نہ عیش  
عشق کی اقلیم میں ہم نے عجب دیکھی یہ رسم      عاقل ہووے خوار اور کرتا پھرے دیوانہ عیش  
مے فروشوں کے نہ ہوویں کیونکر دروازوں کی خاک      خاک ہونا مے کشوں کو ہے در میخانہ عیش  
اپنی ہمت کے موافق فکر ہے ہر ایک کا      جانتا ہے اپنے جل مرنے کے تئیں پروانہ عیش  
جمع اے حاتم مے و معشوق و مطرب ہو جہاں  
اس طرح کے عیش کو کہتے ہیں مرزایانہ عیش

## زمین طرحی ۱۱۵۰ھ

بحر مل مٹمن مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

مست کو کب ہوئے گھر جانے کا ہوش      ہے اسے دن رات میخانے کا ہوش  
اس طرح شیشے اوڑاتے ہو کہ آج      دیکھ کر جاتا ہے پیانے کا ہوش  
شمع مجلس ہو کے وہ بیٹھا ہے مست      کیوں نہ اڑ جاوے گا پروانے کا ہوش

۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ یہ سرفی لاہور کی ہے، علی گڑھ میں صرف ”ولد“ درج ہے۔

۲۔ ہیں۔ علی گڑھ      ۳۔ مرجانے، علی گڑھ

۴۔ مے ہواد معشوق ہواد راگ ہو حاتم جہاں، کراچی

۵۔ لندن میں یہ شعر اس طرح دیا ہے: شمع رو بیٹھا ہے مجلس بیچ مست = کیوں نہ اب اڑ جائے پروانے کا ہوش

آج میرے گھر میں متوالے کے تئیں کس طرح سے آگیا آنے کا ہوش  
میکدے کے در پر حاتم گر پڑا  
ہے کسو کے تئیں اٹھا لانے کا ہوش

## زمین طرحی ۱۱۵ھ

بحر ہزج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

تو نگر جس طرح کرتے ہیں اپنے تن کی آرائش فقیروں کو بھی ہر دم ہے گی اپنے من کی آرائش  
ہوئی ہے ابر میں تجھ کو خراماں دیکھ کر چنچل کنارے کی طرح بجلی ترے دامن کی آرائش  
ہے رونق سب طرف شاید گل و بلبل کی نسبت ہے بناوٹ ہے جو ہنس ہنس باغباں گلشن کی آرائش  
ہوا ہے سرو قد کے عشق کی دولت سے قمری کو گلے میں آج طوقِ بندگی گردن کی آرائش  
جو دیوانہ ہوا چاہے تو چل کر دید کر حاتم  
ہوئی ہے آج مجنوں کے قدم سے بن کی آرائش

## زمین طرحی ۱۱۵۶ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کام فرما صبر کو اتنا بھی کیا فکرِ معاش رزق تجھ کو ڈھونڈتا پھرتا ہے تو مت کر تلاش  
اے ستم گر ہم نے اب جانا بڑا خونی ہے تو روز دیکھوں ہوں نئی در پر تیرے عاشق کی لاش  
اس قدر تیرے کف پا نرم اور رنگین ہیں خواب میں محفل نے بھی دیکھا نہیں ایسا قماش  
خوش خطوں میں ہے میاں خط کا ترے اور ہی سواد حسن کے گلشن کا یہ سبزا ہے اس کو مت تراش  
عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں  
حاتم اتنی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

۱ جو کرتا ہے گا، لندن ۲ کل، علی گڑھ

۳ ۱۱۵۷ھ، لندن ۴ کو، علی گڑھ

۱۸۷

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

ہو رہا ہے ابر اور کرتا ہے وہ جانانہ رقص  
دور میں چٹم گلابی کے ترے اے بادہ نوش  
اس قد و رخسار پر اے شمع رو اس حسن پر  
گھونگر جانے ہے پاؤں میں وہ زنجیروں کے تیں  
برق گرد اس کے کرے ہے آکے بے تابانہ رقص  
بزم میں کرتا ہے مستوں کی طرح پیانہ رقص  
قمری و بلبل کرے ہے وجد اور پروانہ رقص  
کیوں نہ اس آواز پر بن بن کرے دیوانہ رقص  
جس کے گھر آوے وہ حاتم ناز سے رکھتا قدم  
اٹھ کھڑا ہو کر کرے اس آن صاحب خانہ رقص

## زمین طرحی ۱۱۳۵ھ

بحر خفیف مجنوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

یوں ہے تم سے ہمیں سدا اخلاص  
دوستی میں عجب نہیں کہ رکھیں  
کبھو پایا نہ ایک دم آرام  
دل میں دشمن رہا تو منہ پر دوست  
ہم نے دیکھا میاں ترا اخلاص  
وہ چہ خوش واہ وا بھلا اخلاص  
ہم نے چھوڑا تمہیں خدا کی قسم  
حاتم اس بے وفا کا نام نہ لے  
ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

## زمین طرہی ۱۱۴۸ھ

بحرِ محتبث مٹمن مجنوں مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

کرے ہے پاؤں کی جا پہلے اپنا سر غواص نکال لاوے ہے تب بحر سے گہر غواص  
گزر کے جان سے سرشتہ دے کے دوست کے ہاتھ چلا ہے قعر میں دریا کے بے خطر غواص  
بہ وقتِ غوطہ اسے چشم بند مت جانو رکھے ہے کام پر اپنے یہاں نظر غواص  
یہ راہ سر سے چل اور مت بکے خوش ہو جا یہاں نکال نہ دم منہ کو بند کر غواص  
لے معرفت کے تو دریا کے دُر کو اے حاتم  
خدا کرے تجھے اس بحر کا اگر غواص

## زمین طرہی ۱۱۴۵ھ

بحرِ محتبث مسطور

ہوا ہے بحرِ معانی کا دل مرا غواص دُرِ سخن کو وہ لے ہم سے جس میں ہوا خلاص  
ہے اُبڑ آج چلو باغ میں شراب پیئیں وہاں چنار ہے دستک زن اور ہوا رقاص  
کیا جو قتل تو عاشق کو کچھ نہ لا دل میں بھلا کیا جو کیا قیدِ زندگی سے خلاص  
ہے تیرے حسن کی اب شان بزم میں اور ہی تو جیسے شاہ ہے اور خور و ترے ہیں خواص  
تمام ہند میں دیوان کو ترے حاتم  
رکھے ہے جان سے اپنی عزیز عام اور خاص

## زمین طرہی ۱۱۴۸ھ

بحرِ مضارع مٹمن اُخر ب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

ہونا سمجھوں کو اس کے ہے تابع رضا کا فرض بندے سے گو ادا نہیں ہوتا خدا کا فرض  
پروا نہیں ہے اس کے تیں گو ہمیں تو ہے لکھنا کتابتوں میں سلام و دعا کا فرض

۱ ۱۱۴۸ھ لاہور، ۱۱۴۰ء لندن۔ ۱۱۴۵ء علی گڑھ و رام پور ۲ اس ابرج لندن

۳ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴ ۱۱۴۷ء لاہور۔ ۱۱۴۸ء رام پور

دل کا نہیں رفیق بڑھاپے میں غیر آہ      پیری میں ہے ضعیف کو رکھنا عصا کا فرض  
میں تم کو چھوڑنے کا نہیں زندگی تلک      ملنا ہے آشنا کے تئیں آشنا کا فرض  
حاتم تمام عمر تو رونے سے منہ نہ پھیرا  
ماتم ہے دوستوں کو شہ کربلا کا فرض

## زمین طرحی ۱۱۴۷ھ

بحر مل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

عشق کے ہے گھانلوں کو غم سے فیض      ان کے زخموں کو نہیں مرہم سے فیض  
عاشقی کے فن میں ہیں اُستاد ہم      لے گئے فرہاد و مجنوں ہم سے فیض  
مست ہوئے کو ترے بس ہے نگاہ      ہم نہیں چاہے ہیں جامِ جم سے فیض  
ابر کو پہنچا ہے جا افلاک پر      اب ہمارے دیدہ پر غم سے فیض  
مر گیا تو کیا ہے مردے سے اُمید      جیتے جی ہر ایک کے ہے دم سے فیض  
کوئی نہیں آتا کسو کے کام اب      اٹھ گیا ہے اس قدر عالم سے فیض  
فیض کے کوئی نام سے واقف نہ تھا  
ہے جہاں میں نامور حاتم سے فیض

## زمین طرحی ۱۱۴۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

اس بے وفائے چھوڑ کے یاروں سے ارتباط      پیدا کیا ہے جا کے ہزاروں سے ارتباط  
خنجرِ ول کا کیونکہ بچے من ہرن سے آج      اس نے کیا ہے میر شکاروں سے ارتباط  
صبح تو اس کے ملنے سے مانع نہ ہو مجھے      کوئی بھی چھوڑتا ہے پیاروں سے ارتباط

۲ لے گیا ہے آکے مجنوں، کراچی

نہ موز، لندن

لندن میں اس کے بعد ردیف 'ض' کا یہ شعر اور دیا ہے۔ نسخہ دہلی میں اس غزل کے پانچ اشعار موجود ہیں جو قدیم دیوان سے متعلق ہیں۔

ملاحظہ ہو دیوانِ حاتم

اُن نے، لندن

دیکھی کس نے اب مرے دل کی فسوں گری کیونکر کیا ہے زلف کے ماروں سے ارتباط  
ڈرتا نہیں ہے خال و خط و چشم و زلف سے  
حاتم کو ہے قدیم سے چاروں سے ارتباط

## زمین طرحی ۱۱۴۴ھ

بحرزل مسدس مقصور

عشق کی یارو نہیں آسان شرط اس میں دینا ہے گا اول جان شرط  
آہ سرد و رنگ زرد و سر بہ کف چشم گریاں و دل بریان شرط  
دیکھ لو ہم کس طرح کھوتے ہیں جی ہم سے کچھ بدتے ہو تم اے جان شرط  
خوبصورت تو بہت ہو ہیں ولے حسن میں ہے گی اداؤ آن شرط  
حاتم اس کے ہونٹ اصلی لال ہیں  
اس کے تئیں کھانا نہیں ہے پان شرط

## زمین<sup>۲</sup> طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر ہزج مسدس مثنیٰ مخبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

ابھی آغاز ہے اے دل ربا خط خدا کے واسطے تو مت منڈا خط  
یہ کل کی بات ہے تو سادہ رو تھا لگے کس کی نظر جو آگیا خط  
اگر دعویٰ ہے تجھ کو ہم سے کچھ آج تو ہم حاضر ہیں ہم کو لا دکھا خط  
گیا ہے جب سے وہ کان تغافل کبھو اس نے نہیں ہم کو لکھا خط

جواب نامہ جو بھیجے نہ حاتم

پھر ایسے کے تئیں لکھنا ہے کیا خط

۱۔ ہم سے اب بدتے ہو کچھ اے جان شرط، لندن ۲۔ فی بحر ہزج مسدس محذوف، لندن

۳۔ مفاعیلین مفاعیلین فعلن، لاہور و لندن ۴۔ ہے تیرا خوب سب سے، کراچی

۵۔ بنا، لندن ۶۔ یہ تیرے آج کیونکر آگیا خط، لندن

۷۔ اُن نے، لندن

## زمین طرحی ۱۱۴۲ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محبوبِ محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

یہ غلط ہے کہ نہیں بولتا وہ یار غلط ہم سے کہتا ہے وہ ہر بات میں سو بار غلط  
عشق کی درس میں ہرگز نہیں ہے بحث کو جا شیخ اس وقت تیری سب ہے یہ تکرار غلط  
اس کے وعدہ کی وفا ہم کو عبت ہے یارو ہے سراپا ایسے بد قول کا اقرار غلط  
کوئی سخن کو مرے لاتا ہے نہیں خاطر میں واسطہ یہ ہے کہ سب ہیں مرے اشعار غلط  
سر دیوان پہ حاتم کے بجا ہے کہ لکھو  
نسخہ معتبر و خوش خط و بسیار غلط

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحرِ ملِ مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

اب کوئی دم بچ آتی ہے خزاں باغباں کر لے چمن کی احتیاط  
عاشقوں کے تئیں نہیں پاس لباس کب ہے مردوں کو کفن کی احتیاط

## زمین طرحی ۱۱۴۲ھ

بحرِ خست مٹمنِ محبوبِ مقطوع۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

جہاں میں تم کو ہمیشہ رکھے خدا محفوظ ہے آشنا کی خوشی گرشہ ہو آشنا محفوظ  
رقیب تو نے جو بدنن کیا ہے مجھ سے اسے کروں گا تیرے تئیں میں بھی خوب سا محفوظ  
میں کہہ رہا کہ تو مت مل بتاں سے حاصل کیا ملے سے ان کے اب اے دل تو کچھ ہوا محفوظ  
عجب لپٹ ہے پینے کے گل بدن تیرے کہ گل ہے عطر فروش کے اور ہوئے صبا محفوظ

۱۔ کون کہتا ہے کہ بولے نہیں ہے، کراچی  
۲۔ لندن میں اس کے بعد ردیف 'ط' کے یہ دو شعر اس عنوان کے ساتھ درج ہیں۔  
۳۔ ۱۱۴۲ھ، لاہور ۱۱۴۳ھ، رام پور علی گڑھ  
۴۔ حاصل کیا، کراچی  
۵۔ جو لندن  
۶۔ کہ گل نثار ہوئے، کراچی  
۷۔ کیونکہ لاوے کہ ہیں میرے سبھی اشعار غلط، لندن



کسو کی طرح نہیں احتیاج حاتم کو  
وہ تیرے عشق کے دولت سے ہے سدا محظوظ

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخر ب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

مستی میں میکشوں کے تیں ہوئے کب لحاظ جاتا رہے ہے ان کی طبیعت سے سب لحاظ  
گستاخیاں رقیب نہیں چھوڑتا مگر سر میں لگے گی دھول اسے ہوگا تب لحاظ  
نازک طبیعتوں سے نہ ہو بے ملاحظہ اتنا بھی کیا نہیں ہے تجھے بے ادب لحاظ  
ہے طفل گو کہ قدر مری بوجھتا نہیں جانے گا قدر تب کہ اسے ہوگا جب لحاظ  
دامن کو اس کے ہاتھ لگایا تھا بھول کر  
حاتم کے دل میں سوچ کے آیا ہے اب لحاظ

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحر مضارع اُخر ب مکفوف محذوف

پایا نہ ہم نے آ کے کہیں زندگی کا حظ گویا کہ اس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ  
سن کر مرے سوال کو اس نے دیا جواب ہم پاس آ کہ ہے گا یہیں زندگی کا حظ

## زمین طرحی ۱۱۳۸ھ

بحر رمل۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

کیوں نہ ہارے آج یہ بازی تمہارے ہاتھ شمع گشت کھا کر رخ سے تیرے ہو گئی ہے مات شمع  
رات جاتی ہے لگن تیری میں آ نک بزم میں کر رہی ہے تجھ بن اب رورو یہاں برسات شمع

۱۔ اس کی علی گڑھ ورام پور

۲۔ بوجھ گا، لندن

۳۔ سن کر کے اس سخن کو کہاں دل سے یار نے، لندن

۴۔ مجھ، لندن۔ نسخوں میں دو شعر ملتے ہیں، کان پور میں صرف ایک شعر ہے۔

ہے کھڑی چھپ کر تمہارے دیکھنے دیدار کو پردہ فانوس میں ظالم لگا کر گھات شمع  
صبح ہوتی دیکھ کر خاکستر ہوئی پروانہ وار انتظاری میں تمہاری جل کے ساری رات شمع  
حیف ہے حاتم کہ اس بے کس نے جل کر جی دیا  
تو بھی پروانے کے تئیں ہنستے نہ پوچھے بات شمع

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات  
ساقی شراب ناب ہے اور سب ہیں یار جمع آنے کا کر رہے ہیں ترا انتظار جمع  
کوئی ہے سرخ پوش کوئی زرد پوش ہے آدیکھ بزم میں کہ ہوئی ہے بہار جمع  
جو بال زلف کا تیرے شانے کے ہاتھ سے ٹوٹا سو ہم کیا ہے اسے تار تار جمع  
چن چن نکالے ہے کوئی ایسا بھی درد مند مدت سے ہو رہے ہیں پھپھولے میں خارج جمع  
آ جا کہے ہے تجھ سے اب حاتم یہ وقت ہے  
ہوتے ہیں پھر یہ یار کہاں بار بار جمع

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات  
دل نہ ہو کیوں شاہِ خوباں کا مطیع دیو ہوتا ہے سلیمان کا مطیع  
اے مسلمانو بڑا کافر ہے وہ جو نہ ہووے زلف گیراں کا مطیع  
دیو کو حاضر کیا تو کیا ہوا کام ہے جو دل ہوا انسان کا مطیع  
کس طرح دل کو نہ دیوانا کہوں جو ہوا ہے جا کے طفلان کا مطیع  
سب گئے<sup>۱</sup> پر ایک حاتم رہ گیا  
تجھ سے نافرماں کے فرماں کا مطیع

۱۔ دیکھ لے لندن ۲۔ ہرگز، لندن  
۳۔ تشریف لاکہ ہیں گے مرے، لاہور، کراچی، رام پور ۴۔ اے مسلمانو بڑا کافر ہوں میں = جو نہ ہوں زلف پریشاں کا مطیع، لندن  
۵۔ پریشاں، لندن و کراچی ۶۔ حضرات عالم کی کچھ آسان نہیں، کراچی  
۷۔ کیوں نہ اپنے دل کو دیوانہ کہوں، کراچی  
۸۔ بہت تھے عاشق، کراچی

## زمین طرحی ۱۱۴۶ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

آشنائی کر کے تجھ بدخو سے پچھتائے ہے طبع      بے مروت بے وفا سن کے گن کھائی ہے طبع  
غیر کی صحبت سوا تجھ کو نہ دیکھا اور جا      ہرزہ گردی میں تری اس درجہ ہرجائی ہے طبع  
غصہ ہی کرتے ہو تم ہر یک سے ہر یک بات میں      اے مرے صاحب تمہارے کس طرف آئی ہے طبع  
ایک مدت سے سخن کہنے میں ہم خاموش تھے      پھر تری صحبت ہماری شعر پر لائی ہے طبع  
دوستی اس شوخ سے اب کس طرح قائم نہی  
تند ہے اس کا مزاج اور میری سودائی ہے طبع

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

اہل جہاں کی گو ہے نظر میں جہاں وسیع      پر ہو سکے ہے دل کے برابر کہاں وسیع  
آئی ہے فصل گل کی چادیں گے ہم تو دھوم      صحن چمن کو ٹک تو کر اے باغیاں وسیع  
بلبل کے مشت پر کو بہت جا ہے کنج باغ      صیاد سے بچے تو کرے آشیاں وسیع  
عالم ہے کامیاب تیرے باب فیض سے      ایسا کیا ہے حق نے تیرا آستان وسیع  
حاتم کو اپنے لطف و کرم سے نواز دے  
ہمت سے اپنے دل کو کر اے مہرباں وسیع

## زمین طرحی ۱۱۵۱ھ

بحر مضارع مٹمن مسطور

ہے اپنے مرتبے میں اگر آسماں رفیع      لیکن ہے خاکساروں کے حق میں زمین وسیع

- ۱۔ بن کے غصہ کو سے تم نہیں کرتے ہو بات، کراچی
- ۲۔ بستہ لب تھے ایک مدت سے سخن کہنے میں ہم، کراچی
- ۳۔ کس عمر پر کرے وہ یہاں آشیاں وسیع، لندن
- ۴۔ حاتم کے حق میں لطف کو اپنے کی نہ، لندن
- ۵۔ فی بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور مسطور، لندن
- ۶۔ پر ہے گی، لندن

کیا کچھ کریں گے دیکھئے دیوانے اب کے کمال آیا ہے بے طرح سے یہ پھر موسمِ ربیع  
اخلاص اور تواضع تو عاشق کا کام ہے ان دل بروں سے رسم مدارات ہے بدیع  
اس کا مزاج سب کے دلوں کی کرے ہے سیر صاحبِ طبیعتوں کی طبع کیوں نہ ہو مطیع  
آہستہ یا بلند کہیں حاتمِ عرض حال  
سب کی دعا سنے ہے کہ ہے گا خدا سمیع

## زمینِ طرحی ۱۱۴۹ھ

بحرِ ملِ مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

جلوہ گر فانوسِ تن میں ہے ہمارا من چراغ بے بتی اور تیل یہ ہے روز و شب روشن چراغ  
تا ابد اس کو نہیں بادِ مخالف سے خطر ہے ہمارے ہاتھ پر بے پردہ دامنِ چراغ  
آج کی شب لطف ہے سیرِ چمن اے عندلیب روغنِ گل سے ہوا ہے ہر گلِ گلشنِ چراغ  
ڈر نہیں مجنوں کو پھرنے کا شبِ ہجران کے بیچ حق میں اس کے دیدہ آہو ہوئے بن بن چراغ  
یک نظر اس کی کا دل مشتاق ہے جن نے کہ آج ایک جلوہ میں کیا ہے خانہ درپنِ چراغ  
جب سے ہے روشن دلوں کے دل پر حاتم کی نگاہ  
تب سے روشن ہے گاس کے دل کا بے روغنِ چراغ

## زمینِ طرحی ۱۱۴۱ھ

بحرِ ملِ مثنیٰ مسطور

ہے بجا ہووے اگر عاشق سے پیاروں میں دماغ گل کے تئیں بلبل سے ہوتا ہے بہاروں میں دماغ  
سب پچھے تجھ کو کہ ہے گی سرکشی کی تجھ میں بو خاک ہووے ہم سے ادنیٰ خاکساروں میں دماغ

۱۔ آپ کو علی گڑھ ۲۔ پردل بروں سے رسم مدار کی ہے بدیع، لندن

۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴۔ لندن میں یہ مقطع اس طرح ہے:

آہستہ یا پکار کے کہہ حاتم اس کے تئیں = سنتا ہے سب طرح سے کہ ہے گا خدا سمیع

۵۔ ہے گایہ سدا، لندن

۱۱۴۹ھ، لاہور، لندن

۶۔ لندن میں اس کے بعد یہ شعر اور لکھا ہے۔ ۷۔ فی بحرِ ملِ مثنیٰ مقصور، مسطور، لندن، ۱۱۴۰ھ، لاہور

جب مزاجیں مل گئیں ہوویں تکلف برطرف      تب نہیں ہے خوشنما یاروں کو یاروں میں دماغ  
بن لگائے عطر کے گھر سے کبھو آتا نہیں      شہر میں مشہور ہے اس کا ہزاروں میں دماغ  
آشا حاتم غریبوں کا ہوا امراؤں کو چھوڑ  
نام کو ذرا نہیں ہے ان بچاروں میں دماغ

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

چلو اب سیر کو اے گل رھاں باغ      کہ پھر ہم تم کہاں اور پھر کہاں باغ  
تو ہے مانند گل اور میں ہوں بلبل      تو اور ہم ساتھ ہیں ہوگا جہاں باغ  
نظارے کو چمن سے کم نہیں ہے      کہ ہے اس پھول والے کی دکان باغ  
چمن ہے حق میں دیوانوں کے صحرا      اگر ہے بلبلوں کا آشیاں باغ  
خیال گل رھاں حاتم کو بس ہے  
تو اپنا سینت رکھ اے باغباں باغ

## زمین طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر مضارع مٹمن اخرج مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

پھولا ہے تیرے حسن کا اے گل عذار باغ      کرتا ہے تجھ اوپر زرگل کو نثار باغ  
گلدستہ بہار ہے تو سر سے پاؤں تک      ہر عضو پر کروں تیرے قرباں ہزار باغ  
یکساں تری بہار رہے ہے تمام سال      کرتا ہے گر بہار تو فصل بہار باغ  
گر جائے باغ میں تو گلوں کی طرف نہ دیکھ      یہ دیکھ ہو رہا ہے دل داغ دار باغ  
تیری جبین و غیب و رخسار و لب کو دیکھ  
حاتم کا دل کرے ہے میاں سیر چار باغ

۲ خدا ہی باغباں ہے گا جہاں، لندن

۳ ایسا ہے تجھ جمال کا، لندن

۴ وہاں، لاہور

۱ ہند، لندن

۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۶ تیس اوپر، لندن

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

آبرو بخش صفِ مرداں ہے تیغ اور کلیدِ فتح ہر میداں ہے تیغ  
کون پیاسا ہے شہادت کا یہاں آج اس کے ہاتھ میں عریاں ہے تیغ  
کیوں نہ وہ باندھے کمر میں نیچے عاشقوں کے قتل کا سماں ہے تیغ  
پر تلے اس کے لگاؤں کس کے تئیں تیغ ابرو پر ترے قرباں ہے تیغ  
نام مردوں میں خدا بخشے تو ہو باندھ کر پھرنا نہیں آساں ہے تیغ  
حاتم اس ظالم کے ابرو کو نہ چھیڑ  
ہاتھ کٹ جاوے گا اے ناداں ہے تیغ

## زمین طرحی ۱۱۵۶ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

تمہارے عشق میں عاشق ہوا ہے سب سے اب فارغ طلب تیری میں اپنے ہو گیا مطلب سے اب فارغ  
پکڑ رکھی ہے خامہ کی زباں اس کی مٹھائی نے کرے وصفِ دہاں تب جب ہو تیرے لب سے اب فارغ  
سواد آباد میں زلفوں کی تیرے دام پائے ہیں ہوئے ہیں حسرت و جاگیر اور منصب سے اب فارغ  
پیادے راہ کے تیرے سواروں سے سبک تر ہیں وہ اپنے زور پر پاؤں کے ہیں مرکب سے اب فارغ  
سنو ہندو مسلمانو کہ فیضِ عشق سے حاتم  
ہوا آزاد قید مذہب و مشرب سے اب فارغ

۱۔ غم پر ابرو کے بلند

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳۔ لندن میں یہ غزل اس سرفی کے ساتھ لکھی ہے۔

## زمین طرچی ۱۱۵۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ

داغوں سے ہو رہا ہے میرا سینہ باغ باغ کس کو رہا ہے سیرِ چین کا دل و دماغ  
دل اس قدر بغل سے میرے ہو گیا ہے گم پاتا نہیں ہوں اب تلک اس کا کہیں سراغ  
گلدستہ چاہیے ترے ہاتھوں میں پھول کا عاشق کے ہاتھ بس ہے کہ ہو جائے گل کے داغ  
روشن دلوں کو سب نظر آتا ہے نورِ حق اندھوں کو سوچنے کا نہیں گر ہوں سو چراغ

کافر ہوں اپنے تئیں جو مسلمان نہ کر رکھوں

حاتم بتاں کے عشق سے پاؤں اگر فراغ

## زمین سید ہدایت اللہ خان ضمیر ۱۱۶۳ھ

بحر مل مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

دیکھ کر گلرو کو دل کیونکر نہ ہووے باغ باغ جس کے لپٹوں سے معطر ہے گاہر گل کا دماغ  
گل رھاں دن گو بہار آئی ہے گو پھولا ہے باغ دل پھرے ہے دشت میں گلگشت کا کس کو دماغ  
آپھنسا ہے شہر میں کس راہ جاوے دشت کو کب ہے دیوانے کے تئیں لڑکوں کے پتھروں سے فراغ  
شمع رویاں کی لگن کا داغ گل ہوتا نہیں گور پر میری قیامت تک ہے یہ روشن چراغ  
کچھ خبر ہم کو نہیں یہ نقدِ دل یوں لے گئے کس طرح سے پایے ان دل کے چوروں کا سراغ

اس زمانے میں موافق بھی مخالف ہو گئے

دیکھ کر مینا کو روتے حاتم ہنستا ہے ایام

۱۔ زمین طرچی در ۱۱۵۳ھ فی بحر مضارع مثنیٰ اُخر ب مکتوف مقصور مسطور، لندن

۲۔ آج باغ، لندن۔ دل ہو گیا ہے دیکھتے گل رو کو باغ باغ، کراچی

۳۔ اس کا کہیں اب تلک، لندن

۴۔ میاں، لندن

۵۔ سوہوں گر، لاہور

۶۔ دیکھ کر اس، لندن

۷۔ بن کے تئیں، لندن

۸۔ کچھ خبر ہم کو نہ ہوئی یوں نقدِ دل سب لے گئے، لندن

## زمین طرحی ۱۶۹ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فعلن

جب وہ دیکھے ہے مری جاں کی طرف دیکھتا ہوں میں آسمان کی طرف  
 پر نہ جل جائیں نیک سمجھ کے ہا دیکھو میرے استخوان کی طرف  
 غنچے منہ لے رہے ہیں اپنا سا دیکھ تیرے لب و دہاں کی طرف  
 بلبلو چھپے مبارک ہوں وہ گل آتا ہے گلستاں کی طرف  
 ان دنوں بے طرح سے کچھ حاتم  
 دل تیرا جائے ہے بتاں کی طرف

## زمین انعام اللہ خان یقین ۱۱۵ھ

بحر مل ثمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

دیکھ کر بلبل لب و رخسار خواں کی طرف منہ پھرا کر پیٹھ کر بیٹھے گلستاں کی طرف  
 یاد کر گئے جامہ زیبوں کا چنے دامن کا گھیر ہاتھ دوڑاتا ہوں وحشت سے گریباں کی طرف  
 گر تصور زلف کا ہوتا نہ مجھ وحشی کے پاس کون آتا رات کو مجھ سے پریشاں کی طرف  
 انتظاری میں تو اے بے مہر سارا دن گیا شام ہوتے ہی ارے آ جا غریباں کی طرف  
 ریتختے کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت  
 پر توجہ دل کی ہے ہر آن تاباں کی طرف

۱	۱۱۶۲ھ لندن	۲	تو، لندن
۲	دیکھو اے لندن	۳	دیکھ کر، لندن
۴	فاعلن، لاہور۔ فعلن، علی گڑھ	۵	دے، لاہور
۶	یاد کر، علی گڑھ	۷	شوق زلف اس کا اگر، علی گڑھ

۹ ہائے تو، لندن۔ رات کو، لاہور، ساتھ کو، علی گڑھ



## زمین طرحی ۱۱۵۴ھ

بحر مل مشن محذوف مسطور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

مت لگا دل کو عبث بے ہودہ عالم کی طرف      عمر غفلت میں نہ کھو، لے جھانک تک دم کی طرف  
جو کہ ہیں گھائل نگہ کی تیغ سے اس شوخ کی      دیکھتے نہیں ان کے چشم زخم مرہم کی طرف  
مدح کرنا مشرب عارف میں سب کا خوب ہے      دشمن اس کا ہوں کہ جس کی طبع ہے دم کی طرف  
شاد رہ ہر آن میں اور یاد کر رزاق کو      واسطے روزی کے اپنا دل نہ مل غم کی طرف  
دوست مشفق بہت ہیں یار و لے حاتم کا دل  
رات اور دن ہے مسخر میر اسلم کی طرف

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مضارع مشن اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

ایسے ترے ظہور کا ہے فیض ہر طرف      پھل پاوے جو نگاہ کرے برگ و برطرف  
گٹ کر دیا کبوتر دل تو نے تس اوپر      اڑتا تری طرف ہے نہیں دھیان پر طرف  
جاوے یہ در دوسرے جو وہ حسن صندلی      آوے چلا خوشی سے ہماری اگر طرف  
پہلی نظر میں باغ سے گلگوں کو داغ کر      چہرے کو اپنے پھیر کیا اس نے برطرف  
حاتم معاملت میں جہاں کے نہ بول تو  
انصاف گر کرے تو کسو کی نہ کر طرف

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر مل مشن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

اشک جوں دردانہ اور میرے ہیں چشم تر صدف      کس طرح دعوائے ہم چشمی سے ہو ہم سر صدف

- ۱۔ تک جھانک لے لندن دلا ہو۔ نہ کھو لے جھانک تک دم بلی گڑھ ۲
- ۲۔ یہ شعر دہلی و لندن میں موجود ہے۔
- ۳۔ خاص کر اکثر ہے ہر اسلم کی طرف لندن۔ چھوڑ کر سب کو جو ہے کراچی
- ۴۔ پانے، لندن
- ۵۔ لندن میں ردیف 'ف' کی یہ چوتھی غزل ہے اور بحر کے بعد وزن "فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن" لکھا ہے۔

اہلِ معنی کو سدا رہتا ہے خاموشی سے کام  
بستہ لب رہتی ہے جب ہوتی ہے ہر گوہرِ صدف  
کان میں ناقص نصیحت کو نہیں دیتا ہے جا  
صاحبِ دُر بحر میں ہوتی نہیں ہے ہر صدف  
ہر گہر چھاتی میں اس کی ہو پھپھولا جوں حباب  
سیپ سا سینا مرا دریا میں دیکھے گر صدف  
عشق کے دریا میں حاتم میری غواصی کو دیکھ  
کرتی ہے موتی نثار اپنے یہاں مجھ پر صدف

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر ہرج مسدس مقصور۔ مفاعلن مفاعلین مفاعلیل

کیا ناحق یہ نقدِ عمر ہم صرف  
ہوا نہیں یاد حق میں ایک دم صرف  
اگر ماہی تو چاہے ہے مراتب  
تو دریا دل ہو کر اپنے درم صرف  
یہ دم مایہ ہے اے مصرف سمجھ دیکھ  
متاعِ بیش ہے کر اس کو کم صرف  
تری دولت تصرف کر چکے ہیں  
کئی گنج گہر یہ چشمِ غم صرف  
کرے ہے وصف لکھتے اس کا حاتم  
جہاں کی روشنائی یک قلم صرف

## زمین انعام اللہ خان یقین ۱۱۶۱ھ

بحرِ رمل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ان بتوں میں کوئی نہ دیکھا جو نہ ہو جاں کا حریف  
کئی ہے جاں کا کوئی ہے دل کا کوئی ہے ایماں کا حریف  
دشتِ وحشت میں مرادستِ جنوں اور خارِ عشق  
وہ گریباں کا حریف اور وہ ہے داماں کا حریف  
دیکھتے ہی رنگ تیرا اڑ گیا ہے گل کا رنگ  
کیوں ہوا تو اس قدر ظالم گلستاں کا حریف  
کب ہے اس کے روبرو صبر و شکیبائی کو تاب  
عشقِ معشوقاں ہوا عاشق کے ساماں کا حریف

- ۱۔ ۱۱۵۷ھ، لاہور و لندن
- ۲۔ ہم، علی گڑھ
- ۳۔ پونجی، کراچی۔ یہ شعر لندن میں نہیں ہے۔
- ۴۔ سے رور و لندن
- ۵۔ تر، کراچی و رام پور
- ۶۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

رعد و ابر اس دم ہوا ہے دودو حاتم مرے  
سینہ نالاں کا حریف اور چشم گریاں کا حریف

## زمین طرچی

بحرِ مٹھ مٹھ منمن منجوں

طریق فقر میں جس کو دیا خدائے وقوف نظر میں اس کے ہے یکساں حریر و جامہ صوف  
نہ پوچھ اے مرے صاحب تو سرنوشت کی بات پڑھے نہیں خطِ تقدیر کے کسی نے حروف  
خدا سے کام رکھ اپنا اگر تجھے ہے وقوف کسی کا کام کسی پر یہاں نہیں موقوف

## زمین طرچی ۱۱۶۵ھ

بحرِ ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

بھرا مستوں سے ہے میخانہ عشق سدا لبریز ہے پیانہ عشق  
جلے ہے کس مزے سے شمع رو پر دل عشاق ہے پروانہ عشق  
جنوں کے دشت گردوں کی نظر میں ہے رشک گلستاں ویرانہ عشق  
اسے زنجیر کی حاجت نہیں ہے ہے پابند جنوں دیوانہ عشق  
ہمارے کلبہِ ازاں میں حاتم  
شبِ ہجراں ہے یا افسانہ عشق

## زمین طرچی ۱۱۴۴ھ

بحرِ مٹھ مٹھ منمن منجوں مقطوع۔ مفاعلن فعلا تان مفاعلن فعلا تان

کسو کو آپ سے گر آشنا کرے معشوق تو پہلے اس کو سمجھوں سے جدا کرے معشوق  
قسم ہے یار مجھے اس گھڑی کوئی نہ جیے جو برفِ منہ سے اٹھا کر ادا کرے معشوق

حرم کو چھوڑ کے اس دم طواف دل کا کروں جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق  
سمجھوں کے بیچ سے آنکھیں لے کے عاشق کو کمالِ عشق ہے جو آپ سا کرے معشوق  
تو اپنے یار کا حاتم کرے ہے شکوہ غیث  
ترے نصیب برے ہوں تو کیا کرے معشوق

## زمین طرحی ۱۱۴۱ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین  
تری شمشیر کی دھن پر چلا ہے سر بکف عاشق امید تیر پر تیرے ہوا دل سے ہدف عاشق  
خرابی خانہ ویرانی و بدنامی و رسوائی یہ سب جانے ہے تیرے عشق میں اپنا شرف عاشق  
نذر لاتا ہے تیرے حسن کی دریا کی موجوں کی بنا کر انگ کے موتی و چشموں کو صدف عاشق  
قیامت پر قیامت ہوئے گی روز جزا ظالم انھیں گے داد تجھ سے مانگتے جب صف بہ صف عاشق  
اگر وہ صف شکن ہو کر سوار اور سیر کو نکلے پیادے ہو چلے اس کے جلو میں صف بہ صف عاشق  
تجھے حاتم تصور کر کے اے فیاضِ عالم کے  
چلا ہے سب طرف کو چھوڑا اب تیری طرف عاشق

## زمین طرحی ۱۱۵۹ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکشوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن  
بلبل کو میرے دل کی نہیں حاجت سبق سپارہ گل کا اس نے پڑھا ہے ورق ورق  
مجلس میں تیرے وہم سے کیا گل رھاں کا آج رنگ اڑ گیا ہے چہرہ سے منہ ہو گیا ہے فق  
آنسو نہیں ہے چشم سے میری نظر کرو کھینچا ہے میں نے اب گلِ نرگس سے یہ عرق

۱۔ کراچی میں مقطع اس طرح ہے:

گویا جہاں میں پھر کر جیوں میں اے حاتم مرے مرض کی جو آ کر دوا کرے معشوق

۲۔ ہوا ہے گامندن

۳۔ ۱۱۴۰ھ، کان پور

۴۔ کرے تجھ حسن کے دریا کی موجوں کے تصدیق کو، لاہور۔ موجوں کے لے آیا ہے، دہلی

۵۔ آنسو، کراچی

مہماں ہوں میں دو دم کا میاں ایک دم تو آ امیدِ زندگی نہیں باقی ہے یک رنق  
تیری گلی کے خونِ شہیداں کا عکس ہے ہر شام آسماں کے اُپر سرخیِ شفق  
اے زینتِ چمن ترے رخسار و لب کو دیکھ غنچوں کا دل ہے تنگ گلوں کا جگر ہے شق  
حائمِ خدا کے کام کو باطل نہ بوجھ تو  
ناحق نہیں کرے ہے جو کچھ حق وہی ہے حق

## زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۳ھ

بحرِ ملِ مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

چاند سے تارے کا ہوتا ہے کبھو جوں اتفاق اس طرح منہ پر ترے پیارے جھمکتا ہے بلاق  
یا کماں یا ماہ نو کہنا بھواں کو ہے بجا یہ تعجب ہے کہ عالمِ جفت کو کہتا ہے طاق  
جوں سکندر کے تھی دل میں حسرتِ آبِ حیات اس طرح تجھ لب کے بوسے کا مجھے ہے اشتیاق  
کیا ہوا اگر تو نہیں مجھ پاس اور میں تیرے پاس روز و شب مونس ہے میرے درد کا تیرا فراق  
روبرو حاتم کے ہوتے کیوں کہاتے ہیں غلام  
گر عدو رکھتے ہیں اس کے ساتھ دل اندر نفاق

## زمینِ طرحی ۱۱۶۲ھ

بحرِ مضارع مٹمن اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

پہنچا زمین سے نالہ مرا آسماں تلک یہ کیا کہ کچھ خبر نہ ہوئی دلتاں تلک  
اس نے جلا کے ایسا کیا سوختہ مجھے بھڑکے ہے آگ دل سے مرے استخواں تلک  
قربان اس کے ہوں جو کوئی اس میاں کے تینیں لاوے کسو طرح سے وہاں سے یہاں تلک  
دیدے سفید ہو کے ہوئے موئے سرِ سفید اس کا میں انتظار کروں اب کہاں تلک

- ۱۔ اس طرح پیارے ترے منہ پر، لاہور
- ۲۔ کیا ہونا ہر میں تو گر ہم سہتی رہتا ہے دور = رات دن مونس ہے مجھ غم کا پیا تیرا فراق، لندن
- ۳۔ کر عداوت سے عدو دل بچا رکھتے ہیں نفاق، لندن
- ۴۔ ۱۱۶۳ھ، لاہور و لندن
- ۵۔ قرباں میں اس کے ہوں، لاہور و رام پور۔ صدقے ہوں اس اور، لندن
- ۶۔ جوں سکندر کو تھی حسرتِ آبِ حیواں کی مدام، لندن
- ۷۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔
- ۸۔ اُن نے کیا ہے ایسا جلا کر کے سوختہ، نسخہ لندن

دہشت سے روبرو مجھے اس سرمہ باز کے آتا نہیں ہے حرفِ گلو سے زبانِ تلک  
جانے نہ دوں گا ہاتھ سے اس کو کسو طرح  
مقدور میرا ہوئے گا حاتم جہاں تلک

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحرِ جزِ مٹمنِ مسطویٰ مجبوں۔ مفتعلنِ مفتعلنِ مفتعلن

کر چکے شرطِ بندگی ہم سے ہوئی جہاں تلک  
ابر نہیں فلک اوپر غور سے نک نظر کرو  
ڈرتا ہوں چشمِ بد سے جاں ایسا نہ ہوں نظر لگے  
چھوٹی قفس سے تب کہ ہوئی بے پروبالِ عندلیب  
رگ و پے گوشت پوست سب گل گیا انتظار میں  
جل رہی ہے خزاں کے ہاتھ آن کے کیا کرے نسیم  
حاتم کم سخن تبھی پاوے گا اپنی داد تو  
پہنچے گا جب سخن ترا جا کسو کتہ داں تلک

## حسبِ الفرمانش سید ہدایت علی خاں ضمیر ۱۱۶۲ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

زورِ یارو آج ہم نے فتح کی جنگِ فلک  
گرمیِ دوکاں پر اپنی شیشہ گر سرکش نہ ہو  
کجروی سے اس کی گر عاقل ہے تو غافل نہ رہ  
تو جو تئل بیٹھے تو پلے چاہیے ہوں مہر و ماہ  
یک طمانچے میں کبودی کر دیا رنگِ فلک  
ڈھونڈتا پھرتا ہے تیرے سر کے تیں سنگِ فلک  
ان دنوں اور ہی نظر آتا ہے کچھ ڈھنگِ فلک  
ایسی میزاں کے تیں لازم ہے پاسنگِ فلک  
شوق ہے گر سیرِ بالا کا تو حاتم ہو سوار  
کہکشاں سے کھینچ کر لایا ہوں اب تنگِ فلک

## زمین طرحی ۱۱۶۶ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

لے چلے اس جائے سے تو شے کی جاہم زیرِ خاک  
جو گیا دنیا سے سو روتا گیا اور اب تلک  
گور میں بھی بعد مرنے کے نہیں آرام حیف  
سب گرفتاری میں اعمالوں کی ہیں تار و حشر  
ہو گئے ہیں جو تری شمشیر کے زخموں سے سرد  
سالاہا گزرے پر اب تک سر پچکتے ہیں پڑے  
آہ و افسوس و فغان و حسرت و غم زیرِ خاک  
اپنی اپنی خاک پر کرتا ہے ماتم زیرِ خاک  
فکر ہے مردوں کو فردا کا مگر کم زیرِ خاک  
کون ان کے حال سے یارو ہے محروم زیرِ خاک  
صبح محشر ان کو کافوری ہے مرہم زیرِ خاک  
تیرے ماروں کو نہیں آرام ایک دم زیرِ خاک  
حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہمیں سیر وافی الارض  
کچھ تو ایسا ہی تماشا ہوگا حاتم زیرِ خاک

## زمین طرحی ۱۱۵۷ھ

بحر مل مٹمن مقصور

کام میں حق کے کسو بندے کو مت تلا شریک  
جب عدم میں تھے نہ تھا کوئی کسی کا عیب جو  
اس زمانے کے عجب دیکھا ہے یاروں کا طریق  
آشنائی اور قرابت کا نہیں کچھ اعتماد  
ایک ہے یتا ہے واحد ہے احد ہے لاشریک  
سب ہوئے عیب و ہنر میں آن کر اس جا شریک  
وقت پر جاتے رہیں کھانے میں ہوں حلوا شریک  
ہیں غرض کے آشنا کیا آشنا اور کیا شریک

۱۔ زمین طرحی در ۱۱۶۶ھ فی بحر مل مٹمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلات لندن میں درج ہے۔

۲۔ کرتے ہیں، لندن س ج آسودگی، لندن

۳۔ کس کے درد، لندن ۵۔ تروار، لندن و کراچی

۴۔ کام میں یا نام میں حق کی کوئی مت لاشریک، لندن و کراچی

۵۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ صرف مقطع اور مطلع ہی درج ہے۔ کراچی میں دوسرے، تیسرے اور چوتھے شعر کا متن مختلف ہے:

اس مکال پر تھے کسی سے تو کوئی واقف نہ تھا  
اس زمانے میں نہیں کوئی یار سب عیار ہیں  
عقل رکھتا ہے تو مت کر اور ناداں کا کام  
ہو گئے ہیں آن کر سب ہم ہستی اس جا شریک  
وقت پر مل جائیں اور کھانے کو ہوں حلوا شریک  
کام بگڑے گا تو ہوگا کوئی نہیں دانا شریک

۲۰۷

آج حاتم سے مخالف شرک رکھتا ہے اگر  
کل کو مر جاویں گے مرنے میں کہاں ہوگا شریک

زمین طرچی ۱۱۳۷ھ

بحر خفیف مخبوں

جب سے تری نظر پڑی ہے جھلک تب سے لگتی نہیں پلک سے پلک  
کل نہیں تجھ بن اب ہوئے کئی سال تو نہ آیا اے ماہ آج تک  
گردشِ چرخ سے نہ ڈر حاتم  
آپ گردش میں رات دن ہے فلک

حسب الفرماتش سید ہدایت اللہ خاں ضمیر ۱۱۶۵ھ

بحر ہرج مٹمن اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل

کیونکر نہ کرے آج مرا جلوہ گری رنگ شیشے میں میرے دل کے بھرے ہے وہ پری رنگ  
کس ساتھ یہ ہولی تو نے کھیلی ہے کہ اس وقت جھولی میں بھرا رنگ ہے چولی ہے بھری رنگ  
روشن مرے چہرے پہ ہے آتا ہے وہ شاید دیتا ہے مجھے آج مرا خوش خبری رنگ  
گر ناقہ لیلیٰ کی ہے سر بانی کی خواہش مجھوں تجھے لازم ہے لباسِ شتری رنگ  
چاہے ہے نہ ہو غنچہ کسی دل کا شکفتہ ہستی کے چمن میں فلک نیلو فری رنگ  
کافر ہوا توں پر بھی نہیں دیکھتے حاتم  
بدلیں ہیں نگاہوں میں بتانِ تتری رنگ

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲ ۱۱۳۹ھ، لاہور۔

۳ پرند آبادہ، کراچی

۴ ۱۱۶۵ھ لندن ولاہور، ۱۱۵۶ھ رام پور علی گڑھ دیکھو

۵ شاید کہ تو آتا ہے کہ چہرے پر ہے روشن، لندن و کراچی



## زمین طرحی ۱۱۶۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

لب پر کلی کے مہر کرے اس لباً کا رنگ      رخسار سے بخل ہو گل ارغواں کا رنگ  
جس گل کو دیکھتا ہوں سو پھیکا ہے اب کے سال      اس رنگ نے لیا ہے گرو گستاں کا رنگ  
کاہیدگی سے زرد ہوا ہوں میں اس قدر      شرمندہ رنگ سے ہے مرے زعفران کا رنگ  
کیونکر ہو میکشوں کے تیں اس ہوا میں صبر      کیا ابر ہے نظر تو کرو آسماں کا رنگ  
حاتم کسو میں گری صحبت نہیں رہی  
دل دیکھ دیکھ سرد ہوا ہے جہاں کا رنگ

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

پھڑکنے کو مرے ہے گا جہاں تنگ      مری پرواز کو ہے آسماں تنگ  
میں وہ ہوں شہ سوار ملک لاہوت      کہ گھوڑے کا ہے مری کہکشاں تنگ  
نکٹنے کو سخن پاتا نہیں راہ      ہے ایسا غنچہ لب تیرا دہاں تنگ  
خفا ہو ہو کے کہتا ہے مراد دل      میاں مت کھینچ کر باندھو میاں تنگ  
ابھی حاتم نکل جاتا ہے گھر سے  
ہوا ہے تم سے اتنا گل رھاں تنگ

## حسب الارشاد نواب عمدة الملک امیر خاں بہادر ۱۱۵۲ھ

بحر ہزج مسدس مسطور

اشاروں میں تو کچھ بتلائے ہے گنگ      ولے مغز سخن کب پائے ہے گنگ

- ۱۔ شرمندہ ہے بدن سے، لندن
- ۲۔ لب علی گڑھ
- ۳۔ گنگھا علی گڑھ و رام پور، لکھنؤ، لندن
- ۴۔ پایا علی گڑھ
- ۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ لاہور میں یہ عنوان اس طرح ہے: ”طرحی بحسب اتفاق ۱۱۵۲“

ہمارے شعر کو تحسین کرتے حسودوں کی زبان ہو جائے ہے گنگ  
ملوں ہوں گاہ گاہے بہر تفحیک وگر نہ کس کے تیں خوش آئے ہے گنگ  
فصاحت سے کہاں ہے اس کو بھرا زبان کے ہاتھ سے اکتائے ہے گنگ  
کہوں کیا اُس سے اے حاتم مری بات  
نہیں سنتا وہ اپنی گائے ہے گنگ

## زمین طرحی ۱۱۳۵ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

دل اوپر تو دے ہوئے ہیں تیری مڑگاں کے خدنگ  
سب ترے مشتاق ہیں آ اس قدر مت کر درنگ  
سانو لے رخسار اوپر کھول کر زلفوں کے تیں  
رشک سے اس کے لب و رخسار کے گلشن میں آج  
واسطے شینی کے ہیں گے شیخ پابند لباس  
سچ اگر مجنوں ہے تو لڑکوں کے پتھروں سے نہ ڈر  
اے کماں ابرو تو کیوں ڈھونڈے ہے اب تیر و تفنگ  
بن ترے اے شمع رو شب رنگ ہے مجلس کا رنگ  
ہند میں کافر نے عالم کو کیا قید فرنگ  
ہر کلی دل تنگ ہے اور پھول ہیں جی سے بتنگ  
جو ہوا آزاد اس کو کیا ہے عریانی سے تنگ  
گر گرزا کے تجھ اوپر گزریں چلا جا تو ننگ  
صبح کچھ ہووے جو اس کن شام تک رہتا نہیں  
سب اڑا دیتا ہے ایک ساعت میں حاتم ہے بھڑنگ

## زمین طرحی ۱۱۶۶ھ

بحر کامل مٹمن سالم۔ متفاععلن متفاععلن متفاععلن

میرے لالہ رو تیری سیر کو ہے چمن چمن یہاں باغ دل  
کہو کس طرح کوئی ہو خوشی یہاں ایک دم ایسے دور میں  
یہاں سرد ہے مرا دود دل یہاں گل ہوا مرا داغ دل  
نہ وہ بزم ہے، نہ وہ ساقی ہے، نہ وہ شوق ہے، نہ فراغ دل

۱۔ ہند میں کافر نے آدکھلا دیا مجھ کو فرنگ، لاندن

۲۔ کوڑا، علی گڑھ س دہلی ولندن میں اس کی جگہ حسب ذیل مقطع ہے:

دیکھ طور اس دور کا حاتم نے چھوڑی ہے شراب، یاد کر کر بزمہ رویاں کو وہ اب پیتا ہے بنگ۔

۳۔ آدے تو، لاہور

کہاں ڈھونڈیے وہ دیوانہ ہے کہیں ٹھور ہے نہ ٹھکانہ ہے  
گیا کس طرف، ہوگا کس طرف، پاؤں کس طرف میں سراغِ دل  
روچشم سے لگ لگ پلک سر ہر مژہ سے ڈھلک ڈھلک  
یہاں قطرہ قطرہ چھلک چھلک مرا بہہ چلا ہے ایسا غل  
حاتم اس طرح کی زمین میں کہو کس طرح میں غزل کہوں  
نہ خیالِ دل، نہ تلاشِ دل، نہ حواسِ دل، نہ دماغِ دل

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر ہزج مسدس اُخرب مقبوض محذوف۔ مفعول مفاعیلن فعولن  
تھا پاس ابھی کدھر گیا دل یہ خانہ خراب گھر گیا دل  
خوار ایسا ہوا بتاں کے پیچھے نظروں سے مری اتر گیا دل  
شبنم کی مثال روتے روتے اس باغ سے چشم تر گیا دل  
جوں خضر رہا ہمیشہ تنہا ایسے جینے سے بھر گیا دل  
کیا پوچھتے ہو خبر تم اس کی یک عمر ہوئی کہ مر گیا دل  
مرتے مرتے بھی یہ جواں مرگ سوراخ جگر میں کر گیا دل  
تھا دشمنِ جاں بغل میں حاتم  
جانے دے بلا سے گر گیا دل

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن  
اے حسن کے گلزارو بہارِ چمن دل گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل  
ایسا ہے دل آزرده تری دل شکنی سے جانے کی نہیں تا بہ قیامت شکنِ دل  
پیکاں سے تیرے تیر کے سوار کی مانند مدت ہوئی آلودہ خوں ہے دہنِ دل  
واقف بھی کوئی ہے گاہیاں اس کی گلی سے جو آ کے بتاوے مجھے راہِ وطنِ دل  
اس اطلسی افلاک کے بازار میں حاتم  
یک تار نہ پایا جو میں کرتا کفنِ دل

## زمین<sup>۱</sup> طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر ہزج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

ایسا تجھ دن بھگتا ہے مرا دل کہ کاٹنا سا کھگتا ہے مرا دل  
تصور میں تری موئے کمر کے ادھر اب تک لگتا ہے مرا دل  
ادھر وحشت نے پکڑا ہے گریباں ادھر دامن جھگتا ہے مرا دل  
قیامت کشکش میں آ پھنسا ہے کہ رو رو سر پکلتا ہے مرا دل  
نہیں یہ چھوٹا دیوانہ حاتم  
جہاں جا کر اٹکتا ہے مرا دل

## زمین کو کہ خاں فغاں ۱۱۶۶ھ

بحر ہزج مسدس محذوف مسطور

نظر سے جب اکتا ہے مرا دل تو جا کاکل میں بستا ہے مرا دل<sup>۲</sup>  
میں اس کی چشم سے ایسا گرا ہوں میرے رونے پہ ہنتا ہے مرا دل  
گیا ہے جب سے وہ میری بغل<sup>۳</sup> سے اسی کی بو میں بستا ہے مرا دل  
خریدار اس کے بہتیرے ہیں تم سے نہ جانو یہ کہ سستا ہے مرا دل  
یہاں تک غرق ہوں رونے میں حاتم  
کہ ہنسنے کو ترستا ہے مرا دل

## زمین<sup>۵</sup> طرحی ۱۱۳۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

جا کر ہوا وہ جب سے چمن میں دو چار گل شرمندہ ہو جلو میں چلے ہیں قطار گل

۲ پہنتا ہے، لاہور و لندن

۱ ۱۱۶۲ھ، لاہور۔ ۱۱۶۵ھ، لندن

۳ تم، لندن

۴ اٹھ کر، لندن

۵ دامن پکڑ، کان پور

۱ ۱۱۳۲ھ، لاہور

۵ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

پہنچی ہے جس دماغ میں تجھ گل بدن کی بو      نزدیک اس کے کچھ نہ رہا اعتبار گل  
گلشن میں ایسی دھوم پڑی تیرے رنگ کی      جاتی رہی چمن سے یکا یک بہار گل  
گل گوں قبا سے بند ہوا ہے جنوں کا دل      ان کی نگہ میں خار ہے نقش و نگار گل  
حاتم گلوں کا کیوں نہ فلک پر ہواب دماغ  
پہنا ہے اس نے آج گلے بیچ ہار گل

## زمین طرحی ۱۱۳۵ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

نہ ہنس اُس گل بدن صیاد آگے کھل کھل اے بلبل      تجھے ہے پنجرہ تابوتی اول منزل اے بلبل  
میرے سینے میں کیا گلزار پھولا ہے نظر کر لے      کہ گل ہے داغ دل کا اور غنچہ ہے دل اے بلبل  
خدا کے واسطے اُس دم نگہ سے اس کی چھپ جانا      نظر آوے چمن میں گر ہمارا قاتل اے بلبل  
تو اور گل ہمکنار اور ہم سے گل رو دور یا قسمت      تجھے ہے عیش پر مجھ کو پڑی ہے مشکل اے بلبل  
دوانے اس زمانے شور و غل کرنے سے کیا حاصل  
اگر چاہے ہے سوز دل تو حاتم سے مل اے بلبل

## زمین طرحی ۱۱۴۲ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلین مفاعیلین فعولن

یکا یک ہو گیا ایسا جدا دل      نہ تھا گویا کبھو یہ آشنا دل  
کبھو دیکھے سے یہ ہوتا نہیں سیر      ہوا ہے اس قدر میرا گدا دل  
گیا دل ہاتھ سے پانا ہے مشکل      مگر دے گم ہوا پھر کر خدا دل  
تب ہووے روبرو محبوب کی شکل      جب ہو آئینہ سا تیرا صفا دل

۱۔ گلشن کے بیچ آج ترانگ دیکھ کر، کراچی۔ اس نسخے میں مقطع کا متن مختلف ہے:

عزت ہوئی ہے جب سے حاتم گلوں کے بیچ = پہنا ہے جب سے ان نے گلے بیچ ہار گل

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ صرف مطلع کا ایک شعر دیا ہے۔

۳۔ نکل محبوب کے تب روبرو ہو، دہلی

بناتھ دیکھے سوں ہوئے نہیں سیر، دہلی

۲۱۳

خودی کو چھوڑا آ حاتم خدا دیکھ  
کہ تیرا رہنما ہے شاہ با دل

## زمین مہمان ۱۱۵۴ھ

بحر مل مٹمن محذوف

بے دماغی سے تری فریاد میں آیا ہے دل تجھ سے ظالم سے محبت کر کے پچھتاہیا ہے دل  
اہل دنیا کا اگر دولت سے گھر معمور ہے اہل دم کا ہر نفس گوہر ہے اور مایا ہے دل  
کان میں حاتم کے آ مہماں یہ مصرع کہہ گیا  
گوہر اس تن کے صدف میں ہم نے اب پایا ہے دل

## زمین طرچی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مٹمن مجنوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

گرم دنیا میں ہمیشہ سے ہے بازار اجل نہیں آتا ہے یہاں غیر گرفتار اجل  
دشمن جان ہیں اے شیخ ترے موئے سفید ہو خبردار کہ آئے ہیں خبردار اجل  
نفع بخشے گا نہیں اس کو طبیعوں کا علاج گھیر لے جس کے تئیں آن کے آزار اجل  
کوئی بچا ہے نہ بچے گا کوئی ہاتھوں اس کے ہے زبردست ازل بچہ خونخوار اجل  
پیری و ضعف جگر ضعف دل و ضعف دماغ  
سب ہوئے جمع تو حاتم یہ ہیں آثار اجل

## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحر مضارع مٹمن انخر ب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

جب شرح سوز عشق کا لکھنے چلی قلم پہلے ہی حرف شمع صفت ہو جلی قلم  
قاصد جواب نامہ ہمارے کو کہہ رہا پرضد سے اس نے ہاتھ میں اپنے نہ لی قلم

۲۱۴

زلفیں تری ازل کے مصور نے کج لکھیں شاید قضا کے ہاتھ میں اُس دم ہلی قلم  
لکھنے کو تیری چشم کی تعریف باغ میں نرگس کی ہم نے دور سے اب اُکلی قلم  
حاتم تری جناب میں لایا ہے التجا  
نامے پر اس کے عفو کی ہو یا علی قلم

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مضارع مٹمن مسطور

فارغ ہوئے جہان کے شادی و غم سے ہم ہر دم رکھیں ہیں کام یہاں اپنے دم سے ہم  
کس جاتھے، کیا تھے، کون تھے، کوئی جانتا نہ تھا کیا آن کر خراب ہوئے ہیں عدم سے ہم  
لکھنے پر اس کے کس کی زباں پر ہے جائے حرف شکوا کریں عبث ہے جو لوح و قلم سے ہم  
دونوں جہاں کو چھوڑ کے طالب ہیں دید کے دوزخ کا ہم کو غم نہ خوشی ہیں ارم سے ہم  
حاتم کیا ہے حق نے دو عالم میں سر بلند  
بادل علی کی جب سے لگے ہیں قدم سے ہم

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

آرزو ہے ایک دن مستی میں ہو بے باک ہم دخترِ رز کو اڑاویں چل کے زیرِ خاک ہم  
آئے تھے اس باغ میں مانند غنچہ سر بجیب اور چلے جاتے ہیں اب جوں گل گریباں چاک ہم  
غم کدے میں دہر کے یک دم نہ دیکھا دل کو خوش سوگواروں کی طرح اس جا رہے غم ناک ہم  
رحم تیرا ظلم ہے حق میں ہمارے اے اجل دیر کیا کرتی ہے کیا جی کر کریں گے خاک ہم  
گھر کیا ہے ہم نے حاتم بر سردارِ فنا  
بھاڑ میں ڈالیں گے لے کر منصب و املاک ہم

۱۔ فی بحر مضارع مٹمن اُخر ب مکفوف محذوف مسطور، لندن  
۲۔ لوح قلم، علی گڑھ

۱۔ اس دم قضا کے ہاتھ میں شاید ہلی قلم، لندن

۲۔ ۱۱۶۲ھ، لندن

۵۔ خاک، علی گڑھ

## زمین طرچی ۱۱۶ھ

بحر مل مٹمن مسطور

تم سے اب اے دوستاں رخصت ہوئے جاتے ہیں ہم اس کے کوچے میں گئے پھر گھر کو کب آتے ہیں ہم  
سر سے آئے ہیں ولے از بسکہ ہے پاس ادب پاؤں کو تیرے لگاتے ہاتھ شرماتے ہیں ہم  
ہم وہ عاشق ہیں کہ معشوقوں کو کرتے ہیں غلام بوالہوس کی عاشقی خاطر میں کب لاتے ہیں ہم  
غیر کی صحبت میں ہم سے چھپکے پیتے ہو شراب اس تمہاری وضع سے خون جگر کھاتے ہیں ہم

## زمین طرچی ۱۱۵ھ

بحر مل مسطور

کس کنے لے جائیں تیرے ظلم کی فریاد ہم تجھ سے تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم  
بحر و بر میں ہے ہماری شہرت دیوانگی عاشقی کے کام میں مجنوں کے ہیں استاد ہم  
سو کھ کر کاٹنا ہوئے بنجرے میں تب چھوڑے ہے تو اب کہاں جاویں یہ لے کر مشیت پر صیاد ہم  
سب سے پہلے سب گنہگاروں میں جی دینے کو آج سر سے حاضر ہیں تری خدمت میں اے جلاذ ہم  
تو نہ آیا اس طرف جس جا ہوئے ہم فرش راہ مفت خاک اپنی کو ہاتھوں سے دیا برباد ہم  
ہے دیکھو گردن میں طوقِ بندگی قمری کی طرح کس طرح ہوں قید سے اس سرو کی آزاد ہم

ہند کے (کذا) بچوں سے دل لگا کر اور شہر

کیونکہ جاویں چھوڑ حاتم شاہ جہاں آباد ہم

## زمین رفیع سودا ۱۱۶۸ھ

بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔ مفعول مفاعیلن فاعلن

جب آپ سے ہی گزر گئے ہم پھر کس سے کہیں کدھر گئے ہم

۱ ”زمین حزیں درہ ۱۱۵ھ فی بحر مل مٹمن محذوف (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) لندن

۲ تجھی سے لندن

۳ دیکھ لی سارے لندن

۴ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۵ مرزا رفیع سودا لاہور



کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات      تو ہی تھا غرض جدھر گئے ہم  
آئے تھے مثالی شعلہ سرگرم      جاتے ہوئے جوں شرر گئے ہم  
شبم کی طرح سے اس چمن سے      ہوتے ہی دم سحر گئے ہم  
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم      کیا آپ سے بے خبر گئے ہم  
جز حسرتِ عمر رفتہ افسوس      کچھ آ کے یہاں نہ کر گئے ہم  
شیخی<sup>۱</sup> سے گزر ہوئے قلندر      بگڑے تھے پر اب سنور گئے ہم  
اس درجہ ہوئے خراب الفت      جی سے اپنے اتر گئے ہم  
فیض اس لبِ عیسوی کا حاتم  
بالعکس ہوا کہ مر گئے ہم

## زمین طرچی ۱۱۴۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

لبریز جب سے عشق کے ساغر پیے ہیں ہم      کرنے نہ تھے جو کام وہی سب کیے ہیں ہم  
غواص ہو کے عشق کے دریا میں سر بکف<sup>۲</sup>      مقصد کے دُر کے لینے تئیں مر جیے ہیں ہم  
فانوس<sup>۳</sup> تن میں دیکھ لے روشن ہیں جوں چراغ      جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دیے ہیں ہم  
ہر یک سخن ہوا ہے ہمارا مثالی قد      شیریں لبان کے جب سے کہ بوسے لیے ہیں ہم  
شمشیر عشق کے جو تھے حاتم کے دل میں زخم  
سوزن پلک کی تار نگہ سے سئے ہیں ہم

## زمین طرچی ۱۱۴۱ھ

بحر مسطور

ہر روز عاشقی کے سفر میں وہیں ہیں ہم      اس بحر میں نہنگ کے جوں بہہیں<sup>۴</sup> ہیں ہم

۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ ۱۱۴۳ھ، لندن

۳۔ فانوس تن کے بیچ ہیں روشن مثالی شمع، لندن

۴۔ کے بیچ آج، لندن۔ غوطہ مار، دہلی

۵۔ بہہیں، لندن دلاہور

۶۔ ۱۱۴۲ھ، لاہور

کسی سے کہوں میں، کون سنے، کون داد دے جو جو جفا و ظلم تمہارے سمجھیں ہیں ہم  
آنکھیں چراونے کا سبب کیا ہے بے سبب مکر اوتا ہے کیوں ترے چوتون نہیں ہیں ہم  
عاشق جہاں تھے آج ترے قتل عام میں سب مر گئے پر ایک سلامت رہے ہیں ہم  
اتنا تو ہو کہ دل سے تو حاتم کو مت بھلا  
آیا نہ آیا بات تجھے کب کہیں ہیں ہم

## زمین طرحی ۱۵۵ھ

بحر مضارع مٹمن اُخر بملکوف۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

آؤ چمن میں گل رو دیکھیں بہار ہم تم اور بیٹھ کر لب جو ہوں ہمکنار ہم تم  
اس ابرو اس ہوا میں یوں آوتا ہے دل پر پی پی شراب ہوویں بے اختیار ہم تم  
مجلس میں گو کہ شیشے خالی ہوئے تو ہوویں اب میکدے میں چلے توڑیں خمار ہم تم  
اتنی بھی آسماں نیں فرصت ندی کبھی ہائے جو بیٹھ کر نکالیں دل کا غبار ہم تم  
اس راہ واس زمین کے صدقے ہوں لکلی مجنوں جس جا کریں پیارے مل کر گزار ہم تم  
دل چاہتا ہے مل لیں دم کا نہیں بھروسا دو دم کی زندگی میں پھر ایک بار ہم تم  
حاتم کا اس گھڑی سین دشمن ہوا ہے عالم  
جس روز سے ہوئے ہیں اے یار یار ہم تم

## زمین طرحی ۱۶۲ھ۔ مطلع تجنیس تام

بحر ہزج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

اگر اس رات گل کے ساتھ تو ہم خواب ہے شبنم سحر کو تو کہاں اور وہ کہاں سب خواب ہے شبنم  
ملا کر منہ سے منہ اے بے ادب اور یوں لپٹ رہنا جناب گل کی صحبت کا کوئی یہ داب ہے شبنم  
نہیں ہے غیر گل گر غیر سے تجھ کو نظر بازی تو کیوں خورشید کے دیکھے سے تو بے تاب ہے شبنم

۱۔ اب، لندن ۲۔ لندن میں سنہ کے بعد مقلوب مستوی بھی دیا ہے۔

۳۔ دون، لندن ۴۔ ۱۶۷ھ، لندن ولاہور

۵۔ گل سوا، لندن وکراچی

ہے دھوکا گو کہ ہر قطرہ نظر آتا ہے موتی سا جو دیکھو فی الحقیقت تو سراپا آب ہے شبنم  
نہ منہ کر اس طرف ذرے سے کیا خورشید کو نسبت جو ٹھہرے اس کی نظروں میں تجھے یہ تاب ہے شبنم  
نظر سے کیوں گراتی ہے ہمارے اشک گل گوں کو پڑی رہ کیا تلے تیرے پر سرخاب ہے شبنم  
عجب بے رونق اے حاتم ہوا ہے اس زمانے کی  
چمن بے آب و گل بے رنگ اور نایاب ہے شبنم

## زمین طرَحی ۱۱۶۲ھ

بحر ہزج مسطور

ادھر تو رات ساری خوش رہی گل سے بہم شبنم ادھر نالاں رہے تا صبح دم بلبل سے ہم شبنم  
نفس تنگی کرے ہے باغباں کی پاس خاطر کر دھرے مت اس طرح سے گل کی چھاتی پر قدم شبنم  
تیرے تھا شور رونے کا یہی آنسو کی دو بودیں یہاں ہے ابر کی مانند ہر دم چشمِ نم شبنم  
لفی اثبات میں اس کے تیں دن رات گزرے ہے کہ پیدا ہر شب و ہر روز ہوتی ہے عدم شبنم  
عدم میں ہم بھی تیری سی طرح چلنے کو حاضر ہیں ہمارے ساتھ کو تو بھی تو سستا ایک دم شبنم  
نہ تنہا چھوڑ جا حاتم کو مل کر سیر گلشن کر  
تجھے فصلِ بہار اور موسمِ گل کی قسم شبنم

## زمین رفیع سودا ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مسطور

اڑے ہے تو جو ایسا آسمان پر ہر سحر شبنم تجھے خورشید کے دیکھے سے کیا لگتے ہیں پر شبنم  
تو اور گل ہم نشیں اور سیر باغ اور شب ہے اور خلوت ہمیں یہ رات آنکھوں میں گئی روتے گزر شبنم  
چمن میں کون سا عالی دماغ آتا ہے سچ کہو کہ گل کے عطرداں سارے رکھے ہیں تو نے بھر شبنم

۱ لندن میں سرخی کی عبارت یہ ہے: ”زمین طرَحی ۱۱۶۷ھ مطلعِ تینیس زاید فی بحر ہزجِ ثمنِ سالم مسطور“

۲ ۱۱۶۷ھ، لاہور ۳ یہ شعر لاہور میں زائد ہے۔

۴ فی بحر ہزجِ ثمنِ سالم مسطور، لندن ۵ ۱۱۶۵ھ، لاہور و لندن

۶ نکل، لندن ۷ آیا ہے، لاہور۔ آتا ہے، لندن، رام پور، علی گڑھ، لکھنؤ

سحر کے وقت ہوتی ہے بہار تازہ گلشن میں ادھر جاگے صبا منہ گل کا دھوتی ہے ادھر شبنم  
ہوا ہے سرد آسا دود آہ سینہ بلبل چھڑکتی ہے گی پانی آتش گل پر مگر شبنم  
کیا باد خزاں نے گل چراغ دودمان گل چمن کی ان دنوں بھی کچھ تو رکھتی ہے خبر شبنم  
غنیمت جان اب کی فصل حاتم کا خن سن لے  
بھروسا کس کو جینے کا ہے تا سالِ دگر شبنم

## زمین طرخی ۱۱۶۳ھ

بحر محبت مشمن محبوب مقطوع مسبق۔ مفاعیلن فعلاتن مفاعیلن فعلان

تمہاری چشم کے طالب کو جام سے کیا کام نگہ کے مست کو شرب مدام سے کیا کام  
خدا بغیر نہیں دل کو اب توقع غیر کسی سے کام نہیں مجھ کو کام سے کیا کام  
دل اہل نگ کی صحبت سے نگ رکھتا ہے غلام عشق کے تیں نگ و نام سے کیا کام  
مثال طائر تصویر مجھ میں جان نہیں جو صید زندہ نہ ہو اس کو دام سے کیا کام  
اے شیخ ڈھانپ کتابوں میں مسئلے اپنے جنوں زدوں کو حلال و حرام سے کیا کام  
مثال گنگ ہوں خاموش مجھ سے مت بولو جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام  
نکل کیا ہے یہاں خون عاشق اے حاتم  
شہید عشق کے تیں انتقام سے کیا کام

## زمین طرخی ۱۱۶۱ھ

بحر محبت مشمن محبوب مقصور۔ مفاعیلن فعلات مفاعیلن فعلات

نہ محتسب سے یہ مجھ کو غرض نہ مست سے کام مجھے تو لینا ہے ساقی کے آج دست سے کام  
صنم تو میری پرستش کی قدر تب جانے کہ جب پڑے تجھے کافر خدا پرست سے کام

۱۔ سر و آیا، لاہور ۲۔ ہے ایسا سر دیکوں اب دود آہ سینہ بلبل، لندن۔ سر و آسا، لاہور

۳۔ پائے علی گڑھ ۴۔ کچھ اور، لاہور

۵۔ مسئلوں کو، لاہور ۶۔ ۱۱۶۹ھ، لندن و لاہور

۱۔ سر و آیا، لاہور

۳۔ پائے علی گڑھ

۵۔ مسئلوں کو، لاہور

۶۔ فعلاتن۔ لندن

میں گوشہ گیر ہوا سیر کر نشیب و فراز  
رکھے ہے شیشہ میرا سنگ ساتھ ربط قدیم  
جسے مساوی ہے ماضی و حال و مستقبل  
میں کفر و دیں سے گزر کر ہوا ہوں لامذہب  
خدا پرست سے مطلب نہ بت پرست سے کام  
وہ لے ہے اپنے عمل بیچ بند و بست سے کام  
دل اس کی زلف کے پیچوں میں حاتم الجھا ہے  
رکھے نہیں ہے میرا صید دام وشت سے کام

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخر ب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

ہوئے وہ شوخ چشم اگر مجھ سے چار چشم  
قرباں کروں میں چشم پر اس کے ہزار چشم  
مدت ہوئی پلک سے پلک آشنا نہیں  
کیا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم  
جس رنگ سے ہوا بر سفید و سیاہ و سرخ  
اس طرح کر رہے ہیں تمہارے بہار چشم  
سوتے سے نام سن کے مرایا جاگ اٹھا  
بختوں کے کھل گئے مرے بے اختیار چشم  
جاگے ہو رات یا یہ نشے کا اتار ہے  
جو صبح کر رہے ہیں تمہارے خمار چشم  
ظالم خدا کے واسطے حاتم کو منہ دکھا  
مدت سے دیکھنے کے ہیں امید وار چشم

## زمین رفیع سودا ۱۱۲۹ھ

مختلف القافیہ بحر مضارع

اے شمع کس کے اشک سے ہے پر لگن تمام  
روئے ہے تو کہ غم سے ترے ہے سخن تمام

- |                             |                             |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ ربط تمام، علی گڑھ        | ۲۔ استقبال لندن             |
| ۳۔ لندن میں یہ شعر زائد ہے۔ | ۴۔ رہے، علی گڑھ             |
| ۵۔ آج، لاہور                | ۶۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ |
| ۷۔ ۱۱۸۹ھ، لاہور             | ۸۔ انجمن تمام، لاہور        |

ایسا لہو پیا ترے پیکان تیر نے  
مژگاں کا اب ہجوم تصور ہے اس قدر  
نرگس نہیں شگفتہ نظر کر تو جان من  
پھلکاری کی بدن میں ترے ماہ رو تمام  
اتنا تو کہہ کہ گنج شہیداں کرو انھیں  
مقتول خاک پر ہیں ترے بے کفن تمام  
تیرے دہن کے وصف میں حاتم شاعر گو  
ہوتا نہیں زبان سے شیریں سخن تمام

## زمین انعام اللہ خاں یقین ۱۱۵۲ھ

بحر مل مثنیٰ مقصود۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

دل میں یوں ہے تجھ خیال چشم کے آنے میں دھوم  
تم نہ بولو گو کہ عاشق آپ کو ضائع کریں  
ایک تو فتنہ اٹھاوے تھے ترے کاکل کی بو  
گل گریباں چاک اور غنچے ہوئے ہیں غرقِ خوں  
مچ رہی ہے جس طرح مستوں کی میخانے میں دھوم  
جان من ہوگی تمہارے منہ سے فرمانے میں دھوم  
تسکے اوپر ہوگی قیامت عطر ملوانے میں دھوم  
باغ میں ڈالی ہے تو نے پان کے کھانے میں دھوم  
اس کی ہمت سے توجہ دینا تجھ اوپر کیا ہے دور  
لیکن ہوگی شہر میں حاتم کے مرجانے میں دھوم

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر محبت مخبوں مثنیٰ مقطوع۔ مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فاعلن

تجھے جو قتل کی میرے امنگ ہے ظالم تو آ پہنچ کہ یہاں وقت تنگ ہے ظالم

- |   |  |
|---|--|
| ۱۔ بدن، علی گڑھ                                       | ۲۔ لاہور میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے: بھل کاری کی بدن میں تری دیکھ یک تہی |
| ۳۔ کرو انھیں، لاہور                                   | ۴۔ ۱۱۵۳ھ، لندن، ولاہور   |
| ۵۔ مستوں سے، لندن، ولاہور                             | ۶۔ ایک تو فتنہ اٹھاتی تھی تیری چوٹی کی بو، لندن                          |
| ۷۔ اور بھی، لندن                                      | ۸۔ لگوانے، لندن  |
| ۹۔ کیا بلا ڈالی ہے تم نے جان پان کھانے میں دھوم، لندن |  |
| ۱۰۔ لندن میں مثنیٰ نہیں دیا۔                          | ۱۱۔ پنٹ، لندن  |

یہ تو یہ میں یہ مرا یہ تیغ یہ تیرے ہاتھ مری مراد کو اب کیا درنگ ہے ظالم  
کبھو یہ تیرے ہے کبھو نکالے ہے ہمارے خون سے کیا تجھ کو ننگ ہے ظالم  
لگا شتاب بھلا آدمی ہوں احساں کر کہ ایسے جینے سے اب جی بہ ننگ ہے ظالم  
تغافل اس قدر حاتم سے شخص کے حق میں  
کوئی بھی تجھ میں مروت کا ڈھنگ ہے ظالم

### زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بجز مضارع مثنیٰ، عرب ملفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

کنج قفس میں پھینک کے صیاد ہے ستم کرنے کو ذبح بھی نہ کیا یاد ہے ستم  
فرصت نہیں کہ حرف نکالوں زبان سین سر پر کھڑا ہے یوں مرے جلا دے ستم  
لب پر ہمارے شور و فغاں سے کف آگئی تو بھی سنی کسی نے نہ فریاد ہے ستم  
خدمت کی تیری ہم یہاں تک کہ مر گئے پر تو نے ایک دم نہ کیا شاد ہے ستم  
حاتم بجا ہے اس کو کہیں ظالموں کا پیر  
جو کوئی تلف کرے حق اُستاد ہے ستم

### زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بجز رمل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

کافر اتنا بھی نہیں لازم ہے ہو کر رام رم دیکھ میرے حال کو کر ظلم اے خود کام کم  
دور میں چشموں کے ترے مست ہے عالم مدام کیوں نہ ہو اس غم سے سرگرداں لے کر جام جم  
کیا ہو اگر پیچ کھا کر دل میں رکھتا ہے گرہ تاب کیا جو زلف کے آگے نکالے دام دم  
جو صدا آتی ہے باتوں کی ترے کانوں کے پیچ جانتے ہیں اس سخن تیرے کے تیں الہام ہم

۱۔ زباں سے میں کہہ سکوں، لندن ۲۔ کیا تجھے، لندن  
۳۔ درد، لندن ۴۔ آنکھوں کی۔ نین، کراچی، دہلی  
۵۔ کھا کھا، لندن، دہلی

جوں کہا قاصد نے چل حاتم بلایا ہے تجھے  
دل سے سب جاتا رہا سنتے تیرا پیغامِ غم  
جی میں بستا ہے گل عذارِ مدام      بارغ میں دل کے ہے بہارِ مدام  
سرو دل جو کے غم سے جاری ہے      چشم مانند جو بہارِ مدام  
ہجر سے اس کے ہے گا حاتم کے  
داغِ سینہ میں یادگارِ مدام

## زمین طرچی تضمین بیت استاد ۱۱۶۹ھ

بحرِ رمل مثنوی مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

شیخ اب تجھ کو مبارک ہو یہاں طوفِ حرم      ہم ہوں اور شیشہ ہواور مطرب ہواور بیت الصنم  
جان لے اے جان من توام ہے ہستی و عدم      کوئی دم ہم تم ہیں کوئی دم میں پھر تم ہونہ ہم  
ہاتھ سے اس مرگ کے جاں بر نہ دیکھا ایک کو      کیا سلیمان کیا سکندر کیا فریدوں کیا ہو جم  
سر قدم پر رکھ ترے اور جائے سر سے گزر      ہے یہی سر میں ہوں مرے ترے سر کی قسم  
ایک دن حاتم میں جاتا تھا بیاباں کی طرف      ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم  
خاک سے اس کی مرے آواز آئی کان میں      وہ غرض یہ بیت پڑھتا تھا بصد سوز و الم  
”از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب  
پیش ازین من ہم درین باغ آشیانے داشتم“

## زمین طرچی ۱۱۶۷ھ

بحرِ خفیف مخبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلاتن فاعلات

خلق نے مفت میں کیا بدنام      مجھ سے اس سے نہ ہے دعائے سلام

- |   |   |
|---|---|
| ۱۔ لندن میں یہ غزل دی ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ | ۲۔ لندن میں اس پر سرخی کے الفاظ یہ ہیں۔ |
| ۳۔ ترا بیت الحرام، لندن و کراچی                   | ۴۔ کوئی صنم، لندن و کراچی               |
| ۵۔ اور، لندن و کراچی                              | ۶۔ اس شخص کے، لندن و کراچی              |
| ۷۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔                       |   |



خواب میں اس کے دیکھ کر کف پا خواب محفل اوپر ہوا ہے حرام  
کھا گیا ایک ایک کو چن چن رات دن ہے یہی فلک کا کام  
گور کا جو شکار کرتا تھا آپ اب صید گور ہے بہرام  
تم کو ہے شرم یا رسول اللہ  
اپنے حاتم کی ہے تمہارا غلام

### زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحرِ مستبث مٹمنِ محبوب مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

دہن ہے تنگ شکر اور شکر ترا ہے کلام لبائیں پستہ زرخ سیب و چشم ہیں بادام  
تری نگہ سے گئے کھل کواڑ چھاتی کے حصارِ قلب کی گویا تھی فتح تیرے نام  
دلوں کی راہ میں خطرے پڑے ہیں کیا یارو کہ چند روز سے موقوف ہے پیام و سلام  
امید وار جناب خدا سے ہے حاتم  
کہ ہوئے کام کا اس کے شباب سے انجام

### زمین طرچی ۱۱۹۳ھ

بحرِ ہزج مٹمنِ مقصور

میسر فقر کا ہے جس کو دہیم وہی ہے بادشاہ ہفت اقلیم  
ہے جس کے تحت میں گنجِ قناعت نظر میں خاک ہے اس کے زروسم  
جو ہیں خوف ورجائیں رات اور دن نہیں ان کو کسی سے دہشت و بیم  
بہ زور فقر مارا نفسِ کافر فقیروں نے سمجھ کر راون و بھیم  
بجز حق غیب کی کس کو خبر ہے اگر رمال ہو یا اہلِ تنجیم  
کرے مجلس میں جو اپنی تواضع ہے لازم آپ کو بھی اس کی تعظیم

مریدوں میں وہی ہوتا ہے کامل جو اپنے پیر سے پاتا ہے تعلیم  
اب ہندوستان کے درویشوں میں حاتم  
ہے تسلیم و رضا میں شاہ تسلیم

## زمین<sup>۱</sup> طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن<sup>۲</sup>

بندہ اگر جہاں میں بجائے خدا نہیں لیکن نظر کرو تو خدا سے جدا نہیں  
نقطے کا فرق ہے گا خدا اور جدا میں دیکھ صورت<sup>۳</sup> میں گر چھپا ہے بمعنی چھپا نہیں  
ہر شے کے بچ آپ نہاں ہو عیاں ہوا دیکھا تو ہم نے اس سا کوئی خود نما نہیں  
حیران<sup>۴</sup> عقل کل کی ہے اس کی صفت کو دیکھ سب جا میں جلوہ گر ہے مگر ایک جا نہیں  
لذت چکھا کے دل کے تئیں، بحر و وصل کی  
حاتم سے مل رہا ہے اور اب تک ملا نہیں

## زمین<sup>۱</sup> طرحی ۱۱۸۲ھ

بحر مضارع مسطور

اس دور کے اثر کا جو پوچھو بیاں نہیں ہے کون سی زمیں کہ جہاں آسماں نہیں  
اس درجہ دل بروں سے گئی رسم دلبری دل ہاتھ پر لیے ہوں کوئی دل ستاں نہیں  
افردہ دل تھا اب تو ہوا غم سے مردہ دل جیتا ہوں دیکھنے میں ولے مجھ میں جاں نہیں  
آداب صحبتوں<sup>۵</sup> کا کوئی ہم سے سیکھ لے پر کیا کروں کہ طالب صحبت یہاں نہیں  
دل جل کے بجھ گیا ہے کسی نے خبر نہ لی ہم سوختہ دلوں کا کوئی قدر داں نہیں

۲ فاعلن، لاندن

۱ زمین طرحی، لاندن

۳ جہاں میں، لاندن۔ جگ میں، کراچی

۴ سب میں سارا ہے وہی کچھ چھپا نہیں، لاندن و کراچی

۵ لاندن میں یہ شعر اس طرح ہے: حیراں ہے عقل کل کی تیری اس صفت کو دیکھ دل میں سدا رہے و گویا آشنا نہیں

۶ ۱۱۸۶ھ، لاہور

۱ لاندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۹ صحبتوں کا، علی گڑھ، لاہور

۵ میں۔ علی گڑھ

ہے کل کی بات سب کے دلوں میں عزیز تھا      پر ان دنوں تو ایک بھی دل مہرباں نہیں  
ایسی ہوا یہی کہ ہے چاروں طرف فساد      جز سایہ خدا کہیں دارالاماں نہیں  
عالم کی ہے گی نرغ الہی سے زندگی      تس پر بھی دیکھتا ہوں کہ بہتوں کو ناں نہیں  
حاتم خموش لطفِ سخن کچھ نہیں رہا  
بکتا عبث پھرے ہے کوئی نکتہ داں نہیں

## زمین طرحی الالتزام ۱۱۵۱ھ

بحر مل مٹمن مجنوں مقصورۃ فاعلاتن فعلاتن فعلات

کون دل ہے کہ ترے درد میں بیمار نہیں      کون جی ہے کہ ترے غم میں گرفتار نہیں  
کون دہرا ہے کہ تجھ بت کی نہیں ہے پوجا      کون مسجد ہے کہ تجھ درس کی تکرار نہیں  
کون خوش رو ہے کہ تجھ روکا نہیں ہے طالب      کون طالب ہے کہ تجھ شے کا طلب گار نہیں  
کون صوفی ہے کہ تجھ مے سے نہیں ہے مدہوش      کون کیفی ہے کہ تجھ کیف سے ہشیار نہیں  
کون کہتا ہے کہ حاتم کو نہیں تجھ سے پیار  
کون کہتا ہے کہ حاتم سے تجھے پیار نہیں

## زمین جعفر علی خاں صادق ۱۱۵۵ھ

بحر مل مٹمن مجنوں مقصور مسطور

دل آگاہ مرا طالب ارشاد نہیں      کون سافن ہے جہاں میں کہ اُسے یاد نہیں  
کوچہ عشق میں بے ساختہ مر جاتا ہے      کشتہ یار کے تیں حاجتِ جلاذ نہیں  
پڑی پھرتی ہیں کئی لیلیٰ و شیریں ہر جا      پر کوئی ہائے یہاں مجنوں و فرہاد نہیں

۱. محذوف، بلندن

۲. اس، بلندن

۳. سے، رام پور ولاہور

۴. اس شوق میں، بلندن

۵. مرنے والے، بلندن

۱. محذوف، بلندن

۲. سے، بلندن

۳. کون خوش گو ہے کہ اس اب کا طلب گار نہیں، بلندن و کراچی

۴. اس مدہ، بلندن

۵. اُس سے، بلندن

دلِ عشاق پرندوں کی طرح اڑتے ہیں اس بیاباں میں کیا ایک بھی صیاد نہیں  
 شوق سرے کا ترے جب سے گلو گیر ہوا اب تلک تب سے مجھے طاقتِ فریاد نہیں  
 ہم نے پوچھا کوئی حاتم بھی ترا فدوی ہے  
 کہا ہووے گا کوئی اب تو مجھے یاد نہیں

## زمینِ طرحی ۱۱۶۵ھ

بحرِ ملِ مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

زندگی کی لذت اس نے ایک دم پائی نہیں جس نے اس کی جھڑکی و گالی کبھو کھائی نہیں  
 ہے کبھو دل میں کبھو جی میں کبھو آنکھوں کے بیچ کون کہتا ہے اُسے یارو کہ ہر جائی نہیں  
 سب تو موزوں اس کو کہتے ہیں ولے اب تک مجھے سرو کی چھب اس کی چھب آگے کبھو بھائی نہیں  
 اس قدر وحدت کی کثرت نے کیا سب سے جدا ہم نشیں صحبت میں میری غیر تنہائی نہیں  
 کس طرح سے ہو سکے شہرِ جنوں میں نامور جو کوئی اس زلف کے کوچہ کا سودائی نہیں  
 باغِ دنیا میں کوئی ایسا نہ ہوگا بے نصیب آب و رنگِ گلِ رنجاں کا جو تماشا ئی نہیں  
 آشنائی سے بتاں کی اپنے حاتمِ دل کو پھیر  
 حاصل ان کی دوستی کا غیر رسوائی نہیں

## زمینِ کوکہ خاں فغاں ۱۱۶۲ھ

بحرِ مضارع مٹمن اُخرِب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

جو ذائقے سے درد کے دل آشنا نہیں دنیا میں زندگی کا اسے کچھ مزا نہیں  
 دن رات منہ لگاتا ہے کیوں آرسی کے تیں وہ شوقِ خود پسند اگر خود نما نہیں  
 کیفیتوں سے شیشہ دل ہے ترا تہی زاہد ادھر نہ آتھے مستوں میں جا نہیں

- |                |                                     |
|----------------|-------------------------------------|
| ۱۔ دیوانہ لندن | ۲۔ بندہ لندن۔ تمہارا ہے غلام، کراچی |
| ۳۔ ہمیں، لندن  | ۴۔ ان نے، لندن                      |
| ۵۔ جن نے، لندن | ۶۔ ۱۱۶۱ھ لندن ولاہور                |

اپنا میں درد لے کے گیا تھا طبیب پاس      بولا کہ اس مرض کی جہاں میں دوا نہیں  
حاتم وہ کھینچتا نہیں عاشق کے دل کے تئیں  
جس حسن میں کہ عشوہ و ناز و ادا نہیں

## زمین<sup>۱</sup> طرحی ۱۱۹۱ھ

بحرِ مستبثِ مٹمنِ محبوبِ مقصور۔ مفاعلاتن مفاعلاتن فعلات

جہاں میں کوئی کسی کا رفیق و یار نہیں      کہے بھی کوئی کہ میں ہوں تو اعتبار نہیں  
تو دیکھ ذرہ سے تا مہر و ماہ و انجم تک      فلک سے چرخ میں ہے ایک کو قرار نہیں  
اگر چہ خاک ہوں پر آبِ چشم سے نم ہوں      کسی طرح سے کسی دل کا میں غبار نہیں  
جسے نہ ہووے قدم بوس کی مری خواہش      سو ایسا کوئی بیاباں میں ایک خار نہیں  
میں روز فکر و تردد تلاش کرتا ہوں      گلی میں اس کے کسی طرح سے گزار نہیں  
تمام خلق ترے تیر کا نشانہ ہے      ہے کون دل جسے پیکاں کا انتظار نہیں  
ہزار زندگی بخشے ہے آبِ چشمہِ خضر      ترے لبوں کے تو آگے وہ خوشگوار نہیں  
اے ناصحا تو نصیحت نہ کر کہ ہوں مجبور      میں کیا کروں کہ مرا دل پہ اختیار نہیں

میں کس اُمید پر حاتم بناؤں گھر کو یہاں

جہاں میں عمر کی بنیاد پائدار نہیں

## زمین<sup>۲</sup> میر حسین کلیم ۱۱۶۱ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محبوبِ مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن<sup>۳</sup>

کوئی ایسا بھی طبیبوں میں یہاں ہے کہ نہیں      جو کہے عاشق<sup>۴</sup> بیمار میں جاں ہے کہ نہیں  
عمر گزری ہے اسی وہم میں مجھ کو اب تک      نہیں معلوم میاں تیری میاں ہے کہ نہیں  
بندہ دل ہوں نہ ہو مجھ سے برہمن بے دل      دیکھ تو دل میں مرے مہر بتاں ہے کہ نہیں

۱ صرف نسخہ لاہور میں یہ غزل ہے۔ ۲ زمین رفیع سودا، لندن

۳ فعلات، علی گڑھ ۴ اس دل، لندن

رات کس پاس تھا منہ دیکھ تو آئے میں تیرے لب پر اثر مسمیٰ و پاں ہے کہ نہیں  
اُس نے منہ پھیر کہا تو بڑا سودائی ہے سوچ تو دل میں تیرے مجھ سے گماں ہے کہ نہیں  
کیوں کرے ہے یہ تو بہتان ہراک جا جا دیکھ یہ تو زیب لبِ خواہاں ہے کہاں ہے کہ نہیں  
چپ ہوا سُن کے میں تب اس نے کہا اے حاتم  
بول کچھ اب بھی ترے منہ میں زباں ہے کہ نہیں

## زمین طرحی ۱۱۶۳ھ

بحر مل مٹن مجبور مقصور مسطور

اے ترا طالب دیدار کہاں ہے کہ نہیں اور تیرے لب کا طلب گار کہاں ہے کہ نہیں  
نہیں مانے ہے تو زندان میں اسیروں سے پوچھ تیری زلفوں کا گرفتار کہاں ہے کہ نہیں  
خواہ تو مصر میں ہو خواہ تو کنعاں میں تجھ سے یوسف کا خریدار کہاں ہے کہ نہیں  
ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم و ستم سے خوش ہیں ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے کہ نہیں  
روشنی بخشے ہے چشموں کو ترے پاؤں کی خاک سرمہ اس طرح کا درکار کہاں ہے کہ نہیں  
کس کی آنکھوں سے دکھاؤں دلِ ناپینا کو ورنہ سب جا ہے مرا یار کہاں ہے کہ نہیں  
شرق سے غرب تک پوچھ لے سب سے حاتم  
کون گھر ہے ترے اشعار کہاں ہے کہ نہیں

## زمین خواجہ میر درد ۱۱۶۷ھ

بحر مضارع مٹن اُخر مکفوف<sup>۱</sup> مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

افسوس شیخ دل سے تجھے راہ ہی نہیں بہتر تو اس سے کوئی گزر گاہ ہی نہیں

- |                            |   |
|----------------------------|---|
| ۱۔ اُن نے جھنجھلا کے، لندن | ۲۔ مجھے بہتان، لندن                             |
| ۳۔ سنگار، لندن             | ۴۔ محذوف، لندن                                  |
| ۵۔ جفا، لندن               | ۶۔ خاک پاتیرے کہ ہوں جس سے یہ آنکھیں روشن، لندن |
| ۷۔ ہند سے تاپہ دکن، لندن   | ۸۔ مکفوف مقصور، لاہور۔ مکفوف محذوف، لندن        |
| ۹۔ فاطن، لندن              |   |

تو ڈھونڈھتا کسے ہے نک اپنی طرف تو جھانک  
جو کچھ ہے تجھ میں اس سے تو آگاہ ہی نہیں  
امید کیا اثر کی رکھوں دل کے بیچ آہ  
یک عمر سے جگر میں مرے آہ ہی نہیں  
مدت سے میں پھر ہوں لیے دل کو ہاتھ پر  
دیکھا تو شہر میں کوئی دل خواہ ہی نہیں  
بے خود ہوں اس قدر کہ عذاب و ثواب سے  
کچھ دوزخ و بہشت کی پرواہ ہی نہیں

حاتم قدم سنبھال کے رکھ راہ عشق میں  
وہ بحر ہے کہ جس کی کہیں تھاہ ہی نہیں

## زمین طرچی ۱۱۷۰ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

تو اذیت پیشہ دشمن ہے بغل میں دل نہیں  
دور ہو پہلو سے صحبت کی میرے قابل نہیں  
مردماں چشم توقع اس سے رکھتے ہیں عبث  
جس کی آنکھوں میں مروت کا نشان یک تل نہیں  
رہ رواں سن لے بلند آواز کہتا ہے جس  
یک قدم اس راہ میں آرام کی منزل نہیں  
اپنی تا مقدور اے زاہد زیارت دل کی کر  
ہم ترے کعبے کو دیکھا غیر سنگ و گل نہیں  
عکس سے عاشق کے خوں سے ہے فلک اور شفق  
یہ تماشا ہے کہ رنگیں دامن قاتل نہیں  
کس کے ٹانگے دیجیے اور کس کے مرہم کیجیے  
کون ہے جو تیغ سے تیری میاں گھائل نہیں  
چشم عبرت سے نظر کر ٹک تو گورستاں میں  
تو ہے غافل موت تیری فکر سے غافل نہیں  
اس خراب آباد میں آباد رہنا کب تلک  
جس کے یہ خطرہ نہیں ہے دل میں وہ عاقل نہیں

غم نہ کھا حاتم خدا کر دے گال مشکلات  
فضل آگے اس کے سب آساں ہے کچھ مشکل نہیں

## زمین طرچی ۱۱۸۸ھ

بحر محبت مٹمن مخبوں مقصور۔ مفاععلن فاعلاتن مفاععلن

یہاں حصول بجز جوش اور خروش نہیں  
یہ جائے نیش ہے اس جا امید نوش نہیں  
کہاں دماغ کہاں تک زباں کو دوں تکلیف  
کہ اہل بزم میں شنوا کسی کے گوش نہیں

لباس فقر کا سامان پردہ پوشی ہے تو خرقت پوش نہیں ہے جو عیب پوش نہیں  
 نشے کی آن میں مجلس میں تم نے کی تھی نگاہ ہنوز تب سے پیارے کسو میں ہوش نہیں  
 نہیں صلہ کی طمع مجھ کو اہل دولت سے  
 میں سرفروش ہوں حاتم سخن فروش نہیں

## زمین طرحی۔ ۱۱۵۹ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

مے پرستوں پر قیامت آن ہے ساقی نہیں بزم بے اس کی نیٹ ویران ہے ساقی نہیں  
 لعل اور موتی جھڑیں ہیں جس کے منہ سے بات میں یہ جواہر کی سراپا کان ہے ساقی نہیں  
 جس کے اٹھ جانے سے مر جاتے ہیں سارے اہل بزم اہل مجلس کی مگر وہ جان ہے ساقی نہیں  
 بزم میں بیکے ہیں کم ظرفی سے اس دم پوچ گو اس گھڑی ہم پر بڑا احسان ہے ساقی نہیں  
 اس گھڑی کر ڈالتا ہے یک دم میں مے خانہ تہی کیا کروں یہ کود یہ میدان ہے ساقی نہیں  
 بزم میں حاتم کبھو بے شیشہ وہ آتا نہیں  
 مے کشوں کے درد کا درمان ہے ساقی نہیں

## زمین طرحی ۱۱۵۶ھ

بحر مل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

زلف اس کی کال ہے کالا نہیں تنگ ہے ترچھی نگہ بھالا نہیں  
 ہے یہاں ہر ایک کی جادو نگاہ ہند ہے یہ سحر بنگالا نہیں  
 مے کشو شمشے لگاؤ منہ کے تئیں مے تو ہے گو بزم میں پیالا نہیں  
 عشق بازی بوالہوس بازی نہ جان عشق ہے یہ خانہ خالا نہیں

۱۔ لندن میں مصرع اس طرح ہے: جس کے اٹھ جانے سے محفل بچ جاتا ہے سب بلندن ۲۔ ہزار، کراچی

۳۔ لندن میں یہ شعر ہے۔ ۴۔ ۱۱۵۶ھ، لاہور۔ ۱۱۵۹ھ، لندن

۵۔ محذوف، بلندن ۶۔ فاعلن، بلندن

۷۔ باگی، لاہور ۸۔ یاں کے معشوقوں کی ہے جادو نگاہ، لندن



کیوں نہ کھٹکے دل میں عاشق کی سدا      درد کا کاٹنا ہے سر والا نہیں  
ہم سے کس ناتے سے دشمن دوست ہو      دل میں سالی ہے کوئی سالا نہیں  
ہرزہ لکھتا ہوں مجھے معذور کہہ      مست لایعقل ہوں متوالا نہیں  
پیر اس میں مت دھرے ڈوبے گا تو      بحر بے پایاں ہیں یہ نالا نہیں  
دیکھ دہی دت کی اے حاتم بہار  
گل ہے سب پھولوں میں وہ لالا نہیں

## زمین طرحی ۱۱۷ھ

بحر ہرج مٹمن مسخ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

کیا ہم دوستی کا امتحان سو بار دنیا میں      نہ کوئی آشنا دیکھا نہ کوئی یار دنیا میں  
عدم سے منہ نہ کرتے اس طرف مقدر اگر ہوتا      ہوئے ہیں بے دماغ ہم آ کے اس مردار دنیا میں  
نہ ہو ایسا الہی دشمنوں کے بھی نصیبوں میں      کہ جیسا ہم نے کھینچا آن کر آزار دنیا میں  
جدا ہوتا نہیں یک آن قرباں اس کی الفت کے      نہ دیکھا درد سا ہم نے کوئی غم خوار دنیا میں  
جہاں معشوق ہے یارو وہاں آفت ہے پہلے ہی      نظر آیا ہے کم ہم کو گل بے خار دینا میں  
تکلف برطرف سو سدرہ و طوبیٰ سے بہتر ہے      میرے سر پر تیرا یہ سایہ دیوار دنیا میں  
قناعت کی جو سیکھا کیمیا اس کی نگاہوں میں      برابر خاک کے بے قدر ہے زر دار دنیا میں  
گدا یا شاہ کوئی ہو موافق قدر ہر ایک کے      لباس وقوت و مسکن سب کو ہے درکار دنیا میں  
دوکان دار و خریداری ہوئی ہے سرد سو دے کی      مگر یک گرم ہے تو موت کا بازار دنیا میں  
پھرے ہے رات دن بے زار مفلس زندگانی سے      مزا جینے کا اس کو ہے جو ہے زردار دنیا میں

اگر طالع نہیں تو قابلیت سینت رکھ حاتم

پھر ہیں تجھ سے بہتر اہل جوہر خوار دنیا میں

- |   |   |
|---|---|
| ۱۔ ہوئے لندن                              | ۲۔ بکنا ہوں، لاہور و رام پور              |
| ۳۔ لندن میں یہ شعر اور دیا ہے۔            | ۴۔ بے مزہ، لندن و کراچی                   |
| ۵۔ صدقہ لندن                              | ۶۔ لندن میں اس کے بعد یہ شعر دیا ہے۔      |
| ۷۔ لاہور میں اس کے بعد یہ شعر اور دیا ہے۔ | ۸۔ اگر طالع نہیں رکھ قابلیت طاق پر، لاہور |

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر محتبٹ منجوں مقطوع۔ مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فعلن

تو صبح دم نہ نہا بے حجاب دریا میں  
چلو شراب پیئیں بیٹھ کر کنارے آج  
تمہارے منہ کی صفائی و آب داری دیکھ  
میں اس طرح سے ہوں مہماں سرائے دنیا میں  
جہاں کے بحر میں ہر موج بوجھ سیل فنا  
کبھو جو عالم مستی میں تم نے کی تھی نگاہ  
میں آب چشم میں ہوں غرق مجھ کو نیند کہاں  
اگر ہے علم تجھے تو عمل کے در پے ہو  
پڑے گا شور کہ ہے آفتاب دریا میں  
کہ ہوئے رشک سے ماہی کباب دریا میں  
بہا ہے شرم سے موتی ہو آب دریا میں  
کہ جس طرح ہے کوئی حباب دریا میں  
بنا نہ گھر کو تو خانہ خراب دنیا میں  
بجائے آب بہے ہے شراب دریا میں  
کہیں کسو کو بھی آیا ہے خواب دریا میں  
وگر نہ شیخ ڈوبا دے کتاب دریا میں  
صنم کی زلف کی لہروں کے رشک سے حاتم  
نہیں یہ موج یہ ہے پیچ و تاب دریا میں

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مل مشمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

کون سا آیا تھا ایسا چشم حیراں دشت میں  
آج گزرا ہے کوئی دیوانہ گریاں دشت میں  
دل بتنگ آیا ہے میرا شہر میں ناصح کے ہاتھ  
ہر قدم اوپر نکل جانے لگے مجنوں کے پاؤں  
فیض چشموں سے مرے ان کو ہوئی ہے زندگی  
ہو گیا جس کی نگہ سے زرگستاں دشت میں  
جس کے رونے سے ہوا ہے گاہ طوفاں دشت میں  
اب کے جا پھاڑوں گا میں اپنا گریباں دشت میں  
اس قدر ہم نے کیا چشموں سے باراں دشت میں  
ورنہ مرتے تھے پڑے بے آب حیاں دشت میں

۱ ۱۱۵۵ھ لندن

۲ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳ محذوف، لندن

۴ پانی، علی گڑھ

۵ ریا کو چھوڑ کر تو مسکوں اوپر، لندن و کراچی

۶ فاعلن، لندن

حلقہ چشم غزالاں، حلقہ زنجیر ہیں ہر قدم پر آج دیوانو ہے زنداں دشت میں  
آج اُسے کیا زلف لیلیٰ یاد آئی ہے کہ ہے بید مجنوں کی طرح مجنوں پریشاں دشت میں  
انتظاری میں قدم بوسی کے میرے دیکھ لو سوکھ کر کاٹنا ہوئے خارِ مغیلاں دشت میں  
سیکھ لو حاتم سے وحشی سے طرح رہنے کی تم  
جس سے اب تعلیم لیتے ہیں غزالاں دشت میں

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحرِ ملِ مٹمن محذوف مسطور

کیا کرو گے لے کے اب دل کو مری جاں دست میں شیشہ ٹوٹا ہو تو کب لیتے ہیں خواہاں دست میں  
شانہ مرگاں بنا کر مو بہ مو کنگھی کروں جو کبھو آوے تری زلف پریشاں دست میں  
کس طرح جاوے گا مجھ سے چھوٹ کر دیکھیں جنوں اب تو آیا ہے مرے اس کا گریباں دست میں  
بوئے خوں آتی ہے تیرے ہاتھ سے اب تک میاں یہ حنا ہے یا ملا خون شہیداں دست میں  
شکر اللہ شیشہ و ساغر بکف اس ابر میں مست آتا ہے لیے عشرت کا سماں دست میں  
دست بوی تک کہاں ہے دسترس مجھ دست کو دسترس پاؤں جو آوے اس کا دامان دست میں  
ہو چکا حاتم جو کچھ ہونا تھا اب ہوتا ہے کیا  
کیوں دیا تھا دل کو اس ناداں کے ناداں دست میں

## زمین طرحی ۱۱۸۳ھ

بحرِ ہزج مٹمن مسبق۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

وہ روزِ عید ہے جس شب کہ ہو جانا نہ پہلو میں میں ہم آغوش ہوں جو شمع کے پروانہ پہلو میں  
کماں ابرو تیرے ترکش کے قرباں ہوں کہ دستوں کے لگایا تیرا ایسا دل کے تا پر خانہ پہلو میں  
میں مانع ہوں تجھے ملنے کا اپنے آشناؤں سے یہ کیا امکان جو کوئی بیٹھے تیرے بیگانہ پہلو میں

۱۔ رہنے علی گڑھ ۲۔ کراچی میں مصرعہ اول اس طرح ہے: بولہو کی اب تلک آتی ہے ہاتھوں سے مرے

۳۔ ایرج ہند ۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

کسو مکارہ مشاطہ نے اس کو سر چڑھایا ہے کہ یوں گستاخ تیری زلف کے ہے شانہ پہلو میں  
خمار آلودہ ہے مجلس تنک ظرفی نہ کر ساقی دھرا کب تک رکھے گا شیشہ دپیانہ پہلو میں  
بغل میں دل جنوں میں غرق ہے سودائے طفلان سے خدا حافظ ہے جو عاقل کے ہو دیوانہ پہلو میں  
خدا رزاق ہے گھر بیٹھے حاتم رزق بھیجے ہے  
قفص میں دیکھ ہے طائر کے آب ودانہ پہلو میں

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مٹن مجنوں مقصورۃ۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن

تم نہ جانو کہ یہ دارو ہے بھری شیشے میں بند سیانے نے یہ کی ہے گی پری شیشے میں  
غیر مستوں کے نہ پاوے گا کوئی اس کا بھید کون سی مے تھی جو آتے ہی ڈری شیشے میں  
نشہ ہوتا نہیں ساقی چلی جاتی ہے بہار کب تلک مے کو رکھے گا تو دھری شیشے میں  
دل میں یوں ہے لب میگوں ترے ایسے چوسوں کہ رہے نام کو باقی نہ تری شیشے میں  
جرم مت بوجھ یہ مینا میں تو اے سنگیں دل تیرے ہاتھوں سے ہے داغ جگری شیشے میں  
آب و آتش میں کیا سنگ کو یک دم میں پھیرا اور کیا کرے شیشہ گر اب شیشہ گری شیشے میں  
حاتم اُس یار کے دیوانہ ہوں افسوں اوپر  
یہ پری مدہ کی بھری جس نے کری شیشے میں

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر بزم مٹن مسبغۃ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

خدا یا بار دے مجھ دل کو صاحب دل کی صحبت میں کہ غافل تر ہوا ہے دل، دل غافل کی صحبت میں  
نہ مل جاہل سے اب اے دل نکل جہل مرکب سے کہ جیتے جی عذاب النار ہے جاہل کی صحبت میں

- |   |                     |
|---|---------------------|
| ۱۔ عجب صحبت ہے جو عاقل کی ہو دیوانہ پہلو میں، لاہور | ۲۔ عجب ہلی گڑھ      |
| ۳۔ ۱۱۶۱ھ، لندن، لاہور                               | ۴۔ مقطوع، لندن      |
| ۵۔ فعلن، لندن                                       | ۶۔ آکر کے ڈرے، لندن |
| ۷۔ سالم، لندن                                       | ۸۔ مفاعیلن، لندن    |
| ۹۔ عاقل، لاہور                                      |                     |

اگر کچھ ہوش ہے تو چھوڑ مت دنبال دانا کا      کثود عقل ہے بے عقل کو عاقل کی صحبت میں  
قدم آکر پکڑ صاحب کمالوں کے کہ جس تس کو      جو کچھ حاصل ہوا سو عارفِ کامل کی صحبت میں  
جناب حضرت حق سے نہ ہو کیوں فیضِ حاتم کو  
ہوا ہے تربیت وہ بادلِ عادل کی صحبت میں

## زمین طرحی ۱۱۶۰ھ

بحرِ مستبہ مخبوں مقطوع مسبیح<sup>۱</sup>۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن<sup>۲</sup>

خیال چشم ترا آب سا ہے آنکھوں میں      شراب کا سا ہمارے نشہ ہے آنکھوں میں  
نگہ میں تو نے کیا مردماں کا خانہ خراب      سیاہ چشم تری کیا بلا ہے آنکھوں میں  
کوئی مرے کوئی جیوے تو آنکھ اٹھا کے نہ دیکھ      میاں جو شرم سے تیری حیا ہے آنکھوں میں  
نظر میں بند کرے ہے تو ایک عالم کو      فسوں ہے سحر ہے، جادو ہے، کیا ہے آنکھوں میں  
کہیں نہ بیٹھ اگر چاہتا ہے حاتم کو  
کہ نورِ چشم ہے تو تیری جا ہے آنکھوں میں

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحرِ مذکور مسطور<sup>۳</sup>

تری جو زلف کا آیا خیال آنکھوں میں      وہیں کھٹکنے لگا بال بال آنکھوں میں  
تری جو چشم کے گوشے میں تل ہے ایسا تل      نظر پڑا ہے کہیں خال خال آنکھوں میں  
نشے میں سرخ ہیں ایسی طرح سے تیرے چشم      گویا کھلا ہے کنول لال لال آنکھوں میں  
وہ خوش نگہ تری حاتم نظر پڑا ہے آج  
چھپالے اس کے تئیں حال حال آنکھوں میں

۱۔ لندن میں یہ لفظ نہیں ہے۔ ۲۔ فعلن، لندن

۳۔ مجھے بتا کہ تیرے، لندن

۴۔ زمین طرحی در ۱۱۶۱ھ فی بحرِ مستبہ مخبوں مقطوع مسطور، لندن۔ ۱۱۶۰ء، لاہور

## شرح ایضاً<sup>۱</sup>

نہ دل میں چین ہے میری نہ خواب آنکھوں میں پھرے ہے جیسے وہ خانہ خراب آنکھوں میں  
کسو کے ساتھ تو تھا ہم پیالہ رات کو تو کہ اب تلک ہے خمارِ شراب آنکھوں میں  
دماغ سے کبھو کہتا نہیں وہ ہم سے بات ہے اس کا سب سے سوال و جواب آنکھوں میں  
وہ چار چشم نہ ہوگا کسی سے اے حاتم  
ہے بسکہ اس کو حیا سے حجاب آنکھوں میں

## زمین<sup>۲</sup> طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مضار مٹمن اُخر ب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

دنیا خیال و خواب ہے میری نگاہ میں آباد سب خراب ہے میری نگاہ میں  
بہتی پھرے ہے عمرِ ظالم میں دہر کے انسان جوں حباب ہے میری نگاہ میں  
میں بحرِ غم کو دیکھ لیا نا خدا برو کشتی نہ ہو پہ آب ہے میری نگاہ میں  
چھوٹا ہوں جب سے شیخ تعین کی قید سے ہر ذرہ آفتاب ہے میری نگاہ میں  
تم کیف میں شراب کے کہتے ہو جس کو دل بھونا ہوا کباب ہے میری نگاہ میں  
کیوں کھینچتے ہو تیغ کمر سے چہ فائدہ مدت سے اس کی آب ہے میری نگاہ میں

حاتم تو اس جہان کی لذات پر نہ بھول

یہ پائے در رکاب ہے میری نگاہ میں

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۶۷ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع مسبق<sup>۳</sup>۔ فاعلاتن مفاعیلن فاعلان<sup>۴</sup>

سب سے کرتا ہے سین نظروں میں ہم کیا اس کو عین نظروں میں

۱۔ لندن میں حاشیہ پر صرف یہ شعر دیے ہیں۔ سرخی یہ ہے: ”۱۱۶۰ھ فی بحرِ مستطو“

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۳۔ لندن میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۴۔ فعلن، لندن

جس طرف دیکھتا ہوں آفت ہے      نہیں آتا ہے چین نظروں میں  
میں تجھے دیکھا تو مجھے دیکھا      مل گئے جان بین نظروں میں  
تجھ سے حاتم کہے ہے دیکھ ادھر  
چھوڑ دے ہم سے کین نظروں میں

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مسدس مقصورۃ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ایک دن گزرا میں گورستان میں	دیکھ کر مردوں کو آیا دھیان میں
یہ وہی سب ہیں کہ جن کے واسطے	حق نے سب پیدا کیا یک آن میں
یہ وہی ہیں صاحبانِ قصر و ملک	بے وطن اس جنگل ویران میں
کس طرح سے جامہ زیبایں جہاں	یوں پڑے ہیں خاک کے دامان میں
کیا کیا اس میں مٹ گئی ہیں صورتیں	کیا کیا اس میں ہیں بھرے ارمان میں
کون اس میں نیک ہے اور کون بد	کون خوش ہے کون ہے زندان میں
کچھ نہیں معلوم اس پردے کے بچ	کیا کریں ہیں، ہیں گے کس سامان میں
ہے قیامت ہوگا جس دن شورِ حشر	ہوئے گا کیا ان پر اس طوفان میں
تھا اسی غم میں کہ ناگہ پیرِ غیب	کہہ گیا آہستہ میرے کان میں
تلخ مت کر زندگی اس فکرِ بچ	مت خلل لا اپنے تو اوسان میں
رحمتِ حق سے نہیں کوئی نا امید	دیکھ لے لا تقنطوا قرآن میں
سب طرح بخشے گا وہ غفار ہے	گر ترے نقصاں نہیں ایمان میں
سنے ہی دل کو تسلی ہوگئی	پھر کے آئی جان میری جان میں

کچھ بھروسا زیست کا حاتم نہ کر  
ہے اگر تو خلقتِ انسان میں

۱۔ میں تجھے تو نے مجھ طرف دیکھا، لندن

۲۔ محذوف، لندن

۳۔ فاعلن، لندن

## زمین طرچی ۱۱۵۴ھ

بحر مل مسطور

بزم کو بے خود کریں ہیں یک نگہ کے جام میں      دل ربا کی مست آنکھیں اک ہیں اپنے کام میں  
کھول کر زلفوں کو اپنے منہ اوپر صیادِ خلق      کس طرح لایا ہے مجھ وحشی کو اپنے دام میں  
آہ اور زاری نہیں کرتے ہیں جو ہیں پختہ مغز      شور سے پانی ٹپکتا ہے کبابِ خام میں  
بواہوں چپ رہ نہ کرنا فاش ہر گز رازِ عشق      دل ربا کی خاص باتیں نہیں ہے کہنا عام میں  
دیکھ کر حاتم ہوا تھا زلف تابعِ کفر کا      کر نظر محرابِ ابرو پر ہوا اسلام میں

## زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحر مسطور

بود کو اپنی نیٹ نابود کر بوجھوں ہوں میں      عبد ہو ہر ایک کو معبود کر بوجھوں ہوں میں  
گو نہ ہولقمہ مری قسمت میں اس مطبخ سے آج      آسمان کو خانہ پرودہ کر بوجھوں ہوں میں  
فقر کے کشور کی حق نے دی ہے مجھ کو سلطنت      صاحبِ دولت کو کب موجود کر بوجھوں ہوں میں

## زمین طرچی بیان واقع ۱۱۴۰ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

آج کیا تھا تم کہ سب مل کر کے آئیں باغ میں      آتے تھے کس چہل سے دھوئیں مچائیں باغ میں  
وے پری رویاں جنھیں ڈھونڈے تھے ہم جنگل کے بیچ      بعد مدت کے یکا یک آج پائیں باغ میں  
ہر قدم پر ان کی چلنے سے ہوا ہے فرش گل      نقش پا اپنے سے قالینیں بچھائیں باغ میں

۱۔ زمین طرچی ۱۱۴۵ھ فی بحر مل مٹمن محذوف مسطور، لندن      ۲۔ لندن میں اس غزل کے حاشیہ پر یہ شعر اور دیا ہے۔  
۳۔ پھر لندن      ۴۔ ۱۱۴۹ھ، لندن  
۵۔ محذوف، لندن      ۶۔ فاعلن، لندن  
۷۔ آن کر سب بلبلیں روتی ہنسائیں باغ میں، لندن و کراچی



دیکھ کر ہر عضو اُن کا دل ہو پانی بہہ چلا<sup>۱</sup> کھول چھاتی<sup>۲</sup> بے تکلف جب نہائیں باغ میں  
باغبان کا دشمن جان کیوں نہ ہو حاتم کا دل  
یہ بلائیں اُس اوپر جن نے بلائیں باغ میں

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۵۰ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخر ب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

آکر بسا ہے جب سے وہ بادہ نوش دل میں مانند مستی<sup>۴</sup> مے آتا ہے جوش دل میں  
ناصح کی دیکھ صورت یوں پھیرتا ہے آنکھیں ڈرتا ہے محسب سے جوں مے فروش دل میں

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر مل مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں محسب دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں  
ہم نے توڑا کوہ غم اس نے بنایا بے ستوں کوہ کن سے عاشقی کے کام میں ہم پیشہ ہوں  
کثرت آہوں سے میرا دل نیتاں بن گیا عشق کی دولت سے عشاقوں میں شیرِ بیشہ ہوں  
مشفقو گر غیر سے ایذا ہو تو کیجیے علاج دل کی چوٹوں سے میں ذرہ ذرہ ریشہ ریشہ ہوں  
مدح و ذم سے نیک و بد کے کام کیا حاتم مجھے  
بندہ دل ہوں نہ شاعر ہوں نہ شاعر پیشہ ہوں

## زمین خواجہ میر درد ۱۱۶۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخر ب۔ مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن

نے شکوہ مند دل سے نہ از دست دیدہ ہوں اس بختِ نارسا سے اذیت کشیدہ<sup>۵</sup> ہوں  
کو خندہ کو تبسم و کو فرصتِ سخن اس انجمن میں ہیں لبِ حسرت گزیدہ ہوں

۱۔ دل میر اپانی ہوا، لندن۔ مراد دل ہوا، پانی نکل، کراچی۔  
۲۔ سینے، لندن۔  
۳۔ ۱۱۴۱ھ، علی گڑھ دلا ہور۔  
۴۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔  
۵۔ لندن میں یہ سرفخی اس طرح ہے۔

حیران ہوں کس لیے میں یہاں آفریدہ ہوں  
کس کی اُمید پر کوئی دم آرمیدہ ہوں  
مانندِ اشک بر سرِ مژگاں رسیدہ ہوں  
میں اس چمن میں جوں گلِ رنگ پریدہ ہوں  
اے عمرِ زندگی سے میں دامن کشیدہ ہوں  
ہاں ان ترے غلاموں میں بے زرخیدہ ہوں  
بہتوں کا اس چمن میں میں اب خارویدہ ہوں  
ورنہ نہ پا شکستہ نہ دستِ بریدہ ہوں  
تقظیم کو عدو کی میں تیغِ خمیدہ ہوں  
طوفان ہوا بھی جو ٹک اک آبِ دیدہ ہوں  
اس دشت میں، میں وحشی از خود رمیدہ ہوں

نے کام کا کسی کے نہ مجھ کو کسی سے کام  
ہستی کو نہ ثبات نہ جینے کا اعتماد  
میرا تو کام ایک پلک میں تمام ہے  
گل چیں عبث نگاہ رکھے ہے مری طرف  
سو نہ ہوں میں کیوں نہ اپنا گریباں اجل کے ہات  
اس واسطے تو قدر مری جانتا نہیں  
میرا بھی دل شگفتہ کبھو ہو نسیم وصل  
پاسِ ادب سے اس کے قدم تک نہیں مجال  
دشمن سے بھی تواضع میں رکھتا نہیں دریغ  
رونے تلک تو کس کو ہے فرصت یہاں سحاب  
یاراں دماغ کو جو کروں تم سے اختلاط

کیا پوچھتے ہو درد کو حاتم کے دوستاں  
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرضِ آفت رسیدہ ہوں

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحرِ خستِ دشمنِ مخبوںِ مقطوعِ مسیغ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاان

میں اپنے دل کی مدد گاہ گاہ کرتا ہوں  
غرض میں ہی ہوں جو تجھ سے نباہ کرتا ہوں  
ادھر تو توبہ ادھر میں گناہ کرتا ہوں  
میں اپنے نامہِ عمل کا سیاہ کرتا ہوں  
میں اُس کا نقشِ قدم سجدہ گاہ کرتا ہوں

نہ کچھ ستم سے ترے آہ آہ کرتا ہوں  
نہ آفریں نہ دلاسا نہ دل دہی نہ نگاہ  
اسے کہیں ہیں سنا ہوگا شیخِ خوف و رجا  
تو اپنے دل کی سیاہی کرے ہے دھوکے سفید  
تو روزِ سنگ سے مسجد کے سر پٹکتا ہے

۱۔ رنگِ رخ گل، لاہور

۲۔ لاہور میں یہ شعر اور دیا ہے۔

۳۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

تجھے ہے اپنی عبادت اوپر نظر کیوں میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں  
مثالِ رشتہٴ تسبیحِ روز و شب حاتم  
چھپے چھپے میں کسی دل میں راہ کرتا ہوں

## زمینِ طرحی ۱۱۵۴ھ

بحرِ ہرجِ مٹمنِ مسیغ۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلان

ازل سے بادشاہِ کشورِ کوہ و بیاباں ہوں  
چمن میں عشق کے اس چشم اور رخسار کی دولت  
جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصحِ مشفق  
بہار آئی تو آنے دو مجھے کیا کام گلشن سے  
پھٹا ہو آسمان تو کب تلک سیوے کوئی یارو  
کچھ اب سامان اپنے عاقبت خانے کا کر حاتم  
نہ بھول اس پر کہ نورالدولہ کا میں خانِ ساماں ہوں

## زمینِ طرحی ۱۱۶۹ھ

بحرِ خفیفِ مخبوںِ مقطوعِ مسیغ۔ فاعلاٹن مفاعِلنِ فَعْلان

اس کی قدرت کی دید کرتا ہوں  
میرا احوالِ فقر مت پوچھو  
روزِ بازارِ ملک ہستی میں  
فتح کرنے کو قلبِ دل کا حصار  
بکہ میں تشنہٴ شہادت ہوں  
روزِ نو روزِ عید کرتا ہوں  
زہدِ مثلِ فرید کرتا ہوں  
جنسِ عصیاں خرید کرتا ہوں  
تجِ ہمتِ کلید کرتا ہوں  
دل کو ہر دمِ شہید کرتا ہوں

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲ کب سے لندن

۳ اپنی لندن

نہ میں سنی نہ شیعہ نے کافر صوفی ہوں سب کا وید کرتا ہوں  
شیخ تو گو کہ پیرزادہ ہے رہ تجھے<sup>۱</sup> میں مُرید کرتا ہوں  
اپنے احسانِ خلق سے حاتم  
آدمی کو عبید کرتا ہوں

## زمین طرحی ۱۱۴۸ھ

بحر ہرج مسدس اُخر مقبوض مقصور۔ مفعول مفاعِلن مفاعیل  
میں ذات کا اس کی آشنا ہوں اور اس کی صفات پر فدا ہوں  
افس کہ آپ کو میں اب تک معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں  
ہے عین زوال میں ترقی مجھ کو کہ گلِ دوپہریا ہوں  
حیرت ہے مجھے یہی کہ اس بن کس طرح سے اب تلک جیا ہوں  
کرتا نہیں میں خوشامدِ خلق  
حاتم ہوں ازل سے بے ریا ہوں

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مسدس مقطوع مسنغ۔ فاعلاتن فاعلاتن<sup>۲</sup> فعلان  
دیکھنے سے ترے جی پاتا ہوں آنکھ کے پھیرتے مر جاتا ہوں  
تیرے ہونٹوں کے تئیں پان سے لال دیکھ کر خونِ جگر کھاتا ہوں  
آروز میں تری یک مدت سے اپنے دل کے تئیں ترساتا ہوں  
چاؤ جو دل میں بھرے ہیں پیارے<sup>۳</sup> تجھ سے کہتا ہوا شرما<sup>۴</sup>تا ہوں

۱۔ کئی تجھ سے، لندن

۲۔ فعلان، لندن

۳۔ مرے۔ علی گڑھ

۴۔ اسکا پاتا۔ علی گڑھ

بھولے بسرے جو کبھی وحشی سا تیرے کوچے کی طرف آتا ہوں  
دیکھ دروازے کی صورت تیرے نقش دیوار سا ہو جاتا ہوں  
تو جو نکلے ہے بدلتا آنکھیں اس گھڑی اپنا کیا پاتا ہوں  
دلِ غمگین کے تئیں مردا سا گود میں اپنے اٹھا لاتا ہوں  
آنسو پوچھوں ہوں دلاسا دے دے منتیں کر کے میں سمجھاتا ہوں  
وہ نہیں مانتا جوں جوں حاتم

توں توں جینے سے میں گھبراتا ہوں

## زمین کو کہ خانِ فغاں ۱۱۶۱ھ

فی بحر مضارع مشن مخفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلات

تیرے ستم کی غیر سے فریاد کیا کروں گزری سو گزری پھر پھر اسے یاد کیا کروں  
حاضر ہوں سر سے زیرِ قدم تیغ کے میاں ہوتے تمہارے منتِ جلاذ کیا کروں  
میری بساطِ شیشہ دل تھا سو دے چکا تیری نذر میں پیش اے پری زاد کیا کروں  
تو سردِ نونہال وہ ایک چوبِ خشک ہے قد کے ترے مقابلہ شمشاد کیا کروں  
پیری میں حاتم اس دلِ ناشاد کے تئیں  
دو دم کی زندگی کے اوپر شاد کیا کروں

## زمینِ طرحی ۱۱۵۴ھ

بحر مل مشن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

جی میں آتا ہے کہ شہرِ عقل کو ویراں کروں ہو کے مجنوں خانہ زنجیر آباداں کروں  
گھر گیا ہوں گھیر دامن میں ترے اے تنگ پوش چاہتا ہوں چاک کر سینے کو ترک جاں کروں

۱۔ ۱۱۵۹ھ بلندن۔ ۱۱۶۲ھ لاہور ۲۔ اس کی جفا کی۔ کراچی

۳۔ جو۔ کراچی ۴۔ ہو چکا۔ علی گڑھ

۵۔ نذر۔ علی گڑھ۔ پیش کش، لاہور ۶۔ یاد۔ علی گڑھ

صفحہ دیوان میں لکھتے وصف تیرے حسن کا گہہ بہارستاں کروں یا گہہ نگارستاں کروں  
کیا ہوا گر عشق نے یارو کیا خانہ خراب مجھ کو لازم ہے کہ پاس خاطر مہماں کروں  
ہو کے حاتم کس سے جانتاج ہوں چاہوں تو اب  
فیض چشموں سے پلک میں دُرسے پرداں کروں

## زمین ولی ۱۱۴۱ھ

جو چن میں جا کے میں قامت کا تجھ چرچا کروں کیا عجب گر قیامت سرو پر برپا کروں  
اس لب نازک کوں لازم ہے کہ وقتِ مے کشی غنچہ دل کوں چن کے ساغر دینا کروں  
وصف لکھنے میں تمہاری چشم کا اے فتنہ جو مجھ کوں واجب ہے قلم کو زگس شہلا کروں  
تجھ لب شیریں کی حسرت میں مثالِ کوہ کن کب تلک اے گبر میں انصاف سیں ترسا کروں  
یاد کر کر تیغِ ابرو کوں تری اے خوش نین نیم بے لیل طرح کہہ کب تلک پھڑکا کروں  
موسمِ برسات گر بھاوے تمہیں اے نو بہار ابر کے مانند انگلیاں سے سدا برسا کروں  
شوخی بے پروا کی واقف ہوں سیہ چشمی سوں میں یک نظر دیکھے نہیں تن سوں اگر سُرما کروں  
غم سیں رو رو کے مثالِ رعدِ نالاں ہو رقیب کوچہ اس برق سیما میں دے گر جا کروں  
جس جبین کوں دیکھ حاتمِ مشتری ہووے نثار ماہ کوں کس طور اس بے مہر کے ہمتا کروں

## زمین طرچی ۱۱۵۳ھ

بحر خفیفِ محبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

پہلے قربان سر کہے تو کروں تب تجھ اُوپر نظر کہے تو کروں  
ترے پا بوس کا مرے دل میں آرزو ہے اگر کہے تو کروں  
دل تو تیر نگہ نے چھان دیا اب نشانہ جگر کہے تو کروں  
تجھ دہن کی صفت میں میری زباں لال ہے مختصر کہے تو کروں  
تیرے آنے کی آج حاتم کو  
اے مری جاں خبر کہے تو کروں

## زمین طرہی ۱۱۹۱ھ

بحر خفیف مسطور

ہم کسی سے نہ کام رکھتے ہیں نہ پیام و سلام رکھتے ہیں  
میکدہ میں ہمیشہ سے دن رات شغل شرب مدام رکھتے ہیں  
تنگ و ناموس سے گئے ہیں گزر گو ہمیں لوگ نام رکھتے ہیں  
ضعف سے چل کے بیٹھ جاتے ہیں روز کوچ اور مقام رکھتے ہیں  
سرو کا ذکر مت کر اے قمری ہم بھی اک خوش خرام رکھتے ہیں  
زلف و رخ کے ترے تصور میں ہم عجب صبح و شام رکھتے ہیں  
تم سے مدت گزر گئی ہے کہ ہم آرزوئے کلام رکھتے ہیں  
یعنی تم ہم کو لو غلامی میں یہی مطلب تمام رکھتے ہیں  
ناز سے مسکرا کے فرمایا تجھ سے ہم سو غلام رکھتے ہیں  
شیخ دو چار پیر کا ہے مرید ہم بھی بارہ امام رکھتے ہیں  
جائے اسباب دنیوی حاتم

ہم خدا ہی کا نام رکھتے ہیں

## زمین عبدالحی تاباں ۱۱۵۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مسیغ لف و نشر مرتب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیاں

جب سے تمہاری آنکھیں عالم کو بھائیاں ہیں تب سے جہاں میں تم نے دھو میں مچائیاں ہیں  
جور و جفا و محنت مہر و وفا و اُلفت تم کیوں بڑھائیاں ہیں اور کیوں گھٹائیاں ہیں  
مل مل کے روٹھ جانا اور روٹھ روٹھ ملنا یہ کیا خرابیاں ہیں کیا جگ ہنسائیاں ہیں  
نک نک سرک سرک کر آ بیٹھنا بغل میں کیا اچھلائیاں ہیں اور کیا ڈھٹائیاں ہیں  
زلفوں کا بل بناتے آنکھیں چرا کے چلنا کیا کج ادائیاں ہیں کیا کم نگاہیاں ہیں

۱۔ صرف لاہور میں یہ غزل ہے۔

۲۔ لندن میں سرخی کی عبارت یہ ہے: ”زمین انعام اللہ خاں یقین لف و نشر مرتب در ۱۱۵۶ فی بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مسیغ۔ مفعول فاعلاتن مفع

آئینہ روبرو رکھ اور اپنی سج بنانا      کیا خود پسندیاں ہیں کیا خود نمایاں ہیں  
آنجل اوٹھا کے تم نے جو ڈھانک لیں یہ چھتیاں      کس کو دکھائیاں ہیں کس سے چھپائیاں ہیں  
تم میں جو شوخیاں اور چچھائیاں ہیں      کن نے سکھائیاں ہیں کن نے بتائیاں ہیں  
حاتم کے بن اشارہ سج کہہ یہ چشم و ابرو  
کس سے لڑائیاں ہیں کس پر چڑھائیاں ہیں

## زمین طرہی ۱۱۶۲ ہجری

فی بحر ہرج مٹمن مسیغ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

رفیق اس دور میں ہم یک دل ناشار رکھتے ہیں      سواں کے ہاتھ سے بھی رات دن فریاد رکھتے ہیں  
چڑھایا آسماں پر ہم کو آخر خاکساری نے      بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں  
ہم اپنے سر کو مدت سے لیے پھرتے ہیں ہاتھوں پر      نہ گردن زیر بار منت جلا د رکھتے ہیں  
جز یک مشت پر کچھ ہاتھ آنے کا نہیں ان کے      عبث مجھ صید لاغر پر نظر صیاد رکھتے ہیں  
مثال آئینہ جو نیک و بد دل پر گزرتا ہے      بھلا دیتے ہیں خاطر سے نہیں کچھ یاد رکھتے ہیں  
پھرانا ہاتھ میں تسبیح ان شیخوں کی شیخی ہے      ہو جس میں بوجھ سومن کا سوکب آزاد رکھتے ہیں  
زیارت اہل دل کی طوف بیت اللہ ہے حاتم  
ہم اپنے پیرو مرشد سے یہی ارشاد رکھتے ہیں

## زمین طرہی غزل در غزل ۱۱۸۰ھ

فی بحر مل مٹمن مخبوں مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فعاتل

ہم بھی اس پیری میں ایک راحت جاں رکھتے ہیں      شغل میں اس کے دل اپنے کو جواں رکھتے ہیں  
بہت دشنام دیے اب تو بھلا چپ رہیے      کب تک سنتے رہیں ہم بھی زباں رکھتے ہیں  
مر گئے خاک ہوئے خاک بھی برباد گئی      تو بھی جینے میں مرے شوخ گماں رکھتے ہیں



تیری خاطر تو ہمیں جان سے زیادہ ہے عزیز  
دل ہمارا ہے کہ تجھ تیغ سے ہے سینہ سپر  
محتسب گو تو برا مان خدا بخشے گا  
ہم ملاقات کے محتاج نہیں تادم مرگ  
کعبہ دل کی خرابی کو مرے مدت سے  
مختلف قافیہ سے اور غزل میں حاتم

اپنے احوال کا ہم شرح و بیان رکھتے ہیں

گر بتاں شیوہ خود جور و جفا رکھتے ہیں  
فاش کیجیے تو بڑا باعث رسوائی ہے  
ان کی نظروں میں ہے تجھ چشم کی سب کیفیت  
بزم میں ان کی نہیں شرم سے آئینہ کو رو  
جس طرح دل میں میاں تو ہے تری دولت سے  
دل و دین لے کے ملاتے نہیں آنکھیں ظالم

ہم ہوئے ان کے پر حاتم وہ ہمارے نہ ہوئے  
گو ہمارے وہ نہ ہوں ہم بھی خدا رکھتے ہیں

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر ہرج مٹمن مسبق مسطور

پلک میں چھین لیں دل عشوہ سازی اس کو کہتے ہیں  
بجز صبح قیامت رات تجھ زلفوں کے عاشق پر  
نظر میں باندھ لیں جادو طرازی اس کو کہتے ہیں  
نہیں کوتاہ ہونے کی درازی اس کو کہتے ہیں  
اٹھاتا سر نہیں اب تک نمازی اس کو کہتے ہیں  
ہوا معشوق عاشق عشق بازی اس کو کہتے ہیں

اٹھا کر خاک سے حاتم چڑھایا آسمان اوپر  
مرے اللہ نے بندہ نوازی اس کو کہتے ہیں

## زمین طرہی ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مسطور

گیا ہے جب سے تو مجلس سے سارے یار روتے ہیں      تری صحبت کی اُلفت سے در و دیوار روتے ہیں  
خمارؔی آنکھریاں کو یاد کر مستی کے عالم میں      گلابی توڑ ساغر پھوڑ کرے خوار روتے ہیں  
نہیں دل دیکھنے سے سیر آنکھ اوجھل نہ ہو پیارے      کہ بن دیکھے ترے یہ دیدہ خوں بار روتے ہیں  
میسا گر تجھے عالم کہے تو کیا تعجب ہے      چلا تو اور شہر اور شہر کے بیمار روتے ہیں  
وہ کیا کچھ ہوگا حاتم جس کے عالم انتظاری میں  
گھر اپنے چھوڑ بیٹھے کوچہ و بازار روتے ہیں

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحر مل خفیف مخبوں مقطوع مسیغ۔ فاعلاتن مفاعلن فعلان

ہم وہ جب ہم شراب ہوتے ہیں      کئی مرغے کباب ہوتے ہیں  
قہر کرتے ہیں مجلسوں میں بتاں      جس گھڑی بے حجاب ہوتے ہیں  
کونؔ جانے ہے غیر زلفِ صنم      دل میں جو پیچ و تاب ہوتے ہیں  
گھر بہ گھر ہے وہ مستِ عشوہ و ناز      در بدر ہم خراب ہوتے ہیں  
کون جانے ہے اس کی لذت کو      جس مزے کے عتاب ہوتے ہیں  
جو گزرتے ہیں میرے دل میں خیال      آنکھ کھلتے ہی خواب ہوتے ہیں  
اس کے دندان کو دیکھ کر حاتم  
موتی حسرت سے آب ہوتے ہیں

۱۔ زمین طرہی، ۱۱۶۱ھ فی بحر ہزج مثنیٰ مسیغ مسطور، لندن

۲۔ تری صحبت کو کر یاد اڑھیں مار روتے ہیں، لندن۔ دے سر مار روتے ہیں، کراچی

۳۔ خمارؔی آنکھریوں کو دیکھ سے خانے میں مستی ہے۔ لندن

۴۔ دل ہی، علی گڑھ

۵۔ جب تو ہنستا ہے دیکھ کر دندان، لندن

## زمین طرچی فرمائش مہدی قلی خان ۱۱۷۲ھ

بحر خفیف محبوب مسطور

اس سے جب ہم دوچار ہوتے ہیں      یک نگہ میں شکار ہوتے ہیں  
حسرت پنچہ حنائی سے      جیب کے تار تار ہوتے ہیں  
عید ہوتی ہے گھر میرے اُس روز      تجھ سے جب ہم کنار ہوتے ہیں  
آشتابیؑ کہ تیرے وعدہ پر      دیر سے بے قرار ہوتے ہیں  
تیری فرقت کے داغ سینہ پر      باعث یادگار ہوتے ہیں  
گل رُخاں بے سبب گلی کے مرے      بات کہتے میں ہار ہوتے ہیں  
بحر غم سے نکال اے ساقی      ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں

حاتم ان سے نہ مل کہ یہ محبوب

آفتؑ روزگار ہوتے ہیں

## زمین طرچی ۱۱۷۱ھ

بحر خفیف مسطور

لطف اُس کا ستم سمجھتے ہیں      ایسی باتوں کو ہم سمجھتے ہیں  
جس کو ہستی کہے ہے اہل جہاں      ہم تو اِس کو عدم سمجھتے ہیں  
سب کے دل کی ہمیں خبر دے ہے      دل کو ہم جام جم سمجھتے ہیں  
درد دل کیا کہوں کسی سے کہ یار      درد کی بات کم سمجھتے ہیں

اس کے مضمون خط کا ہم حاتم

بن پڑھے یک قلم سمجھتے ہیں

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ لاہور میں سرخی ہے: ”زمین در ۱۱۷۲ھ بحر خفیف مسطور“

۲ دشمن دوست دار ہوتے ہیں، لاہور

۳ آشتابی کر تیرے وعدہ پر، لاہور

۴ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرح ۱۱۵۱ھ

بحر ہزج مٹمن مسیغ

اکڑ کر جس گھڑی یہ نوجواں تل تل کے چلتے ہیں      قدم کی خاک اون کے عاشق اپنے منہ سے ملتے ہیں  
عجب صحبت ہے ان سے کس طرح صحبت برابر آوے      کبھو نظروں میں چھلتے ہیں کبھو آنکھیں بدلتے ہیں  
عرق اس کو نہ کہیے جو تری زلفوں سے ٹپکے ہے      یہ کالے ناگ ہیں اور منہ سے اپنے زہر اوگلتے ہیں

## زمین طرحی ۱۱۹۰ھ

بحر مل مسدس مقطوع

ہم فقیروں میں مرے بیٹھے ہیں      ترک دنیا کو کرے بیٹھے ہیں  
دے کے دل ہاتھ ترے اپنے ہاتھ      ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں  
خانماں اپنا لٹا کر عاشق      ترے در پر نہ گھرے بیٹھے ہیں  
کوئی اس وقت نہ بولو ان سے      آپ غصے میں بھرے بیٹھے ہیں  
دل تو تم پاس ہے گو مجلس سے      دور بیٹھے ہیں پھرے بیٹھے ہیں  
سو ہنر مند ہیں صحبت میں ترے      ہم بھی اک بے ہنرے بیٹھے ہیں  
کئی صاحب ترے دروازے پر      جیسے مل کر نفرے بیٹھے ہیں  
اس غضب ناک کی خو سے حاتم  
چھپ کے کونے میں ڈرے بیٹھے ہیں

## زمین طرحی ۱۱۹۲ھ

بحر خفیف

مرگ سے ہم دوچار بیٹھے ہیں      گور کے ہم کنار بیٹھے ہیں  
روز و شب یک نفس نہیں فرصت      دم کے ہم پاس دار بیٹھے ہیں  
دور کر دل سے کار و بار جہاں      بوجھ سر سے اُتار بیٹھے ہیں  
بحر میں ہستی و عدم کے یہاں      دونوں مانجھ دھار بیٹھے ہیں

مرد ہیں جو دنیا کے سر اس کے لات مار بیٹھے ہیں  
طبع کے ہاتھ کو بغل میں دیے گھر میں پاؤں پسار بیٹھے ہیں  
شیخ مسکوں سے ہم نہیں واقف مدرسوں میں ہزار بیٹھے ہیں  
جبر اور اختیار کے تو جان ہم تو بے اختیار بیٹھے ہیں  
اس جہاں کے قمار خانہ میں جب سے ہم آ کے یار بیٹھے ہیں  
عمر ہشتاد و پنج سالہ کو حیف کیا دم نقد ہار بیٹھے ہیں  
زندگی ہو چکی میاں حاتم  
وقت کے انتظار بیٹھے ہیں

## زمین استقامت خان اسلم ۱۱۶۴ھ

بحر مضارع مشن اخب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

تشبیہ دوں جو اس کے لبوں سے زباں کہاں غنچہ کہاں وہ نامِ خدا وہ دہاں کہاں  
دامن تلک بھی اوس کے نہ پہنچا مرا غبار مشہور ہے زمین کہاں آسماں کہاں  
کعبے میں جس کو ڈھونڈنے جاتا ہے شیخ تو سوتو تری بغل میں ہے اندھے وہاں کہاں  
زاہد کو ہم نے دیکھ خرابات میں کہا مسجد کو اپنی چھوڑ کہو تم یہاں کہاں  
کہنے لگا کہ اس کی حقارت تو کیا کروں پر یہ مزہ و صحبت پیر مغاں کہاں  
دل ایک اور بتاں ہیں ہزاروں جہاں میں  
حاتم میں ایک دل کو لگاؤں کہاں کہاں

۱۔ زمین طرحی در ۱۱۶۸ھ لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر اس طرح دیا ہے:

یک دل ہے اور بتاں ہیں ہزاروں جہاں میں = حاتم ایک دل کا لگا دے کہاں کہاں

## زمین طرحی ۱۱۵۸ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

جوش مستی پھر کہاں یارو جوانی پھر کہاں      میکدے میں جا کے وہ دھو میں چانی پھر کہاں  
کر لے رنگ رلیاں تو اے بلبل کہ جاتی ہے بہار      چاروں کو یہ گل اور گلشن دیوانی پھر کہاں  
خاکساری کر کے آخر خاک ہونا ہے تجھے      یہ اکڑ چلنا ترا یہ حج بنانی پھر کہاں  
عدل سے کرسطنت اے دل تو تن کے ملک میں      وقتِ فرصت بوجھ لے یہ حکمرانی پھر کہاں  
کیا ہوا حاتم تجھے جینے سے اکتایا ہے کیوں  
دم غنیمت جان مشفق زندگانی پھر کہاں

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر خفیف مخبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلتن فاعلات

حق سے عاشق کا شیخ راز کہاں      تیرا روزہ کہاں نماز کہاں  
رات بیمار کی بھی ہے تو بڑی      زلف کی سی شبِ دراڑ کہاں  
سرو اور اوس کے قد سے کیا نسبت      وہ کہاں اور میرا سرو ناز کہاں  
دشمن عاشق سے گرو گروا دے ہے      گروک مرغی کہاں وہ باز کہاں  
حاتم اس شوخ سے ہمیشہ نہ مل  
روز ملنے میں امتیاز کہاں

۱۔ مستو، لندن و لاہور

۲۔ لندن میں یہ شعر اس طرح لکھا ہے:

کیا ہوا تجھ کو تو اب جینے سے اکتایا ہے کیوں = دم غنیمت جان حاتم زندگانی پھر کہاں

۳۔ میرا علی گڑھ

۴۔ ۱۱۷۰ھ، لندن

۵۔ دیکھ عاشق کو گرو گروا دے رقیب، لندن ۱۔ ہر ایک۔ علی گڑھ

## زمین طرحی ۱۱۴۲ھ

بحر ہرج مٹمن مسیغ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

دکھاوے مت غضب کی تیوری سے بار بار آنکھیاں  
محبت کی زمیں پر اشک کے دانوں کو بوتی ہیں  
چمن کے بیچ وہ گل باز آیا سیر کو جس دم  
قراول بن کے یہ وحشی کیے تھے رام مدت میں  
کہ میرے دل اوپر کرتی ہیں جوں تر وادار آنکھیاں  
تمہارے شوق میں رورو کے اے گل زار زار آنکھیاں  
نظر کر چشم پُر حیراں ہے نرگس ہار ہار آنکھیاں  
پھر ہم سے پھر آنکھیں ہو گئیں اغیار یار آنکھیاں  
دیکھا حاتم کہ اب کوئی دم کو ناحق جان دیتا ہے  
کریں بے در نے آخر کو ہولا چار چار آنکھیاں

## زمین طرحی ۱۱۴۹ھ

بحر ہرج مسطور

بجا ہے گر کروں صدقے تری آنکھوں اوپر آنکھیں  
ہمیشہ بحر و بر کی سیر کرتا ہوں میں گھر بیٹھے  
رہے نہیں ہوش ان میں بات کہنے کا ترے آگے  
دغا بازی نہیں دل میں، اگر اس کے تو اے یارو  
کہ مجھ کو اب تلک ایسی نہیں آئیں نظر آنکھیں  
فغاں سے خشک ہیں لب اور رونے سے ہیں تر آنکھیں  
دکھاوے جا کے میخانہ میں مستوں کو اگر آنکھیں  
چراتا کیوں ہے ہم سے مخلصوں سے دیکھ کر آنکھیں  
نکل کرتن سے جان اب لب اوپر پہنچا ہے اے حاتم  
یہی ہے دل میں، اس کو دیکھ لوں اس وقت بھر آنکھیں

## زمین طرحی ۱۱۹۶ھ

بحر مل مٹمن مجبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

خلق کیوں کر نہ کہے دیکھ کے دیوانہ ہمیں  
چھوڑ کر شہر جو خوش آئے ہے ویرانہ ہمیں

۱۔ فی بحر ہرج مٹمن مسیغ مسطور، لندن

۲۔ مفلوس سے، لندن

۳۔ لاہور میں یہ غزل دی ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

قدر دل سوختہ دل سوختہ ہی جانے ہے دوست رکھتا ہے تبھی بزم میں پروانہ ہمیں  
میکشو نشہ دیدار سے ہم سرخوش ہیں بس ہے اس دور میں یک گردش پیمانہ ہمیں  
شیخ تسبیح و مصلیٰ سے ترے کام نہیں دل کے عقدے ہیں یہاں سبھ صد دانہ ہمیں  
کسے درکار ہے اب خانہ و دیواں خانہ  
بس ہے گر رہنے کو حاتم در میخانہ ہمیں

## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحرِ محبت مٹمنِ مخبوں مقصور۔ مفاعلاتن مفاعلاتن فعلات

ترے لبوں کو میں تنگِ نبات کہہ تو کہوں دہن کا وصف ترے منہ سے بات کہہ تو کہوں  
مجھے امید نہ تھی تس پر آیا وہ مہ رو میں ایسی رات کے تئیں چاند رات کہہ تو کہوں  
خطِ سیاہ کی ظلمات میں یہ چاہِ ذقن بجائے چشمِ آبِ حیات کہہ تو کہوں  
تمہارے حسنِ فسوں کرنے ساحراں کا دل کیا ہے بند اسے طلسمات کہہ تو کہوں  
جفا و ظلم و ستم جو آج حاتم پر  
جو کچھ ہوا سو میاں تیرے ہاتھ کہہ تو کہوں

## زمین طرچی ۱۱۸۱ھ

بحرِ مل مٹمنِ مخبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

ابر میں دیکھ کنارے سے بہارِ دامن برق ہوتی ہے ترے آگے نثارِ دامن  
ہاتھ سے دشتِ جنوں میں ترے عاجز آیا خارِ پاؤں سے نکالوں میں کہ خارِ دامن  
کس طرح چاک کروں جان کے ہے پاسِ ادب ہے گریباں میں نشانی تیرا تارِ دامن  
رشتہ عمر دراز اپنا میں کوتاہ کروں آوے یہ تار اگر تیرے بکارِ دامن

۱۔ تمہارے خط کی یہ ظلمات بیچ چاہِ ذقن، لندن

۲۔ ۱۱۶۹ھ، لاہور

۳۔ یارِ علی گڑھ



گھیر جامہ کا بہت دیکھ کے گھبراتا ہوں کہ مبادا ہو کمر پر ترے بارِ دامن  
جب سوار ہو کے تو نکلے تو جلو میں دوڑیں جامہ زیبانِ جہاں لے کے کنارِ دامن  
سرمہ چشم کروں اپنے میں حاتمؑ وہ خاک  
ہاتھ آوے جو کھو اویں کا غبارِ دامن

## زمینؒ طرحی ۱۱۱ھ

بحرِ مستبثِ مٹمنِ محبوبِ مقطوعِ مسیخ۔ مفاعِلنِ فعلاَتِنِ مفاعِلنِ فعلاَن

کیا ہے محفلِ دل ہم نے جائے درویشاں فقیرِ خانہ بنایا برائے درویشاں  
نظر کسی کی یہ نعمت اوپر نہیں رکھتے ہمیشہ خونِ جگر ہے غذائے درویشاں  
جو چاہتا ہے بھلا ہو تو ان کی خدمت کر بلا کو دور کرے ہے دعائے درویشاں  
شرف رکھے ہے لباسِ حریر و دیبا پر یہ پارہ پارہ گلیم و ردائے درویشاں  
غرور و نخوت و پندار و کبر اے حاتمؑ  
نکال سر سے ہوابِ خاک پائے درویشاں

## زمینؒ طرحی ۱۱۱ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محبوبِ مقطوع لہ۔ فاعلاَتِنِ فاعلاَتِنِ فاعلاَتِنِ فعلاَن

عندلیبو کوئی ہے تم میں خریدارِ چمن آؤ اس وقت کہ ہے گرمیِ بازارِ چمن  
آرزو ہے مجھے صیاد اگر دے رخصت ایک پرواز کروں تا سرِ دیوارِ چمن  
اس کے مڑگاں کے تصور میں مشبک ہے جگر گل سے بہتر نظر آتے ہیں ہمیں خارِ چمن  
بلبلو سیرِ چمن تم کو مبارک ہووے ہم سے اب دشتِ نوردوں کو کہاں بارِ چمن  
آج گلِ گشت کو آتے ہیں یہاں حاتمؑ شاہ  
اے نسیمِ سحری جلد ہو درکارِ چمن

۱۔ بہ منتِ حاتمؑ، لاہور  
۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔  
۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔  
۴۔ فاعلاَتِنِ فعلاَتِنِ فاعلاَتِنِ فعلاَن، لاہور  
۵۔ عندلیبو تمہیں گلِ گشت، علی گڑھ

## زمین طرچی ۱۱۴۵ھ

بحر خفیف مجبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات

منہ سے ٹک دُور کر نقاب کے تیں لے غلامی میں آفتاب کے تیں  
تو نے اپنے دکھا کے رخسارے غرقِ شبنم کیا گلاب کے تیں  
شوق میں جوں کہ دیدہ تصویر یوں ترستے ہیں چشمِ خواب کے تیں  
دیکھ کر تجھ جیس پہ دانہ عرق موتی ڈھونڈھے ہیں جگ میں آب کے تیں  
دلِ سوزاں سے آج حاتم کے  
مت مقابل کرو کباب کے تیں

## زمین طرچی ۱۱۶۲ھ

بحر خفیف مسطور

سن کے اوس افع البیاں کی زباں ہوگی بند طوطیاں کی زباں  
گالیوں میں غریب پرور ہے میری بد وضع بد زبان کی زباں  
کوئی کہتا نہیں اوسے کہ میاں کس سے سیکھا یہ ہے کہاں کی زباں  
کبجو رہتی نہیں ہے چپ ہرگز میرے شکوہ سے بدگماں کی زباں  
ہند کی گفتگو انوکھی ہے چرب ہے سب اوپر یہاں کی زباں  
کوئی بھلا کوئی برا کہو مجھ کو بند کیونکر کروں جہاں کی زباں  
خوب گو سب ہیں لیکن اے حاتم  
خوب سے خوب ہے فغاں کی زباں

## زمین طرچی ۱۱۵۶ھ

بحر مل ثمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

سر قدم کر لے میں اوس کے سیر کی یکسر زمین کوئی نہیں خالی رہی ہے ہم سے اب یکسر زمین

۱۔ ”زمین طرچی ۱۱۶۲ھ فی بحر خفیف مجبوں مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات“ ہندن

۲۔ لندن میں یہ شعر ہے۔

۳۔ محذوف، علی گڑھ

۴۔ گی علی گڑھ

خوش خراموں میں نرالی ہے مرے سرکش کی چال  
جس زمین پر عاشق و معشوق بیٹھیں ایک جا  
عاشق آ کیونکر نہ تجھ کو چپے میں ہوں مرمر کے ڈھیر  
خاکساروں کو نہیں ہے مسند شاہی سے کام  
پاؤں رکھنے کو نہیں روئے زمین پر ایک جا  
ملک و ملک عاریت پر اس قدر مت کر غرور  
اشک کے دانوں کو بوتا ہوں زمین دل کے بیچ  
ہر قدم نیچے رکھے ہے اوس کے اپنا سر زمین  
اس زمین سے کون سی پھر ہو سکے ہم سر زمین  
کب وہ پاویں گے پھر اس سے گور کو بہتر زمین  
ان کے گر رہنے کو جائے فرش ہے بستر زمین  
ہو گئی ہے اس قدر رونے سے میرے تر زمین  
کون لے جائے گا دھر کر گور میں سر پر زمین  
ختم ریزی کے نہیں ہوتی ہے قابل ہر زمین  
دشت گردی پر تری حاتم وہ کرتی ہے بجا  
آہوں کے نقش پا کی مہر سے محضر زمین

## زمینؑ محمدؐ میر سوز ۱۱۶۹ھ

بحر متقارب مٹمن مقبوض۔ فعل فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

ملاوئے خاک میں خدا نے پلک کے گلے ہی شاہ لاکھوں  
جنھوں کے ادنا غلام رکھتے تھے اپنے چاکر سپاہ لاکھوں  
نماز و روزے زکات و حج پر نہیں ہے موقوف کچھ اے زاہد  
جدھر کو جاوے اودھر کو ہیں گے خدا کے ملنے کے راہ لاکھوں  
سنا ہے میں نے کہ تو نے میرا کیا ہے شکوہ کسی سے ظالم  
تیرے ستم اور مری وفا کے جہاں میں ہیں گے گواہ لاکھوں  
عجب تماشا ہے کس سے کہیے اثر نہیں سنگ دل کے دل میں  
کروں ہوں یارو میں ایک دم میں ہزاروں نالے و آہ لاکھوں  
کرے ہے فریاد ایک عالم گلی میں اس کی ہے شور و محشر  
جو ایک ہوئے تو کیجیے انصاف اس کے ہیں داد خواہ لاکھوں

کروڑ باری میں سو طرح سے کہا کہ کھا اور کھلا نہ مانا  
کوئی تو لیوے گا چھین تجھ سے تو جوڑِ حُسن پناہ لاکھوں  
یہ مصرع سوزن کے حاتم کہے ہے صبح سے اے عزیزو  
امید بخش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

## زمینِ رفیع سودا ۱۱۶۷ھ

بحرِ مضارع مثنوی مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

رونے سے میرے دل کو مکدر نہ کر کہیں	شبنم سے جان گل کو ہوا ہے ضرر کہیں
افسانہ اپنے دل کی مصیبت کا دوستاں	کہتا ہوں تم سے اب جو سنو کان دھر کہیں
اس طفلِ دل کی دل سے کرے تھا میں پرورش	کہتا رہے تھا روز کہ نورِ بصر کہیں
نظروں سے میری دور نہ ہونا کہ جانِ من	ڈرتا ہوں لگ نہ جائے کسو کی نظر کہیں
جانا نہ میرے پاس سے پیارے کسی طرف	پھرنا نہ ایسے وقت میں نادان ہر کہیں
اس شہر میں سنا ہے کہ پھرتے ہیں دن میں چور	دیکھے ہیں جس کسو کے جو دل کو جدھر کہیں
لے جا کے اس طرح سے چھپاتے ہیں گھر کے بچ	پاتا نہیں ہے اس کا کوئی پھر اثر کہیں
دن رات پاسباں کی طرح جاگتا رہا	سوتا کئی برس سے نہ تھا نیند بھر کہیں
رہتا تھا اس خلل میں کہ میری طرف ہوا	ناگاہ آسمان سے قضا کا گزر کہیں
یک بارگی پلک سے پلک آشنا ہوئی	غفلت سے ایک دم میں ہوا بے خبر کہیں
جن کو کہے تھا چور سو دل کی تلاش میں	ان میں سے ایک آ گیا دل بردھر کہیں
دل کو مری بغل سے لیا اس طرح نکال	لیتے ہیں جس طرح سے صدف سے گھر کہیں
چونکا تو دیکھتا ہوں میرے پاس دل نہیں	جاتا رہا ہے ہاتھ سے ایسا ثمر کہیں
روتا و سر پٹکتا پھرا ڈھونڈتا اُسے	ایسا پھرا نہ ہوگا کوئی در بدر کہیں
رونے سے اپنے مجھ کو یہاں تک ہوا ہے خوف	نکلے نہ جائے اشک کے لختِ جگر کہیں

جتنا خیال کرتا ہوں سارے جہاں<sup>۱</sup> میں آتا نہیں ہے کوئی نظر داد گر کہیں  
ڈرتا ہوں آہ و نالہ و شور فغاں سے آج ہو جائے یہ جہان نہ زیر و زبر کہیں  
پاوے کوئی کہاں سے جو جاتا رہا ہو دل جس کا نہ ہوئے ٹھور و ٹھکانہ و گھر کہیں  
حائتم<sup>۲</sup> گیا ہوا نہیں آتا ہے ہاتھ دل  
باز آ تو اس تلاش سے آ صبر کر کہیں

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۷۹ھ

ہزج مسدس مقصور۔ مفاعیل مفاعیلن مفاعیل

کروں دل کھول کر سیرِ بیاباں جو فرصت دے کوئی دم مجھ کو دوراں  
قیامت تک جدا ہووے نہ یارب جنوں کے دست سے میرا گریباں  
خیالِ زلفِ محبوباں نے اس رات کیا مجھ جمع خاطر کو پریشاں  
ہمارے اشکِ خوں آلودہ سے آج ہوئی ہے آستیں رشکِ گلستاں  
ہمیں تو رنج و راحت شادی و غم تصور میں ترے گزرے ہے یکساں  
ہے لازم تجھ کو میری پاس خاطر کہ ہوں اس بزم میں یک دم کا مہماں  
وہی ہوگا جواں مردی میں نامی کسی پر جو کرے اس وقت احساں  
تجھے مرہوں کیا احساں سے حائتم  
ہے فیاضِ زماں یعقوب علی خاں

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۷۲ھ

بحر مل مثنیٰ مجنوں مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کیا بیاں کیجیے نیرنگی اوضاعِ جہاں کہ بہ یک چشمِ زدن ہو گیا عالم ویراں  
جن کے ہاتھی تھے سواری کو سواب ننگے پاؤں پھریں ہیں روٹی کو محتاج پڑے سرگرداں

صبح سے شام تلک قوت کو ہیں گے حیراں  
سو ہیں پیوند کے مشتاق سراپا عریاں  
خوان الوان کہاں اور وہ کہاں دسترخوان  
جائے بلبل سے چمن بیچ غزل خوان زانغان  
ہوئے ہیں صاحب مال و محل و فیل نشان  
یعنی نعمت بہ سگاں بخشی و دولت بہ خراں  
ہے عدم دہر کی آنکھوں سے مروت کا نشان  
غضب آوے جو کوئی جائے کسی کے مہماں  
یعنی چہ میر و چہ میرزا و چہ نواب چہ خاں  
وے جو ہیں نام کو نوکر انھیں تنخواہ کہاں  
جہاں اب مرد ہیں مانند زنان نوحہ کنان  
آنکھ سے آنکھ ملانا تو یہاں کیا امکان  
زندگانی ہوئی ہر ایک کی اب دشمن جاں  
کہیں مظلوموں کے رونے سے نہ آوے طوفان  
راست کہتا ہوں نہیں جھوٹ عیاں راچہ بیاں  
مگر اس درد کو ہو فضلِ خدا کا داماں

حاتم اس بحرِ مروت کی علیٰ دیوے مراد

جس کا اس وقت ہوا ہے تو عبید الاحسان

نعتیں جن کو میسر تھیں ہمیشہ ہر وقت  
جن کے پوشاک سے معمور تھے توشک خانے  
پرچہ نان کے تئیں ہاتھ میں رکھ کھاتے ہیں  
رتبہ شیروں کا ہوا ہے گا شغالوں کو نصیب  
وہ جو ٹھارے کو ترستے تھے سو اس دور میں آج  
اے خداؑ وقت کے موقع ہے کسی کا مصرع  
پوچھتا کوئی نہیں حال کسی کا افسوس  
زن و بچہ سے چھپا کھاتا ہے روٹی عالم  
جس کو دیکھوں ہوں سو ہے فکر میں غطاں پیچاں  
وہ جو بیکار ہیں ان کا تو خدا حافظ ہے  
جہاں سنتے تھے شب و روز طنبوراً ڈھولک  
کان دھر بات کسی کی نہیں سنتا کوئی  
کیا زمانے کی ہوا پھر گئی سبجان اللہ  
گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے  
چشمِ عبرت سے نظر کیجی اولی الابصار  
مرض ہے بھوک کا عالم کو کرے کون علاج

۱۔ پرچہ کو رکھ ہاتھ میں کھاتے ہیں امیر، لندن

۲۔ دھر، لاہور

۳۔ اے خدا خوب کہا ہے یہ کس نے مصرع، لندن

۴۔ سگاں، علی گڑھ، رام پور و لکھنؤ

۵۔ یہ شعر لندن میں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

میں پیمائش کیا مجنوں صفت یکسر بیاباں کو  
مسخر کیوں نہ آہو چشم ہوں میرے کہ دانی ہیں  
میں غم سے لٹ گیا مانندِ موسودا سے جل بل کر  
مرادل اس دلیری سے طرفِ مرگاں کے دوڑے ہے  
عشبِ بکھے ہے غم کے روزہ داروں سے تو اے زاہد  
تو ان کے آؤنے سے باغباں ڈریو کہ یہ لڑکے  
غلامِ عشق سے دیر و حرم کی راہ مت پوچھو  
برس میں وہ کبھو برسے ہے یہ برسوں سے برسے ہے

چمن میں داستانِ عشق میری سن کے اے حاتم

کیا استادِ آخرِ بلبلوں نے مجھ غزل خواں کو

## زمین طرحی ۱۱۷۱ھ

بحرِ مسطور

جہاں میں عشق کے برعکس دیکھا رسم و آئیں کو  
نہ لو فرہاد کی تربت کے اوپر نامِ خسرو کا  
ہلکتن وار بھی فرصت نہ دی غنچہ کو ہے ظالم  
بسنی یک تہی گل نارِ مہینہ شالِ عباسی

فلک کے ہاتھ سے عاجز ہیں حاتم صاحبِ جوہر

خدا ناخن نہ دے اس سفلہ پرورِ ناتواں میں کو

ممسکانِ جہاں خزانے کو جمع کرتے ہیں چھوڑ جانے کو  
زورِ قسمت نہیں تو سر پیٹ نام رکھتے ہو کیوں زمانے کو

## ۱۔ واردات ۱۱۴۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف

ہے یاد دشمنوں میں لگا ہم نے گھات کو      کیا کیا مزے لیے تھے جہاں چھپ کے رات کو  
سب جان و تن ملا تھا نہ تھا کچھ خلل مگر      دونوں کے دل اس آن ترستے تھے بات کو  
وہ رمز دل فریب ترے اب تلک ہیں یاد      بیڑا بنا کے پھینکا بیڑے کے پات کو  
اس وقت دل مرا ترے بچے کے بچ تھا      جس وقت تو نے ہات لگایا تھا ہات کو  
حائم کو کیا کہوں کہ خضرؑ بھی گیا ہے بھول  
ترے لبوں کی چاہ میں آبِ حیات کو

## ۲۔ زمین طرچی ۱۱۷۰ھ

بحر مختبث مثنیٰ محجوب مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

تری گلی میں جو گر رہنے کی مجھے جا ہو      جہنمی ہوں جو جنت کی پھر تمنا ہو  
ستم شعار کی وضعوں سے دل دھڑکتا ہے      ادھر غرور ادھر عجز دیکھئے کیا ہو  
تو اس کی طرح سے ہنستا تو ہے بھلا اے گل      ابھی جو دیکھ لے ظالم تو کیا تماشا ہو  
جباب کی سی طرح قطرہ چھوڑ کر ہستی      جو آنکھ کھول کے دیکھے تو عین دریا ہو  
ہے صید دل میرا پابستہ تارِ الفت سے      جو دل میں تیرے رہا کرنا اوس کا آتا ہو  
تو شاخ شاخ چمن دشمن اوس کی ہے صیاد      وہ صیدِ خاک اوڑے جس کے رشتہ برپا ہو  
اگر نگاہ کرے اس کی زلف کو حاتم  
عجب نہیں ہے جو سارے جہاں کو سودا ہو

۱۔ بیان واقع، رام پور علی گڑھ

۲۔ سکندر

۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۴۔ عبد علی گڑھ



## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر خفیف مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فعْلن

تم<sup>۱</sup> تو بیٹھے ہوئے پر آفت ہو اوٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو  
دل<sup>۲</sup> تو چاہِ ذقن میں ڈوب گیا آشنا تھا غریقِ رحمت ہو  
نزع<sup>۳</sup> کے وقت بھی نگاہ نہ کی کیا سیہ چشم بے مروت ہو  
وہی جانے ہے عافیت کی قدر جس کو پر کہیں مصیبت ہو  
مفلسی اور دماغ اے حاتم  
کیا قیامت کرے جو دولت ہو

## زمین طرحی ۱۱۸۱ھ

بحر خفیف مسطور

باغ میں تم جو کار فرما ہو تو خزاں میں بہار پیدا ہو  
مطرب ہو عندلیب و ساقی ابر گلِ پیالہ ہو غنچہ مینا ہو  
سب مہیا ہو عیش کا اسباب تم جو مجلس میں رونق افزا ہو  
جس طرف لطف سے نگاہ کرو اُس طرف اور ہی تماشا ہو  
یہ فقیروں کی ہے دُعا حاتم  
محسن الملک ہوئے دنیا ہو

۱۔ غم خانہ جاوید، جلد اول میں یہ شعر میاں محمد اسماعیل بیتاب شاگرد یک رنگ کے کلام میں صفحہ ۶۳۰ پر شامل ہے، جو غلط ہے، اسے سرقہ کہیں یا الحاق۔

۲۔ چرخنداں میں دل تو ڈوب گیا، لندن

۳۔ لندن میں اس جگہ یہ متن ہے: ”آشنا جان کر کیا ہے ذبح“

۴۔ کبھی، علی گڑھ

۵۔ لاہور میں یہ غزل دی ہے۔

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحر مضارع مسدس اُخرب مقبوض محذوف۔ مفعول مفاعیلن فاعلن

رسوا و خراب کو بہ کو ہو تب عشق سے جا کے دو بدو ہو  
آئینہ مثال دل کر اپنا اس وجہ سے اس کے روبرو ہو  
جوں شانہ کرے تو سینہ صد چاک تب محرم زلف مو بہ مو ہو  
لیلیٰ منشاں ملیں تب حاتم  
جب قیس صفت تو ہو بہو ہو

## زمین طرہی ۱۱۶۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

دل چاہتا ہے سیر بیابان ہو سو ہو پھاڑوں ہوں اب تو اپنا گریبان ہو سو ہو  
اب کے بہار ہو تو اجارے میں لوں جنوں مدت سے میرے دل میں ہے ارمان ہو سو ہو  
چاہے ہے دل گلے سے ملوں گو کرے تو ذبح ہے روزِ عید میں ترے قربان ہو سو ہو  
بہتے نکل گیا تھا مرے منہ سے ایک روز یہ سر نظر کروں گا مری جان ہو سو ہو  
کہتے تو میں کہا ولے حاتم اب اس کے تیں  
ایسی چڑھی ہے ضد کہ اسی آن ہو سو ہو

## زمین خواجہ میر درد ۱۱۶۵ھ

بحر مضارع مسطور

بندا بتوں کا شیخ کہے ہے کہ تو نہ ہو اور جو کہے سو ہوئے یہ ہم سے کھو نہ ہو  
زیبندہ مو بہو ہیں بدن پر مرے یہ زخم کس کام کا وہ جامہ کہ جس پر اُتو نہ ہو

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۲ منہ سے ایک دن، لندن

۳ بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف محذوف، لندن

ایسا کروں گا اب کی گریباں کو تارتار جو پھر کسی طرح سے کسی سے رفو نہ ہو  
تیرے خیالِ قد کا مرے چشمِ تر میں ہے ممکن نہیں کہ سرو لبِ آب جو نہ ہو  
لذت سے زندگی کی بڑا بے نصیب ہے جس دل میں دیکھنے کی ترے آرزو نہ ہو  
ڈرتا ہوں مست و شیخ کی صحبت یہاں ہے گرم آپس میں آج ان میں کہیں گفتگو نہ ہو  
بے اس کے حاتم اب کسو مجلس میں تو نہ جا  
بے نور ہے وہ بزمِ جہاں شمعِ رو نہ ہو

## زمینِ طرحی ۱۱۷۰ھ

بحرِ خفیفِ محبوںِ مقطوع۔ فاعلاقِ مفاہلنِ فعلن

مے ہو ابر و ہوا نہیں تو نہ ہو درد ہو گر دوا نہیں تو نہ ہو  
ہم تو ہیں آشنا تیرے ظالم تو اگر آشنا نہیں تو نہ ہو  
دل ہے وابستہ تیرے دامن سے دست میرا رسا نہیں تو نہ ہو  
ہم تو تیری جفا کے بندے ہیں تجھ میں رسم وفا نہیں تو نہ ہو  
آستاں پر تو گر رہے ہیں اگر تیری مجلس میں جا نہیں تو نہ ہو  
ہم تو ہیں صاف، بدگماں میرے تیرے دل میں صفا نہیں تو نہ ہو  
دل کو اکسیر ہے گی تیری نگاہ ہوسِ کیمیا نہیں تو نہ ہو  
ہم تو حاشا نہیں کسی سے برے کوئی ہم سے بھلا نہیں تو نہ ہو  
طالبِ وصل کب تلک رہیے ہو تو ہو جائے یا نہیں تو نہ ہو

حاتم اب کس کی مجھ کو پروا ہے  
کوئی مرا جز خدا نہیں تو نہ ہو

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر جز مٹمن مطوی مجبوں۔ متعلن مفاعلن متعلن مفاعلن

ہم کو کب انتظار ہے فصل بہار ہو نہ ہو      داغ جگر شکفتہ باد گل بہ کنار ہو نہ ہو  
درد تو میرے پاس سے مرتے تلک نہ جایو      طاقت صبر ہو نہ ہو تاب و قرار ہو نہ ہو  
صبح تو ہوئی ہے دیر کیا تیری بلا سے ساقیا      جام شراب تو دے ہم کو خمار ہو نہ ہو  
تیر نگہ لگا کے تم کہتے ہو پھر لگا نہ خوب      میرا تو کام ہو گیا سینہ کے پار ہو نہ ہو  
طالب یک نظارہ ہوں اتنا بھی مجھ سے بیر کیا      منہ تو مری طرف کو ہو گو کہ دوچار ہو نہ ہو  
حلقہ در ہے حلقہ زن کوئی بھلا خبر تو لو      دل مرا شادی مرگ ہے ہے وہی یار ہو نہ ہو  
حاتم اگر گناہ کرے شکوہ نہ کر خدا سے ڈر  
فدوی جاں نثار ہے تو بھی ہزار ہو نہ ہو

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر مضارع مٹمن انخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

صحن چمن میں بیٹھ کے مے نوش مت کرو      گل کو نگہ کے جام سے بے ہوش مت کرو  
اس بات کو ہماری رکھو جان کان میں      گر دشمنوں کا ڈر ہو سخن گوش مت کرو  
جائے جواب نامہ دکھانے دو داغ عشق      لاشے کو دل جلے کے کفن پوش مت کرو  
اس کے قد بلند کا شہرہ بلند ہے      گلشن میں اس سے سرو کو ہم دوش مت کرو  
فدوی ہے جانفشان ہے غلام قدیم ہے  
حاتم کی بندگی کو فراموش مت کرو

## زمین طرحی ۱۱۳۴ھ

بحر مضارع مسطور

عاشقؔ اوپر نہ جور و ستم اس قدر کرو      عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو

جو کچھ کیا ہے ہم نے سو دیوانہ بوجھ کر بخشو خدا کے واسطے آدر گزر کرو  
دل کے نگین پر اسم تمہارے کا نقش ہے نام اپنے کے سبب تم اسے نامور کرو  
دل لے گئے ہو تو بھی جفا چھوڑتے نہیں ہم دل جلوں کی آہ سحر سے حذر کرو  
آسان نہیں ہے شوخ ستم گر کو دیکھنا جی کو نذر کرو تب اوس اوپر نظر کرو  
حاتم کہے ہے تم کو میاں ایک جا تو رہ  
آنکھوں میں آبسویا مرے دل میں گھر کرو

## زمین طرحی ۱۱۵۷ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

میکش<sup>۱</sup> چاہو ہو گر آباد میخانہ کرو گردش چشم پری رویاں سے پیانہ کرو  
زلفِ خوباں میں جو چاہو ہو نگہ کی دسترس بنجہ<sup>۲</sup> مرگاں کے تیں اپنی بنا شانہ کرو  
شعِ رویاں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو  
پیر<sup>۳</sup> چاہو ہو تو آکر رشید<sup>۴</sup> اخلاص میں چھوڑ دو تسبیح اپنے من کے تیں دانہ کرو  
سن لو حاتم سے اگر ہے سنگِ طفلان کی ہوس  
جان کر اپنے تیں عالم میں دیوانہ کرو

## زمین طرحی ۱۱۵۲ھ

بحر خفیف

ہوئی تقصیر اب معاف کرو بغض و کینہ سے سینہ صاف کرو  
ہاں جی جانا سپاہی زادے ہو اب تو شمشیر کو غلاف کرو  
منہ لگانا بدوں کا خوب نہیں ایسی صحبت سے انحراف کرو  
دل کے آزار کا نہ دو فتویٰ مذہبوں میں مت اختلاف کرو  
چلو بیٹھے رہو بندھی مٹھی  
سینہ حاتم کا مت شکاف کرو

۱۔ جی نذر کر چکو، لاہور ۲۔ جن، دہلی۔ دیوان زادہ کی ترتیب کے وقت یہ شعر حذف کر دیا گیا:

یاراں جگت کے سیمراں سب ہیں لالچی = عاشق ہو تب کہ جا کے فکرِ سیم و زکر کرد

۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴۔ لندن میں یہ شعر زائد ہے۔

## زمین طرجی ۱۱۵۱ھ

بحر مسطور

اپنے عاشق کو جی سے پیار کرو      ظلم کو تم مت اختیار کرو  
حسن آئینہ فاش کرتا ہے      ایسے دشمن کو سنگسار کرو  
عمر جاتی ہے انتظاری میں      ٹک ادھر بھی کبھو گزار کرو  
مت اہل کے بھواں کماناں سوں      تیر مڑگاں کا دل کے پار کرو  
آج حاتم کے حال کو دیکھو

آ اس کے تیں دو چار کرو

## زمین استقامت خاں اسلم ۱۱۶۳ھ

بحر ہزج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن

بہت سے باغ میں دیکھیں ہیں ہم سرو      ولے تجھ سا نظر آیا ہے کم سرو  
اگر گلشن میں تو آ کر رکھے پاؤں      تو ہو قرباں ترے پہلے قدم سرو  
کوئی تجھ سانہیں ہے راست قامت      ترے قامت کی کھاتے میں قسم سرو  
ٹکا لے منہ سے کیا طاقت ہے حاتم  
جو اس کے باغ کی قمری سے دم سرو

## زمین طرجی ۱۱۶۳ھ

بحر رمل مثنیٰ مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ترے اے سرو خراماں رو برو گر آئے سرو      دیکھ کر چلنے کی خوبی خاک میں گڑ جائے سرو  
قدر آزادوں کی تو نے باغ میں جانی نہ حیف      ہے بجا گر آہ اس گلشن میں اب ہو جائے سرو

۱۔ لندن میں یہ سرخی ہے: ”طرجی در ۱۱۳۶ھ فی بحر خفیف محبوب محذوف۔ فاعلاتن مفاعیلن فعلن“

۲۔ ۱۱۵۲ھ، لاہور      ۳۔ جان، لندن      ۴۔ آخری دونوں اشعار لندن میں ہیں۔

۵۔ زمین میر محمد اسلم، لاہور و لندن      ۶۔ صدقے، لندن      ۷۔ ۱۱۵۳ھ، لاہور و لندن

گو کہ ہے بالفرض والتقدیر بالا و بلند  
کس طرح آوے جلو تیرے میں وہ معذور ہے  
تیری قامت کے تصور سے میں دیکھوں ہوں اسے  
تو جو ہو بر میں تو کس کافر کو ہو پروائے سرو  
یک دم آسائش نہ کی اور اوڑ گیا رنگ بہار  
حیف گل، افسوس بلبل ہائے قمری وائے سرو

سیر گلشن کو وہ سرکش آوے اے حاتم کبھو  
دیکھتے ہجرے کے تئیں جھک جائے اور خم کھائے سرو

## زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن  
آتا ہے اب نشے کی طرف جی کبھو کبھو ساقی نگاہ مست ادھر بھی کبھو کبھو  
دل کو کرے ہے ذبح پیپھا نشے کے بیچ برسات میں کہے ہے جو پی پی کبھو کبھو

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر خفیف

دردِ دل میری آہ سے پوچھو سب اوس کی نگاہ سے پوچھو  
معنی بے مروّتی بتاں اس تغافل پناہ سے پوچھو  
باعث تیرہ بختی عالم اُس کی زلفِ سیاہ سے پوچھو  
اوس کی تیغِ ستم کا شرح و بیاں جا کسی بے گناہ سے پوچھو  
اوس کے مکھڑے کی روشنی کی صفت مجھ سے کیا مہر و ماہ سے پوچھو  
گریہ و نالہ و فغاں کیوں ہے یہ مرے دل کی چاہ سے پوچھو  
محضر حسن و عشق کا قضیہ حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو  
کیا کہیں اوس کا گھر ہے کتنی دور تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو

- ۱۔ لندن میں یہ اشعار زائد ہیں۔
- ۲۔ لندن میں یہ وزن فاعلاتن مفاعیلن فعلن بھی دیا ہے۔
- ۳۔ میرا علی گڑھ درام پور
- ۴۔ گریہ و نالہ کیوں کروں ہوں عبث، لندن
- ۵۔ حسن سے کیوں ہے عشق کا دعویٰ، علی گڑھ
- ۶۔ کون سے ملک، علی گڑھ درام پور

قبلہ حاتم کدھر ہے راست بتا  
جا کے اس کج کلاہ سے پوچھو

## زمین طرحی ۱۱۳۱ھ

بحر جز مٹمن سالم۔ مستعلن<sup>۱</sup> مستعلن<sup>۲</sup> مستعلن<sup>۳</sup>

رکھتا ہوں میں حق پر نظر کوئی کچھ کہو کوئی کچھ کہو  
قسمت مقدر بوجھ کر، غفلت میں آ کر حرص سے  
جز معصیت کے کچھ نہیں ہے کام مجھ عاصی کے تیں  
کچھ نیک و بد کہنے کا اب خطرہ نہیں ہے خلق کا  
ہے چاروں کی زندگی خوش رہ کے آخر کے تیں  
دنیا سے جانا ہے گزر کوئی کچھ کہو کوئی کچھ کہو

حاتم توقع چھوڑ کر عالم میں تاشاہ و گدا

آ کر لگا حیدر کے در کوئی کچھ کہو کوئی کچھ کہو

## زمین طرحی ۱۱۳۹ھ

بحر خفیف

اس میاں کی کمر کہو نہ کہو  
پار گزرا ہے دل سے تیر نگاہ  
صندلی رنگ یار بن جینا  
جو رقیبوں سے مصلحت کی ہے  
لالہ کے لب کوں ہم کہا یا قوت  
رنگ رخسار پر تجل ہے کنول  
مو سے باریک تر کہو نہ کہو  
کوئی اسے کارگر کہو نہ کہو  
درد سر ہے اگر کہو نہ کہو  
ہم کو سب ہے خبر کہو نہ کہو  
اور سخن کو گھر کہو نہ کہو  
خال تس پر بھنور کہو نہ کہو

نوںہالوں کا عشق ہے حاتم

زندگی کا ثمر کہو نہ کہو

۱۔ مستعلن مستعلن مستعلن مستعلن۔ لندن۔ قدیم دیوان کا ایک شعر حذف کر دیا گیا ہے۔ ۲۔ ہر شب تاسحر علی گڑھ

۳۔ زمین طرحی در ۱۱۳۹ھ فی بحر خفیف مجنوں محذوف، فاعلاتن مفاعلتن فعلن، لندن

۴۔ جب نہ ہو جینا، لندن

۵۔ یہ دو شعر لندن میں درج ہیں۔



## زمین طرچی ۱۱۴۱ھ

بحر ہزج مثنیٰ سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

کھڑا ہوں منتظر در پر تمہارے یک نظر دیکھو  
سحر سے شام تک اور شام سے لے تا سحر دیکھو  
مسحا ہے ہمارا لعل لب اے دوستاں مانو  
اگر باور نہیں کرتے تو تم یک بار مر دیکھو  
مسخر اس پری رو کو کیا ہم شیشہ دل میں  
ہماری عاشقی کے نقش کا یارو اثر دیکھو  
سنا کر تلخ باتیں مت کرو پھیکا مرے دل کو  
کبھو تو ترش روئی چھوڑ کر اے لب شکر دیکھو  
مقابل عشق کی شمشیر سے ہوتا ہے یہ جاہل  
کوئی اس خاک کے پتلے کا دل گردہ جگر دیکھو  
اڑیں ہیں دیکھنے کے شوق میں اے شمع روتیرے  
لگا کر چشم پروانہ صفت مرثاں کے پر دیکھو

اگر خواہش ہے تم کو سیرِ دریا کی مرے صاحب  
تو حاتم پاس آؤ جو بنار چشم تر دیکھو

## زمین طرچی ۱۱۴۰ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع مسبق۔ فاعلاتن مفاعیلن فاعلن

عشق ہے یا نہنگ ہے یارو دشمن نام و ننگ ہے یارو  
صبر بن اور کچھ نہ لو ہمراہ کوچہ عشق ننگ ہے یارو  
زلف کی دل ربا کا آج خیال دل کو قید فرنگ ہے یارو  
شمع روش پر نہ ہوئے کیونکر ڈور دل ہمارا پتنگ ہے یارو

اُس پری رو سے اور حاتم سے

رات دن صلح و جنگ ہے یارو

۱۔ لندن میں اس کے بعد ”مفاعیلن ۱۴ بار“ کے الفاظ زیادہ ہیں۔ قدیم دیوان کے دو اشعار حذف کر دیے گئے ہیں، ملاحظہ ہو دیوان حاتم

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۳۔ لندن میں اس جگہ دو مصرع دیے ہیں:

تو آکر عاشقوں کی جو بنار چشم تر دیکھو تو حاتم پاس آکر جو بنار چشم تر دیکھو

۴۔ زمین طرچی در ۱۱۴۱ھ فی بحر خفیف مخبوں مقطوع مسبق۔ فاعلاتن مفاعیلن فاعلن، لندن۔ اس غزل کے بھی دو اشعار حذف شدہ

ہیں، ملاحظہ ہو، دیوان حاتم۔

۵۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

## زمین طرچی ۱۱۵۸ھ

بحر ہرج مسدس مقصور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

الہی بامراد ایسی چلے باؤ کہ پار اترے مرے مقصود کی تاؤ  
ترے قلموں کی میں لکھتا تھا تعریف قلم دل چاک ہو کھانے لگے تاؤ  
کنول سے دیکھ کر چشموں کو تیرے ہوئی ہے آج زگس کو کنول باؤ  
تری تیغ زباں کا دل پر ہے زخم کبھی چنگا نہیں ہونے کا یہ گھاؤ  
عجب گوسالہ ہے مجلس میں تو شیخ کہ مطرب کو کہے ہے ہر گھڑی گاؤ  
وہ آہو چشم سوتا ہے اکیلا بہت مدت میں ہم پایا ہے یہ داؤ

تری خدمت میں اب حاضر ہے حاتم

اسے جو کچھ کہ فرمانا ہے فرماؤ

## زمین طرچی ۱۱۴۴ھ۔ مطلع الفجر علی الصدر مع التجنیس

بحر مضارع مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

رو رو کے ہم نے جان دیا اوس کے روبرو رودے کے تو بھی ہنس کے نہ بولا کہ تو نہ رو  
آیا تھا فاتحہ کو دکھا اپنا خطِ سبز میرے مزار پر وہ گیا ختم ناز بو  
جوں پٹہ باز بیچ سے چوگاں میں زلف کی دل مجھ سے لے گیا ہے وہ اور دلبروں سے گو  
کھلتا نہیں یہ عقدہ نہایت گونگ ہو تیرے دہن کو کہتے ہیں سب سرِ گوگو  
پانی نہ مانگ وقتِ نزع بھی کسی سے تو  
حاتم جو چاہتا ہے جہاں بیچ آبرو

## زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۴۰ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فاعلن

دماغ اتنا جو اب کرتے ہیں گل رو یہ ان کے مغز میں کس کی گئی بو

۲۷۴

جدہر جاتا ہے وہ بینائی چشم  
چلا جاتا ہے جی آنکھوں سے آنسو  
ہمارے دل پر اے ظالم فسون کار  
نگہ تیری کرے ہے کارِ جادو  
تری محراب میں ابرو کی یہ خال  
کدھر سے آگیا مسجد میں ہندو  
کمر تیری نہیں آتی نظر میں  
تفاوت سے نہیں کہتا ہوں یک مو  
دہن کو دیکھ تھا خاموش حاتم  
ہوا تجھ لب کی باتیں سن سخن گو

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحرِ مل مٹمن مجنوں مقطوع مسیح۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کس ستم گر کا گنہ گار ہوں اللہ اللہ  
کس کے تیروں سے دل افکار ہوں اللہ اللہ  
اس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں نہ میں مرتا ہوں میں  
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ  
خضر اب دور کر آگے سے مرے آبِ حیات  
کس کے بوسے کا طلب گار ہوں اللہ اللہ  
کیوں نہ آنکھوں میں رکھے مجھ کو زلیخا بھی عزیز  
کیسے یوسف کا خریدار ہوں اللہ اللہ  
نمکِ حسن سے اُس لب کے مزے لوٹوں ہوں  
کس نمکِ داں کا نمکِ خوار ہوں اللہ اللہ  
زگس اب ہم سے نہ کر دعویٰ ہم چشمی تو  
کس کی زگس کا میں بیمار ہوں اللہ اللہ  
اتنا کہتا بھی نہیں کون یہ چلاتا ہے  
کب سے نالاں پسِ دیوار ہوں اللہ اللہ

خواب میں یار نے آ مجھ کو جگایا حاتم

کس قدر طالعِ بیدار ہوں اللہ اللہ

## زمین ۳

بحرِ مسطور

مئے وحدت کا طلب گار ہوں سبحان اللہ  
کس خرابات کا مے خوار ہوں سبحان اللہ

۱ وہ نورین آج، کراچی ۲ ہوا باتیں تری سن لندن

۳ لندن میں یہ شعر غنی سرخی کے ساتھ درج ہیں۔

## زمین طرچی ۱۱۸۲ھ

بحر مل مسطور

ہر سحرؔ اوٹھتے ہی کرتا ہے طلب آئینہ  
لے پھرتے ہیں تب ہی ہاتھ میں سب آئینہ  
گھر سے نکلے جو کھوسیر کے تئیں وہ بت چین  
ہر قدم فرش کروں تا بہ حلب آئینہ  
نقش صورت کا پری روکا رہے ہے شب و روز  
دل بھی ہے صاف ضمیروں کا عجب آئینہ  
صبح سے شام تک ایک دم نہیں ہوتا ہے جدا  
اوس کے زانو سے ہے گستاخ غضب آئینہ  
عکس عارض سے وہ ہو جائے ہے صدر شک چین  
روبرو آئے ہے اوس شونخ کے جب آئینہ  
سامنے اوس کے تفاوت سے رہے ہے حاضر  
ہے حسب اوس کا تو ظاہر و لے پہنچاوے ہے  
کس مؤدب سے یہ سیکھا ہے ادب آئینہ  
اپنی چھب خنختی جو دیکھے تو کرے کیوں نہ گھمنڈ  
اپنی یک پشت بہ سیما نب آئینہ  
خود نمائی کا ہے خواہاں کے سبب آئینہ  
وہ ہے پُر زنگ یہ ہے صاف نظر کر حاتم  
ہو سکے دل کے برابر مرے کب آئینہ

## زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع

روبرو تیرے یار آئینہ  
کر رہا ہے بہار آئینہ  
ترے سبب جفا سے سنگیں دل  
ہو گیا دل ہزار آئینہ  
خط کے آنے سے اب ترے روپر  
لایا دل میں غبار آئینہ  
شیشہ خالی میں آپڑے دل کے  
دیکھ ہے انتظار آئینہ  
گر پڑا دیکھتے تری صورت  
ہم سے بے اختیار آئینہ  
عکس رکھتا ہے دل میں کیا جانے  
دل روشن کی سار آئینہ

۱۔ زمین طرچی در ۱۱۸۲ھ بحر مل مشن مخبوں مقطوع مسیح، لاہور

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳۔ اس کے بعد یہ وزن اور دیا ہے: ”فاعلاتن مفاعلن فعطن“

۲۷۱

حاتم اس شوخ چار ابرو سے

ہو سکے کب دوچار آئینہ

## زمین طرچی ۱۱۹ھ

بادشاہوں کو ہے گر تخت و چتر کا تکیہ      ہے فقیروں کے تئیں پیر کے در کا تکیہ  
زور و زر چاہیے ہے ان کو جو ہیں دنیا دار      ہم ہیں آزاد نہیں زور نہ زر کا تکیہ  
چاہیے تجھ سے گل اندام کا اب بستر خواب      سچ پھولوں کی ہو اور پریوں کے پر کا تکیہ  
عشق نے دیکھ کے دل کو مرے بیمار و نحیف      سر تلے لا کے رکھا تختِ جگر کا تکیہ  
خاکساروں کو زمیں فرشِ خدا داد ہے یار      بستر اب دور کر ہم پاس سے سر کا تکیہ  
ضعفِ پیری سے ہم آبیٹھے ہیں تیرے در پر      بس ہمیں پشت بہ دیوار کمر کا تکیہ  
آسرا غیرِ خدا ڈھونڈھے کس کا حاتم  
کیجیے چھوڑ اُسے اور کدھر کا تکیہ

## زمین طرچی ۱۱۸۲ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محذوف

ماہرو ہو صبح دم جب آفتاب آئینہ      عکس سے اوس کے دوچند ہو آب و تاب آئینہ  
اس پری کی بزم میں شاید ہوا تھا باریاب      تب تو بخشا اوس نے روشن دل خطاب آئینہ  
رات کو دیکھا تھا ہم نے خواب میں آئینہ رو      کس کا منہ دکھلائے گا تعبیر خواب آئینہ  
سینہ صافوں کے کہاں وہ ہو سکے ہے روبرو      زنگ کا پردا ہے دل اوپر حجاب آئینہ  
کل جو حاتم ہم نے کی آئینہ خانہ میں نگاہ  
تھا مقابل آئینہ باہم جواب آئینہ

## زمین طرچی ۱۱۶۲ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محذوف

کیا ہوا تو نے بنایا گر سکندر آئینہ      آئینہ دل کو بنانا تھا تجھے ہر آئینہ

۱۔ لاہور میں یہ غزل ہے۔ ۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔  
۳۔ تب تو عالم میں ہے روشن دل خطاب آئینہ، لاہور ۱۱۶۲ھ لندن میں اس کے بعد وزن "فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن" موجود ہے۔

صحت روشن دلوں میں چاہیے پاس نفس ایک دم کے بچ ہوتا ہے مگر آئینہ  
عکس کا بہتان اوس بے عکس پر برعکس ہے عکس اپنا ہی نظر آتا ہے یہ در آئینہ  
روبرو ہر ایک کے از بسکہ رکھتا ہے صفا سب ہنر اور عیب کہہ دیتا ہے منہ پر آئینہ  
شاید اپنے حسن پر آپ ہی ہوا ہے مبتلا ان دنوں کچھ دیکھتا ہے یار اکثر آئینہ  
آبِ نخلت میں سراپا غرق ہو حیرت سے جان گرتی صورت طرف دیکھے نظر بھر آئینہ  
عیب ہے حاتم جو کوئی ظاہر کرے اپنا ہنر  
اس سبب اپنے چھپے رکھتا ہے جو ہر آئینہ

## زمین طرعی ۱۱۵۲ھ

بحر مل مٹمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کیا بلا لاوے گا ہم پر نالہ شب گیر آہ ہونیں سکتی کچھ اس کی ہم سے اب تدبیر آہ  
اس ارادے پر اگر سارے مصور جمع ہوں کھینچ سکنے کے نہیں مجھ آہ کی تصویر آہ  
اک کماں ابرو سے کاہے کو ہوا تھا چار چشم لگ گیا دل پر پلک لگتے نگہ کا تیر آہ  
بیڑیوں کا غل یہ زنداں بچ بے معنی نہیں شور دیوانوں کا سن کھینچے ہے یہ زنجیر آہ  
کون سے دشمن نے بھڑکایا اس آہو چشم کو گھات پر چڑھ کر مرے جاتا رہا ٹخیر آہ  
جن نے دیکھا لاش کو حاتم کی یہ کہتا گیا  
اس جواں کو کس نے مارا حیف بے تقصیر آہ

## زمین مرزا جان جاناں مظہر ۱۱۳۷ھ

بحر مضارع مٹمن اخرپ مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن

اے دل نہ کر تو فکر پری کا بلا کے ہاتھ آئینہ ہو کے جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

- |   |                               |
|---|-------------------------------|
| ۱۔ دلاں میں، بلندن                              | ۲۔ اندر بلندن                 |
| ۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔                     | ۴۔ ۱۱۵۸ھ، بلندن۔ ۱۱۵۴ھ، لاہور |
| ۵۔ کھینچ کب سکتے ہیں میری آہ کی تصویر آہ، بلندن | ۶۔ ملا کے، بلندن              |

بیگانے سے گلہ کوئی عالم میں کیا کرے  
 جینا ہوا محال مجھے آشنا کے ہاتھ  
 پیغام درد دل کا مرے غنچہ لب کے پاس  
 پہنچا سکے گا کون مگر دوں صبا کے ہاتھ  
 آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے  
 مینا لگا ہے جب سے کہ مجھ بے نوا کے ہاتھ  
 تابع رضا کا اس کی ازل سے کیا مجھے  
 چلتا نہیں ہے زرو کسو کا قضا کے ہاتھ  
 دنیا نہیں ہے ہیشہ دل سنگ دل کے تئیں  
 دیجے اگرچہ دل تو کسی میرزا کے ہاتھ  
 حاتم امید حق سے نہ رکھے تو کیا کرے  
 موقوف ہے ملاپ صنم کا خدا کے ہاتھ

## زمین طرہی ۱۱۷

بحر مل مٹن مجنوں مسخ۔ فاعلاتن فعلاتن فعلان

زور چلتا نہیں اس شوخ ستم گار کے ساتھ  
 مار پیے سر کو کہیں جا کسی دیوار کے ساتھ  
 دشت میں جان کے رکھتا ہوں قدم کانٹوں پر  
 آشنائی ہے کف پا کو مری خار کے ساتھ  
 نقش پا اس کا مری سیر کو ہے رشک چمن  
 مجھ کو اب کام نہیں ہے کسی گلزار کے ساتھ

## زمین میر تقی میر ۱۱۶۲

بحر مل مٹن مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلان

تو جو کہتا ہے بغل میں کہ نہاں ہے شیشہ  
 محتسب یہ تو مرا دل ہے کہاں ہے شیشہ  
 جس کو پہنچے نہ کبھو سنگ حوادث سے شکست  
 کوئی ایسا بھی یہاں شیشہ گراں ہے شیشہ  
 سب لگے کہنے یہاں کیا وہاں کیا مت پوچھ  
 ساتھ ہے سنگ قضا اس کے جہاں ہے شیشہ

۲ غنچہ لب سے آج، لندن

۳ جن، دہلی

۴ زمین رفیع سودا، لندن

۵ بغل بچ، لندن

۱ دل رہا، علی گڑھ

۳ یہ شعر لندن اور دہلی میں ہے۔

۵ لاہور میں یہ غزل ہے۔

۶ ۱۱۶۲ھ، رام پور و لاہور

نشہ بازوں کو چلو دور کرو مجلس سے  
 مے کٹو دخترِ رز سے نہ کرو بدستی  
 اے مریدانِ خرابات مبارک ہو تمہیں  
 اس کے لب پر ہے ہر اک سجدے میں قافل کی صدا  
 چرخِ بد میں نے کیا پھوڑ کے دونوں میں نفاق  
 صحبت اس کی سے نہ پرہیز تو فرما ناصح  
 طاقِ ابرو میں تری چشمِ گلابی کو دیکھ  
 دلِ نازک مرا ہاتھوں میں سنبھالے رکھو  
 دل کو حاتم نے کیا میکدہ تیری خاطر  
 تو کدھر جائے ہے یہ دیکھ یہاں ہے شیشہ

## زمینِ طرچی ۱۱۵۶ھ

بحرِ ملِ مسطور

جان کر بھیجتا ہوں خط کو میں بے سرنامہ  
 اس نے دھو دھو کے مٹایا تو اسے خوب کیا  
 حالتِ دیدہ گریاں میں رقم کرتا ہوں  
 دیکھئے آج بھی دیتا ہے مرے خط کا جواب  
 یا جواب ہی نہیں دیتا ہے یا دیتا ہے جواب  
 راہِ اوس شہر کی جانے تو ابھی قاصدِ شوق  
 دیکھئے نامے کی عبارت کو کہا غصہ سے  
 اللہ الحمد کہ آیا مجھے اوس خوش خط سے  
 جانتا ہے گا مرے خط کو وہ بے سرنامہ  
 کہ سیہ تھا مرے عملوں سے سرا سرنامہ  
 کیوں نہ ہو جائے مرا بھیگ کے اترنامہ  
 لے چلا ہے گا مرا باز کبوتر نامہ  
 بھیج دیکھا ہے اسے ہم نے مکرر نامہ  
 پر لگا کر کے اوڑے باندھ کے سر پر نامہ  
 نامہ بھیجا ہے یا بھیجا ہے محضر نامہ  
 صفحہ کافوری و مشکیں رقمِ عنبر نامہ

۱۔ شیشہ بازوں کو چلو، رام پور ولا ہو۔ شیشہ بازوں کے تئیں، لندن ۲۔ تمہیں کہ آج علی گڑھ

۳۔ سدا بزم میں علی گڑھ ۴۔ صحبت سے سکتی پرہیز نہ فرمائے، طبیب، کراچی

۵۔ ہچکیاں لے لے کر دتا ہے جہاں ہے شیشہ، کراچی ۶۔ فی بحرِ ملِ منجیلِ مقطوع "قاعلانِ اعلیٰ، اعلیٰ، اعلیٰ"

۷۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۸۔ دیکھ کر اس کی، لندن



شاہ مرداں کی شجاعت میں یقین سے حاتم  
حملہ حیدریؑ اور دیکھ لے خیبر نامہ

## زمین طرحی ۱۱۵۹ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

یوں ہے صنم کی زلفِ سیہ فام پر نگاہ  
آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں  
پرزے کرے چمن میں گریباں کو پھاڑ پھاڑ  
نگنوں سے تم کو ملنے کا آتا نہیں ہے نگ  
بلبل کو سب گلوں سے ہوا ہے عزیز چشم  
لازم ہر ایک کو ہے ہر ایک کام بیچ یوں  
مجھ کو مخالفوں کی بدی سے نہیں ہے خوف  
رہتی ہے روزہ دار کو جوں شام پر نگاہ  
ہوتی ہے مے کشوں کی سدا جام پر نگاہ  
گل کی پڑے جو تجھ سے گل اندام پر نگاہ  
کچھ بھی تمھیں ہے اپنی میاں، نام پر نگاہ  
اس کی ہوئی تھی کیا گلِ بادام پر نگاہ  
آغاز تب کرے کہ ہو انجام پر نگاہ  
جو ہو سو ہوئے اپنے مجھے کام پر نگاہ

کہتا ہے صاف و شستہ سخن بسکہ بے تلاش  
حاتم کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

## زمین طرحی مرزارِ فیع سودا ۱۱۷۱ھ

بحر ہزج مثنیٰ مسطوی مقصور۔ متعلل فاعلات متعلل فاعلات

صبح تری ہے کہاں اے شبِ غم واہ واہ  
آنکھ نہ کھولی کبھو ابر کی مانند تم  
سب کو تو بہلا دیا وعدہ خلائی سے جان  
ساری ولایت کے بیچ ایسی نہ ہوئے گی تیغ  
رحم بھی کچھ ہے تجھے اتنا ستم واہ واہ  
خوب برسنے لگے دیدہٴ نم واہ واہ  
ہم سے بھی کھانے لگے جھوٹی قسم واہ واہ  
دیکھ کے کہتے ہیں سب ابرو کا خم واہ واہ

۱۔ مخالفانِ علی گڑھ

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

عمر چلی جائے ہے دم کا بھروسہ نہیں صحبت یاروں کے بیچ گزرے جو دم واہ واہ  
جاتے بھی دیکھا کہیں راہ میں حاتم اسے  
جس کے تئیں دیکھ کر کہتے ہیں ہم واہ واہ

## زمین عماد الملک ۱۱۷۲ھ

بحر ہرج مٹمن اُخر ب۔ مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

طوبیٰ کو تو کہتے ہیں ہے یار بہت تحفہ ہم کو ہے ترا سایہ دیوار بہت تحفہ  
ابرو کو تری ظالم کہتے ہیں مبصر سب ہے گی یہ اسیلوں میں تروار بہت تحفہ  
گلشن کی جو خواہش ہے تو دیکھ مرا سینہ پھولا ہے یہ داغوں سے گلزار بہت تحفہ  
عاشق کو کھجاتا ہے پھر چھاتی لگاتا ہے اس شوخ ستم گر کا ہے پیار بہت تحفہ

ہے قول عماد الملک حاتم کے مناسب حال

”پایا ہے یہاں ہم نے غم خوار بہت تحفہ“

## زمین طرخی ۱۱۶۷ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

چلا ہے کس طرف تو آج شمشیر سپر بستہ میں سر دینے کو بیٹھا ہوں یہاں قاتل کمر بستہ  
کدھر جاتا ہے اے دل رات کو ظلمات کے اندر کہاں ہے راہ اوس کی زلف کا کوچہ ہے سر بستہ  
خبر دیتا ہے جیسے مشک نافہ آہوئے چیں سے مرے سینہ سے یوں دیتا ہے بو خون جگر بستہ  
ہمارے دل کے بازو رشتہ الفت سے باندھے ہیں کرے پرواز کیونکر جو کہ ہووے صید پر بستہ  
اگرچہ سرو کو تشبیہ تو دیتے ہیں قامت سے ولیکن تجھ سا کب ہوگا قد موزوں و بر بستہ  
سُنے جو فصل گل کا نام میرا آج دیوانہ دکھاوے پاؤں اپنے ہوئے زنجیروں میں گر بستہ

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲ میں، علی گڑھ

۳ لاہور میں یہ شعر بھی دیا ہے۔

۴ آج نہ لے شمشیر سر بستہ، کراچی

۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

نخن کے جوہری سے کام ہے حاتم کو اے یارو  
کہ لایا ہے یہ بحر طبع سے سلکِ گہر بستہ

## زمینِ میر تقی میر ۱۱۶۴ھ بحر ہزج مثنیٰ سالم مسطور

بھلا کر شہر کے سب کوچہ و بازار اور رستہ  
تجھے درکار کیا ہے پھول رکھنا ہاتھ میں گل رو  
ترے لب نے کیا ہے بھاء پھیکا قند و مصری کا  
بتاں نے گردنیں اپنی دھریں فرمان کے نیچے  
عبید احساں ہوں صیاد کا جس نے نفس کا در  
چمن میں ہو رہی تھی بیت بخشی سر و قمری سے  
اکیلا کلبہ احزاں میں ہو بیٹھا ہوں در بستہ  
سر انگشتِ حنائی ہیں تیرے یک دست گل دستہ  
اور آنکھوں سے ہے اے پستہ دہن بادام دل خستہ  
کہ ہے مشہور تیری ذوالفقار ابروئے پیوستہ  
کیا ہے جب سے وابستہ ہوا ہوں تب سے وابستہ  
ترے قد کو کہیں تھے مصرع دلچسپ و برجستہ

ہوا ہوں تربیت حاتم میں آزادوں کی صحبت میں  
بھروں ہوں تب تو ایسا بے غم و اندوہ وارستہ

## زمینِ طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر مل مثنیٰ مخبوض مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

اٹکتے نکلے ہے کبھو لعل و کبھو دردانہ  
قبض اور بٹ سے دل غنچہ و گل کی مانند  
ترے اے عشق تماچے سے خدا ہی حافظ  
ترے ہاتھوں سے نہ عاشق کو نہ معشوق کو چین  
حسن اور عشق کے ہم فیض قدم کے صدقے  
کعبہ و دیر میں اے شیخ نقاد کیا ہے  
ہے نہاں چشم کے پردے میں جواہر خانہ  
دونوں صورت ہے گہے شیشہ و گہے پیمانہ  
دونوں مجبور ہیں کیا عاقل و کیا دیوانہ  
دونوں جلتے ہیں ادھر شمع ادھر پروانہ  
دونوں آباد ہیں ہم گلشن و ہم ویرانہ  
دونوں ان گھر کا وہی ایک ہے صاحب خانہ

۱۔ زمینِ میر تقی میر در ۱۱۶۴ھ فی بحر ہزج مثنیٰ سالم مسطور، لندن۔ ۱۱۶۷ھ، لاہور

۲۔ محذوف، لندن

۳۔ لعل نکلے ہی کبھو اس سے کبھو دردانہ، لندن

قیسؑ و فرہاد ابھی خوابِ عدم سے چوکیں  
دونوں اے حاتمؑ اگر میرا سنیں افسانہ

## زمینؑ طرحی ۱۱۵۰ھ

بحرِ خفیف

تیری آنکھوںؑ کا دیکھ ے خانہ ہو گیا سب جہان مستانہ  
شع رو پاس مہر داغ کے تیں التماسی تھا رات پروانہ  
شوخ کے کثرتِ تصور سے شیشہؑ دل ہوا پری خانہ  
مو بہ مو زلف کے خیالوں میں میری مڑگاں بنی ہیں جوں شانہ  
حیف حاتمؑ کو تو نہ جانا جان  
آشنا ہو ہوا ہے بے گانہ

## زمینؑ طرحی ۱۱۶۷ھ

بحرِ ہزج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

ہماری خاک سے ایسا رمیدہ چلا جاتا ہے کیوں دامن کشیدہ  
پناہ سایہ مڑگاں میں تیرے ہے صید دل ہمارا آرمیدہ  
قدم بوسی کو تیری زیبِ گلشن ہوئی حسرت سے شاخِ گل خیدہ  
چمن میں کون آتا ہے کہ اس وقت ہے ایسا رنگ روئے گل پریدہ  
اڑے کیونکر سر دیوار تک آہ ہے دل مانند صید پر بریدہ  
ہمارے اس دل بے قدر کی قدر وہی جانے جو ہو آفت رسیدہ  
کبھوؑ تو جان حاتمؑ کی طرف دیکھ کہ بندہ ہے ترا بے زر خریدہ  
نہ تنہا آرزو ہے اوس کی دل میں تری صورت کا ہے عالم نہ دیدہ

۲ فی بحرِ خفیف مخبوض مقطوع۔ ”فاعلاتن مفاعیلن فعولن“، لندن

۳ چمن میں کیا سبب ہے وجہ کچھ آج، لندن

۴ کبھو تو پیار سے حاتمؑ طرف دیکھ، لندن

۱ گور سے مجنوں و فرہاد، لندن

۲ دیکھ کر تجھ نگاہ کا، کراچی

۵ دل صد پارہ، لندن

ازل سے تا ابد خواہاں کی صف میں      کیا ہے حق نے تجھ کو برگزیدہ  
ہوئی ہے ختم تجھ پر حسن کی شان      نہیں ہے تجھ سا کوئی آفریدہ  
پڑھوں ہوں تیرے آگے شعرِ استاد      سن اے قاتل نگہ دزدیدہ دیدہ

”ترا دیدیم و یوسف را شنیدیم“

شنیدہ کے بود مانند دیدہ“

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرَب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

دل کو کیا ہے حق نے اسرار کا خزینہ      پایا نہیں کسی نے جو اس میں ہے دھینہ  
تیرا دہن ہے گویا انگشتِری کا حلقہ      اور ہونٹ رنگِ پاں سے ہے لعل کا گکینہ  
مستوں کا دل ہے شیشہ اور سنگ دل ہے ساقی      اچرج ہے جو نہ ٹوٹے پتھر سے آگینہ  
عاشق سے گر بنجلی گردوں کرے بجا ہے      کینہ رکھے ہے دل میں اشراف سے کمینہ  
حاتم کا آج دیواں دریا سے کم نہیں ہے  
سب بجر ہیں گے اس میں ایسا ہے یہ سفینہ

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مل مثنیٰ مجنوں مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات

دیکھتے سجدے میں آتا ہے جو کرتا ہے نگاہ      تیرے ابرو کی ہے محراب مگر بیت اللہ  
یک پلک میں وہ کرے پیں کے فوجیں سرمہ      جس طرف کو پھرے ظالم تری مڑگاں کی سپاہ  
بیتِ بجش نہ کر اے فاخِستہ گلشن میں کہ آج      مصرعِ سرو سے موزوں ہے مرا مصرعِ آہ  
کشورِ عشق کی شاہی ہے مگر مجنوں کو      کہ زمینِ تخت ہے سر پر ہے گولے کی کلاہ  
کیونکر ان کالی بلاؤں سے بچے گا عاشق      خطِ سیہ، خالِ سیہ، زلفِ سیہ، چشمِ سیہ  
چاہتا ہے شبِ زلفاں کی تری عمرِ دراز      کہ مرے عشق کا ہوئے نہیں قصہ کوتاہ  
کیا کہے کیونکہ کہے تجھ سے یہ حاتمِ غمِ دل  
کہ وہ ہے شرم سے مجنوب و تو ہے بے پرواہ

## زمین طرحی لزوم مالا یلزم ۱۱۴۶ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

کہیں وہ صورتِ خواباں ہوا ہے کہیں وہ عاشق حیراں ہوا ہے  
کہیں گل ہے کہیں بلبل کہیں باغ کہیں درد و کہیں درماں ہوا ہے  
کہیں مست و کہیں ہشیار ہے وہ کہیں دانا کہیں ناداں ہوا ہے  
کہیں خاک و کہیں باد و کہیں آب کہیں وہ آتش سوزاں ہوا ہے  
کہیں لفظ و کہیں معنی کہیں حرف کہیں پوچی کہیں قرآں ہوا ہے  
کہیں نور و کہیں ایمن کہیں طور کہیں موسیٰ کہیں عمراں ہوا ہے  
کہیں مسجد کہیں بت خانہ ہے وہ کہیں کفر و کہیں ایماں ہوا ہے  
کہیں خلق و کہیں خلاقِ عالم کہیں ظاہر کہیں پنہاں ہوا ہے  
کہیں حاتم کہیں جان بخش حاتم  
کہیں حاتم کا جا مہماں ہوا ہے

## زمین طرحی ۱۱۴۳ھ

بحر ہرج مسدس مقبوض محذوف۔ مفعول مفاعیلن فعولن

کیا اس کی صفت میں گفتگو ہے جیسا تھا وہی ہے جو تھا سو ہے  
آنکھیں ہیں تو دیکھ لے کہوں کیا حاضر ناظر ہے روبرو ہے  
یک بین کی نظر میں ایک ہے گا احوال کی نگہ میں گو کہ دو ہے  
تو سیر کرے ہے جس چمن کی ہر گل میں صبا اسی کی بو ہے

- 
- |  |                                      |                     |
|--|--------------------------------------|---------------------|
| ۱۔ الملزوم، لندن                       | ۲۔ ہے آدیکھ، لندن۔ کہیں داغ، علی گڑھ | ۳۔ جا، لندن         |
| ۴۔ کہیں معنی کہیں لفظ و کہیں حرف، لندن | ۵۔ کہیں ہے خالقِ خلق، لندن           | ۶۔ نان، لندن        |
| ۷۔ ۱۱۶۳ھ، لندن و لاہور                 | ۸۔ مضارع، لاہور                      | ۹۔ ہے، لندن و کراچی |
| ۱۰۔ حاضر ہے کھڑا ہے، لندن              | ۱۱۔ ایک سا ہے، لندن                  |                     |

وہ تجھ میں ہے تو ہے اسی میں ہر دم کیا اس کا سراغ و جستجو ہے  
اے شیخ تو اس کی کچھ حقیقت مت پوچھ یہ سرِ گو گلو ہے  
اپنی اپنی سی سب کہیں ہیں کب عقدہ یہ حل کوسے ہو ہے  
یہ مسئلہ لا جواب ہے گا چپ رہنا یہاں ہماری خو ہے  
چالیں برس ہوئے کہ حاتم  
مشاق قدیم و کہنہ گو ہے

### زمین طرہی ۱۱۴۵ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع

دیکھ بنیاد رب کی آدم ہے جان لے گا اگر تو محرم ہے  
سب صفت اوس کی دیکھ لے ان میں کہہ تو بندہ خدا سے کیا کم ہے  
ہر نفس کیوں کہیں ہیں صاحب دم کہ جہاں بیچ عمر دو دم ہے  
پاس ہے اور نظر نہیں آتا میرے وحشی میں اس قدر رم ہے  
تیرے بندے ہیں سب ولے سب میں  
بندہ کمترین حاتم ہے

### زمین طرہی ۱۱۹۷ھ

بحر مضارع مسدس

جو کوئی کہ یار و آشنا ہے رخصت کی مری اسے دُعا ہے  
کیا بیٹھا ہے راہ میں مسافر چلنا ہی یہاں سے پیش پا ہے  
امروز جو ہو سکے سو کر لے فردا کی خبر نہیں کہ کیا ہے  
معشوق تو بے وفا ہیں پر عمر ان سے بھی زیادہ بے وفا ہے  
دنیا میں تو خوب گزری حاتم  
عقبیٰ میں بھی دیکھیے خدا ہے

- |   |                           |                        |
|---|---------------------------|------------------------|
| ۱۔ اس بلندن ولاہور ورامپور              | ۲۔ اڑتیس، بلندن           | ۳۔ ۱۱۴۴ھ، لاہور و لندن |
| ۴۔ لندن میں فاعلان مفاعیلن فعلن دیا ہے۔ | ۵۔ اس میں، لاہور ورامپور  |                        |
| ۶۔ یوں، لاہور ورامپور                   | ۷۔ صاحب دل، لاہور ورامپور |                        |
| ۸۔ عاشق، لاہور ورامپور                  | ۹۔ لاہور میں یہ غزل ہے۔   |                        |

## زمین طریحی حسب الفرمالیش عبداللہ خاں پسر علی محمد خاں ۱۷۵۵ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع

تو جو کہتا ہے بولتا کیا ہے  
جب تلک ہے جدا تو ہے قطرہ  
فی الحقیقت کوئی نہیں مرتا  
اور شریعت کی پوچھتا ہے تو یار  
ہے گا وہم و قیاس سے باہر  
جہاں ہو، جو کہو، سمج و بصیر  
نظر آتا نہیں وہ اعلیٰ کو  
در طریقت کا تو کرے ہے سوال  
غیر حق کے نہ دیکھ غیر طرف  
بات سنتا ہے تو اسی کی سن  
اس کے تو ذکر بن نہ کر کچھ ذکر  
ہاتھ سے کام بھی اسی کا کر  
کام اس میں بڑا ہے نفس کشی  
معرفت پوچھ کیا ہے عارف سے  
جس نے پایا اُسے سو ہے خاموش  
آپ ہی آپ ہے جہاں دیکھو  
عشق کا مرتبہ ہے سب سے بلند  
جو ہوا سر عشق سے آگاہ  
جو فنا ہو ہوا بقا باللہ

اُمرو دہی ہے روح مولا ہے  
بحر میں مل گیا تو دریا ہے  
موت حکمت کا ایک پردا ہے  
وحدہ لا شریک یکتا ہے  
وہ نہ تجھ سا ہے اور نہ مجھ سا ہے  
سب کو دیکھ ہے سب کی سنتا ہے  
ورنہ اس کا ظہور سب جا ہے  
سو تو کہتا ہوں گر سمجھتا ہے  
دیدہ دل جو تیرا بینا ہے  
گر طریقت سے تجھ کو بہرا ہے  
گر دہاں میں زبان گویا ہے  
پاؤں سے چل جو راہ اس کا ہے  
ہو سکے تو عجب تماشا ہے  
جس کو عرفان ہے سو تو گونگا ہے  
جس نے پایا نہیں سو بکتا ہے  
کُل شے محیط پیدا ہے  
سر سے پہلے قدم گزرتا ہے  
آگے مرنے سے آپ مرتا ہے  
کب او سے زندگی کی پروا ہے



اس کو ہر آن ہر قدم ہر دم از ٹٹی سیر تا ثریا ہے  
رمزِ توحید کو سمجھ کر بول گر تو صاحب شعور و دانا ہے  
وہ نہ سمجھے گا یہ سخن حاتم  
جس کو جہل اور خیال سودا ہے

## زمین طرحی ۱۱۴۲ھ

بحر خفیف مسطور

دل کی اس بات پر گواہی ہے ہر طرف مظہر الہی ہے  
جن نے بوجھا ہے اس سخن کو یقین اس کو عرفاں کی بادشاہی ہے  
اس کو روشن ہو کس طرح یہ حرف جس کے دل کے اوپر سیاہی ہے  
جو کہ آیا رباط دُنیا میں سو مسافر مثالِ راہی ہے  
اے قدر داں کمالِ حاتم دیکھ  
عاشق و شاعر و سپاہی ہے

## زمین طرحی ۱۱۴۳ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

ترا دل یار اگر مائل کرے ہے تو جان اب تجھ کو صاحب دل کرے ہے  
تجلی کو نہیں تکرار ہرگز یہاں تکرار اب جاہل کرے ہے  
رعایت بوجھ تو معشوق کا جور کہ تجھ کو عشق میں کامل کرے ہے  
تو کھو مت دین کو دنیا کے پیچھے کوئی یہ کام بھی عاقل کرے ہے  
بڑی دشمن تری غفلت ہے ہر دم کہ تجھ کو موت سے غافل کرے ہے  
کوئی دن کو چلے اور قاصدِ عمر یہ رات اور دن میں دو منزل کرے ہے  
کسی کو کام میں تیرے نہیں درک  
عبث حاتم کو تو شامل کرے ہے

## زمین طرَحی ۱۱۷۱ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع

فکر میں مفت عمر کھونا ہے      ہو چکا ہے جو کچھ کہ ہونا ہے  
کھیل سب چھوڑ کھیل اپنا کھیل      آپ قدرت کا تو کھلونا ہے  
آنکھ ٹک کھول دید قدرت کر      پھر تو پاؤں پیار سونا ہے  
چپ رہا کر بڑوں کی مجلس میں      یہ بھی ایک عافیت کا کونا ہے  
میرا معشوق ہے مڑوں میں بھرا      کبھو بیٹھا کبھو سلونا ہے  
چھل بل اس کی نگاہ کا مت پوچھ      سحر ہے ٹوٹکا ہے ٹونا ہے  
رو تو حاتم حسینؑ کے غم میں  
اور رونا تو رائڈ رونا ہے

## زمین طرَحی ۱۱۷۶ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

دیکھنا اوس کی تجلی کا جسے منظور ہے      سنگ ریزہ بھی نظر میں اس کی کوہ طور ہے  
ہم سے ہم چشتی انا الحق کو کہاں مقدور ہے      اشک ہریک دارمژگاں پر مرے منصور ہے  
نحن اقرب کی نہیں ہے رمز سے تو آشنا      ورنہ وہ نزدیک ہے تو آپ اس سے دُور ہے  
ہجر کی شب کو اگر کالے تو پھر ہے روز وصل      نیش کے پردے میں دیکھا نوش بھی مستور ہے  
کیا ہوا واعظ کرے ہے شور جوں طبل تہی      وہ سر بے مغز گویا کانرہ طنبور ہے  
آج ہمیں اور ہی نظر آتا ہے کچھ صحبت کا رنگ      بزم ہے مخمور اور ساقی نشے میں چور ہے  
روز و شب رہتا ہے تری یاد میں عاشق کا دل      گو مقصر ہے تری خدمت سے گو معذور ہے

۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲۔ لاہور میں یہ مصرع لکھا ہوا ہے اور اس کے بجائے حاشیہ پر یہ مصرع دیا ہے: جینے مرنے میں مرگ ہے پردا

۳۔ گور، لاہور      ۴۔ لاہور میں حاشیہ پر اسی غزل کا یہ شعر دیا ہے۔

۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔      ۶۔ منظور، علی گڑھ

آرزو ہے رات اندھیری میں کہ آوے ماہِ رَو  
جس کے آگے روشنائی شمع کی بے نور ہے  
خاکساروں کو کبھو لاتا نہیں خاطر میں وہ  
حسن کی دولت پر اپنے اس قدر مغرور ہے  
عشق ہے دار الشفا اور درد ہے اس کا طیب  
جو نہیں اس مرض کا طالب سدا رنجور ہے  
اب تلک حاتم سے تو واقف نہیں افسوس یار  
شاعری کے فن میں وہ آفاق میں مشہور ہے

## زمین طرہی میر حسین کلیم ۱۱۶۵ھ بحرِ ملِ مٹمن محذوف مسطور

تو جو مویٰ ہو تو اُس کا ہر طرف دیدار ہے  
سب عیاں ہے کیا تجلی کو یہاں تکرار ہے  
دل نہیں ہوتا نظر کرنے کو طوبیٰ کی طرف  
جب سے مرے سر پر اُس کا سایہ دیوار ہے  
ہر قدم پر جی نکلتا ہے مرا نامِ خدا  
کیا ادا کیا ناز کیا انداز کیا رفتار ہے  
غنجہٴ دل کو ہوئی مدت کہ اے رشکِ چمن  
آرزو مندِ بہار گوشہٴ دستار ہے  
ایک دن پوچھا نہ حاتم کو کبھو اس نے کہ دوست  
کب سے تو بیمار ہے اور کیا تجھے آزار ہے

## زمین سراج الدین علی خاں آرزو ۱۱۴۲ھ بحرِ ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

گزک کی اس قدر اے مست تجھ کو کیا شتابی ہے  
ہمارا بھی دل صد لختِ دوکانِ کبابی ہے  
نہیں جز قرصِ مہر و ماہ کچھ گردوں کے مطبخ میں  
سو وہ بھی ایک نان سوختہ اور ایک آبی ہے  
چھڑا مشاطہ زلفِ یار کو شانے کے نیچے سے  
کہ اس کی کشمکش سے دل کو میرے پیچ و تاب ہے  
بدن پر کچھ مرے ظاہر نہیں اور دل میں سوزش ہے  
خدا جانے یہ کس نے راہ اندر آگ دابی ہے  
شکست آتی ہے اس میں موجِ مے سے دیکھو ساقی  
بچانا تجھ سے شیشا مرے دل کا جبابی ہے

۱۔ لندن میں مسطور کی بجائے غزل کا وزن ”فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن“ لکھا ہے۔

۲۔ رفقا علی گڑھ

۳۔ اُن نے لندن

۴۔ ۱۱۴۳ھ، لاہور

۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۶۔ گردا سوختہ، لاہور

رہے ہے کام ہم کو روز و شب قرآن و مسجد سے کہ ابرو اس کی ہے محراب اور چہرا کتابی ہے  
کسو کے اہلق ایام چڑھنے کا نہیں راضی  
ازل سے حاتم اس تو سن میں عیب بدرکابی ہے

## زمین خواجہ میر درد ۱۱۷۱ھ

بحر جز مثنیٰ مسطویٰ مخبوس۔ مقتعلن مقتعلن مقتعلن

گو کہ شیم گل سے آج عطر فروش باغ ہے دل ہی نہ ہو تو اے نسیم کس کو یہاں دماغ ہے  
دل کی شکستگی یہاں رشک ہزار باغ ہے سیرِ چمن کا عندلیب ہم کو کہاں دماغ ہے  
عارض و چشم و زلف و خط تیرا ہے چار باغ ہے گل کی طرف جو رو کریں کب یہ دل و دماغ ہے  
نشہ فزائے کشاں طرفہ ہوائے باغ ہے ساغر گل سے عندلیب سرخوش و تر دماغ ہے  
کب یہ دل و دماغ ہے منتِ شمع کھینچے خانہ دل جلوں کے بیچ داغ جگر چراغ ہے  
حسن کی آب و تاب کا تیری ہے شہرہ تا فلک مہر جلے ہے رشک سے ماہ کے دل میں داغ ہے  
دل تھا بغل میں مدعی خوب ہوا جو گم ہوا جانے سے اس کی ان دنوں ہم کو بڑا فراغ ہے

جامِ شراب سے ہمیں کام نہیں ہے حاتم اب

چشمِ پُر آب ہی یہاں غم سے بھرا ایام ہے

## زمین طرخی ۱۱۶۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

دشت سے ہر سخن مرا گویا غزالہ ہے بو سے نشہ ہو یہ وہ مئے دیر سالہ ہے  
اس آن پر نثار کروں بزمِ جامِ جم وہ مستِ ناز آج مرا ہم پیالہ ہے  
بیگانہ دیکھتا ہوں میں ہر گل کا رنگ و بو ہم داغ اس چمن میں اگر ہے تو لالہ ہے  
آئے ہو اب تو دخترِ رز دیکھتے ہو کیا مشرب میں میکشو یہ تمہاری حلالہ ہے

تنہا نہیں چلا ہوں میں حاتم بتاں کے شہر

ہمراہ اس سفر میں میرا آہ و نالہ ہے

## زمین طرحی ۱۱۷۳ھ

بحر مل مشن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

گل کی اور بلبل کی صحبت کو چمن کا شانہ ہے  
روز و شب یا نوحہ یا زاری ہے یا آہ و فغاں  
تن کر اس کی تیغ کے آگے ہوا ہے سر بکف  
بلبل تصویر کی مانند صید دل کے تیں  
ایک حالت پر نہ دیکھا اس کو ہم نے ایک آن  
متکف ہو شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل  
میکھو مجھ کو تمہاری بزم کی حسرت نہیں  
خواب میں تھے جب تک تھا دل میں دنیا کا خیال

سرو ہے جوں شمع تس پڑ فاختہ پروانہ ہے  
یا الہی یہ کوئی دل ہے کہ ماتم خانہ ہے  
ہے قیامت ہے غضب یہ دل ہے یا دیوانہ ہے  
نے ہوا اڑنے کی نے پروائے آب و دانہ ہے  
گہ گل و گہ بلبل و گہ شمع و گہ پروانہ ہے  
صاحب دل کی بغل میں دل عبادت خانہ ہے  
پاس میرے دیدہ و دل شیشہ و پیانہ ہے  
کھل گئیں آنکھیں تو دیکھا ہم نے سب افسانہ ہے

شعر استادانہ و حاتم ہے بے باکانہ وضع

طبع آزادانہ و اوقات درویشانہ ہے

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر مستبث مشن مجنوں مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

کبھو جو گھر سے وہ حشمت پناہ نکلے ہے  
میں ناتوان ہوا اس قدر کہ مدت سے  
گلی میں اس کی نہ دیکھا کبھو کسی کو مگر  
کسی کی زلف کے سودا میں آج چشموں سے

تو جیسے عید کے دن بادشاہ نکلے ہے  
نہ لب سے نالہ نہ سینے سے آہ نکلے ہے  
اجل گرفتہ کوئی گاہ گاہ نکلے ہے  
جگہ سرشک کے خون سیاہ نکلے ہے

۱۔ مانند شمع و فاختہ، لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر دیا ہے جو دوسرے نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

۳۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

۴۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۵۔ کھل گئی تب آنکھ تو دیکھا تو سب افسانہ ہے، لاہور

۶۔ مفاعلن فعلاتن فاعلن، لاہور

۷۔ حشمت پناہ، راجپور و لاہور۔ قاتل نگاہ، لندن۔ وحشت پناہ، علی گڑھ

۸۔ آنکھوں سے

۹۔ بجائے اشک، لندن

طلب میں حق کی جو کعبہ کو جائے ہے اے شیخ  
تو اپنے گھر سے عبث خواہ نہ خواہ نکلے ہے  
جو جی میں آوے تو نکل جھانک اپنی دل کی طرف  
کہ اس طرف کو ادھر سے بھی راہ نکلے ہے  
زبان خلق سے حاتم عجب تماشا ہے  
جدھر وہ نکلے ادھر واہ واہ نکلے ہے

## زمین طرحی ۱۵۰ اھ

بحر مضارع مثنیٰ اخرب۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

غنچے سے کیا ہے نسبت ایسا لب و دہاں ہے  
جس کی صفت میں گل رو ہر برگ گل زباں ہے  
کچھ ان دنوں میں ہم سے تیرا بھی دل پھرا ہے  
ورنہ وہی زمین ہے اور وہ ہی آسماں ہے  
حاجت چراغ کی ہے کب انجمن میں دل کے  
مانند شمع روشن ہر ایک استخواں ہے  
ان دشمنوں کے ڈر سے دل میں تری محبت  
مخفی رکھوں ہوں جیسے غنچے میں بو نہاں ہے  
دل کی مرے حقیقت کیا پوچھتے ہو یارو  
یا حسرت بتاں ہے یا یاد رفتگاں  
ممتاز کیوں نہ ہو وہ اپنے ہم سروں میں  
حاتم کا قدرداں، اب نواب امیر خاں ہے

## زمین طرحی ۱۵۲ اھ

بحر مضارع مسطور

اب کی چمن میں گل کا نام و نئے نشاں ہے  
فریاد بلبلان ہے یا شہرہ خزاں ہے  
ہم سیر کر جو دیکھا روئے زمیں کے اوپر  
آسودگی کہاں ہے جب تک یہ آسماں ہے  
ہم کیا کہیں زباں سے آپ ہی تو سن رہے گا  
شکوہ ترے ستم کا ظالم جہاں تہاں ہے

۲ دیکھ، لندن

۱ دل، لندن

۳ ۱۱۲۸ھ، لاہور۔ ۱۱۶۸ھ، لندن

۳ عبث، علی گڑھ

۵ لاہور میں یہ شعر اس طرح ہے: ”ڈر سے مخالفوں کے دل میں تری محبت = مخفی کہوں ہوں جیسے غنچے میں بو نہاں ہے“

۶ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۶ حاتم کے رات دن کی اوقات کو نہ پوچھو، لندن

۹ جس سر زمین، لندن

۸ ۱۱۲۸ھ، لاہور و رام پور

مدت ہوئی کہ مر کر میں خاک ہو گیا ہوں  
 جینے کا بدگماں کو اب تک مرے گماں ہے  
 ہولی کے اب بہانے چھڑکا ہے رنگ کس نے  
 نام خدا تجھ اوپر اس آن عجب سماں ہے  
 مکرے سے فائدہ کیا رندوں سے کب چھپی ہے  
 کیا حاجت بیاں ہے جو کچھ ہے سب عیاں ہے  
 رنگِ گلالِ مونہہ پر ایسا بہار دے ہے  
 جوں آفتابِ تاباں زیرِ شفق نہاں ہے  
 کیسر میں اس طرح سے آلودہ ہے سراپا  
 سنتے تھے ہم سو دیکھا تو شاخِ زعفران ہے

آپ ہی میں دیکھ حاتمِ وحدت کے بیچ کثرت

تو ایک و ایک جا ہے اور دل کہاں کہاں ہے

زمین ولی ۱۱۳۳ھ

بحرِ ملِ مٹمنِ محذوف

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کو یاد ہے  
 یعنی بے معشوق جیتا زندگی برباد ہے  
 بندگی سے سرو قد کی یک قدم باہر نہیں  
 کیا ہو اگر سر و کہشے میں اگر آزاد ہے  
 بے مدد زلفوں کی اس کے حسن نے قیدی کیا  
 صید دل بے دام کرنا صنعتِ صیاد ہے  
 رخ کو تیرے دیکھ کر کہتا ہوں میں شمس الضحیٰ  
 خطِ تس اوپر سورۃ و الشمس کی اسناد ہے  
 دل نہاں پھرتا ہے حاتم کا نجف کے گرد گرد  
 گر وطن ظاہر میں اس کا شہ جہاں آباد ہے

زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحرِ ہرجِ مسدسِ محذوف۔ مفاعیلین مفاعیلین فعلن

نہ تن میں استخوان نے رگ رہی ہے  
 لبوں پر کیونکہ جان اب لگ رہی ہے  
 ہمیں پوچھو تو ہستی سے عدم تک  
 مسافت کیا ہے ہاں یک ڈگ رہی ہے  
 تمہاری یاد میں اے شعلہِ خوباں  
 زبانِ شمع پر لو لگ رہی ہے

۲ لندن، زمین ولی در ۱۱۳۶ھ فی بحرِ ملِ مٹمنِ محذوف مسطور

۳ جگ میں بے محبوب، کراچی و دہلی

۶ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۱ نظروں، لندن

۳ ۱۱۳۲ھ، لاہور

۵ کمر و کہنے کے تئیں، لندن

۶ اشرف کے گرد، لندن

ہمیں یک عمر سے کوچے میں اس کے تلاشِ پائے بوسِ سگ رہی ہے  
نہ جا اس کی طرف تو آج حاتم  
وہاں شمشیرِ ابرو بگ رہی ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۹ھ

بحرِ مسطور

مجھے کیا دیکھ کر تو تک رہا ہے تیرے ہاتھوں کلیجہ پک رہا ہے  
جہاں کیونکر نہ ہوں نظروں میں تاریک تیرا منہ زلف نیچے ڈھک رہا ہے  
تمہاری ناقدر دانی کا افسوس ہمارے جی میں مرتے تک رہا ہے  
خدا کے واسطے اُس سے نہ بولو نشے کی لہر میں کچھ بک رہا ہے  
پھرا اب تک نہیں حاتمؑ کا قاصد  
خدایا راہ میں کیا تھک رہا ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۹ھ

بحرِ ایضاً

غم و اندوہ میں دل گھر رہا ہے فلک کچھ ہم سے شاید پھر رہا ہے  
دل و جاں دین و ایمان کچھ نہ چھوڑا ہمارے پاس کیا اب سر رہا ہے  
ہماری جان کے دشمن مر گئے سب یہ جی لینے کو اک کافر رہا ہے  
فقیروں کی طرح مدت سے حاتم  
تمہارے در کے اوپر گر رہا ہے

۱۔ تروار ابرو، لندن ۲۔ تری اس، لندن  
۳۔ قاصد کا حاتم، لندن ۴۔ کہیں کیا راہ میں وہ، لندن  
۵۔ لندن میں اس کی جگہ یہ مصرع دیا ہے:

۶۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔  
۷۔ کیا تھا ذبح پھر آتا ہے قاتل  
۸۔ یہ دکھ دینے کو، علی گڑھ و رام پور



## زمین طرَحی ۱۱۶۳ھ

بحر خفیف مَجْبُورِ مَقْطُوع۔ فاعلاتن مفاعِلن فعلن

جان اس وقت روبرو تو ہے آئینہ کو یہاں کہاں رو ہے  
سرکشی سے تری اے سرو رواں دل قمری کباب گلو گلو ہے  
آ بغل میں مری کبھو تو کہ جان ایک مدت سے درد پہلو ہے  
دور ہو دُر کہ میری نظروں میں گوہر آبدار آنسو ہے  
اس کو زنجیر کی نہ دو تکلیف دل گرفتار تارِ گیسو ہے  
شیخ اُم الخبائث اس کو نہ جان یہ میرے دردِ دل کی دارو ہے  
وہی جانے ہے قدر حاتم کی  
جو سخن فہم اور سخن گو ہے

## زمین طرَحی ۱۱۶۲ھ

بحرِ رمل مَثْمُنِ مَحْذُوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعِلن

ہر قدم صحرا میں اُس کا خار دامن گیر ہے باغ میں جاوے تو موجِ رنگ گل زنجیر ہے  
شہر میں ہر کوچہ و بازار میں لڑکوں کے ہاتھ یک طرف ہے سنگِ باراں یک طرف تشبیر ہے  
پا برہنہ سر کھلے واہی تباہی خستہ حال سر سے پاؤں تک عجب حیرت زدہ تصویر ہے  
تس اوپر باندھے لیے جاتے ہیں گردن مارنے کوئی نہیں کہتا کہ یہ دیوانہ بے تقصیر ہے  
اے فلک پروا نہیں سامانِ عشرت گو نہ ہو ہم ہیں اور کنجِ قفس اور نالہ شب گیر ہے  
اب تلک پاتا نہیں ہے راہ اس کے دل میں حیف نالہ میرا اس قدر اے آہ بے تاثیر ہے  
کیوں عبث میرے دلِ لاغر اوپر رکھتا ہے دانت استخوان جس کی نہ سونگھے سگ یہ وہ خنجر ہے  
تھا ابھی ہم پاس ابھی جاتا رہا غیروں کے پاس آشنائی میں وہ گویا گنجے کا میر ہے

۳ آمیری بریں تو کھو اے میاں، لندن  
۶ دل کے بیچ، لندن

۲ سرو بلند، لندن  
۵ خاطر دل گیر، لندن  
۷ ناداں لڑکا، لاہور

۱ ۱۱۶۹ھ، لندن  
۴ اب کرنے کوئل، لندن  
۶ اوروں کے بلند

مرشدِ کامل سے یہ ارشاد ہے حاتم کے تئیں  
بے ادب ہو جو کہ پیرِ استاد سے بے پیر ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۷ھ

بحرِ ملِ محبوبِ مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

بزم میں کس کے تئیں فرصتِ مے نوشی ہے      نگہِ مست تری داروئے بے ہوشی ہے  
سرد گلِ رنگِ میرا سیرِ چمن کرتا ہے      بلبلِ و قمری میں اس وہم سے سرگوشی ہے  
لٹ پٹی چال تری دیکھ کے اے سروِ رداں      شاخِ گلِ باغ میں مشتاقِ ہم آغوشی ہے  
دل کے تئیں صاف تو آئینہ کی مانند بنا      تجھ کو درویش اگر شوقِ نمد پوشی ہے  
سازِ درویشی و سامانِ فقیری حاتم  
میری فہمید میں تنہائی و خاموشی ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۹ھ

بحرِ مضارعِ مثنیٰ اُخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

اوقاتِ شیخِ گو کہ سجود و قیام ہے      میرے کئے تو ایک خدا ہی کا نام ہے  
ہر صبح اٹھ بتوں سے مجھے رام رام ہے      زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے  
تیری نگہ کے دور میں ایسا ہوا ہوں مست      ساغر سے مجھ کو آنکھ ملانا حرام ہے  
ہم اور تیری شکایتیں ظالمِ خدا سے ڈر      بہتان ہے غلط ہے یہ محض اتہام ہے  
دن کو نہ بھوک ہے نہ مجھے رات کو ہے نیند      اس روزگار میں یہ مری صبح و شام ہے  
مرتا ہوں آ کے دیکھ تیرے انتظار میں      ورنہ سنے گا اب کوئی دم کو تمام ہے

۲ فکر، لندن و کراچی

۱ سر و گلِ رومیہ اچا ہے ہے کروں سیرِ چمن، لندن

۳ لندن میں یہ شعر اس طرح ہے: ”جب ہے صاف اپنے کیا دل کو میں آئینہ مثال = تب سے اس کے تئیں بس شوقِ نمد پوشی ہے

۵ میرے پاس، لندن

۴ ۱۱۶۵ھ، لاہور، لندن

۶ آنکھوں کے دور میں ترے ایسا پھروں ہوں مست کراچی و لندن

۷ ہے جام کی طرح میری آد کچھ جاں بلب، لندن

۷ لگانا، لندن

قاصد کہاں چلا ہے مجھے بھی خبر تو دے      یک دم تو بیٹھ جا کہ مجھے تجھ سے کام ہے  
تجھ کو قسم خدا کی جو جاتا ہے اس طرف      تو بھولیو نہ اتنا ہی میرا پیام ہے  
کہو میری طرف سے نہ پہنچا مرا جواب      اتنا دماغ کیا تیرا حاتم غلام ہے  
قاصد سے اس نے سن کے حقیقت کہا کہ واہ      کیا خوب اس سخن کا کوئی یہ مقام ہے  
کہنا اسے یہی تو کہ اے بوالہوس ہنوز      عاشق ہوا تو پر یہ تیرا عشق خام ہے  
معشوق کی جناب میں کوئی بھی بے ادب      بولا ہے اس طرح سے جو تیرا کلام ہے

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

صید دل جب سے تیرے دام میں ہے      قید پرواز سے آرام میں ہے  
دیکھ کر چشم و دہن کو تیرے      دل مرا پست و بادام میں ہے  
وصل میں ایسی کہاں ہے لذت      جو مزا نامہ و پیغام میں ہے  
گم ہے گو دہر میں عنقا کا نشان      تو بھی وہ آروزے نام میں ہے  
دیکھ تو خانہ نشین صبح وطن      ہم غریبوں کا وطن شام میں ہے  
ہے سفر دور کا اس کو در پیش      اپنے چلنے کے سر انجام میں ہے  
ڈھونڈتے کیوں ہو تم حاتم کے تئیں      اپنے گھر میں وہ کسی کام میں ہے

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر مضارع مسطور

پیری میں آج یار مرے ہم کنار ہے      ساقی بیا بیا کہ خزاں میں بہار ہے  
اے فصل گل پرے ہو نہیں اب ہمیں دماغ      آنکھوں میں آج ہر رگ گل نوک خار ہے  
مدت سے خواب میں بھی نہیں نیند کا خیال      حیرت میں ہوں یہ کس کا مجھے انتظار ہے

۱۔ نہ بھیجا، لاہور و لندن

۲۔ تجھ کو قسم اسی کی جو جاوے ادھر کہو، لندن

۳۔ بحر مضارع مشن اخرب ملفوف محذوف مسطور، لندن

۴۔ ۱۱۹۷ھ، لاہور

حاتم چلی بہار و تیرے دل میں اب تلک  
حیرت کی نے ہوس نہ ہوائے برہنگی  
نے سوختہ جگر نہ ترا سینہ داغ دار  
نے پیرہن پہنا نہ گریباں ہے تیرا چاک  
لڑکوں کے سنگ سے نہ تیرا سر ہے آشنا  
نے شوق دشت گردی و نے عزم سیر باغ  
نے صبح آہ سرد ہے نے شام آہ گرم  
نے درد کی نہ ہجر کی لذت سے تجھ کو کام  
پھر عاشقی کے نام کو مرتا ہے بے شعور  
جو تھے فنون عشق سوسب تجھ کو کہہ دیئے  
سن کر کہا نہیں تو حقیقت سے آشنا  
سب منزلیں مجاز کی میں کر چکا ہوں طے  
نے مرگ کا تلاش نہ جینے کی آرزو

نے حسرت جنوں نہ تمنائے یار ہے  
نے رنگ زرد ہے نہ تو زار و نزار ہے  
نے خشک لب نہ دیدہ تیرا اشک بار ہے  
زنجیر کی صدا سے نہ تو بے قرار ہے  
دیوانوں کی طرح نہ تو کو چوں میں خوار ہے  
نہ گل ہے دست میں نہ کف پامیں خار ہے  
نے دن کو نالہ رات نہ تو سوگوار ہے  
نے وصل کے مزے کا تو امیدوار ہے  
اس کام میں غرض کہ تو ناکردہ کار ہے  
خاطر میں لا نہ لایہ ترا اختیار ہے  
تیری نصیحتوں سے مجھے ننگ و عار ہے  
میرے مقام کا تو یہ لیل و نہار ہے  
نے فکر عاقبت نہ غم روزگار ہے

کیا جبر ہے کہ مجھ کو کہے تیرا اختیار  
کو اختیار بندہ تو بے اختیار ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۲ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

اگر حاتم جہاں میں مفلس و بے ساز و ساماں ہے      ولے مند نشین صحبت مند نشیناں ہے

۱۔ لوگوں کے پتھروں سے نہ سر کو تیرے ہے رابطہ، لندن      ۲۔ دیوانے، لندن

۳۔ نے، لندن و لاہور      ۴۔ ترے، علی گڑھ

۵۔ لندن میں یہ غزل حاشیہ پر بغیر کسی سرخی کے لکھی ہے۔

۶۔ لندن کے متن کو ترجیح دی گئی ہے، اگر ہمت سے، لاہور، علی گڑھ

زمین اور آسمان سب کچھ سمایا تو بھی ہے خالی  
کبھو کیا زشت سے کیا خوب سے ملتے نہ منہ پھیرا  
پری رویانِ عالم ہوں مسخر جس کی خدمت میں  
دماغ و دل کہاں جو اس کے کوچہ سے اٹھے یارو  
کماں ابرو نہیں ہم پاس اور ساون کی جھڑلاگی  
کروں سو خلعتیں قربان میں عریانی کے جامے پر  
ادھر دیکھا ادھر بھولا نہ جانا کون تھا کیا تھا  
مسیحاً سے بھی منت کش نہیں ہونے کا مرتے تک  
بہار آنے کی خبریں ہم سے کیا پوچھو ہو دیوانو  
ہماری وسعتِ دل کے برابر کب بیاباں ہے  
صفائی دیکھ کر دل کی مرے آئینہ حیراں ہے  
اگر ہے مور تو بھی وقت کا اپنے سلیمیاں ہے  
میرا دیوانہ بیٹھا انتظارِ سنگِ طفلان ہے  
ہمارے حق میں یہ باراں نہیں ہے تیر باراں ہے  
نہ دامن کی اسے حاجت نہ محتاجِ گریباں ہے  
ہماری لوحِ دل پر مثلِ آئینہ کے نسیاں ہے  
مریضِ عشق کب محتاجِ تشخیصِ طیبیاں ہے  
دل پر غم کو صبحِ عید بھی شامِ غریباں ہے  
خدا تجھ کو رکھے گا سرخرو مردوں کے میدان میں  
کہ تو مشہور اے حاتمِ غلامِ شاہِ مرداں ہے

## زمین طرحی ۱۱۶۴ھ

بحر خفیفِ محبوبوںِ مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فععلن

شیخ تو تو مرید ہستی ہے مئے غفلت کی تجھ کو مستی ہے  
طوفِ دل چھوڑ جائے کعبہ کو بسکہ فطرت میں تیری پستی ہے  
کیوں چڑھے ہے گدھے، گدھے اوپر تیری داڑھی کو خلقِ ہنستی ہے  
تیری تو جان میرے مذہب میں دل پرستی خدا پرستی ہے  
بے خود اس دور میں ہیں سب حاتم  
ان دنوں کیا شرابِ سستی ہے

۱۔ صدقے میں، لندن

۲۔ ہے، علی گڑھ

۳۔ مسیحا ہے تو اُس سے بھی علاج اس کا نہیں ہوتا، لندن

۴۔ دلِ غمگین، لندن

## زمین کو کہہ خاں فغاں ۱۱۶۵ھ

بحر خفیف مسطور

باغ میں تو کبھو جو ہنتا ہے غنچہ دل مرا پکستا ہے  
ارے بے مہر مجھ کو روتا چھوڑ کہاں جاتا ہے مینہ برستا ہے  
تیرے ماروٹ ہوؤں کی صورت دیکھ میرا مرنے کو جی ترستا ہے  
تیری تروار سے کوئی نہ بچا اب کمر کس اُپر تو کستا ہے  
کیوں مزاحم ہے میرے آنے سے کوئی ترا گھر نہیں یہ رستا ہے  
میری فریاد کوئی نہیں سنتا کوئی اس شہر میں بھی بستا ہے  
حاتم اس زلف کی طرف مت دیکھ  
جان کر کیوں بلا میں پھنتا ہے

## زمین طرچی ۱۱۶۵ھ

بحر مسطور

جب وہ عالی دماغ ہنتا ہے غنچہ کھلتا ہے باغ ہنتا ہے  
ہاتھ میں دیکھ کر ترے مرہم میرے سینے کا داغ ہنتا ہے  
کیا ہوا پھر گئی ہے گلشن کی صوتِ بلبل کو زاغ ہنتا ہے  
شمع ہر شام تیرے رونے پر صبح دم تک چراغ ہنتا ہے  
شیخ کی دیکھ صورتِ تقویٰ  
آج حاتم ایام ہنتا ہے

## زمین ولی ۱۱۳۵ھ

بحر مسطور

جس کو تیرا خیال ہوتا ہے اس کو جینا محال ہوتا ہے  
غم ابرو کی یاد سے دل پر زخم ناخن ہلال ہوتا ہے

- 
- ۱۔ زمین طرچی در ۱۱۶۵ھ فی بحر خفیف مجنوں مقطوع مسطور، لندن ۲۔ مارے، لندن  
۳۔ زمین طرچی در ۱۱۶۵ھ فی بحر خفیف مجنوں مقطوع مسطور، لندن ۴۔ غنچہ پھولے ہے، لندن  
۵۔ فی بحر خفیف مجنوں مقطوع مسطور، لندن ۶۔ پلی کا، کراچی

فیضِ قد سے تیرے چمن میں سرو ہر قدم پر نہال ہوتا ہے  
جب میں روتا ہوں کھول کر دل کو شہر میں برشگال ہوتا ہے  
کون جانے ہے غیر حق تجھ بن  
جیسا حاتم کا حال ہوتا ہے

### زمین طرحی ۱۱۳۶ھ

بحر خفیف محبوب مقطوع مسطور

جس طرف کو کہ یار جاتا ہے دل ہو بے اختیار جاتا ہے  
چاہ، پر دل کی چاہ کی نہ جتا دل رہا اس میں خوار جاتا ہے  
گھات چڑھ من ہرن لگا رنئے دوڑیو یہ شکار جاتا ہے  
بے وفا وعدہ کر نہ آیا حیف  
میرا حاتم قرار جاتا ہے

### زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر خفیف محبوب مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فعلن

ابر ہے اور بہارِ باراں ہے روزِ عید شراب خواراں ہے  
لالہ ہم داغ دل ہے عاشق کا زگس ہم چشم انتظاراں ہے  
ابر مونس ہے اشکباروں سے برق ہم تاب بے قراراں ہے  
درد مندوں کی آہ ہے ہم درد نالہ دمساز سوگواراں ہے  
شام ہجراں کا رو سیاہ کرو صبح وصلِ اُمیدواراں ہے  
حق کی رحمت کا گرم ہے بازار روزِ عفو گناہ گاراں ہے

- ۱۔ چل چمن میں کہ فیضِ قد سے سرو، لندن
- ۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے، حاشیہ پر یہ شعر دیا ہے: ”زلف کا جو نظر پڑے ہے بال = سومرے جی کو جال ہوتا ہے“
- ۳۔ جو کی، لندن
- ۴۔ ہو بے، علی گڑھ
- ۵۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔
- ۶۔ ۱۱۶۸ھ، علی گڑھ ولاہور
- ۷۔ آہ ہمدرد درد مندوں ہے، لندن
- ۸۔ اس کی، لندن و کراچی
- ۹۔ کیا کروں اب قرار، کراچی
- ۱۰۔ رام نے، لندن
- ۱۱۔ فی بحر خفیف محبوب مقطوع مسطور، لندن
- ۱۲۔ میں، لندن

۳۰۳

سب مہیا ہے عیش کا اسباب  
حاتم اب انتظارِ یاراں ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۱ھ

بحر خفیف مسطور

خاکساروں کا دل خزینا ہے اس زمین میں بھی کچھ دفینا ہے  
سنگ دل تک سنبھل کے ہاتھ لگا دل نازک بھی آگینا ہے  
گر یہی دور ہے تو اے ساقی سے نہیں ہے یہ خون پینا ہے  
دل کی لہروں کا طول و عرض نہ پوچھ کبھو دریا کبھو سفینا ہے  
سینہ صافوں سے دل میں کینہ نہ رکھ زندگی بے نفاق جینا ہے  
کوئی تو مست ہے چمن میں نسیم کہ ہر ایک سرو رشکِ مینا ہے  
اس کے وعدے سبھی ہیں سچ حاتم  
دن برس ہے گھڑی مہینا ہے

## زمین طرچی ۱۱۶۱ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فععلن

دل سے بوئے کباب آوے ہے کون مستِ شراب آوے ہے  
کس زبان سے کروں ترا شکوہ جی میں کہتے حجاب آوے ہے  
کف پا دیکھ تیرے تحمل سے خواب تحمل کو خواب آوے ہے  
خود بخود دل خوشی ہے شاید آج میرے خط کا جواب آوے ہے  
خواب مستی سے اب اٹھو مستو صبح ہوئی آفتاب آوے ہے  
جس نے ویراں کیا ہے کعبہ دل پھر وہ خانہ خراب آوے ہے  
نوجوانوں کو دیکھ کر حاتم  
یاد عہدِ شباب آوے ہے



## زمین طرہی ۱۱۶ھ

بحر خفیف مجبوں مقطوع مسطور

ابر میں یاد یار آوے ہے      گریہ بے اختیار آوے ہے  
باغ سے گل عذار آوے ہے      بوئے گل پر سوار آوے ہے  
اے خزاں بھاگ جاچن سے شتاب      ورنہ فوج بہار آوے ہے  
اے صبا کس طرف کو گزری تھی      تجھ سے بوئے نگار آوے ہے  
نک ادھر بھی گزر کہ اس بو سے      میرے دل کو قرار آوے ہے  
مجھ ہوا خواہ سے گریز سو کیوں      تجھ کو کیا مجھ سے عار آوے ہے  
سن کے کہنے لگے کسی کے کوئی      کاہے کو بار بار آوے ہے  
اس قدر بس کہ روز ملنے سے      خاطر میں غبار آوے ہے  
میں تو کیا حاتم ایسے بد خو سے  
کس کو صحبت برآر آوے ہے

## زمین طرہی ۱۱۷ھ

بحر خفیف

توبہ زاہد کی توبہ تلی ہے      چلے بیٹھے تو شیخ چلی ہے  
دل میں ہے مکر و ہاتھ میں تسبیح      یہ عبادت نہیں چلبلی ہے  
ریش ہے یہ کہ شاخ شانہ ہے      جس کی رندوں کے بچ کھلی ہے  
پگڑی اپنی یہاں سنبھال چلو      اور بستی نہ ہو یہ دلی ہے  
سگ شیر خدا ہے تو حاتم  
خارجی تیرے آگے لمبی ہے

۱۔ فی بحر خفیف مجبوں مقطوع مسطور، لندن

۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر خفیف مجبوں مقطوع مسطور

خونِ عاشق شراب جانے ہے لختِ دل کو کباب جانے ہے  
وہ ستم پیشہ اپنے مذہب میں قتلِ عاشق ثواب جانے ہے  
گلِ رخاں گر نہ ہوں تو سیر بہشت دل ہمارا عذاب جانے ہے  
گر یہ و نالہ بے قرارِ دل رعد و برق و سحاب جانے ہے  
جب پکارے ہے وہ ابے اوہوت عاشق اپنا خطاب جانے ہے  
جو ہے کشتی سوار بحرِ فنا ہر نفس موجِ آب جانے ہے  
مرد بیدار چشمِ تا دمِ مرگ زندگانی کو خواب جانے ہے  
کھل گئی جس کی آنکھ مثلِ حباب گھر کو اپنے خراب جانے ہے  
یک نفس زندگی ہے باقی چچ اس کے معنی حباب جانے ہے  
شاہِ بادل کا ہر سخن حاتم  
اپنے حق میں کتاب جانے ہے

## زمین طرحی ۱۱۸۷ھ

بحر خفیف

در پئے دل وہ آفتِ جاں ہے جس کے کوچے میں روز طوفاں ہے  
گھر نہیں اس کا خونِ مردم سے زورِ قصاب کی سی دوکاں ہے  
دل میں جاگہ نہیں کسی کی کہ آج اس کا پیکانِ تیر مہماں ہے  
دور میں اس کی چشمِ میگوں کے مے کدہِ بخ و بن سے ویراں ہے  
رات اور دن فراق میں اس کے چشمِ گریاں ہے سینہ بریاں ہے  
ہر قدم پر ہمیں ہے سیر بہشت اس کا ہر نقشِ پا گلستاں ہے

- ۱۔ دل کو میرے لندن
- ۲۔ گلِ رنوں کے بغیر، لندن
- ۳۔ سراب، علی گڑھ
- ۴۔ لاہور میں یہ غزل ہے۔

- ۱۔ میرا، لندن و کراچی
- ۲۔ ذبح کرنا، لندن و کراچی
- ۳۔ بخت، لاہور
- ۴۔ مطلب، صد، لندن

حاتم اس دور کے امیروں میں  
حاتم وقت ضابطہ خاں ہے

## زمین طرہی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مٹمن مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلتن

سر کو پنکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے رات ہم ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے  
جی دھڑکتا ہے کہ اس فصل خدا خیر کرے عقل کی قید سے دیوانا مرا چھوٹا ہے  
در و دیوار چمن آج ہیں خوں سے لبریز دست گل چیں سے مبادا کوئی دل ٹوٹا ہے  
آج ہر خار بیاباں ہے صد رشک چمن آبلہ پاؤں سے شاید مرے کوئی پھوٹا ہے  
گلشن دہر میں سورنگ ہیں حاتم اس کے  
وہ کہیں گل ہے کہیں بو ہے کہیں بوٹا ہے

## زمین طرہی ۱۱۶۷ھ

بحر مل مٹمن مسطور

جنبنش دل نہیں بیجا تو کدھر بھولا ہے کوئی لڑکا اسے گہوارہ سمجھ بھولا ہے  
خون تو نے جو بہایا ہے سیہ بختوں کا تیرے کوچے میں عجب شام و شفق پھولا ہے  
خوب رندوں نے اڑائے ہیں مزے دنیا کے ہیز کو بکر ہے مردوں کی وہ مدخولا ہے  
بہتر ہے عشق مجازی تجھے بیکاری سے جب تلک عشق حقیقی ہو یہ مشغولا ہے  
پائے ہمت تو مرا لنگ نہیں ہے حاتم  
گو مرے کام کے تیں دستِ فلک لولا ہے

۱۔ لندن میں یہ غزل حاشیہ پردرج ہے بغیر کسی سرخی کے۔

۲۔ پیٹا ہے، کراچی و لندن

۳۔ لندن میں یہ شعر اس طرح ہے:

خون سے آلود ہے کیوں دامن گل آج مگر دست گل چیں سے کسی ہم سے کا دل ٹوٹا ہے

۵۔ ترا، لاہور

۶۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

## زمین طرہی ۱۱۶۶ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

تیرا قامت قیامت آفریں ہے تو گویا فتنہ روئے زمیں ہے  
شب ہجراں میں تنہائی کی مت پوچھ مسلسل اشک ہے یا آستیں ہے  
ہجوم انتظار اس درجہ ہے یار کہ ہر یک داغ چشم دور میں ہے  
تیرے اس خرمن حسن و ادا کی جو دیکھا برق بھی اک خوشہ چیں ہے  
پسند آوے تو بہتر ہے مرا دل کہ تیرے نام کے قابل نکلیں ہے  
لب شیریں سے تیرے تلخ دشنام یہ زہر آلودہ گویا انگلیں ہے  
نظر کر ابلق ایام دن رات دو دم جیسے دو اسپ زپر زیں ہے  
جو آتا ہے تو آ اس وقت اے جاں کہ اس دم دم ہمارا واپس ہے  
کبھو حاتم کی مشہد پر نہ گزرا  
تغافل کو تیرے صد آفریں ہے

## زمین طرہی ۱۱۷۱ھ

بحر ہرج مسطور

جبین پر چیں تبسم زپر لب ہے طلب گار دل آفت طلب ہے  
دعا دیتا ہوں اور سنتا ہوں دشنام کہوں کیا اب تجھے ترک ادب ہے  
غرض جو کچھ ہے تو سو خوب کچھ ہے قیامت ہے بلا ہے یا غضب ہے  
جفا جور و ستم خشم و تغافل میاں جو چاہیے سو تجھ میں سب ہے  
گزر آئینہ رو حاتم کے دل میں  
مکان حیرت و سیر حلب ہے

- 
- ۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۲ زہر آلودہ علی گڑھ  
۳ یہ دونوں آخری اشعار لاہور میں ہیں۔ ۴ لندن میں یہ غزل حاشیہ پر بغیر کی عنوان کے درج ہے۔  
۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

طریقت میں اگر زاہد مجھے گمراہ جانے ہے  
وہ بے پروا مرا کب امتیاز چاہ جانے ہے  
اسے جو دیکھتا ہے دن کو سو خورشید جانے ہے  
ہماری بات کو وہ عاقبت نافہم کیا مانے  
مرا دل بارِ عشق ایسا اٹھانے میں دلاور ہے  
ہمیں دیر و حرم شیخ و برہمن سے نہیں مطلب  
وہ وحشی اس قدر بھڑکا ہے صورت سے میرے یارو  
کہیں ہم بحر بے پایانِ غم کی ماہیت کس سے  
خدا کے واسطے انصاف کچھ کیا تماشہ ہے  
اگر وہ فتنہ جو تجھ سے ملے حاتم تو کہہ دیجو  
کہ منصوبے ترے سب بندۂ درگاہ جانے ہے

## زمین طرحی ۱۱۷۲ھ

بحر مل مٹمن مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن

عشق کی خانہ خرابی کو تو کیا جانے ہے  
ہجر میں نامہ و پیغام کی حاجت کیا ہے  
رسم و آئین بتاں سے جو کوئی واقف ہے  
ایسے بے فائدہ جینے سے تو مرنا بہتر  
جو ہے پیارِ محبت نہیں محتاجِ مسیح  
تجھ کو ان باتوں سے کیا تیری بلا جانے ہے  
دل میں غنچے کی جو ہے بادِ صبا جانے ہے  
بے وفائی کو تری عینِ وفا جانے ہے  
کیا کہوں منہ سے جو ہے دل میں خدا جانے ہے  
ہجر کے درد کو وہ اپنی دوا جانے ہے

۱۔ لاہور و رام پور میں یہ شعر ہے۔  
۲۔ لندن میں یہ شعر لندن میں زائد ہے۔  
۳۔ فتنہ گر لندن  
۴۔ لاہور اور لندن میں یہ شعر اور دیا ہے۔

جو ہوا دل سے تمنائے شہادت میں فنا      آبِ خنجر کو ترے آبِ بقا جانے ہے  
اس قدر محو ہے حاتم تری الفت میں کہ جان  
جو بُرا تو نے کیا اس کو بھلا جانے ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۲ھ

بحر ہرج مٹمن مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول

فریاد ترے کوچے میں گر بے ادبی ہے      تسکین دہ دل آہ مری نیم شعی ہے  
حاضر مرے رہنے سے تو آزرده نہ ہونا      مطلب مرے دل کا تری خدمت طلبی ہے  
نک خاک سے میری تو شتابی سے گزر کر      ہے خاک ولے اس کے تلے آگ دبی ہے  
رکھتا ہے عبادت کے لیے حسرتِ جنت      زاہد کی خدا ساتھ محبت سہمی ہے  
حاتم کو نہیں دغدغہ روزِ قیامت  
بخشنده خدا ہے تو شفاعت کو نبی ہے

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

خط کے سبزے سے عجب چہرے کا آبِ درنگ ہے      جو مصور دیکھتا ہے تجھ کو سو چت بھنگ ہے  
مظہر حق کب نظر آتا ہے ان شیخوں کے تئیں      بسکہ آئینے پر ان آہن دلوں کے رنگ ہے  
جامہ عریانی کا قامت پر مری آیا ہے راست      اب مجھے نامِ لباسِ عاریت سے ننگ ہے  
ہو گئے ہیں اس قدر دوری سے تیری ناتواں      یک قدم رکھنا زمین پر ہم کو سو فرسنگ ہے  
دوستوں سے دشمنی اور دشمنوں سے دوستی      بے مروت بے وفا بے رحم یہ کیا ڈھنگ ہے  
مسکراتا گالیاں دیتا اکثر تا مست ناز      ایسے عالم سے تو آتا ہے کہ عالم دنگ ہے  
فیض سے ہمت کے حاتم دل تو نگر چاہیے  
مفلسی سے ان دنوں گو دست تیرا تنگ ہے

۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے، لاہور ۱۱۷۳ھ      ۲۔ عوض، علی گڑھ درام پور  
۳۔ اب تری دوری سے لندن      ۴۔ خیر خواہوں سے تجھے ہے عار و بدخواہوں سے پیار، لندن

## زمین طرچی ۱۱۶۸ھ

بحر مل مٹمن محذوف مسطور

پھر خبر اس فصل میں یارو بہار آنے کی ہے      اب بجز زنجیر کیا تدبیر دیوانے کی ہے  
خاک کر دیوے جلا کر پہلے پھر ٹسوائے بہائے      شمع مجلس میں بڑی دل سوڑ پروانے کی ہے  
بھید زلفوں کا بیاں کرنے میں ہو جاتا ہے گنگ      ورنہ کہنے کو جو پوچھو سو زباں شانے کی ہے  
شیخ اس کی چشم کے گوشے سے گوشے ہو کہیں      اس طرف تمنت جاؤ ناداں راہ مے خانے کی ہے  
حوصلہ تنگی کرے ہے شہر کے کوچے ہیں تنگ      اب ہوس دل میں ہمارے سیر ویرانے کی ہے  
چاہیے کیا بات کہتے ہو جہاں میں قتل عام      دیر منہ سے اب تمہارے حکم فرمانے کی ہے

جی میں آتا ہے کہ حاتم آج اس کو چھیڑیئے

مدتوں سے دل میں حسرت گالیاں کھانے کی ہے

## زمین طرچی ۱۱۸۰ھ

بحر مل مٹمن محذوف مسطور

چاند سے تجھ کو جو دے نسبت سو بے انصاف ہے      چاند کے منہ پر ہیں چھائیں تیرا مکھڑا صاف ہے  
قد ترا ہے سرو آنکھیں زگس اور رخسار گل      حسن کا دریاؤ سینے سے لگاتا ناف ہے  
بھوں کماں پلکیں تری تیر اور نگاہیں بر چھیاں      لب ہیں جوں یا قوت اور باتوں میں تو حراف ہے  
خون عاشق نے لیا ہے گھیر تجھ کو جان من      گرد دامن کے ترے یہ سرخ یا سنخاف ہے  
اور دھنکی نیچے تری کیا ناگ نے اگلا ہے من      یا یہ چوٹی میں چمکتا تاش کا موباف ہے  
دل سے ہے حاتم تری بانگی اداؤں کا غلام      دل سے ہے حاتم تری بانگی اداؤں کا غلام  
بھولنا مت بندگی اس کی اگر اشراف ہے      بھولنا مت بندگی اس کی اگر اشراف ہے

۱۔ بڑی، لندن      ۲۔ کس طرف جاتا ہے، لندن۔ کس طرف جاتا ہے، بہکا، لاہور

۳۔ چاہیے کیا بات کہتے ہو جہاں میں قتل عام، لاہور      ۴۔ نک، لاہور

۵۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔      ۶۔ لاہور میں اس کے بعد وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، بھی دیا ہے۔

۷۔ لاہور میں یہ شعر اور دیا ہے۔

## زمین طرہی ۱۱۸۱ھ

بحر مل مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اور ہی ہے اُس کے صحرا کو جو دیکھا تو فضا اور ہی ہے  
تجھ سے کچھ کام نہیں دور ہو آگے سے نسیم وا کرے غنچہ دل کو وہ صبا اور ہی ہے  
نبض پر میری عبث ہاتھ تو رکھتا ہے طبیب یہ مرض اور ہے اور اس کی دوا اور ہی ہے  
گل تو گلشن میں ہزاروں نظر آئے لیکن اس کے چہرے کو جو دیکھا تو صفا اور ہی ہے  
زاہد و ورد وظائف سے نہیں حاصل کار جس کو ہو حسن اجابت وہ دعا اور ہی ہے  
اے جس ہرزہ درا ہو نہ تو اتنا چپ رہ پیچھے پس ماندہ بہ منزل وہ صدا اور ہی ہے  
مختب ہم سے عبث کینہ رکھے ہے حاتم  
جو نشا ہم نے پیا ہے وہ نشا اور ہی ہے

## زمین طرہی ۱۱۷۶ھ

بحر محبت مٹن مجنوں مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

ہمارے حق میں تو صد فتنہ و بلا تو ہے ہمارے نصیب میاں جس کا آشنا تو ہے  
مرا جہاں میں اذیت رساں نہیں کوئی جو امتحان کیا یا یہ دل ہے یا تو ہے  
ہمارے طوف کو دیر و حرم بہانہ جان جدھر گزار کریں دل کا مدعا تو ہے  
مریض عشق ہوں طالب نہیں مسیحا کا تو منہ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے  
مہوسی کی ہوس خواب میں نہیں کہ ہمیں تری نگاہ ہے اکسیر و کیمیا تو ہے  
گلفۂ غنچہ کو کرتی ہے گر چن میں نسیم ہو جس سے غنچہ دل وا سو وہ صبا تو ہے  
بتاں کا حسن تو ہے جلوہ گر ازل سے ولے اے جان حسن جہاں موجد ادا تو ہے  
ترے دماغ سے سب پر عیاں ہے شوکت حسن تمام شہر کے خوباں میں میرزا تو ہے  
نہ کوئی ہے نہ کوئی تھا نہ کوئی پھر ہوگا اے زیب آئینہ جس درجہ خود نما تو ہے



صنم نظر میں تو حاتم کی سر سے تا بقدم  
ظہور جلوۂ حق مظہرِ خدا تو ہے

## زمین ولی ۱۱۳۷ھ

بحر مل مسطور مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

اس پری رو کا مجھے ہر دم تصور کام ہے جس تصور سے دل بے صبر کو آرام ہے  
اب شراب و ساغر و ساقی کی کچھ حاجت نہیں چشم کی گردش تری مجھ کو لبالب جام ہے  
شکر اللہ بعد مدت کے صنم نے لطف سے کھول کر زلفیں کہا مجھ کو نہ جا اب شام ہے  
پستہ لب کی شوخی مژگاں کی شہرت کیوں نہ ہو جس کی ہیبت سے مشکب سینہ بادام ہے  
کھپ گئی ہے دل میں حاتم کے تری بانگی ادا  
جاتے جاتے ٹک بتاتا جا ترا کیا نام ہے

## زمین طرحی ۱۱۶۲ھ

بحر مل مسطور مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

عاشقوں کے سیر کرنے کا جہاں ہی اور ہے ان کے عالم کا زمین و آسمان ہی اور ہے  
پوچھتا پھرتا ہے کیا ہر ایک سے ان کا سراغ لامکاں ہیں ان کو رہنے کا مکاں ہی اور ہے  
آزمائش ان کی وضعوں کا تجھے ہے گاضر یہ وہ فرقہ ہے کہ ان کا امتحاں ہی اور ہے  
کیا خریدے گا خراب آباد کے بازار میں درد کی ہو جنس جس میں وہ دکان ہی اور ہے  
سنگ و گل کا طوف ہو تجھ کو مبارک حاجیو حضرت دل کے حرم کا کارواں ہی اور ہے  
بیٹھنے کو شارخ طوبیٰ پر نہیں کرتیں نگاہ اس چمن کی بلبلوں کا آشیاں ہی اور ہے  
اس کو کیا نسبت کسی افسانہ و قصے کے ساتھ  
عشق کے دفتر کی حاتم داستاں ہی اور ہے

۱۔ دہلی میں مصرع یوں ہے: شکر ہے کہ بعد مدت میں جن نے آج یوں

۲۔ لندن میں یہ مصرع اس طرح ہے: کیوں نہ بھادے دل کو ہر دم جس کا بہانا نام ہے۔ دہلی، میرے جس کا دلبر نام ہے۔

۳۔ محنتوں کی آزمائش ان کی کچھ حاصل نہیں، لندن ص ۳ صاحبو، علی گڑھ

## زمین طرحی ۱۱۵۵ھ

بحر مل مٹمن محبوب مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

دلبری میں تو میرا یار ہنر رکھتا ہے      مل کے ہر ایک کا دل ہاتھ میں کر رکھتا ہے  
صبر و آرام خور و خواب تو سب ہم سے لیا      ایک اب جان ہے تس پر بھی نظر رکھتا ہے  
اس ترے پیار کی نظروں سے ہے ظاہر شاید      نالہ زار ہمارا بھی اثر رکھتا ہے  
بن ترے رات کو کیا کیا مرے دل پر گزرا      تو تو اس بات کی کاہے کو خبر رکھتا ہے  
حق نے ہر اک کو دیا قد کے موافق خلعت      دامن دشت ہے تو کوہ کمر رکھتا ہے  
میں تو کیا ہوں گا اے جلا د فلک      تری شمشیر تلے آن کے سر رکھتا ہے  
چشم بد دور کہ حاتم بھی تری دولت سے  
جگر سوختہ و ویدہ تر رکھتا ہے

## زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۵۵ھ

بحر مل مٹمن مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

جوں تری پتلی مری چشم میں آ پھرتی ہے      اسی دم روح تری گرد میں جا پھرتی ہے  
کاہلی ہو کے نہ جا اب تو چن میں بلبل      کہ گلستاں تو ہے بے آب و ہوا پھرتی ہے  
اٹھ چلا جوں وہ کہا میں نے میاں تک پھر آ      بولا غصے سے کہ اب میری بلا پھرتی ہے  
دختر رز کو دیکھو مجمع رنداں میں مدام      پردہ شرم اڑا گھر کو جلا پھرتی ہے  
اس سب پھولے ساتے نہیں گل جاے میں      کہ کھلے بند چن بچ صبا پھرتی ہے  
مری باتوں سے اب آزرده نہ ہونا ساقی      اس گھڑی عقل مری مجھ سے جدا پھرتی ہے

۱۔ حق نے بخشا ہے ہر ایک قد کے موافق خلعت، لاہور

۲۔ کہ گلستاں ہے۔ لندن کراچی، رام پور علی گڑھ

۳۔ دل کے لینے میں میرا یار ہنر رکھتا ہے، لاہور

۴۔ لندن میں یہ شعر مزید ہے۔

۵۔ اٹھا، کراچی

حاتمؑ اس ماہ کی حسرت میںؑ ہر اک مجلسؑ میں  
شمع بھی تن کو گلا سر کو کٹا پھرتی ہےؑ

## زمینؑ طرحی ۱۱۵۳ھ

بحر مل مسطور

قدر جانے ہے سخن گو کی جو کوئی انساں ہے      نطق کا فہم نہیں جس کے تیںؑ حیواں ہے  
خوب اور زشت کی تفریق نہ پوچھو مجھ سے      مظہر حق ہے یہاں عقل مری حیراں ہے  
جس کو اس وقت میں کچھ سدرِ مرق پینچے ہے      بحر و بر کا وہ سکندر کی طرح سلطان ہے  
زورِ احساں سے کرے زیرِ زبر دستوں کو      شیوہٴ مردی و کارِ جواں مرداں ہے  
دین و دنیا سے گزر سب سے ہوئے ہیں آزاد  
حاتمؑ اب معتقدِ ہمتِ درویشاں ہے

## زمینؑ طرحی در ۱۱۶۳ھ

بحر مل مٹمن مجبوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن علن

ایک پر ایک گھنڈال سے سرس آتی ہے      ہر برس جا کے ترے گھر میں برس آتی ہے  
آج بیضے سے نکلتی ہے جو بلبل صیاد      سوتیرے دام میں مشتاقِ نفس آتی ہے  
نمکِ حسن کا سنتا ہوں ترے جوں جوں شور      توں توں ملنے کی مرے دل میں ہوس آتی ہے  
بوالہوس گو کریں تیرے لب شیریں پر ہجوم      تلخ مت ہو کہ مٹھائی سے گس آتی ہے  
کون گزرا ہے چن بچ معطر ہو کر      کہ ہر ایک خار سے خوشبوئے خس آتی ہے

۱۔ حاتمؑ اب اس گن بچ سدا محفل میں، لندن و کراچی

۲۔ الفت میں، علی گڑھ

۳۔ لندن میں اس غزل کے حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے جس کا پہلا مصرع ہے: شیخ نے سجدہٴ تہاں کو اب چھوڑ نماز۔ دوسرا مصرع مٹ گیا ہے۔

۴۔ لندن میں یہ غزل حاشیہ پر لکھی ہے بغیر کسی سرخی کے۔

۵۔ سکندر کی طرح، لندن۔ سکندر منش، لاہور علی گڑھ

۶۔ روز، علی گڑھ

۷۔ گزر کر جو، لندن و لاہور

موسمِ گل کا مگر قافلہ جاتا ہے کہ آج سارے غنچوں سے جواواڑ جس آتی ہے  
کچھ خبر تجھ کو بھی ہوتی ہے جو دلِ حاتم کا  
ناگنی زلفِ رسا کی تیری ڈس آتی ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۸۸ھ

بحرِ مضارعِ مٹمنِ انربِ مکفوبِ محذوف

اے مرے دل کے خریدار کہاں جاتا ہے عشق کی گرمی بازار کہاں جاتا ہے  
کوئی بھی ڈھنگِ مروت کا ہے تجھ میں ظالم چھوڑ کر مجھ کو تو بیمار کہاں جاتا ہے  
ایک بھی ہاتھ سے تیرے نہ بچا اے قاتل پھر لیے ہاتھ میں تروار کہاں جاتا ہے  
خلقِ بدنام کرے گی تجھے میں ڈرتا ہوں نیم شب کو اے مرے یار کہاں جاتا ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۹۰ھ

بحرِ رملِ مسطور

کون یہ سادہ و پرکار چلا جاتا ہے کون اس سچ سے طرح دار چلا جاتا ہے  
ہم تری راہ میں جوں نقشِ قدم بیٹھے ہیں تو تغافل کیے اے یار چلا جاتا ہے  
خانہ جنگی کا تجھے زور پڑا ہے چسکا روز دس بیس سے تروار چلا جاتا ہے  
جس طرح موسمِ برسات میں جھڑ لگتی ہے متصل اشک کا یوں تار چلا جاتا ہے  
مشفقو دردِ محبت کو مرے مت پوچھو قرن گزرے وہی آزار چلا جاتا ہے  
جنسِ دلِ عشق کے بازار میں ہے سوختن دیکھتا ہے جو خریدار چلا جاتا ہے  
راہ میں غمزدہ عشق کو کیا ٹوکو ہو اپنی حالت میں گرفتار چلا جاتا ہے  
عمریوں جلد چلی جائے ہے جوں وقتِ غروب دوڑتا سایہ دیوار چلا جاتا ہے  
تو جو کہتا ہے کہ حاتم کو یہاں بار نہیں  
وہ تو گھر میں ترے سو بار چلا جاتا ہے

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے، ۱۱۸۳ھ، لاہور

۲ ہم کو، لاہور

۱ اب، لندن

۲ رسم، علی گڑھ

۵ لاہور میں یہ غزل اور ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

## حسب الفرمائش نواب علی اصغر خاں بہادر ۱۱۳۸ھ

بحر مل مثنیٰ مجبوں مقطوع مسطور زمین ولی

خوب رویوں میں تجھے رتبہ اُمراء ہے  
دیکھ رخسار ترا گل نے گریباں پھاڑا  
خوش قدوں بیچ تجھے کیوں نہ کہوں سرو بلند  
موج ہے خط پہ ترا حسن کے دریا اوپر  
تیر ہیں پھرتے نگہ ترک کہاں ابرو کے  
ڈوبے رہتے ہیں سدا اشک کے پانی میں مگر  
نہ چھپے دخترِ رز پردہ مینا میں سو کیوں  
اے ولی مجھ سے تو آزرده نہ ہونا کہ مجھے  
اے دل اب خوش ہو ترے ہجر کے گزرے ایام  
اس کو زنجیر کی حاجت نہیں دیوانوں میں  
یعنی فیاض زمانے کا علی اصغر خان

فوج عشاق ترے حسن کی مجرائی ہے  
اور کلی لب کو ترے دیکھ کے کھلائی ہے  
سیر اب دل کو مرے عالم بالائی ہے  
خطِ خوبان جہاں جس کے آگے کافی ہے  
باز گشتی کا لگانا فنِ مغلائی ہے  
پتے چشموں کے لیے مرے مردمِ دریائی ہے  
مقتب تیرے بڑھاپے سے یہ شرمائی ہے  
یہ غزل کہنے کو نواب نے فرمائی ہے  
یارِ غم خوار کے ملنے کی گھڑی آئی ہے  
جو تری زلفِ گرہ گیر کا سودائی ہے  
جس کی ہمت کی اب حاتم نے قسم کھائی ہے

## زمین طرچی ۱۱۴۷ھ

بحر مل مسطور

اے پری دل کو ترے عشق میں حیرانی ہے  
ہائے بے درد سے میں دل کو لگایا تھا کیوں  
میں نے جس روز سے دیکھے ہیں ترے بال کھلے  
جب سے آزاد ہوا ہوں نہیں ہوں بندِ قبا  
یک نظر اس کو تری قیدِ سلیمانی ہے  
اب تک جس کی مرے دل میں پشیمانی ہے  
موبہ مو مجھ کو اُسی دن سے پریشانی ہے  
کہ خدا ساز مرا جامہ عریانی ہے  
فتیہ دنیا کے کبھو حسن پر حاتم مت بھول  
نفس کو پھیر کہ یہ خطرہ شیطانی ہے

## زمین طرہی ۱۱۹۶ھ

بحر مل مسطور

رات دن یار بغل میں ہو تو گھر بہتر ہے      ورنہ اس گھر کے تو رہنے سے سفر بہتر ہے  
گر لب خشک و دل گرم نصیبوں میں نہ ہو      تو دم سرد ہی اور دیدہ تر بہتر ہے  
گو نہ ہو فضل و ہنر مرد کو طالع ہیں شرط      یار طالع بھی نہ ہو تو بھی ہنر بہتر ہے  
ہیں جو تجھ لب کے نمک داں کے نمک پروردہ      کب کہیں گے کہ ترے لب سے شکر بہتر ہے  
شوخ ہے بانکہ ہے غنڈا ہے بڑا بہت چھٹ ہے      پھر کے مت دیکھ اسے اک ہی نظر بہتر ہے  
وہ جو تر وار کو کھینچے ہوئے آوے سر پر      سر سپر ہو نہ سکے سینہ سپر بہتر ہے  
قول اور فعل میں ہے اس کے تفاوت حاتم  
ایسے مکار کی صحبت سے حذر بہتر ہے

## زمین طرہی ۱۱۶۳ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

سمع بوسے کی رکھنا لب سے ترے محض بیجا ہے      توقع گالیوں کی بھی ترے منہ سے اچنبھا ہے  
ہوئی یک عمر ہم کو بندگی و جانفشانی میں      نہ تجھ سے چشم شفقت ہے نہ امید دلاسا ہے  
گنواروں کی ہنسی ہے موت چڑیا کی سنا ہوگا      ادھر عاشق کا جی نکلے ادھر تجھ کو تماشا ہے  
حباب آسا اگر قطرہ اٹھاوے وہم کا پردا      پھر آنکھیں کھول کر دیکھے تو آپ ہی عین دریا ہے  
تعیین کے تقید کو اٹھا کر دید قدرت کا      کہ تیری چشم کے آگے ترے خطرے کا پردا ہے  
مبارک عشق کے کشور کی تجھ کو سلطنت حاتم  
جنوں ہے خانساں جس کا اور دیوان سودا ہے

## زمین طرحی ۱۱۶۷ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

بتیسی اس طرح بننے میں تیری اب جھمکتی ہے کہ سب کہتے ہیں اس کو آج کیا بجلی چمکتی ہے  
تیرے رخسار و قد نے دھوم ڈالی ہے گلستاں میں ادھر بلبل سسکتی ہے ادھر قمری بلکتی ہے  
دو چار اب کس طرح تجھ سے ہو ہم چشمی کے دعوے سے کہ نرگس کی چمن میں دیکھ کر گردن ڈھلکتی ہے  
جو پیاسے ہیں شہادت کے انھیں شربت سے میٹھا ہے کہ اس دم آب تیری تیغ کی ایسی چمکتی ہے  
پری ہم جان کر اس کو چھپایا شیشہ خانے میں یہ تو بھی دخترِ رز پردہ مینا سے تکتی ہے  
گلر کی آگ اوپر اشک کے پانی کو اے حاتم  
میں جتنا ہی چھڑکتا ہوں وہ اتنا ہی بھڑکتی ہے

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

یہ کالی زلف ترے مونہہ اوپر ایسی لٹکتی ہے کہ دل میں تیغ کھا کھا ناگن اپنا سر پکتی ہے  
یہ تیری اچھلائی دیکھ کر دل رقص کرتا ہے کبھو آنکھ اور کبھو چہرے کے اوپر بھوں مٹکتی ہے  
کبھو تو رو تو اس کو خاک اوپر جا کے اے لیلیٰ کہ بن پانی جنگل میں روح مینوں کی بھکتی ہے  
جنوں نے اس قدر ہلکا کیا ہر یک کی نظروں میں کہ میرے ہاتھ سے اپنا خرد دامن جھٹکتی ہے  
مزا جینے کو کچھ ہم کو نہیں بن اس کے اے حاتم  
ہماری سانس جی میں پھانس سی ہر دم کھٹکتی ہے

۱۔ ۱۱۶۹ھ، لندن، ۱۱۶۳ھ، لاہور

۲۔ ”مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن“، لندن

۳۔ کہ اب اس تیغِ مصری کی تری ایسی چمکتی ہے، لاہور۔ لندن، کراچی، رام پور علی گڑھ کا مٹن درج کیا گیا ہے۔

۴۔ میں جوں جوں آب چھڑکتا ہوں وہ توں توں اب دکتی ہے، لندن

۵۔ بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن، چاہ سے، لندن

## زمین طرَحی ۱۱۶۵ھ

بحر ہزج مسطور

کدھر جاتا ہے میرے ہاتھ تیری اب تو چوٹی ہے  
بتا تو زلف تیری کس نے یہ نوچی کھسوٹی ہے  
شراب ناز سے مجلس میں خواباں مست ہیں باہم  
کباب دل میرا ان سب کے ہاتھوں تیکہ بوٹی ہے  
گدا کو گر قناعت ہو تو پھانا چیتھرا بس ہے  
وگر نہ حرص آگے تھان سو گز کا لنگوٹی ہے  
یہ مسکاشیخ سے پوچھو کہ ہم اس جھگڑے سے فارغ ہیں  
کہ ڈاڑھی شہر میں کس کی بڑی اور کس کی چھوٹی ہے  
اگر تو کیمیا چاہے تو مر کر خاک ہو پہلے  
کہ خالص زر نہیں ہونے کا جس کی عقل کھوٹی ہے

بچاؤے حق عذاب جوع سے اس دور میں حاتم

جدھر سنتا ہوں اب سب کی زباں پر روٹی روٹی ہے

## زمین طرَحی ۱۱۶۴ھ

بحر ہزج مسطور۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ہماری عقل بے تدبیر پر تدبیر ہنستی ہے  
اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستی ہے  
اسیروں کا نہیں کچھ شور و غل یہ آج زنداں میں  
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر زنجیر ہنستی ہے  
کبھو پہنچی نہ اس کے دل تلک رہ ہی میں تھک بیٹھی  
بجا اس آہ بے تاثیر پر تاثیر ہنستی ہے  
تو صورت اس کی کیا کہنیے گا اپنی دیکھ تو صورت  
مصور اس تری تصویر پر تصویر ہنستی ہے

وہی ہے مرد جو ہو رو برو تروار کے حاتم

کہ منہ کے پھیرتے نامرد پر شمشیر ہنستی ہے

## زمین طرَحی ۱۱۶۳ھ

بحر مسطور

لڑکپن سے نکل جب آپ کو تم نے سنبھالا ہے  
کہوں کیا اور ہی نام خدا جو بن نکالا ہے

۲ اس وقت علی گڑھ

۳ غل یہ جو تم سنئے ہو، لندن

۴ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۱۱۶۳ھ، لاہور

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲ ۱۱۶۳ھ، لندن

۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔



کریں تھیں قریاں تعریف سرو اور ہم ترے قد کے جو آیا تو چمن میں تو ہمارا بول بالا ہے  
مگر وہ شمع رو آتا ہے اس کو پے میں اے یارو کوئی تو دوڑ کر نک دیکھنا یہ کیا اُجالا ہے  
نظر میں اس کی جو چڑھتا ہے سو جیتا نہیں بچتا ہمارا سانولا اس شہر کے گوروں میں کالا ہے  
چلا جا محاسب مسجد میں حاتم سے نہ بخشا کر  
کہ طاعت اس کے مشرب میں صراحی اور پیالا ہے

## زمین طرحی ۱۱۴۳ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

وہی ہے مرد اس عالم میں جس کے بیچ ہمت ہے کہ ہمت سے جہاں میں نام کو حاتم کے عزت ہے  
گدا ہوں پر طبع رکھتا نہیں میں بادشاہوں سے کہ دنیا دار ہے درویش کو دولت قناعت ہے  
بلاوے قول پر وہ تو اسی دم جاں سے حاضر ہو وفائے وعدہ کرنا صادقوں کو عین راحت ہے  
وہ تجھ میں چھپ رہا تو ڈھونڈتا ہے جا بجا اس کو غلط سمجھا ہے تو نیکے کے ادھل دیکھ پر بت ہے  
دو عالم چھوڑ کر مانگے ہے تجھ سے تجھ کو اے پیارے  
گدا ہونا تری درگاہ کا حاتم کو حرمت ہے

## عرضی<sup>۳</sup> بخد مت عمدة الملک نواب امیر خاں بہادر ۱۱۵۶ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

تمہارا عمدة الملک اس قدر سے خوانِ نعمت ہے کہ جس پر رات دن شاہ و گدا مہمانِ نعمت ہے  
جسے دیکھوں ہوں تیری بندگی میں ہیں نہ یک تنہا تری دولت سے ہر اک صاحبِ الوانِ نعمت ہے  
کہیں ہیں مہر و مہ جس کے تیں روشن ہے عالم پر سو دسترخوان کا تیرے دو قرص نانِ نعمت ہے  
سحر سے شام تک اور شام سے تا صبح برسوں سے ہمارا کام تیری بزم میں سامانِ نعمت ہے

۲ دو عالم چھوڑ کر آمانگتا ہے تجھ سے تجھ کو اندن و کراچی

۱ غلط فہمید چھوڑ اور علی گڑھ، کراچی

۳ لندن میں یہ عبارت اس طرح ہے:

عرضی بہ جناب نواب عمدة الملک در استیفاء خدمت

۵ مدت تک، لندن

۴ ۱۱۴۵ھ، لندن، ۱۱۵۸ھ، لاہور

ہوا ہوں سیر ایسا چاشنی سے چٹک کی تیرے خدا شاہد ہے کس کافر کو پھر ارمانِ نعت ہے  
جیوں گا جب تلک حق نمک تیرا نہ بھولوں گا رہے گا یاد سب جو کچھ ترا احسانِ نعت ہے  
ہوا ہوں جب سے داروغہ تیرے باوچی خانے کا اگر شکوہ کروں اس کا تو یہ کفرانِ نعت ہے  
ولے قیدی ہوا ہوں بسکہ رات اور دن کی محنت سے ہے مطبخِ کانِ نعت پر مجھے زندانِ نعت ہے  
یہی ہے عرضِ خدمت میں تری حاتمِ بکاؤل کی  
یہ خدمتِ بخش اس کو جو کوئی خواہانِ نعت ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۵۸ھ

بحرِ مضارعِ مٹمنِ اُخربِ مکفوفِ محذوف۔ مفعولِ فاعلاتِ مفاعیلِ فاعلن

وہ شوخ دل پسند بڑا خود پسند ہے جس کو اثرِ کسو کی نصیحت نہ پسند ہے  
آئینہ دیکھتا ہے مبارک ہو ماہِ من اس وقت تیرے حسن کا عالم دو چند ہے  
رخسارِ آتشیں کی تری کیا صفت کروں مدت ہوئی کہ اس کا مرا دل پسند ہے  
دل بند ہو رہا ہے محبت کے تار میں زنجیر کی ہوس نہ ہوائے کُند ہے  
کہو میری طرف سے تغافلِ شعار کو کس عمر سے قفس میں ترا صید بند ہے  
کس سے کہوں میں حالِ دل اپنا کہ تانے اس شہر میں رہا بھی کوئی درد مند ہے  
حاتم کو ایک بوسہ عطا کر کہ جانِ من  
دونوں جہاں کے بچِ نخی سر بلند ہے

## زمینِ طرحی

طبعِ تیری عجب تماشا ہے گاہ تو لا ہے گاہ ماشا ہے  
خوب بگڑا تھا خوب سنبھلا ہے خوب اپنے تئیں تراشا ہے

۲ مجھے سب یاد ہے جو جو

۳ ۱۱۶۸ھ، لندن

۴ لندن میں اس کے بعد یہ دو شعر اور دیے ہیں۔

۱ کافر کے تئیں، لندن

۳ یہ خدمتِ کرمنایت، علی گڑھ

۵ کوئی ادب سے، لندن

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب محذوف مکفوف۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

نک کھول زلف اپنی زنجیر ہے تو یہ ہے دیوانہ پن کی میرے تدبیر ہے تو یہ ہے  
میں راستی کہوں ہوں تم بخشو یا نہ بخشو دل چاہتا ہے تم کو تقصیر ہے تو یہ ہے  
یک تار زلف تیرا ہے لاکھ دام مجھ کو منصب کے عاشقوں کے جاگیر ہے تو یہ ہے  
کچھ غم نہیں جو مجھ پر ترکش تہی کرے تو ڈر ہے مجھے نگہ کا گر تیر ہے تو یہ ہے  
کس کام کی ہمارے یہ کیسے ہستی محتاج یک نظر ہوں اکسیر ہے تو یہ ہے  
سب قتل کا ہمارے اسباب ہے مہیا باقی ہے یک اشارت تاخیر ہے تو یہ ہے  
عالم کا ہم مرقع سب سیر کر کے دیکھا اس صفحہ زمیں پر تصویر ہے تو یہ ہے  
حائم بنائے مسجد ہے کام عابدوں کا  
کر راست کعبہ دل تعمیر ہے تو یہ ہے

## زمین طرچی ۱۱۸۲ھ

بحر مضارع اُخرب محذوف مکفوف

اس جنگجو سے ایسا موافق زمانہ ہے بندوق تک بھی اس کی جو دیکھا خزانہ ہے  
دیکھے ہے کیا مرے دل صد چاک کی طرف مشاطہ زلف یار نہ محتاج شانہ ہے  
آتا ہے خواب اس کو مراسن کے درد دل بے درد کے خیال میں یہ بھی فسانہ ہے  
بارش رہے ہے تیر ملامت کی روز و شب ناصح کے ہاتھ سے دل عاشق نشانہ ہے  
اس درجہ مغ بچوں کے تصور کا ہے ہجوم  
حائم کا دل ہے یا یہ خرابات خانہ ہے

## زمین ولی ۱۱۳۸ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مسطور

الفت کی مجھ کو پیارے تیری نگاہ بس ہے گر پے بہ پے نہ ہووے تو گاہ گاہ بس ہے

۱۔ وہ، لندن  
۲۔ یہ شعر نثر لاہور میں زائد ہے۔  
۳۔ زاہدوں کا، لندن  
۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ لاہور میں ۱۱۸۱ھ ہے۔  
۵۔ لندن میں مسطور کے بجائے 'مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن' وزن دیا ہے۔

تیرے غبارِ خط کے سبزے کا دل ہے پیاسا درویش کے نشے کو چٹکی گیاہ بس ہے  
نکلے سے جس کے حاتم شہروں میں عید ہووے سارے برس میں مجھ کو وہ ایک ماہ بس ہے

## زمین طرحی ۱۱۸۲ھ

بحر مضارع مسطور

کہیو زباں سے بات سمجھ کر جو ہوش ہے دیوار کے بھی ہم نے سنا ہے کہ گوش ہے  
دنیا کی چال ہم کو انوکھی نظر پڑی دیکھا تو ہر قدم میں یہاں نیش و نوش ہے  
میری برہنگی کا سبب شیخ کچھ نہ پوچھ دستار و جامے تک گروے فروش ہے  
مانند زلف کے تری عاشق تمام عمر جوں شام تیرہ بخت ہے خانہ بدوش ہے  
در پے ہے عیب جو تیرے حاتم تو غم نہ کھا  
دشمن ہے عیب جو تو خدا عیب پوش ہے

## زمین ولی ۱۱۳۹ھ

بحر خفیف مجبوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلتن فععلن

نگہ لطف دل ربا بس ہے مجھ سے مس کو یہ کیمیا بس ہے  
ناتوانوں کو وقتِ پیری کے ہر قدم آہ کا عصا بس ہے  
سفرِ عاشقی میں عاشق کو زادِ رہ دل کا مدعا بس ہے  
قتل کرنے کو ایک عالم کے تیری تروار سی ادا بس ہے  
بلبل دل کو گل سے کام نہیں جائے گل تیرا نقشِ پا بس ہے  
تیرے در پر گدا ہوا عالم بے نوا کی یہی صدا بس ہے  
کچھ نہیں چاہتا میں حاتم ہوں  
مجھ کو ہر آن میں خدا بس ہے

- 
- ۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۲۔ ولی، لندن  
۳۔ ۱۱۳۷ھ، لندن و لاہور ۴۔ زلف، علی گڑھ  
۵۔ عشق بیچ، لندن و کراچی ۶۔ لندن میں اس غزل کے حاشیہ پر یہ شعر دیا ہے۔

## زمین طرچی ۱۱۷۲ھ

بحر ہرج مٹمن اُخر ب مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فاعل

پھرتا ہے کدھر اے دل ناشاد کہاں ہے دنیا میں جو چاہے تو دل شاد کہاں ہے  
کیا آہ کے تیشے میں لگاتا ہوں جگر پر آ دیکھے تماشا مرا فرہاد کہاں ہے  
نالے کو رسائی نہیں ہے گوش تک اس کے ہے وقت مد طاقت فریاد کہاں ہے  
بخشی ہے مجھے بے پروا بالی نے اسیری آ پہنچ شتابی مرے صیاد کہاں ہے  
کس کو ہے توقع کہ ہو آزاد قفس ہے احوال اسیروں کا اسے یاد کہاں ہے  
گردن زدنی جمع ہیں اس وقت تو لیکن وہ خون کا پیاسا مرا جلا د کہاں ہے  
حاتم جسے دیکھوں ہوں سو بندا ہے خدا کا کہنے کو ہے آزاد پر آزاد کہاں ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۲ھ

بحر مسطور

پیری میں جوانی کا ساب ہوش کہاں ہے پھرتا زہ کرے عشق کو وہ جوش کہاں ہے  
اس کے قد موزوں سے نہ دوسرو کو تشبیہ ہے راست پر اس کا سا بردوش کہاں ہے  
لبریز مئے سرخ سے ہیں گل کے پیالے گلشن میں وہ اس وقت قدح نوش کہاں ہے  
تہائی سے آتی نہیں دن رات مجھے نیند یارب مرا ہم خواب وہم آغوش کہاں ہے  
حاتم کا تو ہر موہے زباں وصف بتاں میں اس دُر کو جو لے کان میں وہ گوش کہاں ہے

## زمین طرچی ۱۱۸۹ھ

بحر رمل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعل

کیا ہوا گر شیخ یار و حاجی الحرمین ہے طوف دل کا حق میں اس کے دین فرض عین ہے

۲ بخشے ہے، علی گڑھ

۱ ۱۱۷۳ھ، لاہور

۵ سرپر، لاہور

۴ سے، علی گڑھ

۳ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

رات دن جاری ہیں کچھ پیدا نہیں ان کا کنار  
غیر جاوے اس کے گھر اور وہ نہ آوے گھر مرے  
میرے چشموں کا دو آہِ مجمعِ المحرین ہے  
دونوں باتیں دوستاں حق میں میرے خبرین ہے  
ایک مدت سے دلوں میں حسرتِ طرفین ہے  
ساری مجلسِ انتظاری میں تری بے چین ہے  
آؤ اے ساقیِ شتابی آ کے شمعِ بزم ہو

دو قرن گزرے اسی فکرِ سخن میں روز و شب

ریختے کے فن میں حاتمِ آج ذوالقرنین ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۷۰ھ

بحرِ ہزجِ مثنیٰ مسطور

دلِ عشق کے سودا میں ترے پیر ہوا ہے  
جس راہ سے گزرا ہوں مرے فیضِ جنوں سے  
تب شہر میں جا قابلِ تشہیر ہوا ہے  
ہر نقشِ قدمِ حلقہٗ زنجیر ہوا ہے  
جبتا ہے مرا زخمِ دل اب شمع کی مانند  
آتی ہیں پسینے میں مرے عطر کی لپٹیں  
شاید پر پروانہ پر تیر ہوا ہے  
جب سے وہ گل اندامِ بغل گیر ہوا ہے  
جو اشکِ تصور میں ترے چشم سے ٹپکا  
سو صورتِ حیرت زدہ تصویر ہوا ہے

ہوتا ہے وہی ہوگا وہی روزِ ازل سے

حاتمِ تیری قسمت میں جو تقدیر ہوا ہے

## زمینِ طرحی ۱۱۸۷ھ

بحرِ مضارعِ مثنیٰ اخربِ مکفوفِ محذوف۔ مفعولِ فاعلاتِ مفاعیلِ فاعلن

نے کعبہ کی ہوس نہ ہوائے کنشت ہے  
آئینہ کی نظر میں تو دونوں ہیں ایک سے  
دیکھا تو دونوں جائے وہی سنگِ دشت ہے  
میری تری نگہ میں اگر خوب دشت ہے  
جو ہر نہیں جو دیکھو ہو ششیرِ یار پر  
اس کے شہیدوں کا یہ خطِ سرِ نوشت ہے

- ۱۔ لندن میں یہ غزل حاشیہ پر بغیر کسی سرخی کے درج ہے۔
- ۲۔ دعوے، علی گڑھ
- ۳۔ راہ سے جاتا ہوں، علی گڑھ، لندن
- ۴۔ فیضِ قدم سے، لندن
- ۵۔ تو میری جان، لندن
- ۶۔ لاہور میں یہ غزل ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔
- ۷۔ لاہور میں یہ شعر اضافہ ہے۔

رونا مثالِ شبنم و جلنا مثالِ شمع صبح و مسا ازل سے ہماری سرشت ہے  
گر زاہدوں کو وعدہٴ جنت ہوا تو ہو  
مستوں کو کوئے کے کدہ حاتم بہشت ہے

## زمین طرہی ۱۶۹ھ

بحر متقارب مٹمن سالم۔ فعولن فعولن فعولن

مرے قتل پر تو جو فتوا دیا ہے گنہ کیا کیا میں ترا کیا لیا ہے  
سلامت رہیں ہاتھ میرے اے ناصح ہوا کیا جو تو نے گریباں سیا ہے  
ہویدا ہے ہونٹوں کی سرخی سے ظالم کسی کا تو اس دم لہو تو پیا ہے  
تیرے ہاتھ سے دل تو بس جاں بلب تھا تعجب ہے اب تک یہ کیونکر جیا ہے  
ہدایت علی خاں بہادر نے حاتم  
مجھے لطف و احسان سے مرہوں کیا ہے

## زمین سودا ۱۶۹ھ

بحر متبٹ مخبوں مقطوع۔ مفاعلن فعلا ت مفاعلن فعولن

تو اس گلی سے جو ہوتا دوچار گزرے ہے تری خدنگ نگہ دل کے پار گزرے ہے  
چپ ہی بھلی ہے مرے حال کی خبر مت پوچھ میں کیا کہوں تجھے جو کچھ کہ یار گزرے ہے  
کسی کے وصل کے وعدوں میں بسکہ آٹھ پہر گھڑی گھڑی ہمیں کرتے شمار گزرے ہے  
نہ شب کو خواب نہ آرام دن کو یا قسمت عجب طرح سے یہ لیل و نہار گزرے ہے  
خدا نخواستہ کچھ کھا کے گھر میں مر رہے کبھو کبھو یہ میرے دل میں یار گزرے ہے  
تو رنگ گل کے اوپر بھول مت کہ اے بلبل پلک کے مارتے فصل بہار گزرے ہے  
کبھو جو جاؤں ہوں وحشت سے دشت گردی کو تو ہر قدم میں میرے سر سے خار گزرے ہے

۲ ۱۱۶۵ھ، رام پور۔ ۱۱۶۳ھ، لاہور

۳ لندن میں یہ شعر زائد ہے۔

۴ کوئی گھڑی کو یہ، لندن

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳ نگہ کا تیر میرے، لندن

۵ تو آشنائی پر اب گل کی پھول مت بلبل، لندن

۶ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

خرابی عمر کی کیا پوچھے ہو حاتم سے  
ترے فراق میں بے اختیار گزرے ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۹ھ

بحرزل مسدس محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

گرم بازاری تری یاروں سے ہے      جنس کی قیمت خریداروں سے ہے  
کون اٹھاوے ناز جب تک ہم نہ ہوں      غمزہ تیرا ناز برداروں سے ہے  
شغل میرا روز و شب تجھ شوق میں      سر پکنا گھر کی دیواروں سے ہے  
اس کی اے صیاد خاطر ہے ضرور      طائر دل نو گرفتاروں سے ہے  
دشت گردی کا نہیں کچھ مجھ کو باک      کفش مٹی پاؤں میں خاروں سے ہے  
دل ہو ویراں گر نہ ہوں بر جا ہواس      بندوبست ملک سرداروں سے ہے  
نام سن حاتم کا فرمایا کہ ہاں  
وہ بھی اپنے کفش برداروں سے ہے

## زمین طرچی ۱۱۷۸ھ

بحرہزج اخرج مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فاعلن

ہر شاخ گل اس آن یہاں لال پری ہے      یا ہاتھ میں گلشن کے یہ پھولوں کی چھتری ہے  
اس ابر میں ساقی مے شبنم یہ ہوا نے      کس کے لیے اب گل کے کٹوروں میں بھری ہے  
تم صحن چمن میں لب جو سرو نہ جانو      شاید کسی عاشق کی یہ آہ سحری ہے  
دھوتی ہے عبث داغ کو لالہ کے تو شبنم      زہار نہ جاوے گا یہ داغ جگری ہے  
آتی ہے صدائے جرس غنچہ بہر سو      اس فصل گویا باقافلہ گل سفری ہے  
وے آہ فغاں پر مری کرتا ہے تبسم      اس درجہ مرے نالہ میں اب بے اثری ہے

۱۔ نہ اختیار ہے، علی گڑھ ولاہور لندن کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔ ۲۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔



آئی ہے بہار آج لیے عیش کا ساماں  
حاتم ہو مبارک یہ تجھے خوش خبری ہے

## زمین طرہی ۱۱۵۸ھ

بحرِ خستِ مٹمنِ محبوبِ محذوف۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فععلن

سفر سے آج مرا مہربان آیا ہے گویا بدن میں مرے پھر کے جان آیا ہے  
خدا جہاں میں سلامت رکھے ہمیشہ اسے شکستِ غم کو ظفر کا نشان آیا ہے  
بجا کے سازِ طرب سب کہو مبارک باد کہ آج گھر میں مرا قدر دان آیا ہے  
اگر ہے چاہ تو چل دیکھ اپنے یوسف کو کہ مصرِ عیش سے یہ کاروان آیا ہے  
نہیں ہے دل مرا یارو علاج کا محتاج مرے مرض کو مسیح الزمان آیا ہے  
زباں سے نام نہ لے مفلسی کا اے حاتم  
ترے نصیب سے ہمت کی کان آیا ہے

## زمین طرہی ۱۱۸۷ھ

بحرِ ہزج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

تو ہم سے جس طرح مل جانتا ہے زباں سے کیا کہیں دل جانتا ہے  
چھپاتا کیا ہے منہ کب تک چھپے گا تجھے سب شہر قاتل جانتا ہے  
جو پاتا ہے تڑپنے میں مزا دل وہ لذتِ صیدِ بکل جانتا ہے  
نظر آ جائے ہے مجنوں کو جو کوہ اسے لیلیٰ کا محمل جانتا ہے  
مرے کیونکر نہ تجھ غم میں کہ عاشق یہی جینے کا حاصل جانتا ہے  
سوادِ خال کے نقطے کی خوبی جو عاشق ہے سوتل تل جانتا ہے  
اسی میں ہے کشودِ کارِ حاتم  
جسے تو سخت مشکل جانتا ہے

## زمین طرہی ۱۱۳۴ھ

بحر خفیف

یار کا مجھ کو اس سبب ڈر ہے شوخ ہے ظالم ہے ستم گر ہے  
دیکھ سرو چن ترے قد کو خجل ہے پا بگل ہے بے بر ہے  
حق میں عاشق کے ترے لب کا سخن قد ہے نیشکر ہے ہنکر ہے  
کیونکہ سب سے تجھے چھپا نہ رکھوں جان ہے دل ہے دل کا اتر ہے  
مارنے کو رقیب کے حاتم  
شیر ہے ببر ہے دہنتر ہے

## زمین طرہی ۱۱۴۵ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفا عیلین مفا عیلین مفا عیلین

کروں قربان جی کو اس گھڑی اس وقت اس پل کے کہ جس دم ناز سے وہ یار آوے گھر مرے چل کے  
جہاں کے خوبصورت دیکھ اس مورت کو مجلس میں ہوئے خاموش حیرت سے گویا پتے تھے سب گل کے  
ہمیں کیونکر نہ آوے خواب راحت بستر غم پر کف پا کا تصور اس کے گل تیکے ہیں محمل کے  
یہ طور ہیں ہم سے اب بد زیب گل رو یاد رکھنا تم کسودن جھانجھ میں آہار ہو جاویں گے ہم گل کے  
تصدق ہوں میں اپنے رات دن اوقات کے اوپر اس آہ متصل کے اور اس اشک مسلسل کے  
تجھ<sup>۹</sup> اوپر ساحروں کا سحر کچھ چلتا نہیں پیارے ترے تعویذ بازو کے سبب اور گل کے ہیکل کے  
دیکھو حاتم بجن کے حال پر قربان جاتا ہے  
تری جج کے اکڑ کی چال کے اور زلف کے بل کے

۲ رات دن، علی گڑھ، رام پور

۳ دلدار، لندن

۴ حیرت، لندن

۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۶ میاں، لندن۔ بجن، دہلی

۱ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲ بانکا ہے، کراچی

۵ تیری مورت دیکھ، لندن

۶ تیری، لندن

۹ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳۳۰

## زمین<sup>۱</sup> میر شا کرناجی ۱۱۴۹ھ بحر ہرج مسطور

ہمیں یاد آتی ہیں باتیں اس گل رو کی رہ رہ کے  
کرے گا قتل کس کو دیکھیے وہ تیغ زن یارو  
نشا ایسا ہوا اس کی نگہ کا جو نہیں تھتے  
ہم اس کا مسکرانا یاد کر رو رو کے ہنتے ہیں  
نہیں ہیں باغ میں مشتاق ہم بلبل کی چہ چہ کے  
چلا آتا ہے اپنے ہاتھ میں قبضے کو گہ گہ کے  
ہمارے اشک جاتے ہیں چلے چشموں سے بہہ بہہ کے  
نہیں مشتاق اب بازار کے خندوں کے قہہ قہہ کے  
خن<sup>۲</sup> میں فخر اپنا بن کیے رہتا نہیں ناجی  
اسے سمجھائے حاتم کس طرح اشعار کہہ کہہ کے

## زمین<sup>۳</sup> طرحی ۱۱۳۲ھ بحر ہرج مسطور

جو عاشق ہیں تمہارے سیر ہیں دنیا سے من ان کے  
لب شیریں سے تیرے کام لینا کام ہے جن کا  
نہ کر روشن دلوں کی بزم میں تو شمع کو روشن  
کہاں فرصت دلی ویراں کو سیرِ گلستاں کرنا  
جو کوئی مرتا ہے عالم میں سیہ چشموں کی حسرت میں  
جو ہیں خاموش لب سونیک و بد کہنے سے فارغ ہیں  
نہیں رکھتے گرہ میں دام ہے ہمت کا دھن ان کے  
تصدق ہر قدم ہوتی ہے روح کوہ کن ان کے  
کہ داغِ عشق سے روشن رہیں ہیں انجمن ان کے  
چھبے ہے خار سا آنکھوں میں کیا گل کیا چمن ان کے  
دفن کے وقت لازم ہے سیہ کرنا کفن ان کے  
برنگِ غنچہ تصویر ہیں دائمِ دہن ان کے  
جو ہیں اہلِ خن حاتم انھیں مرنے سے کیا دہشت  
میسا کی طرح جیویں گے تا محشر خن ان کے

## زمین<sup>۴</sup> طرحی ۱۱۵۶ھ

بحر ہرج مسدس محذوف۔ مفا عیلن مفا عیلن

نظر کرتے طرف اس کے دہن کے گئے غنچوں کے ڈھل گردن کے من کے

۱ ۱۱۴۹ھ، لاہور۔ ۱۱۴۹ھ، لندن، رام پور، علی گڑھ

۲ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳ فی بحر ہرج مثنیٰ سالم مسطور، لندن

۴ غرور اپنا کیے بن ناجی رہتا نہیں ہرگز، کراچی

۵ ہے عشاقوں کو، لاہور

تمہاری دیکھ سچ اے تنگ پوشو ہوئے ڈھیلے مرے کپڑے بدن کے  
جو جل مرتے ہیں پروانے کی مانند نہیں محتاج وہ گور و کفن کے  
کہاں ہیں کون ہیں آ روبرو ہوں جو ہیں گے نکتہ چیں صاحبِ سخن کے  
ہمارا شانہ جوں ہر موزباں ہے کہ ہم ہیں گے سخن گو بال پن کے  
ہماری گفتگو سب سے جدا ہے ہمارے سب سخن ہیں بانگین کے  
اگر کچھ ہوش ہے تو بوجھ جاویں کہ پھر بخشیں گے ہم دیوانہ بن کے  
وگرنہ کام کیا ہے ہم کو ان سے پڑے پھوڑیں پھپھولے اپنے من کے

وہی ہیں ریتنے کے فن میں استا

جو ہیں گے آشنا حاتم کے فن کے

## زمین طرحی ۱۱۸۵ھ

بحرِ مل مٹن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

کس طرح سے دن کٹا اور کس طرح سے رات کی بے خبر کچھ ہے خبر تجھ کو مرے اوقات کی  
اس جھمکے سے تو آیا رات کو اے رشکِ ماہ روشنائیِ شمع کی جلوے نے تیرے مات کی  
چشم و مژگاں کی صفت لکھنے میں تیرے خوش نگہ نیزہ مژگاں قلم اور مردکِ داوات کی  
کیا کیا ہم نے جو تیرے ساتھ کے کھاتے ہیں بل راہ میں جاتے ہوئے جو تجھ سے ایک دو بات کی  
ابر میں تیرا تصور آ گیا تھا دل میں جان اس قدر روئے کہ بے موسم میں ہم برسات کی  
ہم سفر کرتے ہیں کیا احساں ہو گر انگشتی نام کو اپنی نشانی دو جو اپنے ہات کی

ایک بوسہ مانگتا ہے تم سے حاتم سا گدا

جانو راہِ خدا میں یہ بھی اک خیرات کی

۱ لندن میں یہ شعر زائد ہے۔

۲ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳ ایسا جو، لاہور

۴ ہانیو، علی گڑھ

## حسب الفرمایش نواب سید ہدایت علی خاں ۱۱۶۲ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخزوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

اُس معرکے میں کس کو ہے جرأت جو مر سکے      اے دل غضب کرے جو یہاں تو یہ کر سکے  
ہم ہاتھ مارتے ہیں سدا بحرِ عشق میں      مجنوں کو کیا سکت جو یہاں پاؤں دھر سکے  
دل کا کبوتر ڈر ہے نامہ بر کیا      جو اس کا راہ میں نہ کوئی پر کتر سکے  
کاگل کا حلقہ حلقہ نظر کر اے بحرِ حسن      دل کا بھنور بھنور میں پھنسا جا کدھر سکے  
دعا کر آسمان سے آوے اگر پری      ممکن نہیں جو اس کی نظر سے گزر سکے  
مشہور اکھڑیاں ہیں تری بانگین کے بچ      بانکا نگہ کے آگے ترے کب ٹھہر سکے  
اس طفلِ خو کو میری نصیحت سے تنگ ہے      بگڑا ہے لڑکپن سے کہاں تک سنور سکے  
گو نعمتوں سے پُر ہے سدا مطبخِ فلک      یک کاسہ گدا کو نہ دیکھا کہ بھر سکے

حاتمِ قسم ہے ایسی غزل اس زمین میں فکر

روشن ضمیر بن کوئی شاعر نہ کر سکے

## زمین حسین علی شوق ۱۱۸۱ھ

بحر ہزج مثنیٰ مخزوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فاعلن

خاطر میں تو لاتا نہیں تو چاہ کسی کی      ظالم تجھے لگ جائے کہیں آہ کسی کی  
عاشق تو تیرے ہجر میں مرتے ہیں ہزاروں      گو دل میں نہ ہوئے تجھے پرواہ کسی کی  
یک بار تو قاتل میرے مشہد سے گزر کر      تا جانے کوئی ہے یہاں درگاہ کسی کی  
کہتے ہیں سبھی مہرِ بتاں خوب نہیں ہے      سنتا ہے کہاں یہ دل بدخواہ کسی کی  
پابوس کی حسرت میں یہ دل خاک ہوا ہے      جانے ہے کہ اس کو چے میں ہے راہ کسی کی

۱۔ زمین سید ہدایت علی خاں بہادر ضمیر حسب الفرمایش و ۱۱۶۲ھ فی بحر... لندن، علی گڑھ میں تاریخ نہیں ہے۔

۲۔ جرأت ہے کس کو عشق کے میدان میں مر سکے، لاہور      ۳۔ اگر، لندن

۴۔ روشن ضمیر جز کوئی شاعر نہ کر سکے، لاہور۔ جز حضرت ضمیر کے کوئی نہ کر سکے، لندن

۵۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

ہر قدم میں دیوانوں کا دھڑکے ہے کلیجا اس دشت میں شاید ہے کمیں گاہ کسی کی  
حاتم کی تمنا ہے کہ ایسا تو سماوے  
جاگہ نہ رہے دل میں پھر اللہ کسی کی

## زمین مرزا سودا ۱۱۶۳ھ

بحر مضارع

آئے تھے ہم جو دور سے کچھ کام کے لیے بیٹھے ہیں تھک کے ایک دم آرام کے لیے  
ہستی سے تا عدم ہے سفر دو قدم کی راہ کیا چاہیے ہم کو سر انجام کے لیے  
دل کا کباب صبح تو ہم ناشتہ کیا لختِ جگر کو بھون رکھا شام کے لیے  
مستِ ازل ہوں بزم میں ساقی کسے دماغ منت کش ہوں تو تجھ سے میں اک جام کے لیے  
ہے دل کے مدعا سے مرے اس کو سب خبر درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لیے  
کل تو اٹھا دیا تھا جھڑک کر ولیک آج اُمید وار بیٹھا ہوں دشنام کے لیے  
کنجِ عدم سے گوشہ ہستی تک جو صید بیضے سے نکلے ہے سوترے دام کے لیے  
گمنام ہو کے رہ تو جہاں میں نہ جوں نکلیں عالم میں رو سیاہ کرے نام کے لیے  
ملنے ہی ہم بتوں سے رکھا کفر میں قدم دھن باندھ کر چلے تھے جا اسلام کے لیے  
رہنِ شراب خانہ کیا شیخ حیف ہے جو پیرہن بنایا تھا احرام کے لیے  
فرشِ حیر بس ہے ہمیں لیک چاہیے پھولوں کی بیج تجھ سے گل اندام کے لیے  
سودا کہے ہے حضرت حاتم جہاں میں تم  
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے

## زمین طرچی ۱۱۵۵ھ

بحر ہزج سالم مثنیٰ۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

یہ دل صحرا نشیں میرا بجز ویرانہ کیا جانے سلیقہ خانہ داری کا جو ہو دیوانہ کیا جانے  
نہیں ہے اس زمانہ میں توقعِ آشناؤں سے تو میرے دردِ دل کا اور کوئی بیگانہ کیا جانے  
مزا لے لے کے جلنے کی طرح سے شمعِ واقف ہے جلے تو ہے پر اس لذت کے تئیں پروانہ کیا جانے  
دلِ صد چاک میرا زلف کے کوچے کے بچوں سے ہے واقف ہو بہو اس جستجو کو شانہ کیا جانے

خدا شاہد ہے حاتم دل کا جو اس پر گزرتا ہے  
کسو کے گھر کی باتیں غیر صاحب خانہ کیا جانے

## زمین طرحی ۱۱۶۳ھ

بحر ہرج مسطور

وفا دشمن ہمارے تو وفا کی قدر کیا جانے جو ہو نا آشنا وہ آشنا کی قدر کیا جانے  
ہمارا توڑ کر دل آئینہ دیکھو ہو ہاں سچ ہے کدر ہو جس کے دل میں وہ صفا کی قدر کیا جانے  
جفا معشوق کی عاشق کے حق میں عین راحت ہے بجز ایوبؑ کوئی صبر و بلا کی قدر کیا جانے  
نہ کر اظہار جو ہر اپنا تو ہر بے ہنر آگے کہ جس نے مس نہ دیکھا ہو طلا کی قدر کیا جانے  
تمنا دل کے وا ہونے کی پوچھ اب دل سے غنجہ کے  
گل تصویر اے حاتم صبا کی قدر کیا جانے

## زمین طرحی ۱۱۵۹ھ

بحر مٹن سالم۔ مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

ہوا ہے گا کہاں جا کر یہ دل بے مل خدا جانے نہ پایا کھوج اس کا کون تھا قاتل خدا جانے  
میں جتنا ڈھونڈتا ہوں اس کو اتنا ہی نہیں پاتا کدھر ہے کس طرف ہے اور کہاں ہے دل خدا جانے  
مسلمانو مجھے کافر کیا تس پر بھی در پے ہیں اب ہم سے چاہتے ہیں کیا بتاں مل خدا جانے  
تو زاہد کعبہ جاوے ہے میں صاحب کعبہ چاہوں ہوں یہاں اب کون ہے دیوانہ و عاقل خدا جانے  
جگر تو بھون ڈالا جوں کباب آتش سے عارض کی کرے گا کس کا دل تل میں یہ تیرا تل خدا جانے  
سمجھتے ہم نہیں جو تم اشاروں بیچ کہتے ہو مفصل کو تو ہم جانے ہیں یہ مجمل خدا جانے  
خیال مرگ میں ہم بے اجل اس غم سے مرتے ہیں کہاں ہوگا ہمارا گور اور منزل خدا جانے  
جہاں میں زندگی اور موت اس کے ہاتھ ہے سب کی تعجب کیا جو اُس بت کو اگر کامل خدا جانے  
نہ مل خوباں سے اس دل کو بہت کہتا ہوں اے حاتم  
ہماری بات کب مانے گا یہ جاہل خدا جانے

## زمین طرحی ۱۱۶۱ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے      جو سب کچھ چھوڑ دل تیرے قدم کی خاک ہو جاوے  
اگر مستی میں تو گلشن طرف تک آنکھ اٹھا دیکھے      صراحی غنچہ و گل جام و ٹہنی تاک ہو جاوے  
پھین دامن درازی کی اگر تیرے بیاں کیجیے      تو سنتے بزم میں سب کا گریباں چاک ہو جاوے  
چمن میں خون سے بلبل کے گل آلودہ داماں ہے      اگر شبنم اسے دھوے تو شاید پاک ہو جاوے  
اسے دونوں جہاں کی سلطنت ہووے جو کوئی حاتم

غلام بندگانِ خواجہ لولاک ہو جاوے

## حسب الفر مالیش نواب الدولہ بہادر ۱۱۵۱ھ

بحر ہرج۔ مصرع اول از نواب موصوف

چھڑی ہیں غم کی فوجیں کون ہے جو روبرو آوے      نہیں کوئی اور عالم میں مگر آوے تو تو آوے  
بتاں تو جمع ہیں گے پر خدا حافظ ہے مجلس کا      غضب سے گر چڑھاتا آستین وہ تند خو آوے  
ابھی کی ہے گی توبہ ہم نے اور بدست وہ ساقی      قیامت ہو جو پیتا جام اور لیتا سیو آوے  
تیرے بالوں کو چاہوں ہوں کھلے دیکھوں کہ دل میرا      ابھی در نجف ہووے جو اس میں ایک مو آوے  
جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے حاتم  
کہ شاید مہر والفت کی کسو بھی گل سے بو آوے

## زمین انعام اللہ خاں یقین ۱۱۵۲ھ

بحر ہرج سالم مٹمن مسطور

کوئی بھی ہے جو مجھ درد دلِ ناشاد کو پہنچے      خدا کے واسطے یک دم مری فریاد کو پہنچے  
یہاں مرنے کے تیس اول قدم ہم سر سے حاضر ہیں      ہماری سب سے اب پہلے دعا جلا د کو پہنچے

۱۔ مصرع اولیٰ انور خاں بہادر خلف نواب روشن الدولہ حسب الفرمودہ در ۱۱۵۱ھ فی ہرج مسطور، لندن

۲۔ ابھی توبہ کیا ہے، علی گڑھ

۳۔ کہ اے یار و محبت کی، لندن



بڑھاپے میں کیا شاگرد ہم کو عشقِ طفلان نے  
مرا ایک مشیت پر یارویوں ہی برباد جاتا ہے  
پکڑتے موقلمِ رعشہ ہو اس کے دل میں دہشت سے  
تجربہ عشق سے شیریں لبان کیا ہے یقین جانو  
اگر ہمت سے حاتم سر چڑھا فرہاد کو پہنچے

## زمینِ شیخِ مضمون ۱۱۴ھ

بحرِ ہرجِ سالم

تو اتنا مت لگاؤ سرو سے جا جا من اے قمری  
مجھے اور تجھ کو آوے عشق میں کیونکر بن اے قمری  
مجھے ہے جنگِ طالع سے کہ بے مل گل کو کیا دیکھوں  
ابھی تو خام ہے گی سرو سے جا سیکھ آزادی  
گلے میں ہے سمور اور بر میں جاما فاختائی ہے  
ہمارے تو وہی ہے کہنہ خرقہ اب تلک سو بھی  
پتنگا شمع اوپر جل گیا تو دیکھ جیتی ہے  
سُنہ کرتی عاشقی تو طوق کیوں ترے گلے پڑتا  
ہراک جا سرو قد ہے پر تجھے کیونکر نظر آوے

تجھے اور اس کو راہِ عشق میں دو نا تفاوت ہے

کہ تو ہے باغ میں حاتم پھرے ہے بن بن اے قمری

## زمینِ طرخی ۱۱۶ھ

بحرِ ہرجِ مسطور

غبار ایسا نہ ہو ہم سے ترے دل میں فلک بیٹھے  
ہمیں پوچھو تو ہستی اور عدم میں کیا تفاوت ہے  
چلے جاتے اگر اس راہ میں نک ہم بھی تنک بیٹھے  
جو آیا اور کوئی اس بزم میں ہم نک سرک بیٹھے

۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ اٹھائے موقلمِ رعشہ ہو اس کے ریشہ اور رگ میں، کراچی

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۳۔ لندن میں یہ شعر دیا ہے۔ ۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

سفر کا عزم آوازِ جرس سے دل میں آیا تھا نہ پایا جب سراغِ کارواں چل چل کے تھک بیٹھے  
ہماری خاک سے اس درجہ اُس وحشی کو نفرت ہے کہ جس مجلس میں جاوے پہلے دامن کو جھٹک بیٹھے  
ٹکنا جان کا تن پر بار ہے دنیا کی الفت سے نہ ہووے ماندگی مرکب کو گر راکب سبک بیٹھے  
کریں شکرانِ نعمت کیوں نہ اس لب کے نمک داں کا کہ جس کا گھر میں اک مدت سے کھاتے ہیں نمک بیٹھے

ہمیں مضمون و معنی سے نہیں کچھ ربط اے حاتم

جو دل کی لہر میں آیا زباں پر ہم بھی بک بیٹھے

## زمین طرچی ۱۱۴۹ھ

بحر ہرج مسطور

کلیجا مونہہ کو آیا اور نفس کرنے لگا تنگی ہوا کیا جاں کو میری ابھی تو تھی بھلی چنگی  
دُشمن کی چاہ میں یہ سبزی خطِ زہرِ قاتل ہے پری ہے بھاگ کوئے میں نہ ہو کیوں خلقِ چت بھنگی  
جہاں کی طرح سو سورنگ پل پل میں بدلتا ہے کبھو کچھ ہے کبھو کچھ ہے وہ بہورنگی  
ترے رخسار سے بے طرح لپٹی جائے ہے ظالم جو کچھ کہیے تو بل کھا الجھتی ہے زلف بے ڈھنگی

غریبوں کا خدا حافظ ہے حاتم دیکھے کیا ہو

کہ وہ ہے چور کیفی ہاتھ میں شمشیر ہے ننگی

## زمین طرچی ۱۱۵۳ھ

بحر ہرج مٹمن سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

کہوں جا کس سے اب اپنے دلِ ناداں کی نادانی کہ مجھ سے دوست سے یار ہوا ہے دشمنِ جانی  
نگاہیں جوڑ اور آنکھیں چرا نک چل کے پھر دیکھا مرے چہرے اوپر کی شاہِ خواباں نے نظرِ ثانی  
مصور اُس میاں کی چاہے تھا تصویر کو کھینچے کمر کے وہم میں بھر موقلم لکھنے سے چیں مانی  
سیہ بختوں کے آگے زلف کا اس کی بیان کیا ہے کہ جس کا نانو لینا دل کو بخشے ہے پریشانی  
اگرچہ یہ زمیں کہنہ تھی پر اے دوستاں لیکن ہے دل میں اس غزل میں تازہ کہیے مطلعِ ثانی

ہوا ہوں اس قدر کاہیدہ تیرے بجز میں جانی  
خدا کو جس سے پہنچیں ہیں وہ اور ہی راہ ہے زاہد  
خدا کی ہے خودی سے باز آہستی سے توبہ کر  
نہ جاوے صحبتِ کامل سے جس کے کفر ہودل میں

کہا حاتم نے تیرے دیکھ منہ پر خال ہندی کو  
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

## زمین<sup>۲</sup> ولی ۱۱۳۶ھ

بحر ہزج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن

نہ کر خواہاں سے اے دل آشنائی کہ ان کا کام ہے گا بے وفائی  
ہوا معلوم مجھ کو اب جہاں میں کریں ہیں دوسرے خواہاں خدائی  
ترے لکھنے سے اس مہندی کی تعریف ہوا ہے رنگ کاغذ کا حتائی

## زمین<sup>۳</sup> طرہی ۱۱۴۳ھ

بحر ہزج مثنیٰ سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ننان و تیر خنجر ہے مژہ ہیں تیز تر اس کی نہ کھلے آنکھ میں ہرگز سوہ موہے کمر اس کی  
مجھے تعویذ لکھ دو خون آہو سے کہ اے سیانو تغافل ٹوٹکا ہے اور جادو ہے نظر اس کی  
جواب نامہ یا دیتا نہیں یا قید کرتا ہے جو بھیجا ہم نے قاصد پھر نہ پائی کچھ خبر اس کی  
تیرے ہاتھوں سے حاتم جل رہا ہے ٹک نظر کچھ  
کہ پہنچے ہے فلک پر تیر سی آہ جگر اس کی

۱۔ علی گڑھ میں مصرعوں میں ذرا تبدیلی ہے۔

۲۔ لندن میں یہ غزل درج ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

۳۔ فی بحر ہزج مثنیٰ سالم مفاعیلن ۴ بار لندن

۵۔ خدا، علی گڑھ

۶۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۵۱ھ

بحر ہرج

ہے راہ عاشقی تاریک اور باریک اور سکڑی نہیں کچھ کام آنے کی یہاں زاہد تری لکڑی  
تری آنکھوں کی اب تعریف لکھنے کو چمن اندر نظر کر دیکھ اے خوش چشم زگس نے قلم پکڑی  
زنانوں سے نہ مل گر مرد ہے تو چھوڑ یہ صحبت وگرنہ یاد رکھ ہووے گی آخر ایک دن پھکڑی

## زمین طرحی ۱۱۶۳ھ

بحر ہرج مثنیٰ سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

جنوں سے مل گیا دل راہ میں ناگاہ کیا کچھ جو کچھ ہونی تھی اس پر ہو چکی اب آہ کیا کچھ  
طبیہوں کی توجہ سے مرض ہونے لگا دونا دوا اس درد کی بتلا دل آگاہ کیا کچھ  
مرے مہ رو سے جا کہنا کہ اے بے مہ راتوں کو ستاتی ہے گی تجھ بن چاندنی ہر ماہ کیا کچھ  
عزیزاں کس طرح ہم بار پادیں اس کی صحبت میں کسی اس کے حواشی سے نہیں ہے راہ کیا کچھ  
جنوں ہے فوج فوج اور اس طرف حاتم اکیلا ہے

نہیں کوئی تجھ بغیر اب اے مرے اللہ کیا کچھ

## تضمین مصرع بادشاہ عالم گیر ثانی حسب الحکم ۱۱۶۹ھ

بحر مل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

حق کے ہوتے غیر سے کیا آشنائی کچھ چھوڑ وہ در کس کے در پر جبہ سائی کچھ  
مند سالوس سے زاہد نہیں ہے شان فقر بوریے پر بیٹھے اور بے ریائی کچھ  
کوہ کن نے کیا ہوا پھوڑا اگر پتھر سے سر کام یہ ہے کوہ غفلت رائی کائی کچھ  
چشم بینا دے خدا تو چاہیے مانند چشم اپنے گھر بیٹھے ہوئے سیر خدائی کچھ  
گر نظر آوے ہمیں خم خانہ وحدت کی راہ تو وہیں ترک لباس پارسائی کچھ

۱۔ مرض، کراچی

۲۔ مجلس، کراچی

۱۔ ۱۱۶۲ھ، لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ عزیز، کراچی

۳۔ تضمین مصرع عزیز الدین عالم گیر بادشاہ، لندن

بندگی میں شرط ہے بندے کو تسلیم و رضا  
ہر کسے را بہر کار سے ساختن مشہور ہے  
چاہیے لیجیے اگر شجر سخاوت سے ثمر  
اصل کو دیکھا تو ہے یک قطرہ آب منی  
آئینہ کیا دیکھئے کیا خود نمائی کچھ  
اب برائی کس سے اور کس سے بھلائی کچھ  
پھر عبث کیا سعی و طالع آزمائی کچھ  
شاہ عالم گیر کا مصرع ہے حاتم رمز عشق  
دل میں آتا ہے کہ شاہی میں گدائی کچھ

## زمین طرحی ۱۱۷۷ھ

بحر مضارع مثنیٰ مخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

گلشن میں جا کے وصف لب یار کیجیے  
طالع کی گر مدد ہو تو جا اپنا بود و باش  
اس حسن کے نمک کی ملاحت کا شور ہے  
گردن اوپر مرے سر پر شور بوجھ ہے  
غنچے کے تئیں کھجا کے بہت خوار کیجیے  
خوباں کے زیر سایہ دیوار کیجیے  
ملنے میں اس کے سیر نمک سار کیجیے  
ابرو کو ٹک دکھا کے سبک سار کیجیے  
دن رات کے کھجور کہاں تک اٹھا سکیں  
ہم دل جلوں کو اتنا نہ بے زار کیجیے  
حاتم جہاں میں جس کی ملاحت کی دھوم ہے  
یوسف کو لا کے اس کا خریدار کیجیے

## زمین طرحی ۱۱۶۵ھ

بحر رمل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

جی میں ہے اس جمع خاطر کو پریشاں کیجیے  
آشنائی سے بتاں کی دل نہیں آتا ہے باز  
دل کے آئینے کو صیقل کر کے حیراں کیجیے  
کس طرح سے ایسے کافر کو مسلمان کیجیے

۱۔ لاہور میں اس کے بعد یہ شعر مزید درج ہے۔ ۲۔ جو کہ بلندن

۳۔ ہے گا بلندن

۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ لاہور میں اس غزل کا سن تصنیف ۱۱۷۷ھ دیا ہے۔

میکشوا اس دور میں ساغر کی کچھ آنکھیں ہیں اور اب کی اس بیاں شکن سے پھر کے بیاں کیجیے  
جامہ زیبوں کے اگر دامن تلک پہنچے نہ ہاتھ سرنگوں ہو غنچہ ساں سیرِ گریباں کیجیے  
ہے گریباں چاک حاتم لالہ رو کے ہاتھ سے کس طرح اب داغ کو سینے کے پنہاں کیجیے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۴ھ

بحرِ خفیفِ محبوبوں محذوف۔ فاعلاتن مفاعیلن فععلن

تجھ کو جان اپنا جاں کہیے یا تجھے عمرِ جاوداں کہیے  
کوئی سنتا نہیں ہے کانوں سے دردِ دل کا کہو کہاں کہیے  
کیسری پوش آج سمجھتا ہے کہ تجھے شاخِ زعفران کہیے

## زمینِ طرحی ۱۱۹۰ھ

بحرِ خفیف

جس کے منہ کی اتر گئی لوئی غم نہیں اس کو کچھ کہو کوئی  
بزم میں مجھ کو دیکھ کر گریاں شام سے شمع صبح تک روئی  
رات میرے فغاں و نالے سے ساری بستی نہ نیند بھر سوئی  
جا ختن تک صبا نے پہنچائی زلفِ مشکیں کی تیری خوشبوئی  
گو رقیباں گلہ کریں چھپ کر چھپی رہتی نہیں ہے بد گوئی  
شیخ نے آکے بزمِ مستان میں اپنی شیخی کی آبرو کھوئی  
کبھو دیکھی نہ اس سے حاتم نے

دلبری، دل دبی و دل جوئی

## زمینِ طرحی ۱۱۸۹ھ

بحرِ ہرجِ مٹمنِ سالم

تیرے پاؤں کو آتا ہوں ہر دم ہر قدم سر سے کہ ہے آرام میرے دردِ سر کو تیری ٹھوکر سے

۱۔ یہ غزل لندن میں ہے۔  
۲۔ یہ غزل نیکولا ہور میں ہے۔

۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۱۱۷۶ھ، لاہور

۳۴۲

تیرے در پر ہجومِ خلق سے شورِ قیامت ہے      تماشا ہے کہ سن کر اب تلک نکلے ہے تو گھر سے  
نہیں معلوم یارب کس کی کم بختی ہے مجلس میں      نظر کچھ بے طرح آتا ہے مجھ کو اس کے تیور سے

## زمین طرَحی ۱۱۸۰ھ

بحر مضارع

ہے ایک سادہ برگ و ثمر میں ہمیشہ سے      تصویر کے درخت کو کیا خوف تیشہ سے  
تیروں سے اب جگر تو نیتان ہو گیا      دل ہاتھ جوڑتا ہے مرا شیر بیشہ سے

## زمین طرَحی ۱۱۹۶ھ

بحر ہزج مثنیٰ اخرب۔ مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

کیا منہ کو دکھاؤ گے اس رو کی سیاہی سے      تا مرگ رہے غافل ہم یادِ الہی سے  
جو فضل ہمارا ہے عصیاں سے نہیں خالی      باز آتی نہیں یارب اب تک بھی مناہی سے  
جو بحر میں وحدت کے ہو غرق سو ہی جانے      دریا کی حقیقت کو جا پوچھ تو ماہی سے  
یک بوریہ کہنہ بستر کو کفایت ہے      کیا کام فقیروں کو ہے مسندِ شاہی سے  
کچھ دور نہیں منزل اُٹھ باندھ کمرِ حاتم      تجھ کو بھی تو چلنا ہے کیا پوچھے ہے راہی سے

## زمین مرزارِ فعی سودا ۱۱۹۳ھ

بحر ہزج مثنیٰ اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فاعولن

جان و دل و دیں سب ہے فدا بلکہ یہ سر بھی      تو میری طرف دیکھے اگر ایک نظر بھی  
یوں صاف ترا تیر نگہ سینہ سے گزرا      کھٹکا نہ جگر کو نہ ہوئی دل کو خبر بھی  
کشتہ ہوں درازی شبِ ہجر کا یارب      بیٹھا ہوا تکتا ہوں کہیں ہوئے سحر بھی  
ساقی یہ کھجوریں تیری بھاتی نہیں مجھ کو      کیا دیر لگاتا ہے پیالا کہیں بھر بھی

میں نفع سے بہتر اسے جانوں ہوں پیارے جو عشق میں ہو تیرے مرے جی کا ضرر بھی  
کیا ہوئے گا صاحب جو کرو بندہ نوازی اس راہ میں جاتے دو قدم رنجہ ادھر بھی  
ڈھونڈا میں بہت صبح سے تا شام ہر اک جا نے کوچہ نہ بازار نہ پایا تجھے گھر بھی  
ہر صبح ہے خورشید تیرے در کا سلامی ہر شام کو مشعل لیے حاضر ہے قمر بھی  
کیا عشق کی آتش کا بیاں کیجیے حاتم  
کچھ دل ہی نہیں بھنتا ہے جلتا ہے جگر بھی

## زمین طرچی ۱۱۷ھ

بحر مل مسطور

نے گدا سے کچھ غرض مجھ کو نہ مطلب شاہ سے کام ہے گا دم بدم اپنے مجھے اللہ سے  
شع و مشعل سے اگر ہوتا ہے تاباں قصر شاہ کلبہ درویش ہے روشن چراغ ماہ سے  
جس طرح خورشید کی ہووے نظر سے سنگ لعل اس طرح دل فیض پاتا ہے دل آگاہ سے  
کہر با کا سا بھی اگر جذبہ نہ ہو معشوق میں طے مسافت راہ کی تو کب ہو برگ کاہ سے  
تھا زلیخا میں کمال عشق سے شوق رسا بیٹھے گھر اپنی طرف یوسف کو کھینچا چاہ سے  
بے طریقت گو نہیں کھلتا حقیقت کا مقام پھر کہاں پہنچے ہے منزل جو پھرا ہو راہ سے  
عاقبت نادان اپنے ہاتھ ہوتا ہے خراب فرق جس کو کچھ نہ ہو بدخواہ و دولت خواہ سے  
ایک دم کے بیچ ہو جاویں کئی لشکر تباہ شاہ جو لیوے نہ اپنی کچھ خبر جنگاہ سے  
تیر و نیزے سے سپاہی کر نہیں سکتا وہ کام ہم کیا ہے سنگ میں سوراخ اپنی آہ سے  
ہیز کہتے ہیں اسے مردوں میں لوٹدی کا غلام چھوڑ کر بی بی کرے جو آشنائی راہ سے  
اپنے حاتم کو حسیوں کو محتاج تو  
یا الہی کر نہال اپنے اسے درگاہ سے



۳۴۴

## زمین میر تقی میرؒ ۱۱ھ

بحرِ دل مسطور

یاد ہیں وہ دن کہ ہم تم سیرِ گلزاروں میں تھے  
جھانکتے تھے ہم تمہیں تم ہم کو کس کس گھات سے  
چھوڑ ہم کو غیر کے گھر میں جو رکھتے ہو قدم  
کیا مزے لیتے تھے اس توبہ کا ہو خانہ خراب  
سب سے جاں بخشی کا وعدہ اور ہم کو ہر دم حکمِ قتل  
مصرِ دل میں تھا ترے حسن کا بازار گرم  
بلبل و گل لوٹے حسرت سے انگاروں میں تھے  
ہاتھ سے طرفین کے صدرِ خنہ دیواروں میں تھے  
جانِ من ہم بھی کبھو تو کفش برداروں میں تھے  
ہم پیالے ہم نوالے جب کہ مے خواروں میں تھے  
اک ہمیں کیا ایسے عالم میں گنہگاروں میں تھے  
نقدِ دل سے شہر کے یوسف خریداروں میں تھے  
سیم بڑا اٹھتے نہ تھے حاتم ہمارے پاس سے  
جن دنوں ہم بھی کبھو دنیا میں زرداروں میں تھے

## زمین طرچیؒ ۱۱ھ

بحرِ دل مٹمن مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

ہم بجاتے ہوئے دل جاتے تھے رستے رستے  
زگس آنکھوں کو تری دیکھے تھی چوری چوری  
رات کس ساتھ تھا ہم خواب تو اے ہرجائی  
اے مرے لعل تو کیا جانے دلوں کی قیمت  
دل کو عشاق کے ایسا کیا ویراں ظالم  
رہ گئی صوتِ جرس قافلہ پہنچا منزل  
لے گئے دل کو بتاں چھین کے ہنتے ہنتے  
لائے یک دست قلم کر اسے دتے دتے  
چولی پہنچی جو کمر تک تیری ہستے ہستے  
لگ گئے ہاتھ کہیں مفت میں سستے سستے  
مدت اب چاہیے اس شہر کو بے بے  
ہم تغافل سے رہے محمل ہی کتے کتے  
زلفِ صیاد نے تقصیر نہ کی تھی حاتم  
بچ گیا طائرِ دل دام میں پھنتے پھنتے

۱۔ شوق سے، لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر اس طرح ہے: سب سے ہودل میں صفا اور ہم سے خاطر میں غبارِ ایک ہمیں عالم میں کیا ایسے گنہگاروں میں تھے

۳۔ سیم بر حاتم ہمارے پاس سے اٹھتے نہ تھے، لندن

۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۵۔ مل کے، علی گڑھ، بکھنؤ

## زمین سید ہدایت علی خاں ضمیر حسب الفرمائش ۱۱۶۳ھ

بحر مل مٹن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

اے خرد مندو مبارک ہو تمہیں فرزاگی ہم ہوں اور صحرا ہو اور حیرت ہو اور دیوانگی  
کون چھوڑے بے سند جب تک نہ دیکھیں مہرداغ شمع رو کے پاس پروانے کو بے پرواگی  
رستم ہوتا اس زمانے میں تو کہتا آفریں عشق کے میداں میں میری دیکھ کر مرداگی  
بے مروت، بے وفا، بے دید اے نا آشنا اس قدر لازم نہیں بے رحمی و بیگانگی

ملکِ دل آباد کیوں حاتم کا کرتا ہے خراب  
کیا مری بستی خوش آتی ہے تجھے دیراگی

## زمین عبدالحی تاباں ۱۱۵۳ھ

بحر مل مسطور

اس طرح گزرا چمن میں آج وہ گل چشم سے دیکھتے جس کے مرے جاتے رہے گل چشم سے  
آج کس ہمدرد اس بے کس کے ہیں گلشن میں پھول ہاتھ دھو بیٹھی ہے جو رو کے بلبل چشم سے  
تاک کر آتے تجھے مجلس میں سر مست نمار پانی پانی ہو گئے جل جل ترے مل چشم سے  
سب طرح پورا ہے معشوقی کے تاؤ بھاء میں ہم نے تولا ہے تجھے من میں نپا تل چشم سے  
دیکھ کر تجھ زلف و خط کی موج اے گلزارِ حسن گر گیا ہر ایک کے ریحان و سنبل چشم سے  
غیر سے آنکھیں لڑانا اس کا بے حکمت نہیں اس کے تئیں خرجان کر دیتا ہے وہ جل چشم سے  
دشمنوں کے روبرو پیارے مرے حق میں کبھو دیکھنے سے خوش نما تر ہے تغافل چشم سے  
اس طرح ہم نے نہیں دیکھی کہیں سلکِ گہر جس طرح آنسو نکلتے ہیں تسلسل چشم سے

چشم و کاگل کی صفت ظاہر ہے حاتم کیا کہے  
چشم ہیں کاگل سے تیرے خوب و کاگل چشم سے

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

پاؤں جس گشتن میں اپنا وہ بت رعنا رکھے      خار اس کا خوش قدی میں سرو سے دعوا رکھے  
اشک کے پانی سے سوزِ دل مرا بجھتا نہیں      سحر ہے جو آب و آتش کو کوئی کیجا رکھے  
صبح سے تا شام یک دم کی نہیں ہم کو امید      غافل ہے جو کوئی نظر جینے کی تا فردا رکھے  
کب ڈرے ہے نوح کے طوفان سے وہ یعقوب وار      جو کوئی یک اشک کے قطرے میں سودر یا رکھے

دل کو لیتے ہی وہیں آنکھیں بدل جانے لگیں  
ان سیہ چشموں سے کوئی حاتم توقع کیا رکھے

## ۱۱۹۷ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

جو کوئی کہ یارو آشنا ہے      رخصت کی مری اسے دعا ہے  
کیا بیٹھا ہے راہ میں مسافر      چلنا ہی یہاں سے پیش پا ہے  
امروز جو ہو سکے سو کر لے      فردا کی خبر نہیں کہ کیا ہے  
معشوق تو بے وفا ہیں پر عمر      ان سے بھی زیادہ بے وفا ہے  
دنیا میں تو خوب گزری حاتم      عقی میں بھی دیکھئے خدا ہے

## زمین طرہی ۱۱۴۴ھ

بحر مل مٹمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

اشک تیری چاہ میں دریا صفت جاری ہوئے      تجھ بن اے ظالم ہمیں دن کاٹنے بھاری ہوئے

۱۔ بحر مل مٹمن محذوف، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، لندن میں دیا گیا وزن۔

۲۔ لندن میں متن اس طرح ہے: صبح تا شام ہم کو تو نہیں یک دم کی آس کو ردل ہے جو نظر جینے کی تا فردا رکھے

۳۔ یہ غزل نسخہ لاہور میں ہے۔ ۴۔ لندن میں یہ تفصیل ہے۔

۵۔ لندن میں یہ مصرع اس طرح دیا ہے: چاہ میں تیری ہمارے اشک اب جاری ہوئے

کب تک جوں باؤ بھاگے گا کبھو آ بھی صنم  
 ہر کی آتش میں جل خاک سے اب ناری ہوئے  
 دل مرا تیر تغافل نے ترے برما کیا  
 تیشہ غم کی نہانی کھا کئے ہم آری ہوئے  
 اس قدر پلکیں جھکیں میری تری پیراگ میں  
 چشم اب بن کے اتیوں میں جٹا دھاری ہوئے  
 ہر سخن حاتم کا تم آگے تو کرتے تھے قبول  
 کن رقیبوں کے کہے سے آج نگراری ہوئے

## زمین ولی ۱۱۶۱ھ

بحر مل مٹمن مجنوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

کھول تک دیدہ انصاف نہ کر کبر و منی  
 اصل کو دیکھ کہ تھا قطرہ ناپاک منی  
 جاں کنی دیکھ تو میری بھی بت سنگیں دل  
 گو کہ فرہاد کا تھا کام سدا کوہ کنی  
 شمع خاموش نہ کر حسن سے اس کے دوا  
 تو اسی چرب زبانی سے ہے گردن زدنی  
 نیزہ بازوں میں ہے مشہور تیری نوک نگہ  
 پہلوئے دل میں چھپی ہے جیسے برجھی کی آنی  
 غنچہ گل کو چمن بیچ کرے شرمندہ  
 تیری نازک بدنی بے دنی کم سخی  
 ایک دن سیر گلستاں کو گیا تھا حاتم  
 دیکھتا کیا ہوں کہ یک دشت ہے کانٹوں کی بنی  
 رعد نالاں ہے ادھر ابر ادھر گریہ کنائ  
 سانس ٹھنڈی سی ادھر لے ہے نسیم چنی  
 جیب گل چاک ادھر غنچہ گرفتہ خاطر  
 بلبل غمزہ کرتی ہے ادھر نعرہ زنی  
 بر میں ہے آج ادھر سرو کے پیراہن سبز  
 پہن بیٹھی ہے ادھر فاخہ بھگواں کفنی

باغبانوں سے جو پوچھا کہ یہ کیا باعث ہے

کہا رو کر کہ یہ ماتم ہے حسین و حسنیٰ

## زمین طرچی ۱۱۷۱ھ

بحر محبت مٹمن مجنوں محذوف۔ مفاعلاتن مفاعلاتن فعلن

کس سے دماغ کرے سیر سبزہ و چمنے کہ ہے بغل میں میرے نور سیدہ گلبدن

کسی کا اس کو مہا با نہیں ہے ذرہ کہ ہے  
اگر ہزار تلاشوں سے اُس تلک پہنچوں  
اے جامہ زیب ہوں میں ترے گریباں کی  
پڑا ہے دل ترے کوچے میں اس طرح سے خراب  
تو جل مرعش کی آتش میں مثل پروانہ  
تری بلا سے جو حاتم ہے فاسق اے زاہد  
سیاہ چشم بتے پاس آشنا ٹھکنے  
تو ڈر یہ ہے کہ بنے صحبت اس سے یا نہ بنے  
عدم سے نکلے ہے ہر گل دریدہ پیرہنے  
کہ جوں سرا میں مسافر غریب بے وطن  
رہے نہ حسرت گور و نہ خواہش کفن  
بقول حضرت حافظ تو گوش کر سخن  
بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نہ شود  
ز زہد ہم چو توئی یا ز فسق ہم چومنے

## زمین طرہی ۱۱۷۲ھ

بحر مل مشمن مخبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

کب ترے لب کے مقابل ہو عقیق یعنی  
دل کو کوچے کی تیری خاک نشینی ہے شرف  
نیزہ بازوؤں میں تو یکتا ہیں نگاہیں لیکن  
ایک دن ایک تو نگر نے کیا مجھ سے سوال  
یعنی بے ہودہ ہوا کیوں تو فقیر اے حاتم  
در جواب اس کے پڑھا ہم نے شعرِ فائق  
جس نے یک حرف میں کی لعل کی قیمت ٹھکنی  
بنی آدم کو ہے مرتے تلک حب وطنی  
ترے ابرو کے اوپر ختم ہے ششیر زنی  
بسکہ اپنے تئیں جانے تھا وہ دنیا میں غنی  
کچھ نہیں جان لے اس فقر میں حاصل شدنی  
کہ سن اس رمز کو اے غافل و ناداں ودنی

”نسبت فقر و فنا بسکہ بہم نزدیک است  
نیست یک رشتہ جدائی ز کفن تا کفنی“

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحر محبت مخبوں محذوف۔ مفاعلاتن مفاعلاتن فعلن

تسمیں تو دیکھتے ہی آپ بیچ ہم نہ رہے  
تم ایک دم بھی دم آتے تک ہے ستم نہ رہے

۱۔ لاہور میں یہ غزل حاشیہ پر درج ہے بغیر کسی سرشی کے۔ ۲۔ نیزہ بازی میں ہارندن و کراچی

کبھو جوش دکھاؤں میں اپنے بت کے تئیں      برب کعبہ تجھے حسرتِ حرم نہ رہے  
اے حیلہ ساز قسم ہے تجھے تغافل کی      تب ہی تو آنا کہ جس وقت ہم میں دم نہ رہے  
اگر تو آنکھ دکھاوے چمن میں زنگس کو      تو ایک آن میں یک دست یک قلم نہ رہے  
ترئیؑ جو شہرہ پرستش کا ان تلک پہنچے      تو ایک رشک سے بت خانہ میں صنم نہ رہے  
اب ایسا آپ میں ہو جی فنا کہ تا بہ بقا      پھر اس وجود کے تئیں حاجتِ عدم نہ رہے  
اُسی کو ہو گا مزا زندگی کا اے حاتم  
کہ جس کو نیک و بد کا غم نہ رہے

## زمینؑ طرحی ۱۱۸۰ھ

بحرِ محبتِ مخبوں۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فععلن

کبھو جو اس کی طرف پاؤںؑ وہ دراز کرے      تو اپنے بخت پر عاشق ہزار ناز کرے  
صنم کی دیکھے جو محرابِ ابر واں زاہد      طرف وہ قبلہؑ کے کافر ہو گر نماز کرے  
عجب سا ہو جو آپس میں عاشق و معشوق      ادھر وہ ناز کرے یہ ادھر نیاز کرے  
میرے مزار کے اوپر اگر رکھے وہ قدم      تو مشتِ خاک کو ممتاز و سرفراز کرے  
بڑا ستم ہو جو صیاد موسمِ گل میں      اے عندلیبِ قفس کا وہ در نہ باز کرے  
جو اپنے کام کو سوچے خدا کو تو حاتم  
تو سب سے خوب ترا کام کار ساز کرے

۱۔ خزاں کے ہاتھ، لندن

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳۔ ہوگا، لاہور

۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ نسخہ لاہور میں اس غزل کی سرخی یہ ہے: ”زمینؑ طرحی ۱۱۸۰ھ بحرِ محبتِ مخبوں مسطور“

۵۔ تو۔ لاہور

۶۔ بسمتِ قبلہ، علی گڑھ

۷۔ لاہور کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۳۸ھ

بحرِ حُبِّتِ محبوبوں مقطوع۔ مفاعلن فعلا تَن مفاعلن فععلن

تو اس مزے سے چمن میں کرے ہے مے نوشی کہ دل میں تازہ ہوئی حسرتِ ہم آغوشی  
زبانِ شمع سے روشن ہوا مجھے یہ حرف کہ سر کٹے تو نہ کہیے بھلی ہے خاموشی  
خدا کرے کہ یہ دونوں کے تئیں مبارک ہو مجھے تو یاد تری اور تجھے فراموشی  
کسو کے دانت کا منہ پر ترے ہوا ہے نشان کہ آئینہ سے جو کرتا ہے آج رخ پوشی  
مخالفوں کو کرو دور آج مجلس سے کہ حاتم اس سے ہے اس وقت مجھ کو سرگوشی

## زمین طرحی ۱۱۹۱ھ

بحرِ خفیف

حق کی قدرت کو جو خیال کرے دم بدم دل میں وجد و حال کرے  
وہ خداوند ہے جسے چاہے پل میں ادنیٰ کے تئیں نہال کرے  
صاحبِ تاج و تخت کے سر کو بات کہنے میں پائمال کرے  
اہلِ معنی نہیں ہے وہ درویش اپنی صورت سے جو سوال کرے  
فقر میں شاہ اس گدا کو کہو جو زبانِ سوال لال کرے  
راہِ حق میں خدا کے شیروں سے ہم تکی کب سگ و شغال کرے  
شاہِ حاتم بڑا قلندر ہے  
گھر میں تنکا نہیں خلال کرے

۱ ۱۱۶۸ھ لندن

۲ نسخہ لاہور میں یہ شعر اور دیا ہے۔

۳ لاہور میں یہ غزل ہے جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

## زمین رفیع سودا ۱۱۵۴ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرِبْ مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

مری طرف کبھو وہ پری رو گزر کرے      ششے میں دل کے بند کروں جوں نظر کرے  
رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک کہ دیکھ لو      آنسو بھی اب نہیں کہ مری چشم تر کرے  
نالائوں ہوں اس سبب سے کہ اس سنگ دل کے تیں      شاید کبھو بھی آہ ہماری اثر کرے  
سنمکھ وہی ہو یار کے تیر نگاہ سے      آئینہ کی طرح جو لوہے کا جگر کرے  
کیا ظلم ہے کہ سب سے بجز تیغ کچھ نہیں      کہیے ابھی تو دم میں جدا تن سے سر کرے  
دعا کیا ہے شیخ نے حاتم سے عشق میں  
دونوں میں دیکھئے یہ مہم کون سر کرے

## زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۳۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ اُخرِبْ مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

اس دکھ میں ہائے یار یگانے کدھر گئے      سب چھوڑ ہم کو غم میں نہ جانے کدھر گئے  
جو اس پری کو شیشہ دل میں کرتے تھے بند      وے علم عاشقی کے سیانے کدھر گئے  
فوجیں جنوں کی دیکھ کے یک بارگی سبھی      اس ملک دل سے عقل کے تھانے کدھر گئے  
معلوم ہے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو      ہم کو جلا کے آگ لگانے کدھر گئے  
ڈھونڈھا بہت پر ہم نے نہ پایا انھوں کا کھوج      دل کو چرا کے ہم سے چھپانے کدھر گئے  
حاتم کے دل کو مصرع اول نے خوش کیا  
اس دکھ میں ہائے یار یگانے کدھر گئے

۱۔ لندن و نیو دہلی میں آٹھ اشعار ہیں۔ کانپور میں پانچ اشعار ہیں۔

۲۔ اتار تے، لندن و دہلی

۳۔ جا بجا سیتی، دہلی

۴۔ یہ شعر دہلی میں نہیں ہے۔ بلکہ دو شعر زاہد ہیں، جو دیوان زادہ میں نہیں ہیں، ملاحظہ ہو دیوان حاتم۔

۵۔ خوش، دہلی



## زمین مرزار فیع سودا ۱۱۸۵ھ

بحر مضارع مثنیٰ انخرِب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

ایڈا دہند شوخ ستم گار رہ گئے دل دار اٹھ گئے یہ دل آزار رہ گئے  
خوش حال وہ کہ جن کو ہوئی رخصت چن ہم جھانک جھانک رخنہ دیوار رہ گئے  
ہر تارِ زلف میں ہیں گرفتار صد ہزار عالم ہوا تمام و کئی تار رہ گئے  
ایسے لگاؤ کام ہمارا تمام ہو یہ کچھ نہیں کہ کھینچ کے تروار رہ گئے  
کہتے ہو امتحان میں نہ ٹھہرا کوئی یہاں گو سب گئے یہ ہم تو سدا خوار رہ گئے  
گل چیں کے ہاتھ سے نہ رہی رونق چن گل نام کو رہا نہ بخش و خار رہ گئے

سودا میں حاتم ایسی ہے غلطاں تمام خلق

یاروں کی پوچھنے سے خبر یار رہ گئے

## زمین مرزار فیع سودا ۱۱۷۱ھ

بحر مضارع مسطور

گردن کٹے سے سر کو سرہانے دھرے ہوئے اس کی گلی میں ڈھیر پڑے ہیں مرے ہوئے  
رسی کو دیکھتے ہیں تو ہم جانتے ہیں سانپ ہیں اس گزندِ زلف سے از بس ڈرے ہوئے  
بہکا نشے میں ہاتھ میں شمشیرِ خوں چکاں ہم دیکھتے ہی دور سے اس کو پرے ہوئے  
اس کے تو بو الہوس بھی لگے ہونے سامنے مردی پکڑ کے ہیز بھی اب منگرے ہوئے  
سودا کہے ہے چشم کو حاتم کے دیکھ لو  
ساون کے بادلوں کی طرح سے بھرے ہوئے

## زمین طرحی ۱۱۷۲ھ

بحر مسطور

کام آئے ہے جہاں میں کریماں کی دوستی نے دانہ زد دنی و نحسیاں کی دوستی

۱۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۲۔ طلب گار، لاہور  
۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۴۔ لاہور، کھنڈو

سو بار تار تار کیا تو بھی اب تک ثابت وہی ہے دست و گریباں کی دوستی  
بہتر ہے اس سے دشمنِ دانا سے آشتی جی کا زیاں ہے مردمِ ناداں کی دوستی  
سارے تو نگروں میں جو دیکھا تو ہے نفاق آپس میں ہے جو کچھ تو غریباں کی دوستی  
حاتم کے آشنا تو بہت ہیں پر عین وقت  
کام آئے ہے مراد علی خاں کی دوستی

## زمین عبدالحی ۱۱۶۳ھ

بحرِ مسطور

کیا مدرسے میں دہر کے اُلٹی ہوا بھی واعظِ نبی کو امر کہے، امر کو نبی  
راضی ہو گر ہماری جفا پر تو یوں سہی پر ہم نے جان اتنی کسو کی نہیں سہی  
آیا تھا رات بن کے وہ فانوس کی سی شمع طرہ طلا کا سر پروتھی بر میں یک تہی  
جانا تیرا ہے مرگ مجھے پر میں کیا کروں اپنے رکھے سے جان کسو کی نہیں رہی  
یہ چشم بے نصیب ترے انتظار میں رو رو تو بہہ چلی تھی پر اب پھوٹ کر رہی  
کس کی زیادتی تھی تک انصاف تو کرو ہم نے کبھی تھی ایک تمہیں تم نے سو کھی  
روزے سے ہیں گے بستہ دہن غنچہ چن آ پہنچ اس گھڑی اے نسیم سحر گہی  
حاتم کو لے چلو کہ تیرے عاشقوں کے بیچ  
ڈھونڈھے تھا جس کے تیں سو گنہگار ہے یہی

## زمین طرہی ۱۱۶۹ھ

بحرِ مضارعِ مثنیٰ اخبارِ مکفوفِ محذوف۔ مفعولِ فاعلاتِ مفاعیلِ فاعلین

مضمونِ خط کو دیکھ ترے ہم اس قدر ڈرے جتنے مسودے تھے رہے طاق میں دھرے  
جیتا ہے یا کہ مر گیا دل کی خبر نہیں یادشِ بخیر ہو یا خدا مغفرت کرے

۱۔ بزم میں لندن ۲۔ یک تہی، لندن و لاہور ۳۔ روبرو لندن  
۴۔ لندن میں بخردیا ہے۔ ۵۔ بہت، علی گڑھ ۶۔ جیتے موئے کی دل کی ہمیں کچھ خبر نہیں، لندن

آرامِ زندگی نہیں اس دل کے ہاتھ سے      عمرِ دوبارہ ہو جو یہ دشمن کہیں مرے  
میرے حواسِ خمہ اسے دیکھ اڑ گئے      کیوں کر ٹھہر سکیں یہ کبوتر تھے پر گرے  
ایسا سبک ہوا ہوں اب اس کی نگاہ میں      جب دیکھتا ہے مجھ کو کہے ہے پرے پرے  
اے صیدِ دل نہ تڑپو ایسا تو وقتِ ذبح      جو دامن اس کا میرے لبو سے کہیں بھرے  
ناصحِ عبث بکے ہے جو ہونا تھا ہو چکا      تقدیر کے لکھے کو بھلا کہہ تو کیا کرے  
پیری میں حاتم اب نہ جوانی کو یاد کر      سوکھے درخت پھر کے ہوئے ہیں کہیں ہرے

## زمینِ طرحی ۱۱۸۵ھ

بحر خفیف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

سب مخالف جب کنارے ہو گئے      ہم میں اور اس میں اشارے ہو گئے  
آئے اور بیٹھے نہ کچھ شکوا نہیں      یہ غنیمت ہے کہ بارے ہو گئے  
جب چڑھ آئی روبرو فوجِ جنوں      ہم بھی ستمکھ ہو اتارے ہو گئے  
ہجر نے اس کے جلایا اس قدر      داغِ سینے پر انگارے ہو گئے  
جانتے تھے اپنے ہم ہوش و حواس      یک نگہ میں سب تمہارے ہو گئے  
چشم تو تیغ تھے آگے ہی میاں      سرمہ دینے سے دو دھارے ہو گئے  
کان کے موتی تری زلفوں میں رات      خلق کی نظروں میں تارے ہو گئے

جب ہوئے حاتم ہم اس سے آشنا

دوست بھی دشمن ہمارے ہو گئے

## زمینِ طرحی ۱۱۷۹ھ

بحرِ مستبثِ مٹمن مخبوں محذوف۔ مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فاعلن

تمہارے عشق میں ہم ننگ و نام بھول گئے      جہاں میں کام تھے جتنے تمام بھول گئے

۱۔ ایسا گرا ہوں اس کی نگاہوں سے بزم میں، لاہور

۲۔ لاہور میں اضافہ ہے۔

۳۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۴۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

نمازیوں نے تجھ ابرو کو دیکھ مسجد میں بہ سمت قبلہ سجد و قیام بھول گئے  
یہ وضع کیا ہے کہ ہوتے نہیں ہودست بسر ابھی سے اپنوں کا لینا سلام بھول گئے  
گئے تھے زعم میں اپنے پر اس کو دیکھتے ہی جودل نے ہم سے کہے تھے پیام بھول گئے  
تری طرف ہوئی صورت گران چیں کی نگاہ قلم کو ہاتھ سے رکھ اپنا کام بھول گئے  
بتان چرب زباں سن کے خوبی گفتار ادب میں دب گئے حسنِ کلام بھول گئے  
تری اے سرور واں دیکھ کر انوکھی چال جو خوش خرام تھے اپنا خرام بھول گئے  
تری یہ زلف گرہ گیر دیکھ کر صیاد شکار آپ ہوئے صید و دام بھول گئے

بڑا غضب ہے کہ حاتم کو تم نہ پہچانا  
وہی قدیم تمہارا غلام بھول گئے

## زمین طرچی ۱۱۶۹ھ

بحر مضارع اخب مسطور مکفوف محذوف

تبغ ستم سے اس کی کھو منہ نہ موڑیے سو زخم گر لگیں تو نہ ابرو مروڑیے  
نخمانہ میکشوں نے کیا اس قدر تہی قطرہ نہیں رہا ہے جو شیشے نچوڑیے  
مدت سے صید دل ہے ترے دام زلف میں سر صدقہ کر کے اپنے اسے اب تو چھوڑیے  
چلتا نہیں ہے بچہ مڑگاں سے تیرے زور عفریت ہو تو اس سے بھی دو ہاتھ جھوڑیے  
آتا ہے یوں نشے کی ترنگوں میں دل کے بیچ ناصح کے سر سے شیشہ تہی جا کے پھوڑیے  
بیزار ہو رہا ہوں خدائی سے آج میں جا واسطے خدا کے الجھ مت کھوڑیے  
شیشہ شکستہ پھر کے تو ہوتا نہیں درست جو دل شکستہ ہو تو اسے کیونکہ جوڑیے

گر توڑے آشنائی کوئی اس کا اختیار

حاتم یہ رشتہ آپ سے ہرگز نہ توڑیے

۱ مصلیوں علی گڑھ

۲ زمین طرچی در ۱۱۶۹ھ فی بحر مضارع مشن اخب مکفوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن بلندن۔ ۱۱۶۹ھ لاہور، ۱۷۷۸ھ، رام پور علی گڑھ

۳ بھوں کو بلندن

۴ اپنے کر کے، لاہور

۵ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

## زمین طرحی<sup>۱</sup> ۱۱۶۹ھ

بحر مسطور

رونا وہی جو خوفِ الہی سے رویئے سونا وہی جو اس کے تصور میں سویئے  
کپڑے سفید دھو کے جو پہنے تو کیا ہوا دھونا وہی جو دل کی سیاہی کو دھویئے  
دھقاں کی طرح دانہ زمین میں نہ بوعبث بونا وہی جو تخمِ عمل<sup>۲</sup> دل میں بویئے  
کھویا گیا ہے شیخ قیامت کے وہم میں کھونا وہی کہ آپ کو آپ ہی میں کھویئے  
حاتم تو گو کہ خاک ہوا کیمیا کہاں  
ہونا وہی جو خاک سے اکسیر ہوئے

## زمین طرحی ۱۱۷۱ھ

بحر مسطور

ہستی کی قید سے اے دل آزاد ہوئے صحرائیں جا کے خوب سانسِ نس کے رویئے  
دونوں جہاں کا شادی و غم دل سے بھول کر پاؤں دراز کر کے فراغت سے سویئے  
اے چشم از برائے خدا گر مدد کرے اعمال نامہ اپنا تو رو رو کے دھو دیئے  
حاتم کسی سے اپنی مصیبت کو تو نہ کہہ  
کیا فائدہ جو اپنا بھرم مفت کھویئے

## زمین طرحی ۱۱۴۶ھ

بحر مضارع مثنیٰ اخب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

تری بھواں کی تیغ جب آئی نظر مجھے کرنا ہوا ضرور میان ترکِ سر مجھے  
زینت ہے عاشقوں کو لبِ خشک و چشمِ تر حاصل ہوئی ہے سلطنتِ بحر و بر مجھے  
باریک ہیں ہوں مجھ سے کہو اس میاں کی بات رہتا ہے بسکہ دل میں خیالِ کمر مجھے

۱۔ زمین طرحی سنہ مذکور بحر مسطور، لاہور، ۱۱۶۹ھ-۱۱۷۱ھ، رام پور علی گڑھ

۲۔ محبت کا، علی گڑھ

بے خود ہوں اس قدر کہ نہیں دل کو شوقِ ے اس مست کی نگہ کا ہوا ہے اثر مجھے  
میں کوہ و دشت ایک قدم میں کیا ہے طے مجنوں و کوہکن کی نہیں کچھ خبر مجھے  
جب تسمیر کے غم سے ہوا رنگ جوں طلا تب سب نے جا عزیز کیا مثلِ زر مجھے  
حاتم ہوا ہوں آلِ نبی کی پناہ میں  
دنیا و دیں کے غم سے نہیں کچھ خطر مجھے

## زمین طرحی ۱۱۴۷ھ

بحر مضارع مشنِ اُخرِ مکفوف محذوف مسطور

درکار کب ہے عشق میں نام و لگیں مجھے بس ہے یہ نقش نام ترا دل نہیں مجھے  
سامانِ گریہ بس ہے یہی زندگی تلک ہر آن گوشہ بغل و آستیں مجھے  
کس طرح سے گزار کروں راہِ عشق میں کاٹے ہے اب ہر ایک قدم پر زمیں مجھے  
دیکھوں ہوں تجھ کو دور سے بیٹھا ہزار کوس عینک نہ چاہیے نہ یہاں دور میں مجھے  
جو صبر میں کیا وہ سو کسی سے نہ ہو سکا ایوب ہے کہاں جو کہے آفریں مجھے  
آتا ہے یاد جب تری دشنام کا مزا ہوتا ہے زہر کام میں جوں انگلیں مجھے  
بہتا پھروں ہوں جس کے تصور میں رات دن دریا کی موج ہے تری چین جبین مجھے  
جنت کا کب دماغ ہے زاہد کہ کوئے یار موجود ہے بہشت کی جاگہ یہیں مجھے  
یارب ہوا ہوں خلق کی نظروں میں ناقول تیرے بغیر در کے نہیں جا کہیں مجھے

۱۔ سرشار ہوں نشے میں، کراچی

۲۔ لندن میں اس کی جگہ پر یہ مصرع دیا ہے: دیوانہ بن کے دشت جنوں آپ طے کیا

۳۔ لندن میں یہ مصرع اس طرح دیا ہے: جب تسمیر کے غم میں رنگ طلا ہوا

۴۔ لندن ۵۔ ملک، لندن

۶۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ اس کی جگہ یہ شعر ہے:

ہم کیا خطا کیا وہ غزالِ حقن کے آج = دکھلا دتا ہے ہر گھڑی چین جبین مجھے

۷۔ لاہور میں یہ پانچ اشعار اور دیے ہیں جو کسی نسخہ میں نہیں ہیں۔

۸۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ اس کی جگہ یہ شعر دیا ہے:

ابرو و زلف جیسی تمہاری نظر پڑی = یکساں ہوا ہے تب سے صنم کفر و دیں مجھے

تو ہے مری پناہ تجھی سے مرا نباہ بن تیرے اب نگاہ کسی پر نہیں مجھے  
قدموں لگا ہوں میر محمدؐ امیں کہ میں  
حاتم نہیں جہاں میں کئی اور غمیں مجھے

## زمینؑ طرحی ۱۱۸۸ھ

بحر مل مٹن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

جو مرے ہم عمر ہم صحبت تھے سو سب مر گئے اپنی اپنی عمر کا پیانہ ہر یک بھر گئے  
پوچھتے کیا ہو گناہوں کے گرفتاروں کا حال خشک زاہد تھے سو اس جاگہ سے دامن تر گئے  
ہاتھ سے صیاد کے ثابت نہ چھوٹا ایک صید بال و پر رکھتے تھے سو بے بال اور بے پر گئے  
یہ قمار عشق ہے اے بو الہوس بازی نہ جان سر گئے بہتوں کے اور بہتوں کے اس میں گھر گئے  
ہم نے ہستی اور عدم کی آکے کی ہے خوب سیر رسم و آئیں دیکھ ان لوگوں کا از بس ڈر گئے  
ایک جو آیا اُسے لے گود میں دی گھر میں جا دوسرے کو کاڑھ کر گھر سے زمیں میں دھر گئے  
تم کہو اپنی میاں حاتم کہ ہو کس فکر میں  
اور جو آئے جنے جیسی بنی سو کر گئے

## زمینؑ طرحی ۱۱۴۸ھ

بحر مل مسدس محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

وہ رکھے ہے رات دن جو جاں مجھے جس اوپر دینا ہے جان آساں مجھے  
اور بھی ہوں جو کماں حلقہ بگوش اپنے اوپر گر کرے قرباں مجھے  
اس گل رنگیں کے آگے چشم میں خار سے لگتے ہیں سب خواباں مجھے  
حق رکھے اس کو سلامت ہند میں جس سے خوش لگتا ہے ہندستاں مجھے

۳۵۹

ہوں تو حاتم لیکن ہر دم لطف سے  
مول لیتا ہے گا فاخر خاں مجھے

## زمین طرچی ۱۱۴۹ھ

بحر مل مسدس مخبوس مقطوع۔ فعلاتن فعلاتن فعلن

لب و دندان کے ترے صدقے      مسی و پان کے ترے صدقے  
جامہ زیبوں کوں کروں عالم کے      دور دامان کے ترے صدقے  
خوش اداؤں کو بجا ہے تجھ پر      ہوں اگر آن کے ترے صدقے  
زرگس ہوتی ہے گلستاں میں بہ چشم      چشم فتنان کے ترے صدقے  
سنبل ہووے تو عجب جان نہ جان      مو پریشان کے ترے صدقے  
دل مرا جس کا ہوا ہے پیکاں      تیر مژگان کے ترے صدقے  
حاتم عاشق ہے تیرے ہنسنے پر  
بستہ مکان کے ترے صدقے

## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحر مل مسدس مخبوس مقطوع۔ فعلاتن فعلاتن فعلن

لب مرجان کے ترے صدقے      در دندان کے ترے صدقے  
وعدہ کر ہم سے نہ آیا جھوٹے      سانچے پیمان کے ترے صدقے  
دل و دین لے کے قسم کھا جانا      ایسے ایمان کے ترے صدقے  
ہاتھ میں جام مے و سینہ کھلے      جان اس آن کے ترے صدقے  
چشمہ آب حیات ہوتا ہے      اس زرخندان کے ترے صدقے  
سر کو رکھ ہاتھ اوپر کرتا ہوں      تیغ عریان کے ترے صدقے



۳۶۰

تو نے حاتم کو غلام اپنا کیا  
ایسے احسان کے ترے صدقے

## زمین طرچی ۱۱۵۹ھ

بحر مل مسدس مخبوں مقطوع مسطور

جان سے جان کے صدقے صدقے ہوتا ہوں جان کے صدقے صدقے  
خوش اداؤں کو بجا ہے تجھ پر ہوں اگر آن کے صدقے صدقے  
آئینہ ہوتا ہے دیکھو میرے دل حیران کے صدقے صدقے  
اپنا حاتم کو کیا تو نے غلام  
ترے احسان کے صدقے صدقے

## زمین طرچی ۱۱۷۰ھ

بحر مل مسدس مخبوں مقطوع مسطور

صبح تیری جبین کے صدقے شام کاکل کی چین کے صدقے  
جس جگہ ناز سے قدم تو رکھے آسمان اس زمین کے صدقے  
دل کے ہے پاس دور نظروں سے تیرے بعد و قرین کے صدقے  
دم بہ دم میرے آنسو پونچھے ہے اپنی ہم آستین کے صدقے  
جن نے دل میں کیا ہے گھر حاتم  
اُس بتِ دل نشین کے صدقے

## زمین طرحی ۱۱۶۸ھ

بحرِ رمل مٹمنِ محبوبوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

دوستاں کہو اسے ایسی طرح تا دیکھے اپنے ماروں کے ٹک اک حال کو حال آدیکھے  
کوئی تڑپھے کوئی سکے ہے کوئی مرتا ہے اس کے کوچے کی طرف آج جو ہم جا دیکھے  
غرض اس نزع کی حالت میں یہی کہتے تھے جی ترستا ہے ہمارا کہ وہ ترسا دیکھے  
میں کہا ہاتھ سے تم جس کے یہاں تک پہنچے سنگ دل کافر بے رحم سو اب کیا دیکھے  
تب اشارے سے لگے کہنے کہ حاتم کہو  
یا کرے قتل وہ ہم سب کے تیں یا دیکھے

## زمین طرحی ۱۱۷۱ھ۔ تضمین بیت مرزا صائب

بحرِ مسطور

دل میں آ از سر نو عشق نے جاگہ پائی آگ ٹک سرد ہوئی تھی سو پھر اب بھڑکائی  
سب مہیا ہے مجھے دولتِ صیاد سے آج بے پروا بالی و کجِ قفس و تنہائی  
رات حاتم میں بہت شام سے رو رہا صبح راگیاں کھونے پر اوقات کے حسرت کھائی  
تھا اس افسوس میں جو اپنے مناسب احوال بیت یہ حضرت صائب کی مجھے یاد آئی  
”نیمت برگشتت اے عمر چو رفتی رفتی

نہ بہ زور و نہ بزاری نہ بزمی آئی“

## زمین طرحی ۱۱۵۱ھ

بحرِ رمل مٹمنِ محبوبوں محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

یہ سیہ زلف تری جب سے مرے دل میں بسی تب سے ناگن کی طرح جان مرے من کو ڈسی  
ابر جوں موسمِ برسات میں روؤں نہ سو کیوں برق اب یاد دلاتی ہے مجھے تیری ہنسی

۱ لندن میں یہ نزل نہیں ہے۔

۲ اس کی لندن

۱ میں علی گڑھ

۲ ۱۱۵۰ھ، لندن

۳۶۲

ایک باری تو کیا قتل اک عالم ظالم<sup>۱</sup> پھر یہ لے ہاتھ میں شمشیر کمر کیوں تو کسی  
زال دنیا کے اوپر نفس مرا ہوئے چاق سخت سرکش ہے یہ کیونکر نہ کرے بوالہوسی  
آیا جراح کہ زخموں کو ہمارے ٹانگے  
کہا حاتم نے یہ حسرت تھی مجھے ان کو نہ سی

## تضمین بیت<sup>۲</sup> کو کہ خاں فغاں ۱۱۶۲ھ

بحر رمل مثنیٰ مخذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

رحم آتا ہی نہیں مجھ پر کبھو اصلاً تجھے منہ نہ کرتا تجھ طرف جو جانتا ایسا تجھے  
سر پٹکتے ہیں پڑے کج نفس میں مجھ سے سو ایک میری بے پروا بالی سے کیا پروا تجھے  
متفق بالفظ و المعنی کہیں ہیں خوش خیال مصرعہ برجستہ و دل چسپ سرتا پا تجھے  
ہے فغاں کی بیت تیرے حق میں دل کا مدعا جان حاتم اس سے بہتر اب دعا دوں کیا تجھے  
”اپنے گھر لاتے ہوئے آتے ہیں سو سوا احتراز  
غیر کے گھر میں نہ لے جاوے خدا تنہا تجھے“

## تضمین بیت<sup>۳</sup> مرزا جانان جاناں مظہر ۱۱۶۱ھ

بحر ہزج مثنیٰ اشتہ۔ فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

ایک تو تری دولت تھا ہی دل یہ سودائی تس اوپر قیامت ہے بے کسی و تنہائی  
تیرے تئیں تو لازم تھا توبہ کا سبب پوچھے مے کشی سے اے ساقی گو کہ ہم قسم کھائی  
دل تو ایچ پیچوں سے دام خط کے چھوٹا تھا زلف پھر نئے سر سے سر اوپر بلا لائی  
جی تو بے قراری سے جان بلب ہے اے ناصح کو تحلل و طاقت صبر اور شکیبائی  
عمر عاشق و معشوق صرف ناز و حیرت ہے حسن ہے ادا پر داز عشق ہے تماشاائی

۱۔ تمام عالم کو، لندن

۲۔ زمین کو کہ خاں فغاں، لاہور۔ لندن میں یہ غزل نہیں ہے۔

۳۔ زمین طرحی ۱۱۶۱ھ، لاہور۔ لندن میں یہ غزل حاشیہ پر بغیر کسی عنوان کے درج ہے۔

رات اُس کی محفل میں سر سے جل کے پاؤں تک شمع کی پگھل چربی استخوان نکل آئی  
حسبِ حال حاتم ہے شعرِ میرزا مظہر اس سے پھر زیادہ کچھ ہے عبارتِ آرائی  
”دل ہمیشہ میخوابِ طوفِ کوئے جاناں را  
ہائے بے پروا بالی وائے ناتوانائی“

## زمین مرزارِ فاع سودا ۱۱۵۹ھ

بحرِ زنجِ مٹمنِ اُخرَب۔ مفعولِ مفاعیلنِ مفعولِ مفاعیلن

تو دیکھ اسے سب جا آنکھوں کے اٹھا پردے مانند سویدا کے دل بیچ اُسے گھر دے  
عالم کے مرقع میں تصویر اسی کی ہے سب حسن یہاں یا رواں حسن کے ہیں گردے  
صیاد کا شرمندہ ہوں بے پروا بالی سے اڑ کر ابھی جا پہنچوں جو مجھ کو خدا پردے  
ساقی تجھے کم ظرفی مستوں سے نہیں لازم ترسانہ مجھے کافر ساغر کے تیں بھر دے  
بزمِ دلِ مشتاقاں جوں شامِ غریباں ہے یک جلوہ میں تو روشن آشفع صفت کر دے  
ہم عرض کیا اس کی خدمت میں کہ اے صاحب اتنے ترے بندوں میں ایک ہم بھی ہیں نووردے  
دولت سے تری سب کچھ ہم پاس مہیا ہے لب خشک و جگر بریان چشمِ تر و دل سردے  
حاتم وہ لگا کہنے غصے سے کہ چل جھوٹے بندا میں اسے جانوں جو پہلے قدم سردے  
ہشیار کروں حاتم مستوں کو نگاہوں میں  
قطرہ مئے وحدت سے جو ساقی کوثر دے

## زمینِ طرحی ۱۱۶۳ھ

بحرِ خفیفِ مخبولِ محذوف۔ فاعلاتنِ مفاعیلنِ فعلن

تو ہو چیں بر جبینِ خدا نہ کرے کسو اوپر کہیں خدا نہ کرے

- 
- ۱۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲۔ شرح حسبِ حال اپنا ہے یہ بیت اے حاتم، لندن  
۳۔ اور دل کے تیں روشن آشفع صفت کر دے، کراچی ۴۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔  
۵۔ جوں کلبہ احزاں ہے، لندن۔ جو شامِ غریباں ہے، رامپور ۶۔ لندن میں یہ مقطع اور ہے۔

درد میرا کسو کے کہنے سے تیرے ہو دل نشیں خدا نہ کرے  
دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں خدا نہ کرے  
میرے آنسو کے پونچھنے کو میاں تیری ہو آستیں خدا نہ کرے  
جان فشانی و بندگی کو مری تو کہے آفرین خدا نہ کرے  
ذبح کرتے کسو پر آوے رحم کبھو تیرے تیں خدا نہ کرے  
میرا احوال سن کے کب آوے تیرے دل میں یقین خدا نہ کرے  
کس کی طاقت ہے جو کہے حاتم  
سخت ایسی زمین خدا نہ کرے

## زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

بحر خفیف مخبوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فعلن

کیونکہ دیوانہ بیڑیاں توڑے اس کو جانے ہے پاؤں کے توڑے  
سب نے موڑا ہے منہ خدا نہ کرے تیری تروار ہم سے منہ موڑے  
تیرے کوچے میں سر شہیدوں کے ہیں پڑے جیسے باٹ کے روڑے  
ظرف ٹوٹا تو وصل ہوتا ہے دل کوئی ٹوٹا کس طرح جوڑے  
ایک پرواز میں دکھاؤں پر جو وہ صیاد میرے تیں چھوڑے  
کوہ کن جاں کنی ہے مشکل کام ورنہ بہتیرے ہیں پتھر پھوڑے  
ہر گھڑی ہم کو آزمانا کیا چاہنے والے اور ہیں تھوڑے  
قتل کرتا ہے تو جو حاتم کو  
کون اٹھاوے گا تیرے کتوڑے

- 
- ۱۔ یہ شعر لاہور کا اضافہ ہے۔ ۲۔ لندن میں اس شعر کا اضافہ ہے۔  
۳۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴۔ یہ شعر لاہور میں نہیں ہے۔  
۵۔ نہیں، علی گڑھ ۶۔ لندن میں یہ مقطع ہے۔

## زمین طرحی ۱۱۳۲ھ

بحر خفیف منجوں مقطوع۔ فاعلاتن مفاعیلن فععلن

دیکھ اے میرے من ہرن ہارے تیری آنکھوں سے من ہرن ہارے  
زندگی چاہیے تو اس سے نہ مل کہہ گئے ہم سے یہ مرن ہارے  
تری خدمت کو گر نہیں کوئی ہم تو ہیں گے ترے کرن ہارے  
کبھو! حاتم کے گھر نہ آئے تم  
ہم تمہارے پکڑ چرن ہارے

## زمین طرحی ۱۱۳۴ھ

بحر ہزج مسدس محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فععلن

پلک لگنے میں دو کرتے ہیں پیارے تری آنکھوں کے ہیں تیغے دودھارے  
ترا خط آج لے فوج سیہ پوش ہوا ہے قتل عاشق پر اُتارے  
نہانی ہم سے یہ ملنا تمہارا رقیبوں کے چلیں ہیں سر پر آ رہے  
کریں! کیا لاف خوش چشتی کی اپنے  
غزالاں تیرے آگے ہیں چکارے

## زمین شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ۱۱۵۲ھ

بحر رمل مثنیٰ محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن توشیح

م وک وہ سے تیرے ہے نخل اب م وہ زول وف میں تیرے آپسے ہے ش وب

۱۔ یہ شعر دہلی میں ہے۔

۲۔ لندن میں یہ شعر اور دیا ہے۔

۳۔ لندن ولاہور

ب ا ت کہہ کے ہم سے لے گیا ہے دول ج ی چھوڑا ہے کیوں اس کو بھی تو آ ل ی  
ر ا ت کو اگر آوے تو جاوے غ و م ب و ر میں تو ہوا اور ہووے نہ غ و ی و ر  
ج و ش و م سے بندے کیے ہ رون روخ سے کھا گیا خورشیدک و ش و ت  
ح ا ت م کرتا ہے گا ع و روض  
م وہ و ر سے آ پیارے دکھا دے روخ

## مستزاد<sup>۱</sup>

جاتے ہیں نظارے کو ہم اس صبح چمن کے ہر روز سحر کو  
طالب نہیں اس ملک میں ہم نام و نگیں کے مرتے نہیں زر کو  
نظروں میں ابھی دیکھتے ہی دل کو چرا کر  
چھوڑوں گا نہیں تجھ کو اے دشمنِ دل و دیں کے  
کہتے ہیں تجھے اہلِ دل اب دیکھ شب و روز سن بات کہا مان  
عاشق اوپر اے ظالمِ خونخوار کہیں کے مت باندہ کمر کو  
نکلا ہے زری پوش ہو جب گھر سے تو باہر  
دیکھے سے ترے رنگ کو اب اے بتِ چین کے  
اس باغ میں دنیا کے نہ ہو پھول کے سرکش تو سرو کی مانند  
آ دیکھ لے احوال کو اس خاک نشین کے چاہے جو شمر کو  
غنجے کی طرح خونِ جگر کھا کے میں چپ ہوں  
آیا نہ تو رشکِ گلِ فردوس بریں کے  
تجھ لب کی طلب میں  
حاتم کی خبر کو

۱ لندن میں یہ مستزاد نہیں ہے۔

۲ جاتا ہے کدھر کو، لاہور



## وصف سراپا (سی وسہ جا) ۱۱۴۶ھ

بحر ہرج مسدس مقصور

صفت جعد

چرا کر پیچ سے وہ جعد مشکیں چھپایا مجھ دل پر چیں کو در چیں  
لیوں دل کیونکر اس چوٹی سے اب مانگ کہ چوٹی چور ہے اور مانگ ہے تھانگ

صفت شانہ

دل صد چاک سے میرے اڑا ہے نیٹ یہ آج شانہ سر چڑھا ہے  
کیا اس بات سے ہم اس کو عاری کہ محبوبوں کے سر چڑھنا ہے خواری

صفت کا کل وزلف

نظر کرتے ترے یہ زلف و کا کل چمن میں پیچ و بل کھاتا ہے سنبل  
جفل ہے جس کی چیں سے موج دریا ہر ایک فرعون کو ہر مو ہے موسا

صفت چین

جہیں کو دیکھ کر تیری سحر کو سورج لے نذر آیا خوان زر کو  
نگہ کرتے ہوا مہتاب بے تاب خجالت سے ہے اب آئینہ غرق آب

صفت چین جہیں

تصور گر کرے چین جہیں کا پڑے گنجلک میں دل نقاش چیں کا  
ہر اک چیں موج دریائے ادا ہے منقش چادر عرق حیا ہے

صفت بنا گوش

سحر کو دیکھ کر صبح بنا گوش ہوا ہے آفتاب آ حلقہ در گوش  
کرے اس وقت جی قربان موتی اگر جا کر لگے تجھ کان موتی

صفت ابرو

صنم کی دیکھ کر محراب ابرو پھرایا شیخ نے قبلے سے اب رو  
مرثہ ہیں تیر اور ابرو کماں ہے کہ جس کے گوشے میں عالم کی جاں ہے

### صفتِ چشم

یہ ترے دور میں آنکھوں کے گل فام جہاں کو جم ہے لینا جام کا نام  
ہوئی سب بزم بے خود جوں شرابی نظر کرتے تری انکھیاں گلابی

### صفتِ مردمک

تمہاری مردمک اے جانِ مردم پلک میں چھین لیں ایمان مردم  
تری پتلی کی شہرت جا بجا ہے مگر انکھیاں نہیں یہ پیکھنا ہے

### صفتِ مڑگاں

ہیں بانکے چشم اور مڑگاں ہیں سرکش کمر میں ترک نے باندھا ہے ترکش  
کرے یہ طائرِ دل کیونکہ پرواز کہ ہیں مڑگاں کے بچے جنگل باز

### صفتِ بینی

کروں ہوں وصفِ بینی اب رقم میں لگے دو پھول نرگس یک قلم میں  
چمن میں حسن کے بس خوش نما ہے جو کہیے غنچہ زنبق بجا ہے

### صفتِ رخسار

پری رو کا نظر کر رنگِ رخسار ہوا گل بلبلوں کی چشم میں خار  
کہوں کس منہ سے اس رو کی صفائی جو لے ہے آری سے رونمائی

### صفتِ خال

تمہارے دیکھ کر رخسار پر خال صنم اس داغ سے لالا ہے بے حال  
کوئی خالی جہاں میں دل نہیں ہے کہ جس میں شوقِ تل، تل تل نہیں ہے

### صفتِ دہن

کرن تعریف کیا تیرے دہن کی کہ گنجائش نہیں جس میں خن کی  
ہوا معلوم ہے اُٹل معما کہ کھلنا جس کا ہے مانند عنقا

### وصفِ لب

چبے مصری کے خارِ غم جگر پر لیا برقا خجل ہو قد سر پر  
رہوں کیونکر خیال لب سے اب دور کہ ہے دل ساکنِ شہرِ شکر پور

۳۷۰

### وصفِ دنداں

تمہارے دیکھ دنداں گہر تاب درخوش آب ہیں اس غم سے بے آب  
یہ بحرِ حسن میں حق نے کرم سیں کیے بتیں موتی یک صدف میں

### وصفِ زبان

صفِ خواہاں میں ہر یک پر دلا رام زباں تیری کرے ہے سیف کا کام  
تیری دشنام کا ہے زخم کاری کہ ہر یک دل سے ہو ناسور جاری

### وصفِ ذقنِ غنغب

اگر چوگاں نمط ہے زلفِ مشکیں ذقن ہے پاس اس کے گوئے سیمیں  
نظر کر کر ترا یہ سیبِ غنغب گرے ہے خلق ساری سیب کے سب

### وصفِ چاہِ زرخ

دیکھا جب سے تیرا چاہِ زرخداں ڈبایا سب نے اپنا دین و ایماں  
ترے اس کعبہٴ رو بچ عالم کہے ہے گا بھی ہے چاہِ زمزم

### وصفِ گردن

صراحی ہے مگر گردن صنم کی بھری ہے روح جس میں جامِ جم کی  
خمیر اس کا کیا ہے نور سے حق ملا کر صندل و کافور سے حق

### وصفِ دست و بازو

ترے ہاتھوں سے دل کرتا ہے فریاد نہیں کوئی اس کی دیتا خلق میں داد  
کیا ہے معجزے سے دل میں قابو یدِ بیضا ہے تیرا دست و بازو

### وصفِ پنچہٴ انگشت

ہوا دل کا مرے تب ہوش برجا وہ جب جا کر ترے پنچوں میں پہنچا  
حنائی تجھ سر انگشتوں کو بلبل گلِ مہندی کہے یا غنچہٴ گل

### وصفِ پستان

تیری انگلیوں میں کیا انمول کچھ ہیں بلند و سخت و گورے گول کچھ ہیں

لگائی انھوں پر ہم نے اب گھات کہ شاید کچھ کبھو لاگے میرے ہات  
وصفِ سینہ و شکم

سینے کے وصف میں دل کیونہ ہوشاد کہ یاد آیا مجھے مضمونِ استاد  
گلے سے پیٹ تک دریائے سیماب دو پیتاں جوں حباب اور ناف گرداب  
وصفِ کمر

ہوا ہوں مو نمط فکرِ کمر میں کہوں تب کچھ کہ جب آوے نظر میں  
نہیں کچھ کام کرتے فکرِ جزِ ہیچ عدم ہے وہم ہے یا ہے یہ کچھ ہیچ  
وصفِ مکانِ مخصوص

مکانِ خاص کو کہتا ہوں رکھ قید بے کلی نا خوردہ بادِ باغِ امید  
بجا ہے اس کو گندم شکل کہنا کہ جس بن مرگ ہے آدم کو رہنا  
وصفِ ساق

سریں سے تا پنا ساق بلوریں بتِ کنچن کے ہیں دوپائے سیمیں  
نجات سے بتاں سب سرگوں ہیں عمارتِ حسن کے دنوں ستوں ہیں  
وصفِ ناخن

تیرے ناخن ہیں قرصِ بدر مانند نہیں پہنچے ہے روشن ماہ ہر چند  
تراشے ان کو گر وہ ماہ پیکر ہلال ہووے ہر اک چڑھ آسماں پر  
وصفِ کفِ پا

نظر کر نرمی و رنگِ کف پا کنولِ شرمندہ ہو پانی میں ڈوبا  
نہ ہو کیوں فرشِ گل ہر ایک جا پر ہجومِ بلبلاں ہے نقشِ پا پر  
وصفِ قامت

چمن میں دیکھ کر یہ قد و قامت ہوئے سروِ صنوبر پر قیامت  
گیا قمری کے دل سے سرو کا شوق ہوئی لونڈی گلے میں ڈال کر طوق  
وصفِ ناز و تبسم و خرام

ادا و ناز و غمزے نے لیا دل تبسم نے ترے کلڑے کیا دل

ہوا ہے تو بزورِ خوش خرامی جہاں کے گہک رفتاروں میں نامی  
وصفِ نگاہ و تغافل

نگاہ و شوخ گر تیرِ قضا ہے تغافل تس اوپر پوری بلا ہے  
کہے ہے کان میں تجھ گل کے بلبل نہ دینا ہاتھ سے شانِ تغافل  
وصفِ عضو

نہ ہو دیوانہ کیونکر آج حاتم کہ تجھ صورت کا ہے محتاج حاتم  
کیا قربان اے جانِ تماشا ترے ہر عضو پر یہ دل سراپا

## رباعیات<sup>۱</sup>

حاتم دل کر مثال آئینہ صفا چاہے کہ جو ہو صورتِ حق جلوہ نما  
کرتا کیا ہے نصیحتیں اور کے تئیں چاہے ہے خدا تو رہ خدا کی میں خود آ

حاتم زر و مال و ملک اطلس کی قبا لازم ہیں انھیں جو ہیں گے اہل دنیا  
آزاد کے تئیں میسر اسباب جہاں ہوگا تو کیا وگرنہ ہوگا تو کیا

حاتم ہو جا کہیں گدائی مت کر ان تنگ دلوں سے آشنائی مت کر  
طامع مت ہو جہاں کی نعمت اوپر مانند گس کے بے حیائی مت کر

حاتم پس مرگ کیا بیاباں کیا باغ دونوں یکساں ہیں گر ہوں عملوں سے فراغ  
کیا حاجتِ شمع ہے میرے مشہد پر کافی ہے یہ داغ دل میرا جائے چراغ

حاتم غمِ مرگ دل سے کھونا معلوم عملوں کا سیاہ نامہ دھونا معلوم  
معشوق ہزار ہوں یہاں عمر کہاں پیری میں جوان پھر کے ہونا معلوم

اس ملک فنا میں آ کے بسنا معلوم حاصل اس جا بجز ترسنا معلوم  
اس باغ جہاں میں شبنم و گل کی طرح فرصت نہیں رونے کی تو ہنسنا معلوم

۱۔ رباعی از شجرہ اخرم۔ مفعول فاعلن مفاعیل فعل، لندن

۲۔ غیر لندن س۔ رباعی از شجرہ اخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیل فعل، لندن

۳۔ رباعی از شجرہ اخرم۔ مفعول فاعلن مفاعیلن فع، لندن

۴۔ رباعی از شجرہ اخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاع، لندن

۵۔ رباعی از شجرہ اخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاع، لندن

۶۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔

ان لیسیم بروں کے ساتھ سونا معلوم      قسمت میں نہیں ہے خاک، سونا معلوم  
حاتم افسوس دی و امروز گذشت      فردا کی رہی امید سونا معلوم

ہے ذکرِ خدا ہمیشہ کامِ فقرا      اور خونِ جگر سے بُد ہے جامِ فقرا  
اس کام میں آوے تو تجھے ہو معلوم      کیونکر گزرے ہے صبح و شامِ فقرا

ہر دمِ توکل ہے نشانِ فقرا      اور کنجِ قناعت ہے مکانِ فقرا  
رکھتی ہے شرف ہزارِ نعمت اوپر      بے منتِ خلقِ خشک نانِ فقرا

تو نحو میں صرف کر چکا عمر تمام      ملّا نہ کھلا تجھ کو پر عرفاں کا مقام  
جاہل ہوں نہیں مجھ کو ترے علم سے کام      کافی ہے مجھے بس ایک اللہ کا نام

گر سوزِ دل کروں کسی سے میں بیاں      جلنے لگے تو شمع کی مانند زباں  
ہے دل میں مقیم اس طرحِ عشقِ بتاں      جیسے جگرِ سنگ میں آتش ہے نہاں

مستی میں تو یا کہ آنِ بشاری میں      مت ڈھونڈ خدا کو چرخِ زنگاری میں  
پردے میں چھپا ہے صورتِ انسان بیچ      اربعِ عنصر کی چار دیواری میں

عاشق کا جہاں میں مذہب و کیش نہیں      جز اشکِ رواں و سینہ ریش نہیں

۱۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاعِ بلندن ۲۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔

۳۔ اب، لاہور۔ کار علی گڑھ ۴۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔

۵۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاعِ بلندن ۶۔ پھر عرفاں، لاہور، لندن

۷۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔ ۸۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاعِ بلندن

۹۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاعِ بلندن

پہلو مارے ہے آتشِ عشق سے دیکھ<sup>۱</sup> انسان کہ مشّتِ خاک سے بیش نہیں

اے درد تو میرے پاس تک ہوتا جا یک ذرہ غبارِ دل میرا دھوتا جا  
ہاں مونوں روزگار آفت زدگاں میرے بھی کبھو تو حال پر روتا جا

تجربہ سے چاہو کہ جدائی نہ کرو تو فحہ زنوں سے آشنائی نہ کرو  
رہنا ہے اگر جہاں میں آزاد کی طرح تو دل میں خیال کتِ خدائی نہ کرو

یک ذرہ کبھو نہ کام آئی مجھ کو دولت مندوں کی آشنائی مجھ کو  
کہ فارغ ان سے میں ہوا ہوں یکساں ہے شاہی و گدائی مجھ کو

مارا ہے حقیقت جہان کے غم نے یہ بھید بتایا نہ کسی محرم نے  
جھانکا جب آکے آپ میں اپنے تئیں سب کچھ دیکھا نہ دیکھا ہم نے

یک عمر سے جیتا ہوں نہ میں مرتا ہوں میں خانہ خراب اپنے دن بھرتا ہوں  
حیرت میں ہوں اس جہاں میں اللہ اللہ آیا کیوں تھا و کیا ہوں کیا کرتا ہوں

تسلیم و رضا کاجو کوئی بندا ہے نزدیک اس کے بھلا برا پھر کیا ہے  
گر اس کی طرف سے خیر و شر ہے حاتم تو شکوہ و شکر غیر سب بے جا ہے

۱۔ آج، لندن

۲۔ رباعی از شجرۂ اُخرَب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فع لمندن ۳۔ دہلی و لندن میں ہیں۔

۵۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔ ۶۔ رباعی از شجرۂ اُخرَب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع لمندن

۷۔ رباعی از شجرۂ اُخرَب۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فع لمندن ۸۔ سچا بلی گڑھ



اِس تھوڑی سی عمر میں کہو کیا کیجیے      دنیا یا تلاشِ دین کیا کیا کیجیے  
کچھ بن نہیں آتا ہے مگر کوئی دم      قدرت کا تماشا اس کی دیکھا کیجیے

اِس عمر میں دیکھا نہ ہم ایسا کوئی      آئے پر اجلؑ کے جو نہ مرنا کوئی  
اس موت کے ہاتھ سے جہاں میں یارو      کوئی نہ بچا ہے نہ بچے گا کوئی

گزرتی ہے یوں ہی کہ اب کچھ ہو اب کچھ ہو      بے اس کی رضا کے کچھ نہ ہو کب کچھ ہو  
چاہا اپنا ہوا نہ کچھ اب تک کچھ      وہ چاہے تو ایک آن میں سب کچھ ہو

شیطانؑ نے کیا ہے شیخ کو کیا گمراہ      جانے ہے گل و سنگ کے تئیں بیت اللہ  
نزدیک اس کے زیارتِ دل ہے گناہ      لا حول و لا قوۃ الا باللہ

رمضان کی آمد ہوئی ہے شیخ کو عید      ہے واسطے افطار کی سب سے تاکید  
معلوم ہوا تو اس جہاں میں حاتم      عرفان ہے رویا و روئی توحید

اے مست غرور بادہ نوشی کب تک      یہ مسند و شان خود فروشی کب تک  
ہے چشمِ امید سب کو تو سوتا ہے      تک آنکھ تو کھول چشمِ پوشی کب تک

اے فیل نشین و صاحبِ بان و نشان      کچھ ہوش ہے تو کام میں لا دست و زباں  
کچھ احسان کر کہ تا مسخر ہو جہاں      ہے خیر الانسان عبید الاحسان

- 
- ۱۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلین فاعل لندن      ۲۔ دنیا یا تلاشِ دین، راہِ پورو لاہور و لندن  
۳۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعیل مفاعیلین فاعل لندن      ۴۔ جو نہ مرنا، نسوہ راہِ پورو لاہور و لندن  
۵۔ کوئی نہ جیا ہے نہ جے گا کوئی، لندن      ۶۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلین فاعل لندن  
۷۔ رباعی از شجرۂ اُخرب۔ مفعول مفاعیلن مفاعیلین فاعل لندن

اے خوابہ یہاں پیر و صبی و برنا  
نک مست شراب غفلت اب ہوش میں آ  
رہنے کا کوئی نہیں یہ ہے دارِ فنا  
دو دم کی ہے زندگی دماغ اتنا کیا

بے جا ہے عمارت کی نہ بنیاد کرو  
دل گھر ہے خدا کا صاحبان مت ڈھاؤ  
کچھ اور طرح سے خانہ آباد کرو  
سائل کو کبھو تو دے کے دل شاد کرو

جو حق نے دیا سو صرف کرنے کے لیے  
آکھا و کھلا و بخش دے اے بخیل  
گٹھری صندوق میں نہ دھرنے کے لیے  
کیا سینت رکھا ہے اپنے مرنے کے لیے

پھر عشق نے آ کے دل سے پیغام کیا  
کوچے کوچے، گلی گلی، شہر بہ شہر  
باتوں باتوں میں اپنا سب کام کیا  
رسوا و خراب و خوار و بدنام کیا

دل دیکھتے ہی بتاں کو حیران ہوا  
ثابت کچھ جہاں میں کس کی تقصیر  
بیٹھے بیٹھائے پھر پریشان ہوا  
جو دل ہی بغل میں دشمن جان ہوا

گر قد کو ترے مصرع آ ہی کہیے  
جانا تو ہوا ہے چار ابرو ظالم  
ابرو کو بجا ہے بیت شاہی کہیے  
اب تجھ کو رباعی سپاہی کہیے

گالی ہے غرض بہانہ مے نوشی ہے  
کبنے دو پڑا بکے کے کہ جاہل کا جواب  
تا جانے کوئی عالم بے ہوشی ہے  
سو بات کی بات اک خاموشی ہے

۱۔ لندن میں یہ سرفری دی ہے ”رباعی از شجرۂ اُخرَب۔ مفعول مفاعلن مفاعیل فعل

۲۔ مسک علی گڑھ

۳۔ رباعی از شجرۂ اُخرَب۔ مفعول مفاعلن مفاعیل فع بلند

۴۔ لندن میں یہ رباعی نہیں ہے۔

غیروں سے گھڑی گھڑی ہم آغوشی ہے اور مجھ سے وہی گریز و روپوشی ہے  
اوروں کا ہمیشہ ذکر میرے حق میں دانستہ تغافل و فراموشی ہے

عاشق معشوق سے وفا چاہے ہے مفلس زر و بیمار شفا چاہے ہے  
دنیا میں جو آیا ہے نہیں بے حاجت درویش غذا شہ اشتہا چاہے ہے

غم نہ کھا مفلسی سے اے حاتم کہ تجھے تنگی معیشت ہے  
شکر حق کر کہ ہے مثل مشہور تندرستی ہزار نعمت ہے

دنیا داری ہمیشہ دل ریشی ہے پابندِ عیال و مال اور خویشی ہے  
آزادہ و وارستہ و فرد و فارغ دیکھا تو یہاں عالم درویشی ہے

مطلب نہ شہ و گدا سے میں رکھتا ہوں نے غرض کچھ آشنا سے میں رکھتا ہوں  
کونین کی حاجتیں روا ہونے کو اُمید قوی خدا سے میں رکھتا ہوں

سب ہو تو گئے رقیبِ موذی ماضی ڈر کس کا رہا جو تم ہو ہم سے راضی  
مشہور ہے یہ مثل جہاں میں پیارے دو دل راضی تو کیا کرے گا قاضی

۱۔ لندن میں یہ قطع نہیں دیا۔ نسخہ لاہور میں رباعیات کے بعد یہ قطع درج ہے۔

۲۔ مجموعہ نغز، جلد دوم میں یہ رباعی آفتاب علی میر (شاگردِ حاتم) کے نام سے درج ہے۔

۳۔ لاہور میں یہ دو رباعیاں اور دی ہیں جو کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

## فردیات

خیر و برکت ہند سے سب اڑ گئی      سب کی دھار تیغِ ہمت مڑ گئی  
جب تک کہ گریباں میں یک تار رہے گا      تب تک مری گردن کے اوپر بار رہے گا  
عادتِ فیض و حیا اہل جہاں سے چھوٹ گئی      دستِ ہمت شل ہوا چشمِ مروت پھوٹ گئی  
مرقع میں جہاں کے جو مجھے صورت دکھاتا ہے      بہر صورت وہاں حاتمِ مصور یاد آتا ہے  
صنم دہرے سے اپنی جب مجھے صورت دکھاتا ہے      برب کعبہ اے حاتمِ خدا ہی یاد آتا ہے  
گدا کو تاجِ شاہی شاہ محتاج گدائی ہے      تری قدرت کے صدقے کیا تماشے کی خدائی ہے  
عاشق کی تو قسمت میں ہر روز غذا غم ہے      گو عید ہے عالم میں ہم کو تو محرم ہے  
مظہر حق کی صفت ریگ بیاباں میں دیکھ      کہ ہر ایک ذرہ میں خورشید نظر آتا ہے  
دل لباسِ عاریت کی قید سے آزاد ہے      جامہ عریانی کا میرے بر میں مادر زاد ہے  
کیا برا شیوہ تغافل کا ہے میرے یار میں      بن پڑھے رکھ دے ہے خط کو زحمتِ دیوار میں

۱۔ لندن میں اس عنوان کے بعد پہلا شعر ہے۔

۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

۳۔ فیض و کرم اہل دولِ بلندن

فقیری کی ہوس کرتا ہوں پر کچھ بن نہیں آتا      جو آن فقر پاتا ہوں تو اپنے تئیں نہیں پاتا  
ترے رونے اوپر گل کے تئیں کب مہر آتی ہے      عبث شبِ بنم تو اس کے واسطے ٹسے بہاتی ہے  
گلشن کی سیر تجھ بن دل پر مرے بلا ہے      ہر تاک اس چمن کی نظروں میں اڑدہا ہے  
بعد مجنوں مجھ سے صحرائے جنوں آباد ہے      نالہ میرا ہے غلام اور آہ خانہ زاد ہے  
خدا نے خلق کو ظالم کے ہاتھوں سے اماں بخشی      بچایا جی سے عالم کو اسے کہتے ہیں جاں بخشی  
نظرِ کر صبح پر اس صانعِ مطلق کی اے حاتم      چراغِ برق کو روشن رکھے ہے باد و باراں میں  
اے شمعِ سوزِ جاں کو میں جانوں یا تو جانے      جلنے کو استخوان کے میں جانوں یا تو جانے  
دولب کی آرزو سے دل میں ہے شور      لبِ معشوق ہووے یا لبِ گور  
لبِ میگوں کے آگے سے کیا اب مجھ کو مطلب ہے      ترے لب سے ملانا لب مجھے جامِ لبالب ہے  
ترا یہ چاند سا منہ دیکھ اے شراب پرست      خدا پرست ہوئے آج آفتاب پرست  
لوگ کہتے ہیں فلانا مر گیا افسوس ہے      یہ نہیں جانے ہیں غافل بندا تھا اب حق ہوا

۱۔ لاہور میں اضافہ ہے۔

۲۔ لندن میں یہ شعر اس طرح لکھا ہے:

تیرا یہ چاند سا منہ اے بتِ شراب پرست = خدا پرست ہوئے دیکھ آفتاب پرست

نہ آیا اب تلک بھیجا تھا ہم نے نامہ بر کر کر      نہیں معلوم اس ظالم سے کیا گزری کبوتر پر  
سرو قد کو نامہ بھیجا راہ میں کھو کے جواب      وہم سے رنگ کبوتر فاختائی ہو گیا  
مزا میٹھا لگا ہے اس کو کیا دشنام دینے کا      کہ ہم کو دیکھتا ہے جب وہ موہن بھوگ دیتا ہے  
حیرت میں ہوں نامہ مرا کیونکر پڑھالے ہاتھ میں      آئینہ لے کر دیکھنا آوے ہے جس کو عار سے  
مجھے کچھ عرض کرنا تھا کروں کیا یار سوتا ہے      بڑے طالع گنو اپنی اگر یک پل رتی جاگے  
جاگتا ہے گا مرا یار میں کیونکر سوؤں      خواب میں نیند نہیں جب سے مری آنکھ لگی  
تختی ماہ کی ہے عارضی اے شوخ جس آگے      ترے خط کی سیاہی میں عجب کچھ روشنائی ہے  
صنم کو دیکھ کر سب درد اپنا بھول جاتا ہوں      جو ہنس کر بولتا ہے غنچہ لب تو پھول جاتا ہوں  
مجھے دیکھے نہ ہوویں کیوں گرہ دل میں رقیبوں کے      کہ اُس سوزن پلک سے اُن سگون کو رشتہ داری ہے  
صنم غصے میں جب آتا ہے مجھ کو جی سے بھاتا ہے      کہ غصے کے بہانے سے مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

۱۔ لندن میں اس کے بعد یہ مزید ہے:

☆ کبوتر نامہ لے تھک کن لباس جو کیا کر کر

۲۔ لندن میں یہ دو شعر مزید لکھے ہیں۔

۳۔ دیکھتے لندن

۴۔ لندن میں یہ مصرع اس طرح ہے: تک ایک بس بولنے میں غنچہ لب کی پھول جاتا ہوں

رات ظالم نے دیکھو مَسی لگا اور کھا کے پان کس دعا سے عاشقوں کی فوج پر شب خوں کیا  
تیری سمرن میں ہیں دانا خن<sup>۱</sup> کے دکھائیں ہیں تجھے سوراخ من کے  
گھٹا کر دل میرا وہ ابرِ رحمت اٹھ گیا بر سے لگی برسات اس غم سے ہمارے دیدہ تر سے  
ترے ابرو کا جو اشارا ہے سو نہانی جگر پر آرا ہے  
اس خال کے خلل سے مرے دل میں دل نہیں آرام زندگی کا مجھے ایک تل نہیں  
نگہ گر گھر مرے دل میں کرے ہے یہ تل پر دل کے تیں تلمیں کرے ہے  
کیونکہ تجھ سے ملوں کہاں ابرو کہ کھڑے ہیں رقیب تگے سے  
پتنگِ دل مرا کر ڈور اس لڑکے نے الفت سے پھر آخر کے تیں کنیا کے ہم سے دوستی کٹ کی  
نہ جانو دل بندھا تسبیح سرگرداں ہے کس غم سے کہ ہر دانا کے من کے بیچ ہیں سوراخ اس غم سے  
اس قدر ہیں تیز خو خوار میں مڑگاں یار کی کر گئی ہیں جس کی ہیبت سن کے سویاں سار کی  
آج حجام کی نے سر سہلا خوب ناخن لیے رقیبوں کے

۱۔ زمن، علی گڑھ، خن، دہلی ولندن

۲۔ یہ دونوں اشعار نیز لندن میں ہیں۔

گھٹا تجھ بن مجھے یہ آج کاری لگے ہے دل میں جوں بوندی کٹاری  
 رشتہ عمر اگر تارِ گریباں ہوتا تو بھی گردن کے اوپر بارِ گریباں ہوتا  
 قدر اپنی کچھ نہ بوجھے تھا ہمارا سادہ رُو کیوں بجھایا خانہ ان آئینہ سازوں کا جلے  
 اس سنارے سیم بر کے کیونکہ جاؤں ہاٹ میں زرگری کر کر بچھا رکھے ہیں کانٹے ہاٹ میں  
 تجھ رو کی تاب دیکھے گہنا رہا ہے سورج اے سیمبر ہمارے تو نے بھی کچھ سنارے  
 ہمارے دردِ دل کو شوخ<sup>۱</sup> چنچل ترے تعویذ سے بازو کے ہے کل  
 پہن کر جامہ بستی جو وہ نکلا گھر سوں دیکھ آنکھوں میں میری پھول گئی ہے سرسوں  
 جی دیا اس چشم کی حسرت میں میں ہو کر ملول دوستاں مرے مزار اوپر رکھو نرگس کے پھول  
 کھلے بالوں پر اُس لیلیٰ کے میں نے جی دیا اپنا بجا ہے گر مزار اوپر مرے ہو بید مجنوں کا  
 مجھے اس شوخ نافرماں نے مارا اپنے گھر لا کے بجا ہے میری تربت پر رکھو گر پھول لا لا کے  
 دیا ہے جان میں آغوش میں اس کی محبت میں بجا ہے گر میری تربت بناؤ دوستاں بغلی

۲ ہر لندن۔ جو علی گڑھ

۳ ہو میری لندن

۴ لندن میں یہ فرداس طرح ہے:

۱ آہ، علی گڑھ

۲ جان، علی گڑھ

۵ لکھنا پاکے، لندن و دہلی



دیا ہے میں نے اس نقاش کے لڑکے پر اپنا جی عزیزاں بعد مرنے کے کرو تربت مری چٹلی  
حشر کے روز میری چھاتی پر داغ اس کا جواب ناما ہے  
اس کی آنکھوں نے مجھے تاک کے مارا یارو اب میرا سایہ انگور قبر پوش کرو  
بہشتی کے دل کو ادل باتوں لگا لبھالیں آخر کو کچھ نہ چھوڑیں پاویں جو سب چھنالیں  
بو الہوس گر زرنہیں تجھ کن تو رجواڑے نہ جا مال زادی کا نہیں کچھ کام غیر از مانگنا  
ہم چھنالوں کی چھوڑ دی یاری نفس کو مار کر کیا مردا  
ہیز کو بچنی کے گھر میں جانا کب خوش آتا ہے ہمیں کیا غرض ہے اُن کی ہمارا نفس جاتا ہے

## مخمسات<sup>۱</sup>

(از دیوان قدیم ۱۱۴۲ھ)

کہیں وہ خالقِ بپوں و بے نشان ہوا      کہیں وہ مالکِ ملک و ملکِ عیان ہوا  
کہیں وہ صاحبِ مال و زر و نشان ہوا      کہیں وہ بادِ شہِ تختِ لا مکان ہوا  
کہیں وہ جسم ہوا اور کہیں وہ جان ہوا  
کہیں فقیر کی صورت ہو آ سوال کیا      کہیں وہ شیخ و مشائخ بنا و حال کیا  
کہیں مدرسے میں عالم ہو قیل و قال کیا      کہیں جمال دکھایا کہیں جلال کیا  
کہیں وہ جان ہوا اور کہیں اجان ہوا  
کہیں وہ صورتِ انسان ہو کلام کرے      کہیں وہ کھٹ میں غریبوں کے آ سلام کرے  
کہیں وہ مہر سے عالم کے تیں غلام کرے      کہیں وہ خلق کو یک دم میں قتل عام کرے  
کہیں وہ قاتل ہوا اور کہیں امان ہوا  
کہیں وہ بیٹھا ہوا خاک رولتا ہے گا      کہیں وہ کیسہ بھرا زر کا کھولتا ہے گا  
کہیں وہ ہو کے خریدار بولتا ہے گا      کہیں لے ہاتھ ترازو وہ تولتا ہے گا  
کہیں وہ باٹ ہوا اور کہیں دوکان ہوا  
کہیں وہ عشق میں محبوب کے ہوا ہے گدا      کہیں وہ صورتِ محبوب بن کرے ہے ادا  
کہیں وہ دائی ہوا ہے کہیں ہوا ہے دوا      کہیں وہ طفل کی مانند کھیلتا ہے سدا  
کہیں وہ پیر ہوا اور کہیں جوان ہوا  
کہیں وہ گود میں دشمن کی دوست کو پالے      کہیں وہ دوست کو دشمن کے ہاتھ لٹوا لے  
کہیں وہ راہ کے جاتے کے تیں کہے آ لے      کہیں وہ چھین کسو کا کسو کو دے ڈالے  
کہیں وہ گنج ہوا کہیں وہ پاسبان ہوا

۱۔ لندن میں یہ مخمسات نہیں ہیں، دہلی میں ہے۔ نسخہ لاہور میں اس کا سن تصنیف ۱۱۴۲ھ ہے۔

۲۔ فاضل، دہلی

۳۔ عاجز، علی گڑھ

کہیں وہ بحر ہوا ہے کہیں ہوا ہے پل کہیں وہ شیشہ ہوا ہے کہیں ہوا ہے مل  
کہیں وہ سرو ہوا ہے کہیں ہوا ہے گل کہیں وہ قمری ہوا اور کہیں ہوا بلبل  
کہیں وہ باغ ہوا کہیں وہ باغبان ہوا  
کہیں وہ دانہ بکھیرے کہیں وہ چتا ہے کہیں بناؤتا ہے اور کہیں وہ بنتا ہے  
کہیں کپاس ہوا ہے کہیں وہ دھناتا ہے کہیں وہ دیکھتا ہے اور کہیں وہ سنتا ہے  
کہیں وہ چشم ہوا اور کہیں وہ کان ہوا  
کہیں ہے درد کہیں ہے دوا کہیں ہے حکیم کہیں ہے قصد کہیں قاصد و کہیں ہے مقیم  
کہیں قہار کہیں جابر و کہیں ہے رحیم کہیں ہے صلح و کہیں جنگ اور کہیں ہے غنیم  
کہیں وہ رزم ہوا اور کہیں سان ہوا  
کہیں وہ سیم کہیں زر کہیں ہوا ہے محک کہیں وہ قد کہیں مصری و کہیں ہے نمک  
کہیں ہوا ہے وہ ناداں کہیں ہوا زیرک کہیں ہے عرش کہیں کرسی و کہیں ہے فلک  
کہیں زمین ہوا کہیں وہ آسمان ہوا  
کہیں وہ آکے کرے ہے امان حاتم کو کہیں وہ بخشے ہے جا عز و شان حاتم کو  
کہیں وہ پل میں کرے شادمان حاتم کو کہیں وہ آن میں بخشے جہان حاتم کو  
کہیں وہ خلق ہوا اور کہیں جہان ہوا

- ۱ کہیں وہ چشم ہوا، کراچی
- ۲ آنکھ، کراچی
- ۳ سفر، کراچی
- ۴ کہیں وولا کے کھلاتا ہے نان حاتم کو، دہلی

## مخمس<sup>۱</sup> در وصف مرشداں ۱۱۳۹ھ

یا امام جہاں و مہتر دیں زیر تیرے قدم کے خلدِ بریں  
ماہ و خورشید و آسمان و زمیں سب کہیں ہیں یہی بہ صدق و یقین  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

کچھ زباں سے ترے ہوا نہ نزول غیرِ قال اللہ و قال رسول  
تم ہو دونوں جہان کے مقبول دل سے کہتی ہے ہر کلی ہر پھول  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

شک نہیں آلِ مصطفیٰؐ ہو تم خاصِ فرزندِ مرتضیٰؑ ہو تم  
حق سے کب ایک دم جدا ہو تم مری کشتی کے نا خدا ہو تم  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

تم میں خوئے حسینؑ و خلقِ حسنؑ ہے یہاں آفتاب سے روشن  
شاہِ زین العباد کے تن و من اور باقر کے تم ہو نورِ نین  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

تم تو صادق کے دل کے ہو پیوند موسیٰ کاظم کی ہو نگہ میں پسند  
علی موسیٰ رضا کے ہو فرزند ہر طرف سے یہی ہے بانگِ بلند  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

سید پاک و جسم و جان تقی عینِ معصوم و ہمِ خصالِ نقی  
سیرتِ عسکری عیاں ہے سبھی تم میں سب ہیں خوارقِ مہدی  
یا محمدؐ امیں کہیں نہ غمیں

۱۔ نسخہ لاہور میں سن تصنیف ۱۱۳۹ھ لکھا ہے۔ دہلی میں بھی یہ مخمس موجود ہے۔

۲۔ جگ میں ہیں، دہلی

۳۔ دورِ آخر، دہلی

اول اپنا نثار جان کروں      عضو ہر یک بنا دہان کروں  
تس میں ہر مو اگر زبان کروں      تو بھی کیا وصف کا بیان کروں  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

تم محمدؐ کے ہو چرن بردار      میں چرن پر ترے ہوا ہوں نثار  
کیوں نہ پاؤں جہاں میں عز و وقار      کہ میرے تم ہو وارث و سردار  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

جاں افلاس سے بٹنگ ہوا      باز دل طعمہ کلنگ ہوا  
پھر فلک مستعد جنگ ہوا      کیوں مرے کام کو درنگ ہوا  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

میںؑ کمینہ ترا کہایا ہوں      دل سے تجھ نام پر بکایا ہوں  
صدمہ جو فلک سے پایا ہوں      تم کئے داد خواہ آیا ہوں  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

مفلسی کی نظر پڑی ہے جھلک      غم سے لگتے نہیں پلک سے پلک  
تم سے اس وقت مانگتا ہوں کمک      یا غریب علیؑ ولی بے شک  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

حاتم اب تک تھا ناقص و جاہل      تم کو پایا ہے مرشد کامل  
تجھ غلامی میں حق کیا حاصل      یا سخی شاہ بادل باذل  
یا محمدؐ امیں کمیں نہ غمیں

## مخمس شہر آشوب ۱۱۴۱ھ

تو کھول چشم دل اور دیکھ قدرتِ حق یار کہ جن نے ارض و سما اور کیا ہے لیل و نہار  
نہ کھو تو عمر کو غفلت میں نکل تو ہو ہشیار کہ دور بارہ صدی کا ہے سخت کج رفتار

جہاں کے باغ میں یکساں ہے اب خزاں و بہار

شہوں کے بیچ عدالت کی کچھ نشانی نہیں امیروں بیچ سپاہی کی قدر دانی نہیں  
بزرگوں بیچ کہیں بوئے مہربانی نہیں تواضع کھانے کی چاہو کہیں تو پانی نہیں

گویا جہاں سے جاتا رہا سخاوت و پیار

یہاں کے قاضی و مفتی ہوئے ہیں رشوت خور یہاں کے دیکھ لو سب اہل کار ہیں گے چور  
یہاں کرم سے نہیں دیکھتے ہیں اور کی اور یہاں سبھوں نے بھلائی ہے دل سے موت اور گور

یہاں نہیں ہے مدارا بغیر دار و مدار

امیر زادے ہیں حیران اپنے حال کے بیچ تھے آفتاب پر اب آگئے زوال کے بیچ  
پھریں ہیں چرنے سے ہر دن تلاش مال کے بیچ وہی گنمند امارت ہے پھر خیال کے بیچ

خدا جو چاہے تو پھر ہو پر اب تو ہے دشوار

رزالے آج نشے بیچ زر کے ماتے ہیں پہن لپاس زری سب کو بیچ دکھاتے ہیں  
مسی پہ پان کو کھٹا سرخرو کہاتے ہیں کبھو ستار کبھو ڈھوکی بجاتے ہیں

غرور و غفلت و جوہن کی مدھ میں ہیں سرشار

روپے اشرفی اچھالیں ہیں رات دن صراف مقیش و بادلے میں غرق ہیں کناری باف  
کتب خانے کے وارث ہوئے ہیں مفت صحاف نہاری پز کا دوکان پر کرے ہے کلمہ و لاف

ہمیشہ سونے و روپے میں کھیلتا ہے ستار

نظر میں آتے ہیں پر کیسہ آج نائی کے اکڑتے پھرتے ہیں پی پی کے دودھ دائی کے  
ہوئے ہیں فریہ دیکھو گوشت کھا قصائی کے کینے بھول گئے دن دیا سلائی کے

زنانے مردی پکڑ باندھنے لگے تروار

ہے آج گرم شجاعت میں نان پز کی دوکان      کبابی قیہ کرے ہے نجیبوں کو ہر آن  
شع فروش کی ہے چرب سب کے اوپر شان      ہے مثل باغ کی سرسبز کوئچوے کا مکان  
دھیور کا بحر میں مچھلی کا کھیلتا ہے شکار  
شگفتہ لب ہے ہر اک آن پھول والے کا      بھلایا دھینے نے اب دل سے نرغ گالے کا  
لہار زور دکھاتا ہے اپنے طالے کا      یہاں دماغ فلک پر ہے اب رزالے کا  
جلا ہے دیتے ہیں طعنہ ہر ایک کو ہر بار  
پھریں ہیں چکنے جہاں بیچ آج تیلی کے      ملیں ہیں تیل سدا تیل اور چنبیلی کے  
ہوئے ہیں صاحب مال و زر و حویلی کے      رکھیں ہیں شوق سدا دل کے بیچ سیلی کے  
گئے ہیں بھول غذائے قدیم ماش و جوار  
رگیلا شہر میں رنگ ریز کا بن آتا ہے      دھوبی کا اور کے کپڑوں پہ بیچ دکھاتا ہے  
ستے کا مفت میں بہشتی دیکھو دکھاتا ہے      چہار چھوڑ چرم چہر مدہ کا ماتا ہے  
چھنل و گانڈو بھڑوے کا گرم ہے بازار  
حرام خور جو تھے اب حلال خور ہوئے      جو چور تھے سو ہوئے شاہ، شاہ چور ہوئے  
جو زیر دست تھے سوان دنوں میں زور ہوئے      جنھوں کو زور تھا سو اب مثال مور ہوئے  
جو خاک چھانتے پھرتے تھے سو ہوئے زر دار  
خدا نے کی ہے میسر رفو گروں کو شال      پھرے ہیں پیٹ بھرے لپے سب میں لالوں لال  
لگے ہیں زاغ بھی چلنے کو آج کبک کی چال      حرام زادوں کو یکساں ہوا حرام و حلال  
چہل کا گھر ہے جہاں میں تو خانہ چہار  
جہاں کے بیچ ہیں حلوائی آج شیریں کام      بھرا ہے میوہ فروشوں کے پستہ و بادام  
گنینے ساز کا عالم میں ہو رہا ہے نام      نظر میں لاتا نہیں اپنے صاحبوں کو غلام  
جدھر تھر چڑھے پھرتے ہیں پاکی میں کہار  
باورچی کھا کے ڈکاریں ہیں اب دو پیازہ پلاؤ      اور اپنے زعم میں کھاتا ہے کاغذی کا تاؤ  
گرانی غلے سے پیے کا اور ہی ہے سبھاؤ      گلی گلی میں ہے ہر ایک اپنی راجا راؤ  
نوار باف پلنگ پر پڑا ہے پانو پسار

جہاں میں صاحبِ خس خانہ گھاس والے ہیں جنھوں کے محل تھے ان کو کھنڈر کے لالے ہیں  
کئی جو ہم نے بھی ٹکڑے کھلا کے پالے ہیں سواب دماغ میں وہ رانی خاں کے سالے ہیں  
وہ ہیں سلام طلب ہم سے جب کہ ہوئیں دوچار  
سمسوں کے بیچ یہاں سرخرو ہے تنبولی کہہ مار رکھتے ہیں بندوق توپ اور گولی  
ہوا ہے خضر کا چشمہ بھینگڑے کی جھولی ہنسے ہے خانم و بیگم کو دیکھ کر لولی  
ہر ایک صبح کو یا قوتی کھائے ہے عطار  
عجب یہ اُلٹی بھی ہے گی باؤ دلی میں کہ شاہ باز چڑی مار کی ہے انٹی میں  
روغن فروش کی ہیں پانچوں انگلیاں گھی میں جنگل کو چھوڑ کے بوم آسے ہیں بستی میں  
نجیب چھوڑ کے شہروں کو ہیں جنگل میں خوار  
ہر ایک جنس کے خاوند ہیں گے دست فروش کسیرے صاحبِ ظرفوں کے آج ہیں سرپوش  
جو تے فروش دکھاتے ہیں سب کے تئیں پاپوش نجیب خانہ بدوش ایک بنی اور دو گوش  
ہے باغباں کے گھر میں بہار جوں گلزار  
تمام شہر میں گھسوں کے مالک ہیں بزاز اور آج سب میں بڑے خود نما ہیں آئینہ ساز  
ستارا اپنا دکھاتے ہیں سب کو آتش باز کمان گر بھی ہوئے گھر میں اپنے تیر انداز  
نہانی آرے چلاتا ہے خلق پر نجار  
جہاں میں صاحبِ شمشیر ہیں گے صیقل گر ہے گندھیوں کا معطر سدا دوکان اور گھر  
ہمیشہ نازاں ہیں بھڑ بھونجے اپنے بختوں پر اہیر دودھ ملائی دہی سے ہیں خوگر  
بنا ہے خانہ نقاش رشک نقش و نگار  
دلوں کے بیچ صفائی نہیں ہے یاروں میں کہیں جو ہوئے بھی شاید تواب ہزاروں میں  
صندوق ساز کے زر ہے بھرا پٹاروں میں جو تھے سائیں سواب نوکر ہیں سواروں میں  
عراقیوں کے ہوئے ہیں سرِ طویلہ حمار



بتر ہے بھڑوے سے عالم میں یار بھڑوے کا      کہ سب خلاف ہے قول و قرار بھڑوے کا  
اگر بڑے سے بڑا ہو ہزار بھڑوے کا      نہیں ہے تو بھی کہیں اعتبار بھڑوے کا  
کہ کینچی کے سبب اس کا ہے جہاں میں وقار  
نہ کر تو جھانجھ جو نقارچی کی نوبت ہے      مصاحبت کی اگر مسخرے کو خدمت ہے  
کینے سفلی کی گر مردماں میں عزت ہے      تو کیا ہوا کہ رزائے کی زر سے حرمت ہے  
ہے افتخار نجیوں کا فقر و غیرت و عار  
کرے ہے چرخ اگر تجھ اوپر جفا حاتم      تو سفلی پاس نہ کر جا کے التجا حاتم  
ترے ہے رزق کا ضامن سدا خدا حاتم      تو انقلاب زمانہ سے غم نہ کھا حاتم  
کہ تجھ کو رزق بہت اور روزگار ہزار

## مخمس دیوان جدید

غافل ز پاس داری دل یک نفس نہ ایم      شب گشت و کوچہ گرد مثالی عس نہ ایم  
منت کش بہر کس و ناکس ز بس نہ ایم      ما خوشہ چین خرمن ہر بوالہوس نہ ایم  
محو کلیم در طلب خار و خس نہ ایم

جس دن سے آشیاں سے ہوئے اپنے ہم جدا      دیکھا نہ روئے گل نہ سنا کون تھی صبا  
گر تج کو ہے شکار ہمارے سے مدعا      صیاد فکر دانہ و دام اس قدر چرا  
صیدیم<sup>۱</sup> مُردہ زینتِ دام و نفس نہ ایم

بعضے جو ہیں بخیل زمانے میں نابکار      رکھ پیش رو پلاؤ مربا و ہم اچار  
دکھلاویں شان سفری کی ہم کو اگر ہزار      سیریم مازِ نعمتِ الوان روزگار  
برخوان این گرسنہ نگاہاں گس نہ ایم

دل جان کر جہاں کے تیں کارواں سرا      تصویر کا سا غنچہ یہ نہ شگفتہ ہی رہا  
چپ رہنے کا سبب تو ہمیں<sup>۲</sup> پوچھتا ہے کیا      ما بستہ ایم بر لب خود راہِ نالہ را  
بے ہودہ گوئی ہرزہ درآ چوں جس نہ ایم

ہم اپنے حوصلے کے تصدق ہیں دوستان      شعلے ہمارے دل کے گئے تا بہ آسماں  
پہنچا نہیں ہے تو بھی کسی غیر کو زبان      حاتم بقول حضرت طالب درین جہاں  
برقیم لیک آفتِ محصول کس نہ ایم

۱۔ لندن میں یہ مخمس نہیں ہے اور نسخہ لاہور میں یہ عنوان دیا ہے ”مخمس از دیوان جدید“

۲۔ صیدِ مردہ ایم جلوںِ نفس نہ ایم، علی گڑھ

۳۔ ہے، علی گڑھ

۴۔ مرے، علی گڑھ

۵۔ تب، علی گڑھ

## مخمس دیوان جدید ۱۱۸۰ھ

کل کی باتیں ہیں کہ ہم بھی زمرہ یاروں میں تھے حسنِ خدمت سے تمہارے گھر کے مختاروں میں تھے  
جانفشان و فدوی و دل سوز و غمخواروں میں تھے یاد ہیں وہ دن کہ ہم تم سیرِ گلزاروں میں تھے  
بلبل و گل لوٹتے حسرت سے انگاروں میں تھے

کس تلاش و کس تردد میں اٹھ آدھی رات سے رکھ کے خطرے اپنے دل میں دشمنوں کی بات سے  
کس مہا بے سے و کس حرکات و کس سکنت سے جھانکتے تھے ہم تمہیں تم ہم کو کس کس گھات سے  
ہات سے طرفین کے صدرِ رخنے دیواروں میں تھے

یا کبھی ہم سے جدا ہوتے نہ تھے تم ایک دم کیا خطا دیکھی جو اب کرتے نہیں ہم پر کرم  
یا وہ گرمی وہ تپاک اور دوستی یا یہ ستم چھوڑ ہم کو غیر کے گھر میں جو رکھتے ہو قدم  
جانِ من ہم بھی کبھی تو کششِ برداروں میں تھے

یاد آتے ہیں ہمیں جس وقت ایامِ شباب میکدے میں اینڈنا جوں تاک ہر دم مست خواب  
اس گھڑی ہوتا ہے دل آتش میں حسرت کے کباب کیا مزے لیتے تھے اس توبہ کا ہو خانہ خراب  
ہم پیالے ہم نوالے جب کہ عے خواروں میں تھے

ایسی کیا تقصیر کی تم نے کیا جو حکمِ قتل ہم بھی کب مرنے سے ڈرتے ہیں ہوا گر حکمِ قتل  
بے گنہ پر کوئی بھی کرتا ہے بد خو حکمِ قتل سب کو جاں بخشی کا وعدہ اور ہم کو حکمِ قتل  
اک ہمیں عالم میں کیا ایسے گنہ گاروں میں تھے

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا مجھے آتی ہے شرم خط کے آنے سے ترا جاتا رہا اے یار بھرم  
ورنہ تو آہنِ دلوں کو موم سا کرتا تھا نرم مصر دل میں تھا ترے جب حسن کا بازار گرم  
نقد دل سے شہر کے یوسف خریداروں میں تھے

رات دن بغلیں معطر تمہیں جنھوں کی باس سے عیش کرتے تھے ہم فارغ ہوئے و سواس سے  
ہو گئے بیگانہ و ش اب کثرتِ افلاس سے سیم بر اٹھتے نہ تھے حاتم ہمارے پاس سے  
جن دنوں ہم بھی کبھو دنیا میں زرداروں میں تھے

۱ لندن میں یہ مخمس نہیں ہے۔ لاہور میں اس کا نسخہ تصنیف ۱۱۸۰ھ ہے۔

۲ ہم بھی علی گڑھ کبھو، رام پور و لاہور

## مسدس در توکل وقناعت ۱۱۳۶ھ

دیوان قدیم

چشم امید رکھ کے خدا کے کرم کے ساتھ      باندھا نہیں ہے دل کو میں دام و درم کے ساتھ  
گزران اب کروں ہوں جہاں میں بھرم کے ساتھ      گزرا ہوں قوت بیش سے قانع ہوں کم کے ساتھ  
قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

منکر تک ایک تو حق کے خیالوں پہ کر قیاس      جس نے کرم کے منہ میں دیا ہے پتھر میں گھاس  
بیچھے ہے پر گس کو لگا عنکبوت پاس      میں اس کی پردش پہ نظر کر نہیں ہوں یاس  
قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

مجھ کو خیالی سرو قد ایں سیرِ باغ ہے      مجھ کو نگاہ چشم بتاں جوں ایام ہے  
مجھ کو یہ دل ہمیشہ بجائے چراغ ہے      مجھ کو جہاں و کار جہاں سے فراغ ہے  
قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

دل میں طمع نہیں مجھے شاہ و گداستی      میں سب کو چھوڑ ساز کیا ہوں خداستی  
بیزار ہوں جو بات لگے التجاستی      بیگانا کیا کہ کام نہیں آشناستی  
قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

مجھ کو حشم و خدم پہ کسی کے نظر نہیں      شوق زر اور جہاں میں تلاش گھر نہیں  
دشمن کی دشمنی سے کسی آن ڈر نہیں      اور فکرِ قوت سے میرے دل میں خطر نہیں

۱۔ لندن میں یہ مسدس نہیں ہے۔ نسخہ لاہور میں اس کا سن تصنیف ۱۱۳۶ھ ہے۔

۲۔ میں، علی گڑھ      ۳۔ قانع ہوا ہوں چھوڑ کے افرو دو کم کے ساتھ، کراچی

۴۔ میں چھوڑ التجا کو ملا ہوں غناسیتی، کراچی

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

خالق کہ جن نے صورتِ انساں کیا مجھے اور جی دیا و صاحبِ ایماں کیا مجھے

نعت اوپر جہاں کی مہماں کیا مجھے ملکِ غنا کا جب سے کہ سلاطین کیا مجھے

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

حسرت نہیں ہے نعمتِ دنیا کو دیکھ کر پروا نہیں ہے اطلس و دیبا کو دیکھ کر

رزاں کی صفت کے تماشا کو دیکھ کر گرتا نہیں کسی کے مدارا کو دیکھ کر

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

غافل کہیں ہیں جمع کرو گھر میں مال و دھن جاہل کہیں ہیں پالو ہر ایک حال اپنا تن

عادل کہیں ہیں کنجِ قناعت کرو وطن میں سب کی سن کے سب سے کہوں ہوں یہی سخن

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

ناصح کہے ہے مجھ کو کہ دنیا سے ساز کر اس خام گفتگو سے مرا پھر گیا ہے سر

کچھ آب و خورد کا نہیں دل میں مرے خطر ہر صبح اوٹھ کے ہے مری رزاں پر نظر

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

چاہوں ہوں میں کہ آئینہ دل صفا کروں اہل صفا کی بزم میں جا اپنی جا کروں

سب کچھ بھلا کے نامِ خدا کا چپا کروں حاتم میں ہو کے غیر سے کیا التجا کروں

قسمت اوپر خوشی ہوں نہیں کام غم کے ساتھ

روزی مری ہے روز میرے دم قدم کے ساتھ

## سوز و گداز دیوانِ قدیم ۱۱۳۹ھ

آج ہم حالِ دل اپنے کایاں کرتے ہیں وہ چھپے داغِ محبت کے عیاں کرتے ہیں  
خونِ دل رو رو کے چشموں سے رواں کرتے ہیں ان سے کہتے ہیں جو کوئی سیرِ جہاں کرتے ہیں  
مونسِ درد ہو مجھ دل میں مکاں کرتے ہیں ہر دلِ پیر کو پھر آ کے جواں کرتے ہیں

شاید ان میں سے کوئی یار سے جا حال کہے

زلف کے پیچ سے نچ کر مرا جنجال کہے

کہ ترے عشق کے سودے میں گرفتار ہے وہ روز و شب ہجر کے اندوہ سے بیمار ہے وہ  
چشمِ خوں بار و جگر خستہ دل افگار ہے وہ اور تصور میں ترے صورتِ دیوار ہے وہ  
دین و دنیا سے گزر طالبِ دیدار ہے وہ سارے عالم میں ترا عاشقِ غمخوار ہے وہ

کیا سبب ہے کہ اسے بات نہیں پوچھو ہو

حیف تم دردِ غریبوں کا نہیں بوجھو ہو

عمر گزری ہے اسی میں کہ بلاوے گا کبھی پیار سے دیکھے گا اور چھاتی لگاوے گا کبھی  
بیٹھ کر لب سے مرے لب کو ملاوے گا کبھی وہ چھپے رازِ محبت کے سناوے گا کبھی  
پھر یہی حسنِ جہاں سوز دکھاوے گا کبھی غرض اب یہ ہے کسی طور بھی آوے گا کبھی

گر نہ آوے گا تو کر چاک گریاں ہو فقیر

حشر کے روز ترا ہوں گا صنمِ دامن گیر

اے ستم گر تجھے مجھ پاس کا آنا ہے یاد کھا قسم باتیں محبت کی بنانا ہے یاد  
اپنے ہاتھوں سے مجھے پان کھلانا ہے یاد بے حجابی سے اکڑ چھاتی دکھانا ہے یاد  
ساقی ہو کر کے مجھے دارو پلانا ہے یاد اور گلابی کو ڈھلک جاتے اٹھانا ہے یاد

ہاں جی معلوم ہوا ہم کو کہ سب بھول گئے

یا رقیبوں کے سکھائے سے کچھ اب پھول گئے

۱۔ لندن میں یہ سوز و گداز نہیں ہے۔ لاہور میں اس کا سن تصنیف ۱۱۳۹ھ ہے۔ ۲۔ عیاں، علی گڑھ

۳۔ تجھ تصور میں ہے، کراچی ۴۔ پیار سے دوڑ کے آ، کراچی ۵۔ یارقیوں کے سکھانے سیتی تم، کراچی

اعتبار اب تری ہر بات کا کرنا ہے غلط      غیر سے مل کے مرے آگے مکرنا ہے غلط  
اور توقع پہ ترے لطف کی مرنا ہے غلط      زندگانی کو غم و درد میں بھرنا ہے غلط  
روٹھ جانے کے ترے خوف سے ڈرنا ہے غلط      دل میں امید ترے وصل کی دھرنا ہے غلط

ہم تجھے جان دیا، جان نہ جانا تو نے

جو سخن ہم نے کہا مان، نہ مانا تو نے

دل کو تجھ عشق میں خواب و خور و آرام نہیں      اور چشموں کو بجز رونے کے کچھ کام نہیں  
تو ہوا جب سے جدا عیش کا یہاں نام نہیں      سارے عالم میں کہیں لذتِ بصرام نہیں  
جو ہے پیغام تمہارا سو بجز دام نہیں      اب تلک کام ہمارے کا کچھ انجام نہیں

ہم نے معلوم کیا ان ترے اطواروں سے

کٹتے تجھے کام پڑا ہے کہیں مکاروں سے

عاشقان دیکھ ترے جور و جفا جو کہویں      بلبلاں دیکھ کے تجھ رنگ کو گل رو کہویں  
قمریاں دیکھ کے تجھ سرو کو کو کہویں      ساحراں دیکھ تری چشم کو جادو کہویں  
جوہری لب کو ترے لعلِ سخن گو کہویں      اور کمر دیکھ تری خوش کمرائیں مو کہویں

شعِ رو میں تری ہر آن کا پروانہ ہوں

مثلِ مجنوں کے ترے شوق میں دیوانہ ہوں

مال و جاں ہم نے دیا عشق میں تیرے برباد      ظلم تیرے کی کروں کس کئے جا کر فریاد  
داد میری کو نہ پہنچا تو کبھو اے بے داد      ایک دن بھی نہ کیا لطف سے میرا دل شاد  
خوب جو کچھ کہ کیا خوب کیا رحمت باد      پر ہمارا بھی سخن آج کا تو رکھو یاد

فاش کہتا ہوں میں اب گھونٹ لہو کے پی پی

اپنے مقدور نہ چھوڑوں گا تجھے جیتے جی

دیکھ احوال مرا دل میں ترس لا کافر      دل بے رحم کو اپنے کبھو سمجھا کافر  
کیوں میرے جی کو کڑھاتا ہے ارے آ کافر      اس قدر بھی تو مرے دل کو نہ ترسا کافر  
کل کی اُمید نہیں جینے کی آج آ کافر      کچھ تو احوال مرا دیکھ کے شرما کافر

ورنہ کہتا ہوں میں آخر کو تو پچھتاوے گا  
اپنے ان ظلم کی کوئی دن کو سزا پاوے گا  
جان کر اپنا جہاں بیچ میں دل بر تجھ کو دوست داری سے ہر ایک وقت میں منہ پر تجھ کو  
کہہ چکا حرفِ نصیحت کا مکرر تجھ کو سنگ دل پر نہ ہوا حیف موثر تجھ کو  
بہت پچھتا ہوں دل بیچ میں کہہ کر تجھ کو سخن اتمام کیا جان کے اتر تجھ کو  
حاتم اب وصل کی امید پہ رہنا ہے عبث  
زیادہ احوال غم و درد کا کہنا ہے عبث



## ترجیع بند در جواب ولی ۱۱۳۵ھ

از دیوان قدیم

کہاں ہے تو اے شاہد گل عذار      کہ تجھ بن نہیں باغِ دل میں بہار  
چن بچ اے شوخ لالہ کے تیں      ترا داغ سینے پہ ہے یادگار  
ترے تیر مڑگاں میں کیا آب ہے      کہ لگتے پلک دل کے ہو وار پار  
تجھ اکھیاں کی سیاہی سفیدی کی نقل      بنا ہے جہاں بچ لیل و نہار  
اشارے نین کے نہ مانوں گا میں      شرابی کی باتوں کا کیا اعتبار  
تری گرمی شوق میں رات دن      ہے دل مثل سیماب کے بے قرار  
گھٹا کی طرح دیدہ عاشقان      سدا ہیں تری یاد میں اشکبار  
اسے ہاتھ سے اپنے کھوتا میں کیوں      اگر دل پہ ہوتا مرا اختیار  
ترے شوق میں آج نرگس کو دیکھ      سفید ہو گئے دیدہ انتظار  
سدا طائرِ دل مرا عشق سے      کرے پنجرہ تن میں تجھ بن پکار

خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

اٹھاوے اگر منہ سے اپنے نقاب      قدم پر گرے آن کے آفتاب  
ازل سے صنم حق نے شمشیر زن      ترے ابرواں کا دیا ہے خطاب  
جھلک سے ترے رنگ رخسار کی      کنول ہو گئے شرم سے غرقِ آب  
تری آتشِ عشق سے لالہ رُو      ہر ایک سینہ پر داغ و ہر دل کباب  
نظر کر تری زلف کے بچ و بل      چن بچ سنبھل کو ہے بچ و تاب  
کفِ پا ترے نرم رنگیں کو دیکھ      بھلایا ہے حسرت سے محمل نے خواب  
تصور میں تجھ چشمِ مے خوار کے      خرابات میں منفعل ہے شراب  
مرا دل ترا خانہ خاص ہے      خراب اس کو مت کراے خانہ خراب

سدا پردہ چشم سے خونِ دل ٹپکتا ہے آدیکھ لے جوں شہاب  
مری جان جائے تغافل نہیں کہ مرتا ہوں اس وقت آجاشتاب  
خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں  
تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

چمن میں چلے جب تو اے نونہال کرے سرو شمشاد کو پایمال  
ترا حسن پیارے جہاں گیر ہے ازل سے یہ ہے تا ابد لازوال  
ترا گل رغاں میں اچنبھا ہے رنگ تری خوش قدوں میں زالی ہے چال  
کیا دل کو زنجیر زلفاں میں قید یہ جب خالی حبشی ہوا کوتوال  
مرا دل نظر کر اے ابرو کماں ہوا ہے ترے تیر مڑگاں کا بھال  
ترے دور میں جام ہے آفتاب تری مے کی کشتی بنا ہے ہلال  
ارے آشنا کش ترے ہجر میں ہوئی ہے مجھے زندگانی وبال  
تکلف نہیں راست کہتا ہوں میں تصدق ہے تجھ پر مرا جان و مال  
دوانا ہوں کیفی ہوں بے عقل ہوں مری بات سے دل میں مت لالال  
سن اے بے وفا تیری خدمت کے بیچ سدا ہے یہی مجھ گدا کا سوال

خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں  
تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

نظر کر ترا رنگ و رو گل بدن چمن بیچ لالہ ہے خونیں کفن  
ترے ایک جلوے سے اے شمعِ رو مرے دل کا روشن ہوا انجمن  
صفِ خوبویاں میں اے شاہِ حسن تری فوج غزہ کی ہے صفِ شکن  
تری چشم کی سن شکارِ افگنی نذر کو لے آئے ہیں آہوں نین  
پہنیوں نے چھوڑا ہے بانے کے تئیں نظر کر بھواں کا ترے بانگین  
تصدق ہے فرہاد و مجنوں کی روح کہ لیلیٰ مثالی و شیریں سخن  
سدا تیری الحانِ داؤد ہے ادا ہے تری دشمنِ مرد و زن

کنہیا بمعہ گوپیوں دنگ ہے کہ ہر پل میں کرتا ہے سو سو برن  
نہیں دل وہ ہے جام عالم نما لگے جس کی چت بچ تیری لگن  
مرا سن کے شور و فغاں باغ میں ہوئیں بلبلاں درد سے نعرہ زن  
خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

ترا حسن ہے جان من انوری سورج کو لگے دیکھ کر تھر تھری  
پہاڑوں میں پھرتا ہے سر مارتا تری چال کو دیکھ کبک دری  
شب تار ہے تار تجھ زلف کا دو رخسارہ مہتاب و لب پھلجوی  
سلیمان کو چھوڑ ہے حلقہ زن ترا نام لے لے کے انگشتی  
مرا مو بہ مو دل پریشاں ہوا تری زلف کی دیکھ کر اتھری  
ترے رشک سے آج فردوس میں جلے ہیں گے غلمان و حور و پری  
رکھے جامہ برق پر صد شرف نگہ کی تری جان جولان گری  
جلاؤں ابھی ایک عالم کے تیں بجائوں اگر آہ کی بانسری  
تجھے مہرباں اپنا جانے تھا میں نہ کی تو نے ظالم کبھو دلبری  
ترا نام مشہور ہے فیض بخش نظر کر کے کر کمترین پروری  
خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

دکھا اپنے ابروئے خم دار کو کہ میں دوست رکھتا ہوں تروار کو  
تجلی ترے حسن کی کیا کہوں نہیں ہے یہاں جائے تکرار کو  
غزالاں گئے چوڑی اپنی بھول نظر کر تری چشم بیمار کو  
پڑیں بیچ و بل بیچ یک پیچہ بند سچے سر پہ جب مہینہ بلددار کو  
جو پہنچے تری زلف کی بوی کو کہاں بار ہے مشک تاتار کو  
یہ دیکھ اس کے کاکل کو اے شیخ شہر کبھو دیوے تکلیف زنار کو  
پھنسا ہوں میں اس زلف کی بیچ میں الہی چھڑا مجھ گرفتار کو

نہ دیکھے تجھے جب تلک جانِ من تسلی نہیں چشمِ خوں بار کو  
نصیبوں سے میرے ملے وہ کبھو کہوں دردِ دل اس دل آزار کو  
ہے خدمت میں تیری یہی التماس دکھا مہر سے اپنے دیدار کو  
خبر لے کہ مشتاقِ دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

یہی درد میرا ہے شام و سحر کہ تو ہو کبھو مہرباں مجھ اوپر  
ہر اک ذرہ ہو ثانیِ آفتاب اگر مہر سے تو کرے یک نظر  
ترے عارضِ درخ سے ہر رات دن خجل ہو کے چھپتے ہیں شمس و قمر  
ترے کیوں نہ قربان ہوں مے پرست نگہ میں تری دیکھ مے کا اثر  
ہوا منفعل ہاتھ لے مو قلم نہ پائی مصور نے تیری کمر  
گرہ دل میں رکھتا ہے اپنے صنم لبوں سے ترے رشک کھائیشکر  
پڑا چیں میں چینِ ابرو کا شور بھلائی سمندر نے اپنی لہر  
نہ ہوتی مجھے دردِ سر زندگی تو اے صندلی رنگ ہوتا اگر  
میں کیا عشق کی میہمانی کروں مرے تو نہیں آہ اندر اثر  
نہیں رحم کرتا تجھے کیا ہوا مرا حال سن کر تو اے بے خبر

خبر لے کہ مشتاقِ دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

ترے ابروؤں کی جو دیکھی کماں ہوا ماہِ نو سہم سے ناتواں  
ترے چشم کی دیکھ گردشِ صنم صبح و شام گردش میں ہے آسماں  
اطاعت میں ہیں خورویانِ ہند کہ اورنگِ زمینی و شاہِ جہاں  
ترا غمزہ خوں ریز جلاد ہے جسے دیکھ رستم کہے الاماں  
اڑا رنگِ حسرت سے یاقوت کا لباًں پر ترے دیکھ کر رنگِ پاں  
صنم بات دل کے نہاں مت رکھو کہ مجھ سا نہ پاؤ گے تم رازِ داں

جدا مجھ سے ہوتے نہیں ایک دم جدائی سے تیری یہ آہ و فغاں  
ہوئی عمر بیٹھے ترستے ہیں ہم کبھو تو ادھر آؤ اے مہرباں  
بھولے عشق لیلیٰ کا مجنوں اگر نے گر مرے حال کی داستاں  
نے گا تو کب اے تغافل شعار ارے رہ گئی کہتے کہتے زباں  
خبر لے کہ مشاق دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

تجھے دیکھ کر باغ میں خوش خرام ہوئے سرو شمشاد آکر غلام  
نظر گر کرے گوشہ چشم سے کرے سر کو نہوڑا کے زگس سلام  
گلابی ترے چشم کی دھوم سے کہ تس پر سدا چرخ کھاتا ہے جام  
کیا صید اب مائی دل کے تیں دکھا راج بنی نے گیسو کا دام  
نہیں ہے صنم تادم زندگی ترے لب کے طالب کو مصری سے کام  
کوئی تجھ تلک راہ پاتا نہیں ترے در پر ہے اس قدر اڑدہام  
جہاں میں نہیں خواہش سے مجھے تصور تری چشم کا ہے مدام  
ترے غم میں اے عیش و آرام جاں ہوئی مجھ اوپر زندگانی حرام  
کبھو تو مجھے پیار سے بات پوچھ کہ امرت ہے مجھ حق میں تیرا کلام  
مجھے تجھ سے کچھ اور مطلب نہیں یہی عرض کرتا ہوں ہر صبح و شام

خبر لے کہ مشاق دیدار ہوں

تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں

جدا ہم سے کیوں ہو گیا بے وفا کبھو تو ہمارا بھی تھا آشنا  
میاں یاد ہیں تجھ کو وہ رات دن جو ہوتا نہ تھا ہم سے یک دم جدا  
رقیبوں کی صحبت سے تو ان دنوں لگا راست بازوں سے کرنے دعا  
جفا و ستم اس قدر بے سبب یہ کس دین و مذہب میں ہے گا روا

تری خود نمائی میں تقصیر کیا تجھے آرسی نے کیا خود نما  
چھپاؤ کہیں اپنی زلفوں کے تئیں مرے من کے ڈسنے کو ہے اڑدہا  
مجھے ناتوانی کا کچھ غم نہیں سدا آہ کا ہر قدم ہے عصا  
دکھا چہرہ اپنا کہ مشتاق ہیں تری دید کے آج شاہ و گدا  
کسی وجہ تجھ لب سے ہوں کامیاب مرے دل کا ہے گا یہی مدعا  
ترے غم سے حاتم ہوا جاں بلب نہ کر دیرِ ظالم شتابی سے آ  
خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں  
تیری یک نگہ کا طلب گار ہوں



## ساقی نامہ

از دیوان قدیم۔ بحر متقارب مقصور

سن اے ساقی آفتاب جہاں	سن اے قبلہ و کعبہ مے کشاں
سن اے چارہ خلق و تدبیر خلق	سن اے ہادی و مرشد و پیر خلق
سن اے ابر رحمت سن اے نو بہار	سن اے موسم گل سن اے گل عذار
سن اے قایم بارگاہ قدیم	سن اے قول کے صادق و مستقیم
سن اے راست گوراست جو راست باز	سن اے حاکم ملک و عالم نواز
سن اے ساقی رازق و نان بخش	سن اے جان و زر بخش و ایمان بخش
سن اے ساقی پاک پروردگار	محمدؐ ہے مے کا تری جام دار
کہ جس جام میں ہے مئے سردی	محمدؐ نے پی جب ہو آیا نبی
نبی کون سا خاتم المرسلین	ہے دریائے وحدت کا کشتی نشین
علیؑ جس کا ہر وقت میں یار ہے	علیؑ جس کے ساغر کا مے خوار ہے
علیؑ و ولی پیر ہر مے پرست	وصی نبی جام کوثر بدست
کہوں ہوں میں ساقی کوثر کے تئیں	دو عالم کے ہادی و رہبر کے تئیں
کہ اے ساقی کوثر و جام نجش	ہمارے نگلیں نجش وے نام نجش
مجھے میکشوں بچ نامی کرو	مری بزم کو بزم جامی کرو
ترے آب کوثر کا پیاسا ہوں میں	تری مے کے رکھنے کا کاسہ ہوں میں
پلا مجھ کو اپنی محبت کی مے	کرم سے دوسہ جام دے پے بہ پے
کہ پھر مجھ کو پینے کی حاجت نہ ہو	کسو غیر سے پھر سماجت نہ ہو
کہ ہو جس کے پینے سے دل کو نجات	ہر ایک بوند ہو تنگ آب حیات
جو صبح قیامت نہ کھینچوں خمار	خجالت سے اس دن نہ ہوں شرمسار
تو جوں خضر ہو رہنمائی کروں	خودی چھوڑ دوں اور خدائی کروں

عجب جام ہے اور عجب دست ہے  
جو وہ مست آکر گرے خاک پر  
یہی دورِ افلاک کا بھید ہے  
جہاں ساقی و شیشہ و جام ہے  
عجب خاصیت ہے مئے ناب میں  
ہووے خشک جوں ریت دریا کا آب  
ہے اس بزم کی اس قدر تند مے  
یہاں بے خبر اب نہ لے نامِ عمر  
صرافیِ نمطِ سرِ نوا کر کہو  
اگر شیشہٴ دل یہاں ڈھل پڑے  
صرافی یہاں ہم بنایا ہے دل  
گلابی یہاں خوشہٴ تاک ہے  
یہاں کا فلک اور زمین اور ہے  
یہاں جام ہر جام ہے آفتاب  
یہاں کب کو پاس آتی ہے عقل  
یہاں رات دن عقل سے جنگ ہے  
یہاں دیکھ خونِ جگر ہے شراب  
مری میکشی کا جو دیکھا کمال  
نہیں محتسب کا ہے اندیشہ آج  
ارے میکشو آؤ مستی کریں  
نہ آ اس طرف زاہد بے وضو  
اڑاویں ابھی دخترِ رز کے تیں  
تجھے آؤ نا اس طرف خوب نہیں

جو کوئی پئے سو بڑا مست ہے  
قیامت پڑے ہفتِ افلاک پر  
کہ جس ہاتھ ہے جامِ جمشید ہے  
جہاں ہے جہاں ساتھ کیا کام ہے  
پڑے جس کا قطرا اگر آب میں  
ہووے آب میں جل کے مانی کباب  
پئے سٹو کہے، جل گئے، جل گئے  
لبالب ہوا ہے ترا جامِ عمر  
پیالے کی مانند سرکش نہ ہو  
اٹھے پھر کے تب اس میں جب مل پڑے  
پیالہ یہاں ہم نے پایا ہے دل  
پیالہ یہاں چشمِ نمناک ہے  
یہاں ہر گھڑی اور ہی دور ہے  
بطِ مے ہوئی جس سے جل کر کباب  
یہاں جوں فلک چرخ کھاتی ہے عقل  
یہاں عقل کے نام سے ننگ ہے  
یہاں ہے گزکِ لختِ دل کے کباب  
بن آیا ہے کشتی بلوریں ہلال  
کہ ہم پاس ہے دارو و شیشہ آج  
کبھو حق کبھو مے پرستی کریں  
کہ متان دکھاویں گے تجھ کو کدو  
چو پاویں کبھو دخترِ رز کے تیں  
تجھے بزمِ رندوں کا مرغوب نہیں



مرے پاس پیرِ خرابات ہے مجھے اس کی طاعت مناجات ہے  
مجھے تیری مسجد سے کیا کام ہے مجھے پیر کا کفر اسلام ہے  
نہیں آتی مجھ کو ریا کی نماز مجھے ہے گا دل ساتھ راز و نیاز  
مجھے جائے مسجد ہے محراب جام ہے گرنا و اٹھنا سجد و قیام  
وضو کا مرے آب ہے آبِ مل صراحی کی آواز ہے چار قُل  
ہے تسبیح اب دائہ تاک کی دعا آرزو ہے مئے پاک کی  
ہوا دل مرا خوابِ مستی میں گم مجھے بس ہے اب زیرِ سرخشت خم  
غلط ہے جہاں میں فلاطوں نہیں فلاطوں وہی ہے جو ہُو خم نشیں  
مرا روز و شب دیکھ خم خانہ ہے مرا کانسہ فقر پیمانہ ہے  
نہ جھانکو مرے تن کی محفل کے بیچ پری ہے چھپی شیشہ دل کے بیچ  
نہ پہنچے کبھو اس کے تئیں چشمِ بد کہ یہ شیشہ مضبوط ہے تا ابد  
بھری ہے گی اس بیچ وحدت کی مے ملا اس میں قطرا نہیں غیر شے  
اگر اس کا قطرہ پو تم کبھو بچاؤ ہر ایک بزم میں ہا و ہو  
اگر ظرف ہے تو کرو اس کو نوش دل و جاں سے ہو خادمِ مے فروش  
کہو مت کہ شیشہ میں دارو نہیں کہ اس درد کے بیچ دارو نہیں  
یہ دارو ہے سب درد و غم کی دوا اگر ہاتھ آوے تو پی اور پلا

کہ ہے شوقِ حاتم کو مے کا مدام

سدا جام سے کام ہے والسلام

## وصفِ قہوہ

وصفِ قہوہ حسب الارشاد نواب عمدۃ الملک ۱۱۴۹ھ  
دیوانِ قدیم، بحرِ ہزج مسدس مقصور

جہاں میں سرد مہری سے خزاں ہے	جو ہم سے گرم ہے تو قہوہ داں ہے
بجا ہے اس کی مجھ سے گرم جوشی	کہ جانے ہے مری پیانہ نوشی
جہاں دیکھو تہاں ہر آن قہوہ	ہے بزمِ عیش کا سامان قہوہ
قبولِ بارگاہِ بادشاہاں	شکوہِ دستِ صاحبِ دستگاہاں
ہے شاکی رات دن نیند اس ہاتھ	عداوت ہے اسے نسیان کے ساتھ
انہیں روح و جاں و راحتِ دل	جلیسِ بزم و رونقِ بخشِ محفل
برائے حرمتِ افزائے تواضع	تواضع اس کی ہے جائے تواضع
ہے نورِ دیدۂ مردمِ پیالہ	سوادِ سرمۂ چشمِ غزالہ
بجا ہے چھوڑ کر مسندِ نشینی	یہاں ہو قہوہ بر فغفور چینی
سبھوں کے ہاتھ مجلس میں پیالہ	چمن سا کھل رہا یک دست لالہ
مجھے اس آن گلِ لالہ کی دھن ہے	کہ پیالہ آب ہے اور داغ بن ہے
مرا اکِ مونسِ دل بن رہا ہے	سو اس کا بھی کلیجا بھن رہا ہے
وہ ملکِ عشق کا سلطان ہے گا	کہ سینہ چاک و دل بریان ہے گا
ہے سب رنگوں میں قہوہ کا عجب رنگ	گہے طاؤسی و گاہے ہے شبرنگ
بلوریس یوں لگے قہوہ سے اب جام	گلے ملتی ہے گویا صبح اور شام
مجھے ہر دن یہ چاروں جام بس ہیں	دو پیالہ صبح اور دو شام بس ہیں
بلوریس سات پیالے پیالہ داں میں	ہے جن کی روشنی ہفت آسماں میں

۱۔ مثنوی در تعریف قہوہ حسب الارشاد نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر۔ فی بحر ہزج مسدس مخدوف۔ مفاعیلین مفاعیلین فعولن لندن

۲۔ کراچی، لندن، علی گڑھ، رام پور، لکھنؤ میں تین اشعار زائد ہیں۔

۳۔ کبھی علی گڑھ

۴۔ لاہور میں یہ شعر نہیں ہے۔

مثالی عقد پروین ایک جا ہیں جو کہیے سب سے سیارے بجا ہیں  
بجا ہے اُس کی اہل بزم کو چاہ ہمیشہ گر نہ ہو تو گاہ بر گاہ  
کہ اس کو دل جلوں سے راہ ہے گی ہر اک صحبت کی کب پرواہ ہے گی  
نہیں ہوتا بجز اشرف کے یار رہے ہے صحبتِ پاچی سے بے زار  
جہاں میں زندگی حاتم دو دم ہے  
ادھر قہوہ ادھر حقہ کا دم ہے



## وصفِ تماکو وحقہ ۱۱۴۹ھ

حسبِ الحکم محمد شاہ بادشاہ معرفت جعفر علی خاں صادق

تماکو کو نہ جانوں کیا سبب ہے	ملا ہے گڑ سے اور کیوں گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سے	ملاوے گڑا سے پیارے کے لب سے
ملا گڑ تب گڑا کو نام پایا	سبھوں نے چاہ سے تب منہ لگایا
اگر ہے تلخ پر بیٹھا ہے گڑ سے	منھائی گڑ کی ہے گی اس میں دھر سے
کہے حقہ تماکو کیوں جلے ہے	کہ لنگا جل ترے پاؤں تلے ہے
اگن کو آب نے سے لے بجھاوے	وگرنہ باعثِ جلنا بتاوے
تماکو نے کہا حقے سے جل کر	یہ رمزِ عشق ہے سنیو سنبھل کر
اگن میں جان کر جو جی جلاوے	چمن میں عشق کے تب گل کھاوے
ہوا ہوں سوکھ کر میں خشک اور زرد	یہی صورت ہے میری دیکھ بے درد
کبھو رو رو کے میں ہوتا ہوں ترنم	کبھو میں جل بجھوں ہوں غم سے ہر دم
کبھو گویا کبھو خاموش ہوں میں	انگاریوں سے کبھو گل پوش ہوں میں
سر اوپر رات دن جلتا تو ہے	ازل سے مجھ کو جلنے کی ہوا ہے
قدم سے میرے محفل ہوئے باغ	چمن میں رشک سے لالہ کو ہے داغ
زباں پر سب کے میرا نام ہے گل	نمونہ دود کا میرے ہے سنبھل
کروں کیا وصف اپنے دودماں کا	ہر ایک بندہ ہے میرے خاندان کا

۱۔ 'وصفِ تماکو وحقہ حسبِ الحکم فردوس آرام گاہ محمد شاہ بادشاہ ۱۱۴۹ھ از دیوان قدیم معرفت جعفر علی خاں صادق۔ بحرِ مطور لاہور

مثنوی در تعریف تماکو وحقہ حسبِ الفرمایش جعفر علی خاں صادق ایساں حسبِ الحکم محمد شاہ بادشاہ (عمارت کرم خوردہ)۔ فی بحرِ ہرنج

مدرسِ محذوف۔ مفاعیلین مفاعیلین فاعلین، بلندن

۲۔ لالین، بلندن ۳۔ رمزِ عشق۔ علی گڑھ۔ سرِ عشق، بلندن۔ برہ کی بات، کراچی

۴۔ کبھو داغوں سے پر، بلندن ۵۔ ہمیشہ مراد پر جلتا تو ہے، بلندن

۶۔ جنم، بلندن

یہی احوال ہے ہر آن میرا کہ جب سے عشق ہے مہمان میرا  
مجھے تو یار کے لب سے ملا دے جلا دے پھونک دے یا پھر جلا دے  
مری صحبت سے آتش تاب نے ہے اگرچہ ناؤ اس کا آب نے ہے  
کہو فوارہ آتش بار اس کو بجز جلنے نہیں کچھ کار اس کو  
چلم گل آب نے ڈنڈی بہم ہے ہوئی نے نلدمن اس پر چلم ہے  
اگن میں پھول اور ڈنڈی ہے جل میں گل خورشید ہے شکل کنول میں  
کنول میں کوٹلا مثل بھنور ہے بھنور پر پنجرہ سر پوش زر ہے  
یہ کیا سر پوش کی تقصیر ہے گلے میں اس کے کیوں زنجیر ہے گی  
یہ چنبر رشک چرخ چنبری ہے کہ جس کی اوٹ میں آتش بھری ہے  
چلم کے جوہری خواہاں کھڑے ہے انگارے لعل کے جوں نگ جڑے ہیں  
تماکو کا سنا حق نے احوال ہوا یک بارگی نالاں و بے حال  
کہا نیچے سے تب سو آرزو ساتھ کہ ہے گا کام ہم سب کا ترے ہاتھ  
یہ سن دل نچ نچا پیچ کھا کر جبین پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر  
کہا پی سے کہ پی سب کی خبر رکھ ان اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ  
پیا ہو مہرباں حقہ بلایا کرم کر لے کے نیچا منہ لگایا  
لگا کر لب سے تب یک دم میں پی نے عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے  
لگی محبوب کی جس وقت مکھ نے دہاں شرمندہ ہو پانی ہوئی سے  
لگا مہنل تب حق حق پکارا گویا منصور آیا پھر دوبارا  
کبھو حق حق کبھو ہو ہو کہے ہے کبھو دم کھینچ کر چپ ہو رہے ہے

- ۱۔ یہ ہر آن ہے احوال میرا علی گڑھ ۲۔ جیسے علی گڑھ
- ۳۔ اُس لعل، لندن ۴۔ نہیں جلتے سوا کچھ کا اس کو، لندن
- ۵۔ چلم گل اب نے ڈنڈی نمں ہے = ہوئی نے تل چلم اُپر نمں ہے، لندن
- ۶۔ سنا حق نے تماکو کا احوال، لندن۔ جگر کے خوں سے رو رو کر بھرنا، کراچی
- ۷۔ اُس نے، لندن ۸۔ لے کے، لندن
- ۹۔ ہونٹ سے، لندن ۱۰۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔

نہ حقے میں صدائے سرسری جان  
بجا یہ حقہ و نیچے میں لے ہے  
نہ نے پر سالوی برہان پوری بوجھ  
بڑا نیچوں میں نیچا پیچواں ہے  
بہار گلشن و رشکِ ارم ہے  
تس اوپر تم نہ بوجھو دنگی ہے  
کمند دستِ محبوباں ہے نیچا  
کھرولی پان کی بو سے رچا ہے  
نہیں حقہ مگر دکھنی پسر ہے  
جسے دیکھے سے دل خر سند ہے گا  
بجا ہے بزم ہو گر اس کا میدان  
صفِ عشاق میں آتش بسر ہے  
یہاں گلدستہ لانے کیا چلی ہے  
کرے ہے طعن اب حقہ فلک پر  
تری گردش کا ہے شکوہ ہر اک جا  
ہے الماس و گہر سے مجھ کو تزئین  
برائے خاطرِ معشوق طناز  
زمیں پر جا بجا کر لے نظارے  
اگر تارے نہ ہوتے آسماں میں  
اسے دن رات مہر و مہ جلا ہے  
نہیں انڈوی یہ زردوزوں کے گھر کی  
سحر خورشید کا گردا بنایا

کنہیا ہاتھ گویا بانسری جان  
جوں مطرب ہاتھ چھلے دار نے ہے  
یہ کالے پر تو کالی کینچری بوجھ  
کہ شب رو ہم سر زلفِ بتاں ہے  
سراپا تاک جوں پر پیچ و خم ہے  
اسیرِ رشتہ دل بستگی ہے  
جلیس و ہمدِ خواہاں ہے نیچا  
گلاب و مشک و عنبر میں بسا ہے  
کہ چیرا کو چکی کا سر اوپر ہے  
عجب معشوق کلفی بند ہے گا  
کہ ہتھ گوی ہے اور نے ہے چوگان  
دی نہیں اس کے سوراخ جگر ہے  
تماکو گل ہے اور ہتھ کلی ہے  
کہ میں ہوں خوب تر تجھ سے مدور  
مرے مشتاق ہیں اعلیٰ و ادنا  
بنا ہوں موتیوں سے عقدِ پروین  
کہ ہووے ایک دم وہ مجھ سے دم ساز  
جھڑیں ہیں فیض سے میرے ستارے  
سہانا کس طرح لگتا جہاں میں  
میرا بھی چاند سورج خوانچا ہے  
مرے پاؤں میں ہے خلخال زر کی  
ستارا صبح کا مجھ پاس لایا

۱۔ یہ جوں کالی پر کالی کینچری بوجھ، لندن  
۲۔ لندن میں یہ شعر نہیں ہے۔  
۳۔ جلوس، علی گڑھ  
۴۔ انیس، علی گڑھ

اسے حقے کا زیر انداز کچھ  
کہ جس کی جوت سے تاریک ہے ماہ  
گویا خورشید نکلا ہے زمیں پر  
ہے ہٹہ درد میں مونس سمجھوں کا  
دھواں طفلان کے حق میں دود ہے گا  
کھلے نہیں پیچ سے تب تک نہ کھولو  
وہی اس کے تئیں سلگاتا ہے  
جو کڑوا گھونٹ سا پی جائے اس کو  
کہ کیونکر ایک جا ہیں آگ و پانی  
تماشا ہے تماشا ہے تماشا  
ملیں ہیں بلکہ اس میں چار عنصر  
جمع ہیں خاک و باد و آب و آتش  
جلے ہے دم بدم سر تک قدم سے  
دل پر سوز و نالاں سینہ پر دود  
کینزک اس گھرانے کے ستے ہیں  
سدا ہے کام اسے ذکر جلی سے  
اسے خلوت ہے ہر دم انجمن میں  
کہ ہر دم جس کے تئیں پاسِ نفس ہے  
مدد ہم حیات ہم فرحت ذات  
ہے ہر یک محفل اندر اس کے تئیں راہ  
کیا ہے دخل جا کفر و دین میں  
طلب گار اس کے ہی ہندو مسلمان  
کبھو جوں برہمن زنار بردوش  
جہاں دیکھو تہاں سب کا مصاحب

کہ یہ میں پیش کش لایا ہوں لیچو  
بجا ہے گردا ہوانڈوی کے ہمراہ  
کرن اس گرد گردے کے سراسر  
ہے ہٹہ یار یارو دل جلوں کا  
سمجھوں کو اس کا پینا سود ہے گا  
نہ بولے آپ سے جب تک نہ بولو  
وہ جس کے پاس یک دم آوتا ہے  
مزا اس تلخ و ش کا آئے اس کو  
کسو نے اس کی کیفیت نہ جانی  
مخالف طبع اور باہم ہیں یک جا  
نہ ان دونوں سے وہ بولے ہے گڑگڑ  
تعق کی نگہ سے دیکھ دم کش  
ہوا ہے جب سے وہ پیدا عدم سے  
ہے از بس آگ میں جلنے کو موجود  
غلام اس کے تجرد میں جتے ہیں  
وہ فارغ ہے برہ سے اور بھلی سے  
وہ کامل ہے گا درویشی کے فن میں  
مجھے دن رات ایسا یار بس ہے  
ہے آمد رفت اس کے دم کی دن رات  
ہے سب کے مذہب و مشرب سے آگاہ  
جہاں میں اپنی وسعت مشربی سین  
وہ ہے گا آشنا دونوں سے یکساں  
بتاں سے ہے کبھو ہر دم ہم آغوش  
ہے شمع مجلس و مجلس کا صاحب

مطیع اہل معنی ہے سراپا      مثال جنک ہے خاموش و گویا  
 ہے عاشق سیرت و معشوق صورت      ملے ہے نیک و بد سے بے کدورت  
 سفر میں ہر قدم ہے یار سب کا      شبِ تنہائی میں غمخوار سب کا  
 قبولِ خاطرِ شاہ و گدا ہے      بہفتاد و دو ملت آشنا ہے  
 کرے ہے غسل وہ ہر دن مکرر      ہمیشہ سے رہے ہے تازہ و تر  
 مسیحا دم اگر کہیے بجا ہے      کہ ہر ایک مرض کو اُس سے شفا ہے  
 کوئی ھٹہ کوئی قلیاں کہے ہے      کوئی حکمت میں صحتِ جاں کہے ہے  
 ضیافت اس کی ہے اے صاحبِ ادراک      بقدر حوصلہ معجون و تریاک  
 کوئی پیوے کوئی سونگھے کوئی کھائے      جہاں دیکھو وہ ہے موجود سب جائے  
 کوئی چھوٹا جہاں میں اس سے کم ہے      تماکو گر نہیں ککڑ کا دم ہے  
 تماکو خوب سب میں بھلیسا ہے      وگرنہ اور تو کچھ کھیل سا ہے  
 جو ترنم ہے تو دخترِ پیچ ہے گا      بجز دونوں کے اور سب پیچ ہے گا  
 یہ ھٹہ لائقِ شاہاں بنا ہے      فقیر اب گزرگزی کا آشنا ہے  
 کہ ہونے سب کے تئیں سب جا میسر      کوئی ہو کیا غریب اور کیا تو گمر  
 تمام عالم میں حاتم ڈھونڈ آیا  
 پر ایسا دوسرا ہم نہ پایا

۱۔ پسند لندن      ۲۔ حکیم علی گڑھ  
 لندن میں شعر پر ختم ہوتا ہے۔ اختتام پر کوئی عبارت، نقل کرنے والے کا نام یا سنہ نقل وغیرہ کچھ نہیں دیا گیا۔ البتہ نسخہ لاہور میں اس جگہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے:

”تمام شدا اختصار دیوان مخاطب دیوان زادہ من تصنیف ظہور الدین حاتم مد اللہ ظلہ“  
 بتاریخ بست و یکم جمادی الاخر ۱۱۲۳ھ جلوس شاہ عالم بہادر مطابق ۱۱۹۵ھ کا تہ کترین شاگرداں میں جناب  
 ”مکنہ سنگہ فارغ غفر اللہ ذنوبہ و سرعوبہ“



## مثنوی بہاریہ مستمٰی بہ ”بزمِ عشرت“ از دیوانِ قدیم

حمد و توحید

۱۱۴۷ھ بحر ہزج مسدس مقصور

الہی کر دل ویراں کو آباد کہ تا قایم رہے یک عمر بنیاد  
دل تاریک میں بھر اس قدر نور کہ ہووے نور سے تا سینہ معمور  
زبان کو بخش اتنی قوتِ کام نہ ہو عاری ترا چپے سے یہ نام  
لے اپنے نام کو دل کا گلینہ جہاں کی بزم میں دے چشمِ پینا  
سناوے عشق کی نے سے اب آواز سدا تس شوق میں ہوں نغمہ پرداز  
پلا لبریز اب جامِ محبت کہ ہے گا نقشِ دل نامِ محبت  
نشہ اپنی محبت کا عطا کر اور آنکھوں سے نظارا آشنا کر  
نشہ میں اس قدر کر مست و سرشار رہے نہیں دین و دنیا سے سروکار  
نہ آوے غیر تجھ بن کچھ نظر میں در و دیوار میں کیا برگ و بر میں  
عطا کر علم اب سینہ بہ سینہ نہ کر تو مجھ کو محتاجِ سفینہ  
مرے آئینہ دل کو جلا دے دوئی کے دل سے تو پردے اٹھا دے  
دکھا دے نور اپنا آشکارا کہ آنکھیں کھول کر ماروں نظارا  
نہ کر مانندِ سنبلِ دل پریشاں نہ کر مانندِ زرگس دیدہ حیراں  
مہیا کر ہمارے دل کے مقصود کہ جاوے عبد کس کن غیر معبود  
تو ہے معبود ہے سب انس و جاں کا تو ہی مقصود ہے خورد و کلاں کا  
تو ہی مجروح کا ہے مرہمِ جاں تو آپ ہی درد ہے آپ ہی درماں  
جو تو لیلیٰ ہو میں دیوانہ ہو جاؤں جو تو ہو شمع میں پروانہ ہو جاؤں  
اگر تو ہو چمن میں سرو گلزار تو میں ہوں بندگی میں فاختہ وار

۱۔ ”مثنوی بہاریہ مستمٰی بہ بزمِ عشرت۔ در ۱۱۴۷ھ۔ بحر ہزج مسدس مقصور۔ از دیوانِ قدیم۔ حمد و توحید، لاہور

۲۔ لاہور میں یہ شعر مزید درج ہے۔

اگر ہووے گلستاں بچ تو گل      تو میں ہوں حلقہ زن مانند بلبل  
جدا ہووے اگر تو ہم سے یک دم      تو ہو جاوے ہمارا کام برہم  
کرے گا ہم سے تو کیا کیا مرے پر      کیو جو بدسو تیرے آسرے پر  
قیامت کو نہیں کچھ ہم کو حیلہ      محمدؐ کا ہمیں بس ہے وسیلہ  
ہوا ہے جان کر حاتم گنہگار      سنا ہے جب سے تیرا نام غفار  
خدا غفار ہے نک آؤ ساقی      شرابِ رحمتِ حق لاؤ ساقی  
کہ گزرا ماہِ رمضان آج ہے عید      رہ توحید میں تو چھوڑ تمہید

تمہید

شتابی آکے ساقی جام بھر دے      اٹھا دل سے حجاب اپنے کے پردے  
پیا پے بے تکلف ہو کے دے جام      رہے تیں مجھ کو تجھ کو غیر سے کام  
ہمارے حال پر ساقی نظر کر      دوائی کا سرستی سودا بدر کر  
نظر کر دیکھ کیا ابرو ہوا ہے      صدائے مور و کوئل جا بجا ہے  
نگہ کر دیکھ سبزے کا تماشا      زمرد رنگ ہے سب کوہ و صحرا  
چمن میں چل بنا گل کا پیالہ      کہ ہووے رشک سے پر داغ لالا  
پلا ہم کو لبالب ساغرِ مل      کہوں تا داستاں مانند بلبل  
اڑا کر فکرِ ہستی دل سے برباد      چمن میں شوق کے ہوں سرو آزاد  
نشے میں اس قدر کر مست و سرشار      کروں تا کوہ و صحرا سب چمن زار  
کہوں مستی میں تا افسانہ عیش      کروں مینائے دل میخانہ عیش  
اگر کچھ دل میں حاتم آرزو ہے      تو پیالا مانگ ساقی روبرو ہے  
اگر ہے تو ہمارا یار ساقی      نہ کر تو اس قدر تکرار ساقی  
ترے جو ہاتھ میں یہ جام ہے گا      شتابی دے کہ مجھ کو کام ہے گا

۱۔ نسخہ قدیم میں یہاں ایک اور شعر ہے : یہی عاصی کی سرن دم بدم ہے = کہ پیدا کرنے کی تجھ کوں شرم ہے

۲۔ حق علی گڑھ

۳۔ سر سے آ، لاہور

۴۔ نظر، لاہور

۵۔ یہ شعر علی گڑھ میں زائد ہے۔

## آغازِ سخن

نشے کا اب تو آیا ہے مجھے جوش  
ہوا مشکل ہے رہنا مجھ کو خاموش  
بیاں کرتا ہوں اب رنگیں حکایت  
رکھے ہے لطف بے حد و نہایت  
سے و ساقی و مطرب کا بیاں ہے  
گل و بلبل کی شرح داستاں ہے  
خن کے باغ کا ہو کر کے گل چیں  
کروں ہوں صفحہٴ نسریں کو مشکیں  
چمن کے بیچ زگس کو قلم کر  
رقم کرتا ہوں درقِ یاسمن پر  
ہر ایک سامع سے یہ رکھتا ہوں امید  
نگاہ لطف سے اس کو کرے دید  
خن یہ لائقِ ناداں نہیں ہے  
سمجھنا بات کا آساں نہیں ہے  
نہیں میں دیکھتا ہر یک میں یہ ہوش  
رکھے جو اس درِ معنی اوپر گوش  
مگر ہویں کسی کی گوش شنوا  
تو دیوے اس گھر کو کان میں جا  
خن حاتم کا مانندِ گھر ہے  
ہر یک مصرع گویا موتی کی لڑ ہے  
خن یہ قطرہٴ خونِ جگر ہے  
ہر اک کے اس سبب دل میں اثر ہے  
سن اے بادہ کشاں کی جان ساقی  
ہماری بات کو آ مان ساقی  
خدا کے واسطے پیالا پلا جا  
تماشا ہند کا مجھ کو دکھا جا

## وصفِ شاہجہان آباد دہلی

یکایک شوق میں آپ بول اٹھا جی  
کہ کہیے اولاً تعریفِ دہلی  
نہیں ہے شہرِ دہلی ہے گلستاں  
چمن سے جس کا خوشتر ہے بیاباں  
جدھر دیکھو تدر ہے ہر کوچہ و بازار  
ہوا ہے گلِ رھاں سے صحنِ گلزار  
ہر اک دوکان پہ چشمک باز و عیار  
کہ جن کی ہر نگہ پر سو خریدار  
ہر اک جا سبزہ رنگ و سرو دل جو  
ہر اک نازک میان و عنبریں مو  
ہر ایک کی چشمِ قاتل مستِ خونخوار  
ہر اک کے ابرواں باڑھیل تروار  
ہر اک کا خالی مشکیں دشمنِ دین  
ہر اک دل کو بلا ہے زلفِ پُرچین

ہر اک ناز و ادا میں فتنہ دہر  
ہر اک نادیدہ غم پروردہ ناز  
ہر اک گہ کافر و گاہے مسلمان  
ہر ایک کا حسن گندم گون ظالم  
سوادِ ہند کا جس کو مزا ہے  
گلوں کے کان میں کہتی ہے بلبل  
وہ بیشک وقت کا شاہ جہاں ہے  
رہے تا حشر قائم اس کی بنیاد  
اگر ساقی سے حاتم آشنا ہے  
دیارِ حسن کے سلطان ساقی  
پیالا دے کہ ہو کر مست جاؤں  
شہاں کی بزم اندر بار پاؤں

#### وصفِ بادشاہ

کہوں ہوں وصف اور مدحِ شہنشاہ  
شہِ عالی لقب دریائے ہمت  
شجاعِ دہر و شاہِ ہفت کشور  
لیا ہے سلطنت کو مارِ شمشیر  
جواں مرد و جواں طالع جواں بخت  
وہ بیشک آج شاہِ بحر و بر ہے  
مبارک اس کو تاج و تخت و خوبی  
نہ رکھ حاتم طمع شاہ و گدا سے  
توقع غیر سے خطرات ہے گا  
شریکِ مصلحت ہو آؤ ساقی  
محمدؐ شاہِ غازی آسمان جاہ  
مہِ روشن لقا خورشید طلعت  
کینے جن کے ہیں خاقان و قیصر  
پہنسا ہے جس کے ڈر سے گردہ شیر  
کہ دے ہے زیب جس کو تاج اور تخت  
جلو میں جس کے نصرت اور ظفر ہے  
سدا یہ سلطنتِ ہندوستان کی  
جو کچھ چاہے سو مانگا کر خدا سے  
کہ سب کا رزق اس کے ہات ہے گا  
شرابِ بے کدورت لاؤ ساقی

پیالا دے کہ ہے وقت ملاقات جمع یاراں کو کر کہنا ہے کچھ بات  
قسمیہ در جمع نمودن دوستاں

سنو یارو کہ آئی ہے بہار اب ہوا ہے کوہ و صحرا لالا زار اب  
ہر اک جا دشت میں پھولا ہے ٹیسو رقیبوں کا ہوا سن زرد اب رو  
غزالاں مست ہو پھرتے ہیں بن بن ہوئی ہے شوق میں بلبل دیوانی  
نہ ہو کیوں زعفران ہنس ہنس کے بے ہوش کہ آئی ہے بہار اب کیسری پوش  
نظر کر دشت میں پھولی ہے سروس ہر ایک لیلیٰ ہوئی ہے آج مجنوں  
ہوا دیوانہ دل آواز دف سے صدائے شوق سن چاروں طرف سے  
یکایک شوق نے دل کو پکارا کہ اے دل چیت اور کر لے نظارا  
اگر جا سنگ سے مارے گا سر تو نہیں پانے کا ایسا وقت پھر تو  
بلا لے دوستوں کو بھیج پیغام کہ پھر فرصت نہ دے گا چرخ خود کام  
لکھا تب پرزہ دل پر بہ صد ذوق چلا لے دوستوں کو قاصد شوق  
ہر اک کن شوق نے جا کر ادب سے دیا نامہ کہا پیغام سب سے  
لکھا نامے میں تھا کر خامہ آہ کہ دل جاتا ہے اے یاران دل خواہ  
یہ بزم عیش بے رونق ہے تم بن یہ دل آوارہ مطلق ہے تم بن  
ہمارا جان و تن تم سے جدا نہیں نہ آؤ گے تو میرے آشنا نہیں  
تمہیں ہے حسن محبوباں کی سوگند تمہیں ہے غزہ خواہاں کی سوگند  
تمہیں ہے رنگ و بوئے گل کی سوگند تمہیں ہے نالہ بلبل کی سوگند  
تمہیں مجھ عاشق مسکین کی سوگند تمہیں میرے دل غمگین کی سوگند  
تمہیں اس موسم گل کی قسم ہے بہار و ساقی و مل کی قسم ہے  
تمہیں اس وقت و اس دم کی قسم ہے تمہیں اس فرصت کم کی قسم ہے

لکھوں کیا کیا تمہیں احوال دل کا  
نہیں جاتی ہے دل کی بے قراری  
جو چاہو ہو ہماری زندگانی  
پڑھا یاراں نے خوش وقتی سے نامہ  
سموں کا دل ہوا جوں گل شگفتہ  
نظر کر سب نے آنکھوں سے لگایا  
جو کوئی جس خیال میں جس دھیان میں تھا  
اسی دم گھر سستی دیوانہ نکلا  
پلک کے مارتے ہی آن پہنچے  
گئے طالع ہمارے بھاگ آئے  
ہمارے مرشد آئے پیر آئے  
جو آئے دیکھتے مجھ طرف بولے  
کہ سینے باغ میں چل کر کے اب راگ  
کہ اس سے مصلحت بہتر نہیں ہے  
اب ہے گا وقت اے حاتم ہمارا  
جہاں کے باغ کے دربان ساقی  
پیا لا دے کہ نیک گلشن میں جاؤں

### وصفِ طیاریِ باغ

اڑ اے دل کے بھنور گل کو خبر کر  
گرہ غنچہ کے دل کی کھول دے تو  
یہ سن آ رقص میں بلبل پکاری  
کہوں ہوں تم سیتی اے غنچہ و گل  
کہ آئی ہے بہار اے گل نظر کر  
یہ مژدہ بلبلوں کو بول دے تو  
کہ میں ہوں آج گلشن میں ہزاری  
کہ آتے ہیں چمن میں مقصد کل  
وہ کیا شمشاد و کیا سرو و سمن کو  
کریں گے آن نہال اہل چمن کو

صد بلبل کی سن کے جا بجا سے  
ہوئی بادِ صبا فراشِ گلشن  
کیا مل جھاڑ کر سب صحنِ محبوب  
ہوا جب صاف تب سقا ہوا ابر  
لگے سب باغباں تیار کرنے  
کرے ہے جعفری رنگیں ادائی  
پیالے ارگجے کے لے کے زرگس  
گلِ مخمل کیا جب فرشِ مخمل  
گلِ مہندی سے کر کر آشنائی  
گئے دل تنگی اپنی بھول غنچے  
گلاں صحنِ چمن میں باندھ کر صف  
کلاہِ مخملی کو غنچہِ باغ  
دورستہ سرو ہیں استادہ دلشاد  
چنبیلی کیتکی رائیل ہر یک  
دو رنگی چھوڑ اپنی بلبلوں سنگ  
نہ ہو صد برگ ہنس ہنس کیوں دوانی  
سبھوں میں آج لالہ سرخ رو ہے  
گل اورنگ زیب ہر چمن ہے  
اگر دیکھے کوئی سوئے بنفشہ  
چمن سے آج آتی ہے عجب بو  
خوشی سے پھول کر بولا ہزارا  
کرے جو کوئی کہ نافرمانی گل  
چمن میں بسکہ داؤدی کا ہے جوش

لگے سب کام میں اپنی ادا سے  
اڑایا برگ برگ ہر جا سے صد من  
بنا کر دم سے طاؤسوں نے جاروب  
لگا چھڑکاؤ کرنے جا بجا ابر  
خیابانِ چمن گزار کرنے  
زمینِ سیمیں کو کرتی ہے طلائی  
کھڑی ہے منتظر کھو نیند از بس  
ہے زرگس خواب کے غلبہ سے بیکل  
کیے سب بلبلوں نے کفِ حنائی  
خوشی سے ہو گئے جوں پھول غنچے  
کھڑے مانندِ ساقی جامِ برکف  
پہن سر پر ہوئے جوں طفلِ قلماغ  
ہوئے ہیں طوق سے قمری کے آزاد  
لیے خوشبو کھڑے ہیں جوں کینزک  
گلِ رعنا ہوا اس آن یک رنگ  
پہن بیٹھی ہے کپڑے زعفرانی  
کہ پیالا آب اور غنچہ سبو ہے  
کہ تختِ باغ میں اس کا وطن ہے  
آوے مڑگاں ستی بوئے بنفشہ  
معطر ہے دیکھو ہر روز شبو  
کہ نافرماں کا کھینچو پوست سارا  
اسے باندھوں بنا زنجیر سنبل  
کہ جس کی بو سے بلبل کا گیا ہوش

کرے ہے صرف عباسی زرِ خویش  
چمن گل پوش ہے اس دم سراسر  
ہوئی ہے دیکھ کر یہ رنگ گلشن  
نہیں رہتی ہے چپکی آج ایک پل  
سنا ہم آج یہ تازہ شگوفہ  
چمن میں جوں دلہن بیٹھی ہے بن بن  
گویا صحن چمن مشک آفریں ہے  
چمن میں نہیں خوشی سے آج گل اب  
چمن میں کیوں نہ ہو گرمی ہر ایک جا  
نہ ہوویں کیوں کہ گل مستی سے بے ہوش  
گلوں پر دیکھ کر گرمی شتابی  
ہوئے کانِ جواہر سب گلستاں  
ہوا اس وقت بحرِ زرِ زمانہ  
یکایک باغباں سن کر خبر کو  
نہ رکھ حاتمِ نظر تو اشرفی پر  
نہ کر اب میکشوں سے تنگ ساقی  
تغافل مت کرے پیالہ پلا لے

کیا تھا جمع اس نے جو کم و بیش  
بجا ہے اس کے ہو گل طرہ سر پر  
زباں سوسن کی خوش وقتی سے الکن  
چمن میں جا بجا کہکے ہے کوئل  
کہ بلبل گل سے مانگے ہے علوفہ  
ہوئی ہے آج کل پیاری سہاگن  
کہ جس کی بو سے ہر گل عنبریں ہے  
کھلا ہے شوق سے گل کا کنول اب  
ہوا خورشید گل دوپہریے کا  
ہوا انگور کا سایہ چمن پوش  
گل سورج مکھی ہوئے آفتابی  
درِ شبنم ہوئے لعلِ بدخشاں  
کہ فوارے ہوئے صاحبِ خزانہ  
چلے گل اشرفی لے کر نذر کو  
تو اپنا جان کر قربان پی پر  
لیا در پر مئے گل رنگ ساقی  
چمن تیار ہے سب کو بلا لے

### رفتن بہ باغ و سخن بہ محاسب

چلو یارو ہوا ہے باغ تیار  
نشے پنے کا سب اقرار کر لو  
سبھوں نے زر سے اس دن دل اٹھایا  
جہاں کے ڈھونڈھ کر پیارے طوائف  
کہ جن کے دیکھتے ایمان کانپے  
تو ان کو بو الہوس کچھ اور مت جان

فراغت سے کرو اب سیرِ گلزار  
سر انجام چمن تیار کر لو  
جو کچھ رکھتے تھے اس دم سب لٹایا  
بلائے یاد کر سارے طوائف  
مگر ان کے سنی شیطان کانپے  
یہ دل کے چور ہیں سب جان پہچان



نخن میں ان کے جادو کا اثر ہے  
جو چاہیں بات کہتے سب چھٹا لیں  
چھپی سینوں میں سب کی جان لے جائیں  
نہ پھنسیو بے طرح ہے دام ان کا  
بھلا دل سے خیال کعبہ و دیر  
پھر ایسی آن ہاتھ آتی نہیں ہے  
کئی ہیں سبز و زرد و آسمانی  
کئی ابرک کے تودے اور گلاں کے  
کہ جس کی بو نہیں مستی سے خالی  
گلاب و رنگ کے شیشوں کو پر کر  
گل و پان و سپاری سے بھری سب  
دلوں میں محتسب سے باندھ کر بیر  
بناتے سج چڑھاتے آستینے  
کوئی بن بن کے اپنی سج دکھاتا  
کوئی پیالے اوڑاتا مست و بے باک  
کوئی پردے اٹھا جڑتا نظارے  
سب اپنے کام میں ہشیار و بدست  
فنون عاشقی میں ہر اک استاد  
کہ نکلا محتسب کوچے سے ناگاہ  
پکھاوج تال بھڑوے چھوڑ بھاگے  
ازل سے عشق کے ماروں اوپر چوٹ  
میں لکارا کہ نک تا خیر کیجیے  
کہ درد ہے آشنا کا آشنا کو

سبھوں کا مال و جاں ان کی نظر ہے  
نگہ میں دل کو عاشق کی لگا لیں  
پلک کے مارتے ایمان لے جائیں  
نہ لے حاتم زباں پر نام ان کا  
تو کر ابرک گلال اورنگ کی سیر  
کہ یہ وقتِ مسلمانی نہیں ہے  
کئی تودے گلال ارغوانی  
کئی تودے غیر اور زعفران کے  
کئی تنکیں شراب پر تگالی  
حباب و قفقوس سے خوان بھر بھر  
چنگیر و پان دان و چوکھری سب  
چلے سب جمع کر کر باغ کی سیر  
سوار ہونے لگے سب جام پینے  
کوئی بازو اوپر سمرن چڑھاتا  
کوئی تازی کداتا چست و چالاک  
کوئی تھ پاس آ کر کرتا اشارے  
ملائیں ہر قدم پر دست سے دست  
چلے جاتے تھے سب خوش وقت و دل شاد  
کئی تھی اس طرح سے آدھی اک راہ  
یکا یک آ گیا آنکھوں کے آگے  
گئے سب آ پڑی یاروں اوپر چوٹ  
پکارے یار کیا تدبیر کیجیے  
ڈرو مت ٹال دیتا ہوں بلا کو

کہا ہم محتسب کے پاس جا کر  
کہ ہے گر تجھ کو لڑنے کا ارادہ  
وگر دل میں ترے مطلوب ہے صلح  
اگر تجھ کو شریعت پر نظر ہے  
قلوب المومنین عرشِ خدا ہے  
مرا دل توڑنا تجھ کو بجائے نہیں  
کہ یہ دل منزلِ مقصود ہے گا  
سمحوں کے دل کی گرنے پر نظر کر  
ہمارے بات سے اک جام پی جا  
یہ باتیں سن کے میرے پاس آیا  
بچایا دستِ بد اور چشمِ بد سے  
ادھر بھی دیکھ اے گل پوش ساقی  
پیالہ دے کہ سب امن و اماں ہے  
رسیدن بہ باغ و مناظرہ گل و گل رنگ

نہ تھی جب تک کسو کی جان تن میں  
لگے سب ہر طرف گل گشت کرنے  
اُدھر نرگس کھڑی دیدے دکھاوے  
اُدھر ظالم بناویں اپنے کا کل  
اُدھر سے ہر کلی مہندی لگاوے  
بنفشہ اس طرف مستی دکھاوے  
اُدھر قد کو دکھاوے سرو آزاد  
دکھاوے گل اُدھر رخسار اپنا  
جئے پھر سب کہ جب پہنچے چمن میں  
چمن سے پھول لالا سر پہ دھرنے  
اُدھر نرگس نین انکھیاں لڑاوے  
اُدھر بل پیچ کھاوے دل میں سنبل  
اُدھر سے ہر پری فندق دکھاوے  
اُدھر ہر غنچہ لب پڑی جماوے  
اُدھر چل چل بناویں چھب پری زاد  
اُدھر کو منہ پھراوے یار اپنا

اُدھر گل پھول رنگ و بو دکھائیں      اُدھر غنچہ دہن ہنس رو دکھائیں  
اُدھر بلبل کہے اپنی کہانی      اُدھر ہے داستانِ عاشقانی  
اُدھر بلبل کرے ہے آہ و نالا      اُدھر عشاق پیتے ہیں پیالا  
اُدھر سے فاختہ بولے ہے کوکو      اُدھر مستان کریں ہیں ہاؤ اور ہو  
اُدھر قمری دکھاوے طوقِ گردن      اُدھر عاشق کا چاک ہے جیب و دامن  
اُدھر کالی گھٹائیں جھوم آئیں      اُدھر عاشق نے آنکھیں رو دکھائیں  
اُدھر لالا کا گل پیالا بناوے      اُدھر مجھ کو پیا پیالا پلاوے  
گل و گل رنگ میں بحثِ ادا ہے      چمن میں آج کافر ماجرا ہے  
اُدھر گل میں اُدھر محبوب میں دل      چمن آئینہ عیش و طرب ہے  
چمن آئینہ عیش و طرب ہے      بھرا ہے کثرتِ خواہاں سے محفل  
بھرا ہے کثرتِ خواہاں سے محفل      نہ ہو کیوں نقشِ صورت ہر پری کا  
نہ ہو کیوں نقشِ صورت ہر پری کا      سکندر طالعی سے ہم نے پل میں  
سکندر طالعی سے ہم نے پل میں      بغل ہے یار کی بو سے معطر  
بغل ہے یار کی بو سے معطر      شرابِ شوق کے مخمور ساقی  
شرابِ شوق کے مخمور ساقی      پلا دے جامِ تا آوازِ سینے  
پلا دے جامِ تا آوازِ سینے

### وصفِ بزم و نغمہ و آہنگ

ادب سے مطربان سر کو نوا کر      بیٹھے صفِ باندھ با قانون آ کر  
لگے بجنے ہر اک سو شادیانے      ہوئے آغازِ تزلانے ترانے  
طنبورے نے لگا کر گوش سے گوش      ہوا رنگیں خیالاں ساتھ ہم دوش  
انا الحق بولنے لگا ہے ہر تار      لگا منصور جوں کہنے کو اسرار  
ہوا جب بزم میں آوازِ ہیں کا      گیا غمِ دل سے سب دنیا و دیں کا  
بجے گر اس میں بینائی سے سارنگ      نہ ہو کیوں ایسی مجلس میں سدا رنگ  
سنے جو آن کر یک دم ستارہ      نصیب اس کے میں ہو عمرِ دوبارہ

ارے دل سوئے سارنگی نظر کر  
گلا سامع کا کس خاطر نشاں سے  
نہ جانو تم برائے مصلحت ہے  
دیکھو اب جل ترنگ کی خویش بینی  
جلاوے ہے صدا سے جی ربابی  
دہل کا کیوں نہ ہووے گرم بازار  
ہمیشہ سے مری دمساز نے ہے  
لگا جب بولنے دف کھول لب کو  
سمحوں کی جان دف کے دائرے میں  
کسو سے گھٹ نہیں گر چنگ و مہ چنگ  
دیکھو اس لحن داؤدی کا اب جوش  
لگا بے ہوش ہونے سن کے ساقی  
حسینی نغمہ صاحب دلاں ہے  
نہ ہو آئینہ ساں کیوں حال سب کا  
سنے جو کوئی صدائے بربط و نے  
لگی ہر سو صدائے ساز آنے  
کلاؤنت زادے اب دیتے نہیں چین  
کہ ٹک سے تان میں جی تان لے جائیں  
یہاں ڈھاڑی بچے سب اچلے ہیں  
خیالوں نے کیا ہے ان کے سن مجھ  
کریں ہیں دل کے تیں ٹکرے کلاؤنت  
ہوئی سب سن کے مجلس دنگ سارنگ  
گھٹا سا آج چھایا ہے ملار اب  
کسو کو نہیں ہے سننے کی سکت آج

کماں داراں ابرو کو خبر کر  
بجائے تیغ کاٹے ہے کماں سے  
سدا سے ہاں یہی ڈھولک کی گت ہے  
لگا سازوں کی کرنے نکتہ چینی  
دلوں کو بھون ہو بیٹھا کبابی  
کہ ہر آواز پر سو سو خریدار  
کہ عالم میں بلند آواز نے ہے  
کیا خاموش لب مجلس میں سب کو  
ہے سرگردان دف کے دائرے میں  
کیا پر سب کے تیں مردنگ نے دنگ  
سلیمان کو ہوا ہدہد فراموش  
لگا بجنے کو جب ساز عراقی  
مرادل اس کے پردے میں نہاں ہے  
کہ ہے گا جوش میں ساز اب حلب کا  
پوچھے بے ہوش ہو کاؤس تھا کے  
ہر ایک پردے سنی آواز آنے  
کہ ہے ہر ایک ان کی تان میں سین  
اگر چاہیں تو سب کی جان لے جائیں  
کسب کے بچ اپنے من چلے ہیں  
رہے ہے رات دن جنگے کی دھن مجھ  
ہیں اپنے کام میں سب سو رو ساؤنت  
قیامت کر رہی ہے رنگ سارنگ  
سبھی ہنڈول سن جھولیں ہیں یار اب!  
رکھی ہے راگ کی دھرپت نے پت آج

اگر گانا تو او گھٹ بدیا ہے  
کوئی سم کی جگہ گردن ہلاوے  
یہاں اب عقل کا جانا بجا ہے  
گوئیے سب مزے میں بولتے ہیں  
سب اپنے قول کے پورے ہیں قوال  
جدھر دیکھو تدھر سے واہ وا ہے  
ہماری بات کو حاتم تو دھر کان  
نہیں جز ڈوبنے یاں کام جی کا  
کروں قربان تجھ پر جان ساقی  
پیالا دے کہ ہے گا شوق جی کا  
تک ظرفی نہ کر پیالے کو بھر دے

پہ رکھنا تال و سرنٹ بدیا ہے  
کوئی سن چوٹ کی جا سر بجا دے  
کہ مطرب ہوش کا دشمن ہوا ہے  
گرہ مجلس کے دل کی کھولتے ہیں  
کہ وہ آئے تو مجلس میں ہوا حال  
یہاں صوفی کو جی دینا بجا ہے  
سمجھنا راگ کا آسان مت جان  
اتھاہ ہے بحر علم موسیقی کا  
تری ہر آن پر ہر آن ساقی  
تماشا دیکھئے اب روشنی کا  
شروع اس وقت میں ہولی کو کر دے

### وصفِ ہولی

مہیا سب ہے اب اسبابِ ہولی  
ادھر یار اور ادھر خوباں صفِ آرا  
چمن میں دھوم و غل چاروں طرف ہے  
ادھر عاشق ادھر معشوق کی صف  
گلالِ ابرک سے سب بھر بھر کے جھولی  
لگی پچکاریوں کی مار ہو نے  
کوئی ہے سانوری کوئی ہے گوری  
کوئی ہے سبزہ رنگ و گندی رنگ  
کوئی ہے صندلی کوئی ہے گلفام  
کوئی میدا سی نرم اور گدگدی گات  
کوئی ہے گی بلا کوئی ہے آفت

اٹھو یارو بھرو رنگوں سے جھولی  
تماشا ہے تماشا ہے تماشا  
ادھر ڈھولک ادھر آوازِ دف ہے  
نشہ میں مست ہر یک جامِ برکف  
پکارے یک بیک ہولی ہے ہولی  
ہر ایک سو رنگ کی بوچھاڑ ہونے  
کوئی چنپا برن عمروں میں تھوری  
کوئی سرخ و سفید و چاند سا انگ  
کسو کا رنگ جوں چھیلا ہو بادام  
کسو کی قبر ہے حرکات و سکنات  
کوئی خوش طبع کوئی پُر ظرافت

کوئی بات اور جگت میں شوخ اور گرم  
کوئی یاروں سے کرتی ہے اشارے  
کوئی آپس میں ہوتی ہے ہم آغوش  
کوئی لے رنگ پیکاری بھرے ہے  
کوئی کھولے پھرے ہے اپنی چھاتی  
کوئی آ آ لپٹتی ہے مرے ساتھ  
کوئی دامن جھٹک کر بھاگتی ہے  
کوئی کہتی ہے بابا چھوڑ دو جی  
نشے میں کوئی ادا دی پھرے ہے  
کوئی کنگھی و چوٹی میں ہنر مند  
کوئی پھولوں کی گیندے پھیلتی ہے  
کوئی اپنا کھڑی دامن نچوڑے  
کوئی کرتی ہے ہونٹوں میں تبسم  
کوئی اپنے نشہ میں رسی ہے  
کسو کی زرد پشواز اودھنی لال  
کھلے بالوں میں ہے ایرک کی افشاں  
کسو کے ہاتھ پھولوں کی چھڑی ہے  
کسو کے رنگ منہ پر جم رہا ہے  
کسو کی زور سے چولی چسی ہے  
ہر اک کی دیکھ کر منہ کی صفائی  
ہر اک کی زعفرانی دیکھ چولی  
دماغ گل رھاں سب پر عیاں ہے  
نشے میں یار بے خود جھومتے ہیں  
نگاہ چشمِ خوبانِ دلا رام

کوئی سکچاوتی آنکھوں میں ہے شرم  
کوئی چپکی کھڑی سب سے کنارے  
کوئی آنکھیں چرا پھرتی ہے رو پوش  
کوئی رنگیں لباس اپنا کرے ہے  
کوئی ہنسی پھرے ہے پان کھاتی  
چھڑاتی ہے کوئی مجھ ہات سے ہاتھ  
کوئی آ کر گلے سے لاگتی ہے  
کوئی مڑ مڑ کہے ہے کون ہو جی  
کوئی مستی سے مستوں پر گرے ہے  
کوئی ہے تنگ پشواز اور کھلے بند  
کوئی گیندوں کی چوٹیں سینکتی ہے  
کوئی آنکھیں لڑا کر منہ کو موڑے  
کوئی مارے خوشی کے آپ میں گم  
کوئی سر پاؤں تک پھولوں بسی ہے  
کسو کے کھل رہے ہیں منہ اوپر بال  
کہ جیسے رات کو تارے ہوں رخشاں  
کوئی اب شاخ گل پڑے کھڑی ہے  
کسو کے سر سے پاؤں تک بہا ہے  
کوئی جھٹکوں کے مارے ادھ سسی ہے  
گلوں کے پھر گئی منہ پر ہوائی  
قیامت دل پہ جو ہونی تھی ہولی  
گویا ہر ایک شاخ زعفران ہے  
بتاں کے منہ کو جھک جھک چومتے ہیں  
گزک ہے میکشوں کو جائے بادام

گزرک کی احتیاج اس وقت کب ہے کہ ہریک کی بغل میں پستہ لب ہے  
 کسو کو نقل کی پرواہ کیا ہے کہ اس جا نقل مجلس مسخرا ہے  
 کبابوں کی یہاں کس کو ہوس ہے کبابِ لختِ دل مستوں کو بس ہے  
 گلال و رنگ کی افراط سے یار ہوا روئے زمیں سارا چمن زار  
 ہوئی ایسی ہر ایک سو رنگ پاشی کہ مشکل ہوئی بتوں کو خود شناسی  
 کھنڈا ایسا گلال و ابرک و رنگ کہ دیکھے سے ہوئے عقلِ فلک دنگ  
 گلال ایسا اڑا از صبح تا شام ہوا رنگِ زمیں سارا شفقِ فام  
 پڑے ہیں ایسے ابرک ریزے سارے زمیں اوپر گویا نکلے ہیں تارے  
 تماشا سا تماشا ہو رہا ہے کہ ہراک ہاتھ سے جی دھو رہا ہے  
 غرض اب سب طرف ایسا سما ہے کہ دشمن آپ سے بھڑوا بنا ہے  
 صبح سے شام تک ایسی رہی دھوم ہوا نہیں رات تھی یا دن تھا معلوم  
 اے شمعِ بزمِ مے خواروں کے ساقی چراغِ مجلس یاروں کے ساقی  
 پلا ساغر کہ ہے گا شوقِ جی کا تماشا دیکھئے اب روشنی کا

### وصفِ روشنی

چمن میں روشنی کا ہے تماشا چراغاں کی طرح پھولا ہے لالا  
 یہ نافرماں نہیں گردِ خیاباں ہے سب چاروں طرف دودِ چراغاں  
 چراغاں خشک مغزی سے نہ ہوں گل بھرو ان بیچ لالا روغنِ گل  
 قطار ایسی چراغوں کی بنائی کتابوں پر ہو جوں جدولِ طلائی  
 قطار ان کو چراغوں کی نہ جانو ہیں سلکِ گوہرِ شب تاب مانو  
 لویں ان کے سروں پر یوں لگیں ہیں کہ جیسے طرہِ زریں دھریں ہیں  
 چمکتے ہیں گے انگاروں کی مانند گویا جگنو کیے ہیں باغ میں بند  
 جلے اس واسطے اس میں بتی ہے کہ ان کے بیچ تیل سرتی ہے  
 چمن میں روشنی کے روپ کو تاڑ بجائے جھاڑ صد شاخے ہوئے جھاڑ

یہاں روشن ہیں سب جا جھاڑ بوٹے  
ہے ہر یک نخل یوں کنولوں سے روشن  
لبِ تالاب ہے ایسی جھلا جھل  
چمک تالاب میں ہے اس طرح کی  
در و دیوار و بام و صحن گلشن  
ادھر سرو اور ادھر سرو چراغاں  
چراغوں کو چن میں جان کر گل  
ہوئی مہتاب کی یوں روشنائی  
چن میں چھوٹتے دیکھے ستارے  
چن میں ہے بہار رنگ آمیز  
ادھر ہر شاخ پھولوں کی چھڑی ہے  
اسی کا جاننے غالب ستارا  
نہ جانو شمع کا سوزِ زبانی  
نہ ہو جلنے سے کیوں پروانہ مایوس  
چن سے لے کے تا کہسار صحرا  
غرض ایسی ہوئی ہے روشنائی  
چراغ ہیں روغنِ مانی سے روشن  
کہ جس کے عکس سے ریگِ بیاباں  
ستاروں سے فلک جوں خوش نما ہے  
دھواں یوں روشنی کا چھا رہا ہے  
پسیہ جان کر دھوئیں کو بدلی  
پہیوں کی صدا سن مور و کول  
بجا ہے جب اس طرح کا ہووے ابر  
لگی ہے آگ سی یارو چن میں

بجا ہے فوج پروانے کی ٹوٹے  
گویا کالوں کے یہ لٹکائے ہیں من  
گویا باندھے ہیں مقیشی مسلسل  
کہ جیسے ابر میں کوندے ہے بجلی  
چراغوں سے ہوا ہے روز روشن  
بہارستان ہے اس دم گلستاں  
ہوئے ہے اس گھڑی پروانہ بلبل  
کہ سب کے پھر گئی منہ پر ہوائی  
فلک سے ہو گئے تارے کنارے  
شگوفہ کھل رہا ہے مثل گل ریز  
ادھر اس کے مقابل پھلجڑی ہے  
میسر جس کو ہو ایسا نظارا  
کہ اس کی چرب ہے روشن بیانی  
کہ اس دم شمع پر پردا ہے فانوس  
چراغاں سے ہوا گلزار صحرا  
کہ پردے عرش کے دیتے دکھائی  
لبِ دریا ہوا ہے صحن گلشن  
چمکتا ہے پڑا جیسے چراغاں  
سو عکس اس کے سے پانی میں سما ہے  
کہ سب کہتے ہیں کیا کالی گھٹا ہے  
پکارے مست ہو کر یک بار پی پی  
کریں ہیں شور جوں گرے ہے بادل  
تو کس عاشق کو تب ہو طاقتِ صبر  
بھاء ورنہ اب لگتی ہے بن میں



جہاں دیکھو تہاں سب روشنی ہے      یہاں کیسی پتنگوں کی بنی ہے  
میں ہیں شوق سے یوں آکے جل جل      کہ جن کی آگ سے بھڑکے ہے جنگل  
کوئی بھی ہے کہ یہ آتش بجھاوے      کہ مجنوں گھٹ کے اس میں جل نہ جاوے  
یہاں حاتم کو کب مجنوں کا غم ہے      کہ وہ جلنے میں کیا اب اس سے کم ہے  
خدا کے واسطے اس آن ساقی      بڑا ہوگا ترا احسان ساقی  
پلا ایسا نشہ اے شمعِ محفل      کہ پیتے جس کے آوے رقص میں دل  
وصفِ رقص

صرف نسخہ رام پور میں وصفِ رقص کے ذیلی عنوان کے بعد یہ عبارت درج ہے:

”کلیات فقیر کہ مع اثاث البیت در ہنگامہ شاہ درانی بغارت رفتہ و قطع اخیر ازیں  
مثنوی در مسودہ بنظر نیادہ۔ یکے مجلسِ رقص دویم خاتمہ کہ قریب یک صد بیت خواہد  
بود۔ اگر بعضے یاران کہ نقل اس نوشتہ بودند بدست می آید خواہد رسانید۔“ (۱۱۸۸ھ)

## فرہنگ

آسیا	:	چکی، آسمان
اتارو	:	پار کرو، مدد کرو، مشکل کشا ہو
اتارے	:	صدقہ، بری نظر سے حفاظت، صدقہ کرنا
اتھاہ	:	بے پناہ گہرائی، عمیق
اتیت	:	گوسائیں، رشی منی، فقیر، قدیم
اٹکھیل	:	چلبلا، شوخ، چنچل، چھیلا
اچپلا	:	بے چین، بے قرار
اچرج	:	اچنبھا، عجیب و غریب، انوکھا
ادامادی	:	سرشار، مست
ادھسکی	:	مدہوش، نشے میں دھت
ارگجی	:	کئی چیزوں کو ملا کر تیار کی گئی خوشبو
ارہ	:	آرا، لکڑی چیرنے کا اوزار
اگن	:	آگ، آتش، جلن
الکن	:	لکنت، ہکلا نا
انتر	:	اندر، دلی، راز، فرق
انکھری	:	آنکھ، چشم، بینائی
اوگھٹ	:	کٹھن، پریشان کن، مشکل
اوتا	:	نیچے، جھکتا ہوا (وزن میں)، گرتا ہوا

اونے	:	اس نے، انھوں نے
امیر	:	شیر فروش، گوالا، گھوسی، یادو، گائے بھینس پانے والا
ایتی	:	اتنی
اینڈنا	:	اکڑنا، اترانا، مست ہو کر لوٹنا
باٹ	:	ترازو، راستہ، پگڈنڈی، راہ
بازھیل تروار	:	دھاردار تلوار، کاٹ دار
بازگشتی	:	آواز کی گونج، آواز کی سمت تیر چلانا
باس	:	بو، مہک، خوشبو، بدبو
بال پن	:	لڑکپن، بچپن
باؤ	:	ہوا، باد
بابل بتانا	:	باتیں بنانا، کرنا
بتنگ	:	پریشان، عاجز، بیزار
بجل	:	اجازت، معافی، معذرت
بد بد	:	کڑھنا، بد بدانا، ناراض ہونا
بدیا	:	علم فن، شعور، جادو کا علم
برجا	:	ٹھیک، مناسب
برما	:	چھید کرنے کا اوزار
برن	:	ذات، جنس، بھیس، رنگ
برہ	:	دوری، جدائی، ہجر، غم
بستار	:	بہت پھیلا ہوا، مفصل، ملا ہوا، وسیع تر
بستہ لب	:	بند ہونٹ، چپکلی، خاموشی
بستہ مسکان	:	چھپی مسکراہٹ، زیر لب ہنسی
بکاؤل	:	باورچی، خاناماں، باورچی خانے کا داروغہ
بکر	:	کنواری، غیر شادی شدہ

بک	: چل، چال، خرام ناز
بنکیت	: تاجر، بنیا
بھورنگی	: مختلف رنگوں والا، رنگ برنگ
بوجھ	: سمجھ، غور و فکر
بھاگ	: بھنگ، نشہ آور
بھنڈ	: تباہ کر دینے والا، مٹا دینے والا
بیراگی	: فقیر، تارک دنیا
پت	: لاج، شرم، حیا
پتنگ	: پتنگا، پروانہ
پٹہ باز	: کھلاڑی، کمر باندھ کر کھیلنے والا
پٹیتی	: پٹے کے فن میں ماہر، رنچس
پریت	: پیار، محبت، انسیت
پلے	: ترازو کے دونوں بازو، پلڑے
پنڈا	: جسم، بدن
بھاگ	: ہولی، ہولی کھیلنا، خوش ہونا
چھاگن	: ہولی
پیکھنا	: بربادی، ہلاکت، کٹھ پتلی کا تماشا
چھبے	: سبجے، اچھا لگے
پھکڑی	: ہنسی مذاق، ٹھٹھا
پھینٹا	: چھوٹی پکڑی، لپٹی ہوئی
پی، پیو	: دوست، شوہر، محبوب، یہی خواہ
میر	: درد، تکلیف
تاپ	: بخار، گرمی، بخار، تپش
تروار	: تلوار، سیف

تل	:	ترازو، ایک برابر، ہم وزن
تلانا	:	ایک طرح کا رنگ
تلمیں	:	تلنا، تلا ہوا، بے چین
تنجیم	:	نجومی، انجم شناس
تنگ	:	تھوڑا، ذرا، قلیل
تنگ	:	چھوٹے منہ والی شراب کی لمبی بوتل
تنگ نبات	:	تنگ شکر، شکر کی جھولی
تھانے	:	جگہ
تیلیا	:	تیل والی، گہرے رنگ کی
ٹمک	:	ذرا، ایک لمحے کے لیے
ٹھور	:	ٹھکانہ، جائے رہائش
ٹیسو	:	ڈھاک کے زعفرانی رنگ کے پھول
چاپ	:	ورد، وظیفہ، مالا پھیرنا
چپنا	:	ورد کرنا، وظیفہ پڑھنا، عمل کرنا
جتا	:	جتنا، وزن
جتا دھاری	:	لمبے بالوں والے، درویش
جرم	:	قیمتی پتھر، شیشے کی شکن یا بال
جگ	:	دنیا، عالم، کائنات
جنا	:	فرد، مرد، بہمتی
جنگاہ	:	میدان جنگ
جنے	:	جن نے، جس نے، جنھوں نے
جوت	:	روشنی، چمک، کرن
جھانجھ	:	غصہ، تندہی، پاؤں کا زیور
جیب	:	زبان، دہن

چبلی	:	شوخی، بے سلیقہ
چپت بھنگی	:	بے حواس، نشے میں دھت
چتر	:	تاج، چھاتا
چترا	:	چالاک، ہوشیار
چتون	:	نظر، نگاہ
چرخ	:	آسمان، فلک، گردش، چکر
چرن	:	پاؤں، قدم
چشک	:	پیالہ، جام، لذت
چکارا	:	چھوٹا ہرن
چنگا	:	بھلا، اچھا، صاف ستھرا، صحت مند
چوکھری	:	پان مسالا
چھلے	:	چمک دمک، شان بان، روشن
چھب نختی	:	خوبصورتی، دل کشی
چھڑپاؤتا	:	جھاڑنا، جھڑوانا، پھنسانا
چیت جانا	:	ہوشیار ہونا، آگاہ ہونا
چیس مانی	:	ہار ماننا، شکست تسلیم کرنا
حذر	:	پرہیز، باز آنا، نفرت کرنا
حصیر	:	بوریا، چٹائی
حواشی	:	نوکر، ملازم، خادم
خالصے	:	سرکاری زمین، مالی گزاری کا شعبہ، حکومت کا تباہ ہونا
خاوند	:	شوہر، مالک، سرپرست
خجل	:	شرمندہ، نادوم، شرمسار
خدنگ	:	تیر، پیکان
داب	:	آداب، عادات، داہنا

داعیہ	:	خواہش، طلب، دعویٰ
دُر	:	گوہر، موتی
درپن	:	آئینہ، آرسی
درس	:	درشن، جلوہ، تجلی، ملاقات
درنگ	:	تاخیر، دیر، خلل
دوبھنتی	:	دورنگ کے
دود	:	دھواں
دوجا	:	دوسرا، کوئی اور
دونا	:	دوگنا، اضافہ
دہرا	:	دیوہرا، مندر، بت خانہ
دھمتر	:	اشردار، سرکش، زبردست
دھیور	:	مچھلی والا، کھار، سیاہ فام انسان
ڈکیت	:	لٹیرا، ڈاکو، رہزن
ڈگ	:	چال، فاصلہ، راستہ
ڈھاڑی	:	گوئیے، گانے والوں کا قبیلہ
ڈہلیت	:	ڈھال، ڈھال رکھنے والا، ڈھالنے والا
راس	:	سیدھا، مناسب، موزوں
رام مدھ	:	رام کے پریم میں مست
راٹھرونا	:	بیوہ کا رونا، گلہ کرنا
راوت	:	سردار، بہادر، سوربیر، سورما
رباط	:	سرائے، مسافر خانہ، رہائش گاہ
رم کرنا	:	بھاگنا، گریز کرنا
رین	:	رات، شب
سار	:	مانند، طرح، خلاصہ

سبحہ	:	تسبیح
سامنگ	:	بہروپ، نقل، شکل بدلنا
سجاء	:	مزاج، عادت، فطرت
سانونت	:	دلیر، بہادر، جنگجو
سجن	:	محبوب، صنم، معشوق
سربانی	:	اونٹ ہانکنا، اونٹ والا
سرت کرنا	:	عزم کرنا، توجہ کرنا، پھرتی دکھانا
سرچا	:	حاوی، سرچڑھا، نڈر
سرس	:	ریلا، تازہ، عمدہ، رس بھرا، بہت زیادہ
سروالا	:	کاشا، نوک دار، خاردار گھاس
سروعی	:	دودھاری تلوار، تیغ ہندی
سریجن	:	دوست، محبوب، خالق، بنانے والا
سکچانا	:	شرمانا، لجانا
ساج	:	منت، شرمندگی، خوشامد
سمرن	:	مالا، وظیفہ، تسبیح
سنسار	:	جہان، دنیا، عالم
سنمکھ	:	رو برو، مقابل، آمنے سامنے
سنن	:	سننا، سماعت
سواد	:	لطف، لذت، مزا، ذائقہ
سوچت	:	سوچنا، غور کرنا
سوگند	:	قسم، حلف
سیانا	:	ہوشیار، عقل مند، چالاک
سیتی	:	سے
سیلی باز	:	نٹ، رسے پرنا چنے والا، کرتب دکھانے والا، ناز واد والا



سینٹ رکھنا	:	سنبھال کر رکھنا، محفوظ رکھنا
سین	:	اشارہ کرنا
شبرنگ	:	کالا گھوڑا، اسپ سیاہ
شعار	:	کرن، سورج کی روشنی
شگن	:	شگون، فال، نیگ، مہورت
صاد	:	آنکھ کا اشارہ، رضا مندی
صمی	:	دودھ پیتا بچہ، شیر خوار
طارم افلاک	:	گنبد، آسمان
عاصی	:	گنہگار،
عبث	:	بے کار
علوفہ	:	گزارا، خوراک، روزینہ
غواص	:	تیراک
فندق	:	انگلی کی رنگ دار پور، مہندی لگا سرائ
قراول	:	محافظ، ہراول، پہریدار
قرص	:	نکلیہ، طشتری
قلماغ	:	قلماق، تاتاری
کاری	:	کالی، سیاہ، اثر دار
کاڑھا	:	نکالا، کاڑھ کر، چن کر
کال	:	وقت، زمانہ، موت
کابلی	:	جلد باز، بے ضمیر، ست
کبود	:	نیلا، آسمان
کثر کھونا	:	بے رحم، کاٹنے والا
کھور	:	سنگ دل، بے رحم
کحل البصر	:	آنکھوں کا سرمہ، نورِ نظر

کٹھیر	:	بے ڈھب، سخت مزاج
کدر	:	میل، کھوٹ، گندگی
کرنڈ	:	دھارتیز کرنے کا پتھر
کرن ہارا	:	کرنے والا، مختار
کسو	:	کسی، کوئی
کشت	:	دکھ، تکلیف
کل	:	چمین، آرام
کلا	:	فن، مہارت، علم
کیت	:	سرخ بھورے رنگ کا گھوڑا
کن، کنے	:	پاس، قریب، نزدیک
کنول پاؤ یا پاؤ	:	آنکھ کی ایک بیماری، یرقان
کونین	:	دونوں جہان
کنجی	:	رقاص، طوائف، سنارنی
کنہیا	:	سری کرشن
کنا	:	کترانا
کھاپ	:	اصل، نسل، تنا، نیام
کھانا	:	پریشان کرنا، تنگ کرنا، چڑانا
کھجوڑ	:	تنگی، طعنے، چھیڑنا
کھکے	:	کونل کی کوک یا آواز، گلو کو کرنا
کھلی	:	ٹھٹھا، مذاق، تمسخر
کھنڈ	:	حصہ، درجہ، ٹکڑا، منزل
کھنڈا	:	بکھرا، شکستہ
کیتے	:	کتنے
کیلنا	:	کیل ٹھونکنا، جادو کرنا، منتر سے سانپ کو قابو میں کرنا

کینہ، عداوت، بیر	:	کین
کھال، سانپ کی کھال، جسم سے الگ ہو جانے والی	:	کینچری
گھومنے والا، دائرہ، چکر، ملا ہوا	:	گرد
چکر، گول، دھول	:	گردا
آسمان، فلک	:	سمگن
گلاب کی طرح، لال، سرخ	:	گلگلوں
گیند	:	گمو
احمق، بے وقوف، گائے پالنے کی جگہ	:	گوسالہ
تاک، نشانہ	:	گھات
کم، تھوڑا، ذرا	:	گھٹ
عرفان، علم، جاننا	:	گیان
معشوق، دوست	:	لالن
شرمندگی، خفت	:	لجاج
تک، تلک	:	لک
چاہت، طلب، خواہش	:	لکن
بیچ دریا، منجدھار	:	مانجھدھار
بوسہ، لمس	:	مچھی
سرشاری، نشہ، شہد	:	مدھ
پانی کے جانور، آنکھ کی پتلی	:	مردم دریائی
مرنے والے، قربان جانے والے	:	مرن ہارے
کھیتی، کاشت کاری	:	مزرع
جالی دار، سوراخوں والی	:	مشبک
گناہ، خطا	:	معصیت
منہ، چہرہ	:	مکھ

مل	:	دارو، شراب
ملار	:	ملہار، ساون یا برسات کے گیت
من	:	دل، جی
مندیل	:	ریشمی دستار، عمامہ
منگرے	:	بہادر، مضبوط، طاقتور
من ہرن	:	محبوب، دلکش، دلربا
منے	:	میں
ناخوتا	:	آنکھ کی ایک بیماری، جلن، حسد
نانو	:	نام
نال	:	نہیں
نپٹ	:	بالکل، سراسر، بہت
نٹ	:	رسی پر کرتب بازی کرنے والا
نٹ بدیا	:	رسے پر ناپنے کا ہنر
نٹھ (نٹ)	:	دوڑ
نرخ	:	قیمت، بھاؤ
نسنگ	:	لا تعلق، آزاد، بے غرض، بے فکرا
نفر	:	نوکر، خادم
نکٹوڑے	:	طعنے، نخرے
نگھرا	:	بے گھر، بے خانماں، کنوارا
نمن	:	طرح، مثل
نوانا	:	جھکانا، سجدہ کرنا
نویت	:	نوے، شمار، ریاضی داں
نہانی	:	راز، پوشیدہ
وارنا	:	قربان کرنا

واسوخت	:	جلا ہوا، بیزار
وسواس	:	شک و شبہ
وے	:	وہ
ہانک	:	آواز، پکار
ہم تکی کرنا	:	آمنے سامنے ہونا، دوچار ہونا
ہول	:	تیز دھار اوزار کا چھونا، بھونکنا
ہیکل	:	ہار، روپے، سونے کی مہروں کا ہار
ہیز	:	نامرد، بودا، ڈرپورک، کمزور



## مصادر

- ۱۔ دیوانِ حاتم (قلمی)، ۱۱۵۸ھ ذاتی نسخہ بوبلی
- ۲۔ دیوانِ حاتم (قلمی)، کتب خانہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی
- ۳۔ دیوانِ زادہ (قلمی)، ۱۱۶۹ھ، انڈیا آفس، لاہوری، لندن
- ۴۔ دیوانِ زادہ (قلمی)، ۱۱۸۸ھ، رضا لاہوری، رام پور
- ۵۔ دیوانِ زادہ (قلمی)، ۱۱۸۸ھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
- ۶۔ دیوانِ زادہ (قلمی)، ۱۱۹۵ھ، پنجاب یونیورسٹی لاہوری، لاہور
- ۷۔ انتخابِ دیوانِ شاہ حاتم، حسرت موہانی، احمد المطابع، کان پور، ۱۹۲۵ء
- ۸۔ دیوانِ زادہ، مرتبہ غلام حسین ذوالفقار، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷۵ء
- ۹۔ دیوانِ حاتم۔ عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۰ء
- ۱۰۔ شاہ حاتم حالات و کلام، غلام حسین ذوالفقار، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۶۴ء
- ۱۱۔ آبِ حیات، محمد حسین آزاد، نول کشور گیس، پرنٹنگ ورکس، لاہور، ۱۹۰۷ء
- ۱۳۔ آبِ حیات، مرتبہ محمد ابراہیم عبدالسلام، ملتان، ۲۰۰۸ء
- ۱۴۔ آج کل، دہلی، دسمبر ۱۹۵۸ء
- ۱۵۔ اردو، کراچی، انجمن ترقی اردو، جولائی ۱۹۶۷ء
- ۱۶۔ اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، ڈاکٹر رؤف پارکھ، کراچی، ۱۹۹۶ء
- ۱۷۔ اردو نثر میں طنز و مزاح، ڈاکٹر اشفاق احمد و رک، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۱۸۔ انتخابِ حاتم دیوانِ قدیم، مرتبہ عبدالحق، دہلی، ۱۹۷۷ء
- ۱۹۔ Blumhard J.F. Catalogue of the Hindustani

Manuscripts - India office, 1926

- ۲۰۔ تذکرہ ریختہ گویاں، سید فتح علی حسینی گردیزی، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء
- ۲۱۔ تذکرہ شعرائے اردو، میر حسن، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ۱۹۴۴ء
- ۲۲۔ تذکرہ ہندی، غلام ہدانی مصحفی، دہلی، ۱۹۳۳ء
- ۲۳۔ چہستان شعرا، کچھی نرائن شفیق، اورنگ آباد، ۱۹۲۸ء
- ۲۴۔ دراسات، نثار احمد فاروقی، دہلی، ۱۹۷۸ء
- ۲۵۔ دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر، محمد حسن، دہلی، ۱۹۸۹ء
- ۲۶۔ دیوان آبرو، مرتبہ محمد حسن، علی گڑھ، ۱۹۶۴ء، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء
- ۲۷۔ دیوان سجاد، مرتبہ شمیم احمد، مظفر پور، ۱۹۷۸ء
- ۲۸۔ دیوان شا کرناجی، مرتبہ فضل الحق، دہلی، ۱۹۷۶ء
- ۲۹۔ دیوان فائز، مرتبہ مسعود حسن رضوی، انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ، ۱۹۶۵ء
- ۳۰۔ دیوان یکرو، مرتبہ شمیم احمد، پٹنہ، ۱۹۷۵ء
- ۳۱۔ دیوان یقین، مرتبہ فرحت فاطمہ، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی
- ۳۲۔ سرگذشت حاتم، محی الدین قادری زور، ادارہ ادبیات حیدر آباد، ۱۹۶۶ء
- ۳۳۔ سعادت یار خاں رنگین صابر علی خاں، کراچی، ۱۹۵۶ء
- ۳۴۔ شعرا لہجہ، حصہ سوم، شبلی نعمانی، فیض عام پریس، علی گڑھ، ۱۳۲۵ھ
- ۳۵۔ عقد ثریا، غلام ہدانی مصحفی، ۱۹۳۴ء
- ۳۶۔ علم الکتاب، خواجہ میر درد، لکھنؤ، ۱۳۹۱ھ
- ۳۷۔ عیار الشعرا، خوب چندو کا (قلمی)
- ۳۸۔ عیارستان، قاضی عبدالودود، پٹنہ
- ۳۹۔ غزلیات سودا، مرتبہ شمیم احمد، بنارس، ہندو یونیورسٹی، بنارس، ۲۰۰۱ء
- ۴۰۔ کلیات ولی، مرتبہ نور الحسن ہاشمی، دہلی، ۱۹۴۵ء
- ۴۱۔ گلشن گفتار، خواجہ حمید، اورنگ آباد، ۱۳۳۹ھ
- ۴۲۔ گل رعنا، حکیم سید عبدالحی، معارف، اعظم گڑھ، ۱۳۵۳ھ

۴۴۷

- ۴۳۔ مجالس رنگین، سعادت یار خاں رنگین، ۱۸۶۲ء
- ۴۴۔ مجموعہ الانتخاب، شاہ کمال (قلمی)
- ۴۵۔ مجموعہ نغمہ، حکیم قدرت اللہ قاسم، مرتبہ حافظ محمود شیرانی، لاہور، ۱۹۳۳ء
- ۴۶۔ مخزن نکات، قائم چاند پوری، لاہور، ۱۹۶۶ء
- ۴۷۔ معاصر، پٹنہ، جنوری ۱۹۵۲ء
- ۴۸۔ میر درد خواجہ، دہلی، ۲۰۱۰ء
- ۴۹۔ نکات الشعراء، میر تقی میر، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء
- ۵۰۔ یادگار شعراء، مترجم طفیل احمد، ۱۹۴۳ء
- ۵۱۔ تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، جلد دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۹ء





## اشاریہ

۵

۳۴۹، ۳۱۱، ۲۰۲، ۷۵، ۶۹، ۶۶، ۵۲، ۵۰، ۴۱، ۳۸، ۳۷، ۳۴، ۳۳، ۳۰، ۱۹	:	آبرو شاہ مبارک
۴۴۳	:	ابرار عبدالسلام
۵۰	:	اہل
۴۴۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰	:	ادیب مسعود حسن رضوی
۲۸۸، ۶۷، ۶۵، ۵۱، ۵۰، ۲۳، ۱۹	:	آرزو خان
۴۶	:	آرزو مختار الدین احمد
۴۴۳، ۶۳، ۶۱، ۴۶، ۴۳، ۳۹، ۲۵، ۱۲	:	آزاد محمد حسین
۴۴۴، ۲۵۰، ۲۸، ۱۹	:	اسلم استقامت اللہ خاں
۴۵، ۱۵	:	اشپرنگر
۴۴۳، ۴۷	:	اشفاق احمد ورک
۳۱۴، ۷۰، ۶۸	:	اصغر علی خاں
۷۰، ۳۸، ۸	:	اقبال محمد
۳۱۸، ۲۰۶، ۶۶، ۲۳، ۲۲، ۲۰	:	انجام امیر خاں
۴۵	:	اورنگ زیب عالم گیر
۴۸	:	انوری
۴۴۳، ۳۰۳، ۲۴، ۲۳، ۹	:	بادل
۲۷	:	بقا
۲۹	:	بے جگر خیراتی لال

۴۴۳ :	بلم ہارڈ
۹۶، ۶۵ :	بیدل
۲۷ :	بیدار
۵۲ :	بیان
۶۶ :	بالاجی راو
۳۵۱، ۳۴۳، ۳۳۱، ۲۴۴، ۱۴۲، ۲۷، ۱۹ :	تاباں
۲۷، ۲۴ :	تسلیم
۴۰۴، ۴۸ :	جائی
۵۱ :	جرات
۴۸ :	جمالی
۴۴۵ :	جیل جالبی
۳۹ :	جہانگیر اشرف سمنانی
	حاتم شیخ ظہور الدین تقریباً ہر صفحہ پر نام ہے۔
۷۲، ۴۹ :	حافظ شیرازی
۲۱۳، ۵۱، ۱۹ :	حزین شیخ علی
۴۴۴، ۴۶، ۴۵، ۳۴، ۲۴ :	حسرت موہانی
۱۷۱، ۵۰، ۳۳، ۳۲، ۱۹ :	حشمت حشمت علی خاں
۶۸، ۶۷، ۲۰ :	خسرو امیر
۴۴۴ :	خواجہ حمید اورنگ آبادی
۲۸۹، ۲۶۳، ۲۳۸، ۲۲۷، ۷۹، ۵۰، ۱۹ :	ورد خواجہ میر
۷۰ :	وردمند محمد فقیہ
۴۴۵، ۴۷، ۲۵، ۲۱ :	ذکا خوب چند
۳۵ :	زکی جعفر علی خاں
۴۱ :	رحمت خاں

۱۶۶، ۱۹	:	راخ عنایت خاں
۱۶	:	رمز
۱۳۸، ۱۹	:	رند مہربان خاں
۴۴۵، ۷۹، ۲۷، ۲۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰	:	رنگیں سعادت یار خاں
۴۴، ۳۱	:	رووف پارکھ
۷۵، ۵۰، ۱۲	:	زنگی
۴۴۴، ۴۲، ۴۳، ۳۶، ۳۴، ۲۸، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵	:	زوحی الدین قادری
۴۲۵	:	سدارنگ
۳۶۳، ۹۶، ۵۰، ۱۹	:	سعدی شیخ
۲۷	:	سلطان ٹیپو شہید
۲۷۸، ۲۵۷، ۲۱۸، ۲۱۶، ۲۱۳، ۱۰۹، ۷۱، ۷۰، ۶۷، ۵۰، ۴۹، ۲۵، ۱۹، ۱۰	:	سودا مرزا محمد رفیع
۳۶۱، ۳۵۰، ۳۴۹، ۳۴۰، ۳۳۱	:	
۲۵۶	:	سوز میر محمد
۴۴۶، ۴۶	:	شاہ کمال
۴۴۴، ۶۵	:	شبلی نعمانی
۴۴۴، ۳۷، ۳۰، ۱۲	:	شفیق کچھی نرائن
۴۴۵	:	شمیم احمد
۳۳۰، ۷۱، ۳۷، ۳۰، ۱۹	:	شوق حسین علی
۴۲	:	شہباز خاں
۱۳	:	شیفتہ
۳۹۱، ۳۵۹، ۱۰۷، ۶۵، ۴۹، ۱۹، ۱۷	:	صائب مرزا
۲۲۴، ۷۱، ۱۰	:	صادق
۷۱، ۲۸	:	ضابطہ خاں
۴۴۴، ۴۳۰، ۲۰۵، ۲۰۳، ۱۹۶، ۷۱، ۲۸، ۱۹	:	ضمیر

طالب آملی	: ۶۵
طفیل احمد	: ۴۴۵
ظہوری	: ۷۰
عبدالحق	: ۴۴۳، ۲۶
عبدالحئی	: ۴۴۵
عبدالصمد	: ۵۰
عبداللہ خاں	: ۲۸۵، ۷۱
عبدالودود قاضی	: ۴۴۴، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹
عزیز الدین عالم گیر	: ۳۴۱، ۳۳۷، ۲۸، ۱۹
عرفی	: ۶۵
علی اصغر خاں	: ۷۱
غالب	: ۵۰
غلام حسین ذوالفقار	: ۴۴۳، ۴۴، ۱۵، ۸، ۷
غمگین گوالیاری	: ۷۹
فاخر خاں	: ۳۵۷، ۱۱۹، ۶۷، ۲۳، ۲۲، ۲۱
فارغ بال مکند سنگھ	: ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۱۴
فائز	: ۷۵، ۷۴، ۶۲، ۳۹، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۰
فتح الدین	: ۱۵، ۱۴
فرخ سیر	: ۳۵، ۳۹
فردوسی	: ۴۸
فغاں کوکے خاں	: ۲۹۹، ۲۴۲، ۲۲۵، ۲۰۹، ۱۳۵، ۱۲۵، ۱۲۴، ۲۸، ۱۹
فراقی	: ۵۰
فضل الحق	: ۴۴۴
فضلی	: ۳۹

۲۵۲

۴۲،۴۱	:	فیروز خاں
۶۵	:	فیضی
۴۴۶،۲۵،۲۴،۲۱،۱۴	:	قاسم قدرت اللہ
۴۴۵،۲۹،۲۳،۲۱،۱۴،۱۳	:	قائم
۴۱	:	قطبی
۴۸،۳۵	:	قلی قطب شاہ
۲۱	:	کریم الدین
۲۸۸،۲۲۶،۹۶،۱۹	:	کلیم میر حسین
۴۴۴،۶۵	:	گردیزی سید فتح علی
۵۰	:	بتلا شاہ ناصر علی
۴۴۵،۱۰۰،۷۹،۳۸،۳۷،۳۴،۳۰	:	محمد حسن
۷۱	:	محمد امین
۲۸۵	:	محمد خاں
۴۱۷،۷۷،۷۱،۷۰،۶۱،۵۹،۳۵،۳۱،۲۳،۲۱،۱۸،۱۷	:	محمد شاہ بادشاہ
۶۸	:	محمود شیرانی حافظ
۷۱	:	مراد علی خاں
۲۷	:	مرزا اعظم بیگ
۲۷	:	مرزا سلیمان شکوہ
۴۴۴،۶۳،۳۱،۲۹،۱۷،۱۶،۱۵،۱۴،۱۳،۱۰	:	مصحفی
۳۶۰،۲۷۵،۱۳۵،۱۳۱،۶۹،۶۶،۵۳،۵۲،۳۵،۳۱،۲۷،۲۰،۱۹	:	مظہر مرزا مظہر علی جاں جاناں
۳۳۴،۱۴۳،۱۳۷،۱۳۴،۶۷،۵۲،۱۹	:	مضمون
۴۵	:	مولانا آزاد
۳۳۴،۳۳۰،۲۸۰،۲۷۶،۱۲۳،۱۱۱،۱۰۸،۶۷،۶۶،۵۰،۳۵،۲۵،۱۴،۱۳،۱۲،۹	:	میر تقی میر
۲۴۸	:	مہدی قلی خاں

۴۵۳

۴۴۴، ۶۶، ۳۵، ۲۹، ۱۴	:	میر حسن
۵۱	:	میرزا علی نقی محشر
۵۱	:	میرزا علی مہلت
۲۴	:	میر محمد اسلم
۷۱	:	میر محمد علی امین
۴۴۴، ۳۲۸، ۱۷۴، ۱۳۵، ۱۳۰، ۷۵، ۶۶، ۵۲، ۲۷، ۲۶، ۱۹	:	ناجی میر شاہ کر
۸۴، ۶۶	:	نادر شاہ
۶۵	:	ناصر علی
۱۳۹، ۱۹	:	نثار
۴۶	:	نثار احمد فاروقی
۴۴	:	نجف علی شاہ
۴۶	:	نجم الاسلام
۱۴	:	نساخ
۴۴۴	:	نسیم احمد
۹۶	:	نعمت خاں علی
۲۷	:	نعیم اللہ خاں
۱۲	:	نظیر اکبر آبادی
۶۵	:	نظیری نیشاپوری
۴۴۴، ۱۷	:	نور الحسن ہاشمی
۱۵۵، ۱۳۶، ۶۹، ۶۳، ۵۳، ۵۲، ۵۰، ۴۸، ۴۱، ۳۲، ۲۹، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶	:	ولی
۳۴۴، ۳۳۶، ۳۲۱، ۳۲۰، ۳۱۱، ۲۹۹، ۲۹۲، ۱۶۸		
۲۹۹، ۲۹۲، ۲۴۳		
۳۳۰، ۷۱، ۲۱، ۱۳	:	ہدایت ہدایت اللہ خاں
۴۸	:	ہلالی

۴۵۴

۴۷	:	ہمایوں مرزا
۷۱	:	یعقوب علی خاں
۱۹۷، ۱۶۲، ۱۲۳، ۷۵، ۱۹	:	یقین
۵۲، ۳۳، ۳۲	:	یک رنگ
۷۵، ۳۰	:	یکرو



Table Discussion of scholars in this field in March, 2010. This provided a platform for scholars to come together, share their experience and chart out a course of action. It was heartening and very encouraging to see the enthusiasm and response of scholars at this meet which included specialists from different disciplines like literature, history, medicine, theology and music. Under the programme for dissemination of knowledge a committee of experts was formed to shortlist manuscript for publication by National Mission for Manuscripts. It gives me pleasure to share the fact that this was the first Expert Committee on Publication to be set up by National Mission for Manuscripts.

The Diwanzadah of Shah Hatim (1699-1784) was recommended by the expert committee for publication and is the first in the Prakashika series to see the light of the day. It is a work composed in Delhi in the year 1746. Shah Hatim is the most respected and celebrated poet of earliest Urdu literature in North India. His creativity and awareness of social change is beautifully brought out in his writings. His old Diwan composed in the year 1731 is considered to be the first Urdu Diwan of Northern India. This was also edited and published by Prof. Abdul Haq in 1977 with painstaking efforts. Since then he has devotedly worked towards editing Diwanzadah of Shah Hatim which is the most comprehensive collection of the poet's work.

Prof. Abdul Haq is best known for his deep insight in the field of Iqbal studies but he has now switched over to the study of classical literature. He procured seven existing manuscripts of the Diwanzadah located in several collections in different parts of the world. He has minutely edited this work from the collection of manuscripts and deserves all appreciation for his dedication. This is a remarkable classical work and the way Prof. Haq has edited it is a model of research work of high standards. A detailed introduction of 100 pages with glossary and index has been added to the text, this makes it immensely valuable. It is indeed an honour for the National Mission for Manuscripts to publish such an important classical work so painstakingly edited by a scholar of repute.

I look forward to many such publications in the future.

**Dipti S. Tripathi**  
Director, NMM



## FOREWORD

The present volume Diwanzadah is not only the first Urdu work but the first manuscript to be published in the Prakashika series of National Mission for Manuscripts. This series has been conceived as a means of bringing to light hitherto unpublished manuscripts in different fields. There would be three types of publications in this series :

- i) Facsimile of the rare manuscripts/single copy manuscript that would become extinct if not saved in this manner. Some rare illustrated manuscripts may also be included in the facsimile form.
- ii) Critical edition of manuscripts with detailed introduction and
- iii) Critical edition of manuscripts with introduction, translation and annotation.

Prakashika, as the name suggests, is an effort to bring to light the hidden treasure in the form of manuscripts in this country. This will help in making this literature easily accessible to scholars and researchers. Freedom and convenience of access in turn acts as an impetus to research and further work in the field concerned.

The National Mission for Manuscripts has a mandate to work for dissemination of knowledge contained in manuscripts. We have taken up this work on a serious note only since 2010. It is heartening to see that with the help of dedicated scholars several manuscripts are ready to see the light of the day. When I joined National Mission for Manuscripts in January, 2010, I was surprised to see that scant attention had been paid to our heritage of Persian, Arabic and Urdu manuscripts in this country. Of course there were individual scholars working in this field but planned regular work had not been undertaken at an institutional level. The Mission held the first Round